اَلتَّنْزِيْهُ فِي الرَّدِّ عَلٰى عَقَائِدِ أَهْلِ التَّجْسِيْمِ وَالتَّشْبِيْهِ

صفاتِ متشابہات

اور

غیر مُقلّدین کے عقائد

تالیف

حضرت مولانا ابو حفص عبد الزاہد اشرفی غفرلہٗ

فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور

دار النعیم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں)

نام کتاب	اَلتَّنْزِیْہُ فِی الرَّدِّ عَلٰی عَقَائِدِ اَھْلِ التَّجْسِیْمِ وَالتَّشْبِیْہِ صفاتِ متشابہات اور غیر مقلدین کے عقائد
مصنف	مولانا ابو حفص اعجاز احمد اشرفی غفرلہٗ
صفحات	576
طبع اول	رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ بمطابق جولائی ۲۰۱۵ء
ناشر	الکتاب، یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور
باہتمام	اعجاز احمد اشرفی

ملنے کے پتے

1: مکتبۃ الفرقان اردو بازار، گوجرانوالہ فون 055-4212716 0333-4284487

2: جامعۃ الطیبات للبنات اصلاحات اگلی نمبر 4، کوٹ گوندہ نالہ روڈ، گوجرانوالہ فون 0333-8150879

3: قاری محمود اختر مسجد شاہ عمال جی ٹی روڈ، گکھڑ فون 0300-6440651

4: الکتاب، یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور 042- 37124803 0333-4380928

5: اسلامی کتاب گھر بگی جامع مسجد لوہدالی (نصرۃ العلوم)، فاروق گنج، گوجرانوالہ
فون 0554446100 0333165702 0321-6432659

6: مکتبہ غزنی، اردو بازار، گوجرانوالہ فون 055-4235072 0321-7475072

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت، امام اہلِ سنت، مُحْیِ السُّنَّۃِ

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا

محمد سرفراز خان صفدرؒ

(المتوفی ۱۴۳۰ھ)

کے نام

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ان کے بلندیٔ درجات کا باعث بنائے۔ آمین!

اعجاز احمد اشرفی

اظہارِ تشکر

مصنف ہذا سے حضرت مولانا سجاد الحجابی مدظلہ العالی (خادم الحدیث الشریف، مردان) کے تعاون اور حوصلہ افزائی کا مشکور ہے۔ حضرت مولانا سجاد الحجابی مدظلہ العالی کے خصوصی تعاون سے ان کے دو مقالے اور درج ذیل کتب میسر ہوئیں۔

۱ حضرت امام رازی کی کتاب "اساس التقدیس فی علم الکلام"

۲ حضرت امام غزالی کی کتاب "الاقتصاد فی الاعتقاد"

۳ حضرت شیخ بدرالدین بن جماعۃ کی کتاب "التنزیہ فی ابطال حجج التشبیہ"

۴ علامہ شیخ شہاب الدین احمد بن حجل علبی کی کتاب "الحقائق الجلیة فی الرد علی ابن تیمیة فیما أورده فی الفتوی الحمویة"

۵ سیف بن علی العصری مدظلہ کی کتاب "القول التمام باثبات التفویض مذهباً للسلف الکرام"

۶ شیخ سلیم علوان مدظلہ کی کتاب "تفسیر أولی النهی لقوله تعالی: اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى"

۷ شیخ خلیل میان الازہری مدظلہ کی کتاب "غایة البیان فی تنزیه الله عن الجهة والمکان"

۸ شیخ عبدالفتاح بن صالح قدیش الیافعی مدظلہ کی کتاب "التجسیم والمجسمة وحقیقة عقیدة السلف فی الصفات الالٰهیة"

۹ شیخ سعید عبداللطیف قودۃ مدظلہ کی کتاب "تهذیب شرح السنوسیة أم البراهین"

۱۰ حضرت امام بیہقی کی کتاب "القراءة خلف الامام"

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	تقریظات	13
۱	تقریظ حضرت مولانا سجاد الحجابی دامت برکاتہم العالیہ	13
۲	تقریظ حضرت مولانا مفتی محمد زاہد الوری دامت برکاتہم العالیہ	22
۳	تقریظ حضرت مولانا مفتی ابوحسنین دامت برکاتہم العالیہ	24
	پیش لفظ	26
۱ باب ۱	تنزیہ باری تعالیٰ	48
۱.۱	قرآن مجید سے دلائل	48
آیت ۱	قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ. اَللّٰهُ الصَّمَدُ. لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ. وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ (سورت الاخلاص ۱۱۲)	48
آیت ۲	لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ. وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ (الشوریٰ ۱۱)	64
آیت ۳	يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ. وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ. (فاطر ۱۵) وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ. (سورت محمد ۳۸)	66
آیت ۴	اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ. (سورت البقرہ ۲۵۵)	68
آیت ۵	هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا (مریم ۶۵)	69
آیت ۶	هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ. (الحشر ۲۴)	70
آیت ۷	هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ. (الحدید ۳)	70
آیت ۸	يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا (طٰہٰ ۱۱۰)	75
آیت ۹	فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا (البقرہ ۲۲)	75
آیت ۱۰	وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى. وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (النحل ۶۰)	76
آیت ۱۱	فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ (النحل ۷۴)	77

آیت12	وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوسَىٰ مِن بَعْدِهِ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهُ خُوَارٌ (الاعراف:۱۴۸)	78
آیت13	فَأَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهُ خُوَارٌ (طٰہٰ:۸۸)	79
آیت14	كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ (القصص:۸۸)	80
آیت15	وَلِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ (البقرہ:۱۱۵)	81
آیت16	قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ قُل لِّلَّهِ (الانعام:۱۲)	82
آیت17	هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ (الحدید:۴)	83
1.2	**احادیثِ مبارکہ سے دلائل**	83
حدیث1	كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ غَيْرُهُ	83
حدیث2	اَللّٰهُمَّ أَنْتَ الْأَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ الْآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ	85
حدیث3	لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَقُولَ أَنَا خَيْرٌ مِنْ يُونُسَ	88
1.2.1	امام قاضی القضاۃ صدرالدین ابن الحنفی اسکندری کی تحقیق	89
1.2.2	امام الحرمین ابوالمعالی عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف الجوینی کی تحقیق	90
1.2.3	حضرت امام تقی الدین علی بن عبدالکافی سبکیؒ (المتوفی ۷۵۶ھ) کی تحقیق	91
حدیث4	أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهِ وَهُوَ سَاجِدٌ، فَأَكْثِرُوا الدُّعَاءَ	92
حدیث5	حدیثِ معراج سے دلیل	93
حدیث6	أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اسْتَسْقَى، فَأَشَارَ بِظَهْرِ كَفَّيْهِ إِلَى السَّمَاءِ	94
1.3	فرمانِ حضرت علیؓ: إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى خَلَقَ الْعَرْشَ اظْهَارًا لِقُدْرَتِهِ لَا مَكَانًا لِذَاتِهِ	94
باب2	**صفاتِ باری تعالیٰ اور اہل السنّت والجماعت کے عقائد کا بیان**	100
2.1	حضرت امام ابوحنیفہؒ (المتوفی ۱۵۰ھ) کے عقائد	100
2.2	حضرت امام طحاویؒ (المتوفی ۳۲۱ھ) کے عقائد	106
2.3	حضرت امام ابوالحسن اشعریؒ (المتوفی ۳۲۴ھ) کے عقائد	114
2.3.1	کتاب: الإبانة عن أصول الديانة میں مذکور عقائد	114
2.3.2	مقالات الإسلاميين میں مذکور عقائد	125
2.3.3	عقیدۂ نزولِ باری تعالیٰ	126

2.3.4	حضرت امام ابوالحسن اشعریؒ کے عقائد معتدل ہیں	128
2.3.5	حضرت امام ابوالحسن اشعریؒ کے عقائد کے بارے میں فیصلہ کن بات	132
2.4	حضرت امام غزالیؒ (المتوفی ۵۰۵ھ) کے عقائد	134
2.4.1	صفاتِ باری تعالیٰ کے بنیادی عقائد	134
2.4.2	صفتِ استواء علی العرش	145
2.4.3	اللہ تعالیٰ غیر جہت اور مکان کے موجود ہیں	147
2.4.4	صفاتِ باری تعالیٰ غیر کیفیت اور صورت کے ہوگی	150
2.4.5	اللہ تعالیٰ کی صفتِ کلام	153
2.5	حضرت عبدالوہاب بن علی بن عبدالکافی السبکی (المتوفی ۷۷۱ھ) کے عقائد	157
2.6	امام ابوالعباس احمد بن عمر بن مہاجر طبری ثم بغدادی (المتوفی ۳۴۰ھ) کے عقائد	163
2.6.1	کتاب کے صفحہ ۱۰ سطر ۱۰ میں بیان کردہ عقائد	163
2.6.2	کتاب کے صفحہ ۲۹ سطر ۱۱ میں بیان کردہ عقائد	167
2.6.3	کتاب کے صفحہ ۳۰ سطر ۳ میں بیان کردہ عقائد	169
باب3	**امتِ مسلمہ میں عقیدۂ تجسیم کیسے داخل ہوا؟**	171
3.1	یہود و نصاریٰ میں عقیدۂ تجسیم	171
3.2	یہود و نصاریٰ سے یہ عقیدہ اسلام میں کیسے آیا؟	178
3.3	عقیدۂ تجسیم کا سبب سوءِ فہم، غلط اور غیروں کی سازش ہے	194
3.3.1	حضرت امام بدرالدین بن جماعۃ الشافعیؒ کی تحقیق	199
3.4	ائمہ اربعہ اللہ تعالیٰ کے لیے جہت و جسم کی نفی کرتے تھے	204
3.5	حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ اور حضرت امام مالکؒ کے واضح فیصلے	218
باب4	**حافظ ابن تیمیہؒ اور غیر مقلدین کے متبوع علماء کے عقائد**	220
4.1	شیخ حسان بن سید الحجازی العارفیؒ (ولادت ۱۳۰۰ھ، المتوفی ۱۳۸۰ھ) کے عقائد	221
4.1.1	علامہ ابوالکوثر نبہانیؒ کی تحقیق	229
4.1.2	حضرت مولانا سید احمد رضا بجنوریؒ کی تحقیق	230
4.1.3	شیخ الازہر شیخ محمد عبدہٗ کی تحقیق	231

4.2	شیخ عبداللہ بن الامام احمدؒ (المتوفی ۲۹۰ھ) کے عقائد	234
4.2.1	کتاب السنۃ کی بعض عبارات	235
4.2.2	علامہ ابی سلیمان عادل الیافی مدظلہ کی تحقیق	237
4.2.3	علامہ عبدالفتاح بن صالح قدیش الیافعی مدظلہ کی تحقیق	238
4.3	شیخ ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہؒ (المتوفی ۳۱۱ھ) کے عقائد	240
4.3.1	علمائے اُمت کی محدث ابن خزیمہؒ کے بارے میں تحقیقات	241
4.3.1.1	امام فخر الدین رازیؒ (المتوفی ۶۰۶ھ) کی تحقیق	241
4.3.1.2	امام بیہقیؒ (المتوفی ۴۵۸ھ) کی تحقیق	246
4.3.1.2.1	امام ابن خزیمہؒ کی کتاب "التوحید" پر نادم ہونا	248
4.3.1.3	امام ابوبکر بن فورکؒ (المتوفی ۴۰۶ھ) کی تحقیق	249
4.3.1.4	علامہ ابن الجوزی حنبلیؒ (المتوفی ۵۹۷ھ) کی تحقیق	251
4.3.1.5	امام بدرالدین بن جماعہؒ (المتوفی ۷۳۳ھ) کی تحقیق	253
4.3.1.6	علامہ سبکیؒ (المتوفی ۷۵۶ھ) کی تحقیق	254
4.3.1.7	علامہ کوثریؒ (المتوفی ۱۳۷۱ھ) کی تحقیق	255
4.4	ابن حامدؒ (المتوفی ۴۰۳ھ)، قاضی ابویعلیؒ (المتوفی ۴۵۸ھ) و ابن زاغونیؒ (المتوفی ۵۲۷ھ) کے عقائد	257
باب 5	**علامہ تقی الدین احمد بن تیمیہ حرانی حنبلیؒ (المتوفی ۷۲۸ھ) کے عقائد**	**262**
5.1	حافظ ابن تیمیہؒ اور قدم نوعی کی بحث	268
5.2	حافظ ابن تیمیہؒ اور استوی علی العرش	277
5.3	شیخ ابوزہرہ مصری کی تحقیق	303
5.3.1	استواء اور معیت میں حافظ ابن تیمیہؒ کا مسلک	303
5.3.2	شیخ ابوزہرہؒ کا تفصیلی نقد	304
5.4	شیخ ابن تیمیہؒ کی عقیدۂ تجسیم سے براءت کی عبارات	309
5.5	شیخ ابن تیمیہؒ کے عقیدۂ تفویض کی عبارات	315

5.6	شیخ ابن تیمیہؒ کے عقائد کی تحقیق کا محاکمہ	328
5.6.1	شیخ ابن تیمیہؒ کا اپنے سابقہ عقائد سے رجوع کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ کی شہادت	332
5.6.2	ابن تیمیہؒ کا اپنے سابقہ عقائد سے رجوع کے بارے میں شیخ نوریؒ کی شہادت	333
5.7	حضرت معاذ بن جبلؓ کی زریں نصیحت	338
5.8	عقائد ابن تیمیہؒ کے بارے میں اکابرین اُمت کی آراء	340
5.8.1	حضرت ابوحیان اندلسیؒ	342
5.8.2	حضرت علامہ حافظ ذہبیؒ	344
5.8.3	حضرت علامہ تاج سبکیؒ	350
5.8.4	حضرت علامہ ابن حجر ہیتمیؒ	351
5.8.5	حضرت علامہ بدرالدین زرکشیؒ	354
5.8.6	حضرت علامہ [illegible] کی تحقیق	358
5.8.7	[illegible] حضرت مولانا سید احمد رضا بجنوریؒ	363
5.8.8	[illegible] حضرت مولانا ابوالحسن سرفراز خان صفدر صاحب اللہ تعالیٰ	368
5.9	حافظ ابن تیمیہؒ کی تصانیف اور راجح اور راجح کا جواب	371
باب 6	**حافظ ابن تیمیہؒ کے متبعین کے عقائد**	**375**
6.1	حافظ ابن القیم، عبداللہ شمس الدین محمد بن ابی بکر حنبلیؒ (المتوفی ۷۵۱ھ) کے عقائد	377
6.2	نواب صدیق حسن خاں قنوجیؒ (المتوفی ۱۳۰۷ھ) کے عقائد	383
6.3	علامہ عبدالرحمان مبارکپوری (المتوفی ۱۳۵۳ھ) کے عقائد	388
6.4	علامہ محمد عبدالرحمن بن عبدالرحیم مبارکپوریؒ (المتوفی ۱۳۵۳ھ) کے عقائد	390
6.5	علامہ خلیل ہراسؒ، علامہ عثیمینؒ اور علامہ محمود دوستیؒ کے عقائد	394
6.6	علامہ عثیمینؒ (المتوفی ۱۴۲۱ھ) کا عقیدہ	395
6.7	علامہ خلیل ہراسؒ (المتوفی ۱۴۱۵ھ) کا عقیدہ	398
6.8	مولانا عطاء اللہ حنیفؒ، غیر مقلد کا عقیدہ	398
6.9	مولانا حافظ یحییٰ گوندلویؒ، غیر مقلد کا عقیدہ	399
6.10	علامہ ناصر الدین البانیؒ (المتوفی ۱۴۲۰ھ) غیر مقلد کا عقیدہ	402

ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اہل سنت والجماعت متقدمین ومتاخرین عقیدہ تنزیہ پر متفق ہیں۔ البتہ زمانہ کی تبدیلی کی وجہ سے تعبیرات میں اختلاف ہے، اور اس کی مثال یوں سمجھیں کہ سلفؒ کے زمانے میں اہل کفر سے جہاد تلوار، نیزے اور تیر سے کیا جاتا تھا، جب کہ عصر حاضر میں اہل کفر سے جہاد بندوق، ٹینک اور دوسرے جدید ساز وسامان سے کیا جاتا ہے۔ اب کوئی ناسمجھ شخص یہ کہے کہ سلفؒ کے زمانے میں چونکہ جہاد تلوار وغیرہ سے ہوا تھا۔ تو آج بھی اہل کفر سے جہاد تلوار وغیرہ سے ہی کیا جائے، تو اس کی اس بات کو کون سنے گا؟ اور کون قبول کرے گا؟

ہمارے محترم اور بزرگ دوست حضرت مولانا اعجاز احمد اشرفی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے مسئلہ صفات پر ایک وقیع کتاب پیش فرمائی ہے جس کا نام "إيضاح الدليل ببيان في صفات الرب الجليل" "صفات باری تعالیٰ اور مسلک اہل السنت والجماعت" ہے۔ جو 432 صفحات کی ہے اور معتبر اکابر اہل السنت والجماعت کے قول اور حوالوں سے بھری پڑی ہے۔ اب انھوں نے ایک اور کتاب "المنزيهة في الرد على عقائد أهل التشبيه والتشبيه" "صفات متشابہات اور غیر مقلدین کے عقائد" لکھی ہے۔ اس کتاب میں انھوں نے پوری کوشش کی ہے کہ صفات متشابہات میں اہل السنت کے عقائد اور غیر مقلدین کے عقائد کے فرق کو بیان کیا جائے اور یہ بتایا ہے کہ غیر مقلدین کے عقائد جمہور امت سے کتنے دور ہیں! وہ عقیدۂ توحید میں کس حد تک دور چلے گئے ہیں۔ چنانچہ کافی حد تک وہ اس کوشش میں کامیاب رہے ہیں۔ فجزاه الله أحسن الجزاء۔ نیز صفات ہی کے حوالے سے مولانا صاحب نے اور بھی قیمتی کتابیں لکھی ہیں۔ جو ان شاء اللہ جلد ہی منصۂ شہود پر آنے والی ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں:

1 المُنزِيهُ في الرَّدِّ عَلَى أَهْلِ التَّشْبِيهِ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى "استواء علی العرش"

2 أَحْسَنُ الْبَيَانِ فِي تَنْزِيهِ اللهِ عَنِ الْجِهَةِ وَالْمَكَانِ: "اللہ تعالیٰ بغیر جہت اور مکان کے موجود ہیں"

3 روشن حقائق (اردو ترجمہ): "الحقائق الجلية في الرد على ابن تيمية فيما أورده في الفتوى الحموية" مصنف علامہ ابن جملؒ

پہلے کہ اس سے پہلے بھی مولانا صاحب کے کئی تالیفات طبع ہو چکی ہیں اور اختلافی مسائل میں اہل علم سے داد حاصل کر چکی ہیں۔ اللہ تعالیٰ جزاء خیر دے مولانا صاحب کو! اور ان کے علم میں مزید برکت عطا فرمائے اور امت مسلمہ کو ان کی تحریرات سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کتاب کو مؤلف راقم کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔

کتبہ

سجاد الحجابی

خادم الحدیث الشریف وعلم الکلام

جامعہ مرجان

منگل 15۔ شوال 1435ھ، بمطابق 12۔ اگست 2014ء

6.11 حافظ زبیر علی زئیؒ (المتوفی ۱۴۳۳ھ) غیر مقلد کا عقیدہ 405
6.11.1 استواء علی العرش کے بارے میں حافظ زبیر علی زئیؒ کا عقیدہ اور اس کا رد 405
6.11.1.1 حضرت امام احمدؒ کے مذہب کی تحقیق 413
6.11.1.2 حافظ ابن حجرؒ کی تحقیق 418
6.11.1.3 حضرت شیخ سلامت القضاتیؒ کی تحقیق 419
6.11.1.4 أمِرُّوها علی ظواهرها کا مطلب 420
6.11.1.5 آسمان قبلہ دعا ہے 421
6.11.1.6 حضرت ڈاکٹر مفتی عبدالواحد مدظلہ کی تحقیق 425
6.11.2 حافظ زبیر علی زئیؒ کے متبوع علماء 426
6.11.3 حضرت امام مالکؒ کے مذہب کی تحقیق 427
6.11.4 زبیر علی زئیؒ کا اہل السنت والجماعت کی طرف غلط مسلک کا انتساب 431
6.11.5 حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی طرف غلط مسلک کا انتساب 433
باب 7 صفات متشابہات میں اہل السنت والجماعت اور غیر مقلدین کے عقائد کا موازنہ 436
7.1 صفات باری تعالیٰ کے بارے میں عقیدہ 439
7.1.1 شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی تحقیق 441
7.1.2 حضرت شیخ سلامت القضاتیؒ کی تحقیق 445
7.1.3 علامہ ابوزہرہؒ کی تحقیق 447
7.1.4 حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کی تحقیق 448
7.2 اللہ تعالیٰ کی صفات فعلیہ 449
7.3 صفت استواء علی العرش 451
7.3.1 اہل السنت والجماعت کا مسلک 451
7.3.1.1 بعض علمائے اسلام کی تحقیقات 456
7.3.2 سلفیوں اور غیر مقلدین کا مسلک 459
7.3.3 اللہ تعالیٰ کا عرش کے اوپر بذات ہونا 460

7.3.4 غیر مقلدین کا آیات قرآن سے غلط استدلال 460
7.3.5 ان آیات کا ظاہری مطلب لینا درست نہیں 462
7.3.6 کیا اللہ تعالیٰ کو عرش کی احتیاج ہے؟ 464
7.4 غیر مقلدین کا اللہ تعالیٰ کے لیے حد ثابت کرنا 470
7.4.1 غیر مقلدین کے ہاں حد کا معنی 473
7.4.2 غیر مقلدین اللہ تعالیٰ کے لیے حد ہونے کا کیوں کہتے ہیں؟ 474
7.4.3 غیر مقلدین کی جانب سے اللہ تعالیٰ کے لیے حد ہونے کے دلائل 476
7.5 غیر مقلدین کا اللہ تعالیٰ کے لیے جہت اور مکان ثابت کرنا 480
7.6 [illegible] 481
7.6.1 [illegible] اور اس کا جواب 481
7.6.2 [illegible] اور اس کا جواب 482
7.6.3 [illegible] اور اس کا جواب 485
7.6.4 [illegible] اور اس کا جواب 487
7.6.5 [illegible] اور اس کا جواب 498
7.6.6 [illegible] اور اس کا جواب 500
7.6.7 علامہ ابن العربی المالکی (المتوفی ۵۴۳ھ) کی تحقیق 505
7.7 حضرت تھانویؒ کا رسالہ تمہید الفرش فی تحدید العرش 508
7.7.1 رسالہ تمہید الفرش فی تحدید العرش کے لکھنے کا سبب 508
7.7.2 رسالہ تمہید الفرش فی تحدید العرش کے اقتباسات مع تسہیل و تخریج 511
7.7 اہل السنت والجماعت اور غیر مقلدین کے عقائد کا موازنہ بصورت فتویٰ 533
باب 8 علامہ ابن تیمیہؒ، حافظ ابن قیمؒ، نواب صدیق حسن خانؒ، دوسرے سلفیوں اور غیر مقلدین کے عقائد اور ان کا رد 538
8.1 سلفیوں و غیر مقلدین کا تعارف 538
8.2 برصغیر کے سلفیوں و غیر مقلدین کی تاریخ 541
8.3 عرب کے سلفیوں کی تاریخ 542

8.4	غیر مقلدین کے عقائد کا بیان	544
عقیدہ1	اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر جالس و مستقر ہے	544
8.5	حضرت امام رازی کی تحقیق	550
8.6	نہایت امام ملی و صدیقی فائدہ	551
عقیدہ2	خدا کے بوجھ کی وجہ سے عرش چرچراتا ہے	553
عقیدہ3	اللہ تعالیٰ جہت فوق میں ہے۔	557
عقیدہ4	قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کو اپنے عرش پر اپنے پہلو میں بٹھائے گا اور مقام محمود سے یہی مراد ہے۔	558
عقیدہ5	صبح کے وقت اشراق تک عرش کا بوجھ حاملین عرش پر بہت زیادہ ہوتا ہے۔	558
عقیدہ6	اللہ تعالیٰ کا جسم ہونے سے کسی نے انکار نہیں کیا۔	558
عقیدہ7	اللہ تعالیٰ کی طرف انگلیوں سے اشارہ کرنے سے کسی نے منع نہیں کیا۔	558
عقیدہ8	اللہ تعالیٰ کی صفت استقرار علی العرش سے انکار کرنے والے تمام اہل جہنمی ہیں کہ وہ منکر صفات ہیں۔	558
عقیدہ9	اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سب چیزوں کے فنا ہونے کے بعد زمین پر اتر کر اس میں چکر لگائے گا۔	559
عقیدہ10	عرش قدیم ہے۔	559
عقیدہ11	قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کرسی پر بیٹھے گا۔	560
عقیدہ12	تکوین و مکون ایک ہے۔ لہٰذا اس سے حوادث لا اول لہا کا ثبوت ہوتا ہے	560
عقیدہ13	عرش قدیم بالنوع ہے۔	560
عقیدہ14	اللہ تعالیٰ سے پہلے کچھ نہ تھا تو اس کے ساتھ ہو سکتا ہے	561
عقیدہ15	صفات خلابیات خلاء کی حقیقت حکم ہے تو اس کی کیفیت جس کل معرفت کا بس علم ہیں۔	562
عقیدہ16	غیر مقلدین کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ عرش پر مستوی ہیں	563
8.7	ایسا کہنا جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ عرش پر مستوی ہیں	563
عقیدہ17	غیر مقلدین کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے جدا ہیں اور عرش پر مستقر ہیں	571
8.8	ایسا کہنا جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے جدا ہیں	571

تقریظات

حضرت مولانا سجاد الحجابی دامت برکاتہم العالیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سیدنا محمد و آلہ واصحابہ اجمعین وبعد!

بلاشک و شبہ یہ امر محسوس ہے کہ علم التوحید والصفات قدر و منزلت کے اعتبار سے تمام علوم و فنون پر فوقیت رکھتا ہے۔ اور یہ علم اس لائق ہے کہ زندگی کے نفیس لمحات کو اس پر صرف کیا جائے کیونکہ یہی تمام علوم کی اساس و بنیاد اور سعادت فی الدارین کا مدار اور سرچشمہ ہے۔ اسی وجہ سے اس علم کو "علم الاصول" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم الشان کتاب میں اس علم کی قدر و منزلت کو کچھ اس طرح سراہا ہے

"فاعلم انہ لا إلہ إلا اللہ واستغفر لذنبک" (محمد:19)

آیت کریمہ کی ابتداء میں علی سبیل الالتفات "اعلم" کا صیغہ ذکر کیا گیا ہے اور اس کے بعد دو اہم علوم ذکر کیے گئے ہیں۔ پہلے علم (جو کہ معرفت التوحید ہے) کا تعلق علم العقائد (علم الاصول) سے ہے، اور دوسرے علم (جو کہ الاستغفار ہے) کا تعلق علم الفروع سے ہے۔ علم الاصول کے علم کو مقدم کرنے میں اس کی قدر و منزلت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ تقدیم اسباب الترجیح میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات کریمہ میں اپنے بندوں کو معرفت توحید کی طرف متوجہ فرمایا ہے۔ پس علم اصول الدین کی شرافت و عظمت کی یہ دلیل ہے۔

اصول الدین (علم کلام) کی نظر میں بندہ سب سے پہلے معرفۃ اللہ کا بالنظر فی

معرفة الله بالقصد النظر الى معرفة الله کا مکلف ہے۔اسی وجہ سے اصول الدین (علم الکلام) میں مدنظر دو مباحث ہیں: ایک توحید باری تعالیٰ دوسرا صفات باری تعالیٰ، جو کہ اس کے نام (علم التوحید والصفات) سے بھی ظاہر ہے۔ بالخصوص مبحث صفات علم الکلام کی اشرف واعظم مباحث میں سے ہے۔لیکن سلف صالحین نے مسلمہ کی نزاکت اور باریکی کے پیش نظر اس میں خوض اور بحث وتمحیص سے منع فرمایا ہے۔ ہاں ائمہ اہل السنت والجماعت (جو کہ امت مسلمہ کیلئے اطبائے روحانی کی حیثیت رکھتے ہیں) نے امت مسلمہ کو کج روی اور ضلالت سے بچانے کیلئے اس میں بقدر ضرورت کلام کیا ہے۔اور اس پر ان کی تصوص شاہد ہیں۔علامہ جلال الدوانی "شرح العقائد العضدیہ" میں فرماتے ہیں:

قال علیه الصلاة والسلام: سبحانک ما عرفناک حق معرفتک، وتفکروا فی آلاء الله تعالی ولا تفکروا فی ذاته فانکم لن تقدروا قدره۔

ترجمہ اے اللہ ہم آپ کی پاکی بیان کرتے ہیں، ہم نے آپ کے شایان شان معرفت حاصل نہیں کی۔ اور اللہ تعالیٰ کی صفات میں غور وفکر کرو اور ذات میں نہیں، کیونکہ تمہیں اس کے شایان شان قدر کرنے کی طاقت نہیں ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

العجز عن درک الإدراک إدراک.

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس قول کو اپنے شعر میں کچھ یوں سمویا ہے

العجز عن درک الإدراک إدراک والبحث فی سرّ ذات الله تعالی إشراک

علم کلام کی اس جلالت شان اور عظمت مقام کے پیش نظر حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس کو فقہ اکبر سے موسوم کیا اور ساتھ یہ بات بھی قابل فخر ہے کہ اس علم میں امام اعظم رحمہ اللہ کی تحاریر کسی پر مخفی نہیں۔ تصانیف ہی کو لے لیجئے۔ تصنیف کے حوالے سے آپ کی اتنی گراں قدر خدمات ہیں کہ قرن ثانی کے کسی فرد کی اتنی تصانیف ہمارے ہاتھوں تک نہیں پہنچیں، جتنی امام اعظم رحمہ اللہ کی ہیں۔ چنانچہ آپ کی درج ذیل کتابیں آج بھی اسلامی کتب خانے کی زینت

ہیں:

1. الفقه الاکبر
2. الفقه الاوسط
3. العالم والمتعلم
4. الرساله الی عثمان البتی
5. الوصیه

علمائے کرام نے ان کتابوں اور رسائل کی مختلف اعتبارات سے خدمت کی ہے۔ کسی نے ان پر شروحات لکھیں، تو کسی نے حواشی لکھے۔ کسی نے ان کو نظم میں تبدیل کیا، تو کسی نے عام فہم اور آسان پیرائے میں لکھنے کا اہتمام کیا ہے۔ اور علم الکلام میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تصانیف کے بعد بھی علماء متقدمین نے اس میدان میں گراں قدر خدمات انجام دیں اور عقیدہ اسلاف کی حفاظت اور نشر واشاعت میں انتہائی قابل قدر کارنامے سرانجام دیئے۔ راقم تحریر کے حوالے سے کوئی قابل ذکر کام ہم تک نہیں پہنچا۔ لیکن [illegible] کے بعد ملا علی قاری نے عالم اسلام میں چند ایسے علوم کے پہاڑ اور یکتائے روزگار علماء پیدا کیے، جنہوں نے مسلمانوں کے عقائد اور اسلامی حدود کی دفاع کیلئے اپنی قیمتی متاع لٹا دی اور ہر ایک محاذ پر ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ ان حضرات کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ایک بار پھر جاء الحق وزھق الباطل کی عملی تفسیر امت مسلمہ کو دکھائی۔

انہی پاکیزہ ہستیوں میں سرفہرست حضرت امام ابوالحسن اشعری اور حضرت ابومنصور ماتریدی کی ذات مقدسہ ہیں جنہوں نے اعتدال اور توازن کو تھام کر عقیدہ کی حفاظت میں مجاہدانہ کردار ادا کیا۔ اس فن میں بیشمار کتابیں لکھیں اور اہل باطل کے ساتھ مناظرے اور مباحثے کیے۔ قابل فخر بات یہ ہے کہ یہ سلسلہ ان کی وفات تک محدود نہ رہا بلکہ انہوں نے اپنی قابل قدر کاوشوں سے تلامذہ اور تربیت یافتگان کی ایک ایسی جماعت تیار کی، جنہوں نے پوری دنیا میں گھوم کر اعلائے کلمۃ اللہ اور احقاق حق کا عظیم فریضہ ادا کیا۔ ان دونوں شخصیات کی میانہ روی، حق پر قوی استدلال پسندی اور مقبولیت کی بناء پر جماہیر کی رائے بھی ٹھہری کہ

إنه إذا أطلق أهل السنة والجماعة يراد بهم الأشاعرة والماتريدية

اور یہی اشعریت اور ماتریدیت کی نسبت اتنی مشرف و مکرم ہوئی کہ بعد والے حضرات اسی نسبت کو قابل فخر اور اہل سنت و جماعت کی علامت سمجھتے ہیں۔ امام ابوالحسن اشعریؒ اور امام ابو منصور ماتریدیؒ کی یہ جلالت اور رفعت شان ان کی اس علم التوحید والصفات کی خدمت کی وجہ سے ہے۔ یہ بھی ایک امر عجیب ہے کہ ان دونوں حضرات نے باوجود اس کے کہ ہم عصری میں طول حیات کی گھڑیاں قطع کی ہیں لیکن دونوں حضرت کی آپس میں ایک دوسرے سے ملاقات کی نوبت نہیں آئی، اور یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ دونوں حضرات نے صراط مستقیم سے سر مو تجاوز نہیں کیا۔ اور تادم آخر اس پر ثابت قدم رہے۔ ہاں ان کے درمیان بعض مسائل میں اختلاف ہے لیکن ان کی نوعیت یا تو اختلاف لفظی کی ہے، یا اگر اختلاف معنوی بھی ہے تو وہ مشابہ لفظی ہے۔ حضرات ائمہ نے باقاعدہ تصریح کی ہے کہ عقائد اہل سنت والجماعت کا دائرہ دو حضرات کے گرد گھومتا ہے امام عبدالوہاب الشعرانیؒ فرماتے ہیں:

ثم لايخفى عليك يا أخي إن مدار جميع أهل السنة والجماعة يدور على كلام قطبين: أحدهما: الشيخ الإمام أبو منصور الماتريدي، والثاني الشيخ الإمام أبو الحسن الأشعري، وكل من تبعهما، أو أحدهما اهتدى وسلم من الزيغ والفساد في عقيدته.

ترجمہ آپ پر یہ بات مخفی نہ رہے کہ بیشک اہل سنت والجماعت کے تمام تر عقائد کا مدار ان دو قطبوں کے کلام کے گرد گھومتا ہے۔ ان میں سے ایک امام ابو منصور الماتریدیؒ اور دوسرے شیخ امام ابوالحسن اشعریؒ ہیں۔ پس ہر وہ شخص جس نے دونوں کی یا ایک کی تابعداری کی، وہ عقیدہ میں فساد اور زیغ سے محفوظ رہا۔

امام ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں:

المراد بالسنة: ماعليها إماما أهل السنة والجماعة: الشيخ أبو الحسن الأشعري، وأبو منصور الماتريدي.

اور اسی کی مثل ملا علی قاری حنفیؒ، علامہ زبیدیؒ، اور علامہ طاش کبریٰ زادہؒ سے اپنی

کتابوں میں تصریحات منقول ہیں۔ فی الواقع مذاہب اربعہ اعتقاد کے حوالے سے ایک ساتھ ہیں، اور ان کے درمیان جو اختلاف آیا ہے وہ فروع میں ہے، اصول میں نہیں۔ چنانچہ قاضی القضاۃ امام تاج سبکیؒ کا کلام اس پر شاہد ہے:

انہوں نے اپنی کتاب "معید النعم ومبید النقم" میں تصریح فرمائی ہے کہ:

وهؤلاء الحنفية والشافعية والمالكية وفضلاء الحنابلة -ولله الحمد- في العقائد يدٌ واحدة، كلهم على رأي أهل السنة والجماعة، يدينون الله تعالى بطريق شيخ السنة أبي الحسن الأشعري - رحمه الله - ولا يحيد عنها إلا زُعاع من الحنفية والشافعية لحقوا بأهل الاعتزل، وزُعاع من الحنابلة لحقوا بأهل التجسيم.

ترجمہ یہی مذاہب اربعہ (اللہ کا شکر ہے) عقائد میں متفق ہیں، اور یہ تمام کے تمام اہل سنت والجماعت کی رائے پر شیخ ابوالحسنؒ کے طرز پر اعتقاد علی اللہ رکھتے ہیں اور اس سے ذرا برابر بھی روگردانی نہیں کرتے سوائے حنفیہ اور شافعیہ میں چند معمولی افراد کے کہ وہ معتزلہ کے ساتھ جاملے اور سوائے حنابلہ کے چند افراد کے جو اہل التجسیم سے جاملے۔

خلاصہ یہ کہ ان دو حضرات سے اللہ تعالیٰ نے اہل سنت والجماعت کے عقائد حقہ کی حفاظت اور اشاعت کی عظیم خدمت لی۔ البتہ یہ بات بھی اپنی جگہ مسلم ہے کہ جہاں حق کی کثرت ہوتی ہے وہاں باطل بھی اپنے ٹکڑی کے جانے بنانے کی کوشش ضرور کرتا ہے۔ ڈاکٹر اقبال مرحوم نے کیا خوب فرمایا:

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز — چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

اس فطری قاعدہ کی رو سے جس زمانے میں اہل الحق نے حق کی حقانیت کیلئے جانفشانی کوششیں کیں تو دوسری جانب اہل باطل اور اہل بدعت بھی اپنی ناکام کوششوں میں مصروف عمل رہے، جس کے نتیجے میں مشبہہ، حشویہ، مجسمہ وغیرہ مختلف فرقے وجود میں آئے، انہوں نے اہل سنت کے بہت سے عقائد کی مخالفت کی، اور علمائے امت کو اس باب میں خصوصاً صفات

[illegible]

ہیں صد افسوس! کہ آج پندرہویں صدی میں ایک شرذمہ قلیلہ ان مذاہب رویہ کو [illegible]

[illegible]

[illegible]

[

حضرت مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی دامت برکاتہم العالیہ

برادر ترجمان اہل سنت، مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامداً ومصلیاً اما بعد

[illegible]

[illegible]

[illegible]

حضرت مولانا مفتی واجد حسین دامت برکاتہم العالیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی لیس کمثلہ شیء وھو السمیع البصیر (الشوریٰ:11)

والصلوۃ والسلام علی سید الرسل وھو خاتم النبیین اما بعد

[illegible] کی ذات میں [illegible] کی مثال نہیں ہے۔ لیس کمثلہ شیء کی مصداق ذات ہے۔ جب اللہ کی ذات مخلوقات میں سے کسی کے مشابہ نہیں ہے، اور نہ کوئی مخلوق اللہ کی [illegible] کے مشابہ ہوسکتی ہے تو اللہ کی مخلوق کی تمام صفات سے پاک ہونا [illegible]

[illegible] اپنی ذات و [illegible] سے پاک [illegible]

[illegible] کی طرح [illegible] کی ذات [illegible] صفات [illegible] کی صفات سے [illegible]

[illegible]

1 ایضاح الدلیل فی قطع انوف الحنفیل [illegible]

2 النصرۃ فی الرد علی من شبہ فی قولہ تعالی الرحمن علی العرش استوی [illegible]

[illegible] عن الجہد والبہتان "اللہ تعالیٰ [illegible]

[illegible]

[illegible] اللہ تعالیٰ سے [illegible]

[illegible]

[illegible]

پیش لفظ

الحمد لله رب العالمين وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده وآله الله على وحدانيته أرضه وسماواته
المتعالية عن شوائب التشبيه والتعطيل صفاته وأسماؤه فسواؤه الجوهرة
واستدلاله وسرمده برهانه وعظمته ومجيد حكمته وقضاؤه ووجهه وخوده.
وحدوده وحياؤه، وعينه حفظه، وعونه احتباؤه، وضحكه غفرانه، آزلية
وارتضاؤه وبدء إنعامه وإكرامه واصطفاؤه ولا يجري في الكائنات من لطائف
لا عبده ويشاؤه العظمة دراه والكبرياء ردائه

نحمده على جزيل نعمه وجميل كرمه ونشهد أن لا إله إلا الله
وحده لا شريك له وأشهد أن محمدا عبده ورسوله أرسله بالهدى ودين
الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون صلى الله عليه وسلم

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن
الرحيم ليس كمثله شيء وهو السميع البصير ۔۔۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

وما كان الناس إلا أمة واحدة فاختلفوا ولولا كلمة سبقت من ربك
لقضي بينهم فيما فيه يختلفون (۔۔۔)

۔۔۔ طرف سے ۔۔۔ ہیں

ترجمہ جو دین مکمل اور ہر لحاظ سے جامع ہو گا تو اس کے ماننے والے بھی مکمل ہوں گے اور آخرت میں وہ جنت میں داخل ہوں گے جو صرف مکمل لوگوں کے لیے ہے۔

دین مکمل ہو جانے کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ذریعے دین کی تکمیل کے بعد کسی اور نبی کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اس آیت کے دو حصے ہیں۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (المائدہ ۵ : ۳)

ترجمہ آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا، تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔ اور تمہارے لیے اسلام کو دین کے طور پر (ہمیشہ کے لیے) پسند کر لیا۔

دین اسلام کی تعلیمات اپنی جامعیت کے اعتبار سے دین کے تمام شعبوں عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق پر مشتمل ہیں اور یہی اس کی خوبی ہے۔ وہ انسان کی پوری زندگی کے لیے راہنمائی کرتا ہے۔ زندگی کا کوئی موڑ اور کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں اس کی راہنمائی موجود نہ ہو۔ حضور اکرم ﷺ نے دین کے تمام شعبوں کے لیے بڑی جامع اور شاندار تعلیمات عطا فرمائی ہیں، جن پر عمل پیرا ہو کر ایک انسان صحیح معنی میں کامل انسان بن سکتا ہے۔ دنیا و آخرت کی فوز و فلاح اور حقیقی کامیابی اسی میں ہے کہ اسلام کی تعلیمات کو پورے طور پر اپنایا جائے۔

[illegible] تعلیمات میں [illegible] عقائد و نظریات کا شعبہ [illegible] عقائد [illegible] ہے۔ [illegible] عقیدہ و نظریہ کی بھی مذہب کی وہ بنیاد ہے جس پر وہ مذہب قائم ہے۔ اگر عقیدہ متزلزل و مشکوک ہو جائے تو مذہب کی بنیادیں استوار نہیں رہتیں۔

اسلام نے تعلیمات میں بھی عقائد کی اہمیت کو تسلیم کیا ہے۔ قرآن و سنت میں عقائد کی اصلاح و درستی پر جتنا زور دیا گیا ہے اس سے یہ بات [illegible] عقائد کی درستی

[illegible] اہل سنت و الجماعت وہ حقیقت ہے لوگوں کو کہا جاتا ہے جن کے اعتقادات [illegible] اس راہ پر چلتے ہوں جس پر [illegible] اس راہ کے برخلاف رستے کو بدعت اور اس

[illegible] جماعت نے اس راہ پر چلنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے [illegible] فرمایا "ما انا علیہ واصحابی" (حدیث) (جس طریقہ پر میں ہوں اور

[illegible] اہل سنت و جماعت کے عقائد کا حاصل ماخذ قرآن و سنت [illegible] اہل سنت و جماعت کے علماء و امام [illegible] ہیں۔ [illegible] قیامت تک [illegible] ہوتے رہیں گے۔ ان شاء اللہ یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

[illegible] سب سے اہم و مقدم [illegible] عقائد ہی رہی ہے۔ اس کے علاوہ [illegible] اور مسلمات جن کے بغیر معاملات دین [illegible] کے بعد [illegible]

توحید وحدت سے مشتق ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں فرد اور یگانہ ہے۔ ذات اور صفات میں کوئی اس کا شریک اور سہیم نہیں اور علم اور قدرت میں کوئی اس کا ہم پلہ نہیں۔ ایک وہی معبود برحق ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ تمام صفات کمال کے ساتھ موصوف ہے اور بے مثل اور بے مثال اللہ تعالیٰ سے صفات کمال کی نفی کرنا یہ تعطیل ہے اور اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے مشابہ بتانا تشبیہ اور تمثیل ہے اور تعطیل اور تشبیہ کی نفی توحید ہے

علامہ عبدالقاہر بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

فکان اھل السنۃ قد جاءت السنۃ الصحیحۃ بان للہ تعالیٰ تسعۃ وتسعین اسماً وان من احصاھا دخل الجنۃ ولم یرد باحصائھا ذکر عددھا والعمل علی ان احدا لو ذکر ھذا العدد من اسماء اللہ فی مدحہ کان مادحا لہ ولا یکون من اھل الجنۃ بمجرد احصائھا بل المراد باحصائھا العلم بھا واعتقاد معانیھا من توحید اللہ فی ذاتہ وصفاتہ کما ان من وصف انسانا بانہ عالم وعاقل

(الفرق بین الفرق وبیان الفرقۃ الناجیۃ، ص۳۲۶، ۳۲۷، تالیف عبدالقاہر بن طاہر بن محمد بن عبداللہ البغدادی التمیمی الاسفرائینی، ابو منصور (المتوفی ۴۲۹ھ)، الناشر: دار الآفاق الجدیدۃ، بیروت، ۱۹۷۷ء)

ترجمہ اہل السنت فرماتے ہیں صحیح حدیث میں ہے "اللہ تعالیٰ کے ننانوے (۹۹) نام ہیں جو ان کو یاد کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا"۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو

فی [illegible] علیہ وصحابی [illegible] قم ۲۹۲۲)

[illegible] ما: جس طریقے پر میں ہوں اور میرے اصحاب ہوں گے (اس کی پیروی کرنے والے نجات یافتہ ہوں گے)"۔

کی شاہراہ مستقیم پر چلانے [illegible] کے لیے [illegible] ہیں۔

[illegible] فرماتے ہیں

مجھے خوب یاد ہے کہ جب ہمارے شاہ صاحب (علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ) دیوبند سے ڈابھیل پہنچے تو وہاں مدرسہ سے قریب ہی ایک جگہ عرس ہوتا تھا۔ حضرت نے وعظ فرمایا اور کہا: "صاحبو! عمل تو ہمارے پاس بھی نہیں ہے مگر علم صحیح ہے۔ جو بات تمہیں دین کی بتائیں گے صحیح بتائیں گے عرس کی رسم کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کو ترک کر دو"۔ ناظرین یہ سن کر حیرت سے چونک پڑیں گے کہ اسی دن سے وہاں کا عرس موقوف ہو گیا۔ اس زمانہ میں ایسی نظیر کم ہو گی کہ جاہل و کم علم لوگوں نے اس طرح صحیح عقیدہ کو تسلیم کر لیا ہو۔

(فیض الباری ج ۱ ص ۱۸۹ طبع تاریخ [illegible] ۱

[illegible] حدیث [illegible] (بقیہ رقم

[illegible] ۳ [illegible]

وفیہ دم المصنف فی الاعتقاد من اعتقد بہ من کان یسمع کلامہ من المؤمنین شیء فشیء

(فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج ۳ ص ۳۳۰ باب ماجاء فی عذاب القبر. المؤلف احمد بن علی بن حجر ابو الفضل العسقلانی شافعی الناشر دار المعرفۃ، بیروت، ۱۳۷۹ھ رقم کتبہ وابوابہ واحادیثہ محمد فؤاد عبد الباقی قام باخراجہ وصححہ واشرف علی طبعہ محب الدین الخطیب علیہ تعلیقات العلامۃ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز)

ترجمہ اس حدیث سوال وافتتان فی القبر سے ثابت ہوا کہ باب عقائد میں تقلید ملزوم ہے۔

[illegible] علیہ [illegible]

[illegible] ہے جب کہ ہمارے [illegible] میں معاملہ برعکس ہو گیا ہے [illegible] والے لوگ تقلید فی الفروع کو تو شرک و بدعت اور مذموم قرار دیتا ہے اور [illegible]

[illegible]

[illegible] کی [illegible] ہے۔ جب کہ احکام کے لیے کم درجہ کی احادیث بھی کافی [illegible] ہیں [illegible]

[illegible] احادیث، ان سے کسی امر کا بھی اثبات نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا سب سے بڑی غلطی بعض [illegible] ہوئی کہ انھوں نے اقدار مذکورہ سے صرف نظر کر لی۔ مثلاً بعض حضرات نے نسبتاً ضعیف احادیث سے احکام شرعیہ کا اثبات کیا اور بہت سوں نے صحیح و ثابت احادیث سے بھی احکام بلکہ [illegible] بھی ثابت کیے ہیں۔ اس طرح ان کے یہاں عقائد و احکام کے مراتب و اقدار محفوظ نہ رہ سکے۔

ہم نے جس کسوٹی پر حق و باطل کو پرکھنے کی بات اوپر پیش کی ہے۔ وہ تمام و کمال اور ہر [illegible] کے لیے لائق قبول ہے کہ اس سے صرف نظر کو کبائر ہی کہا جا سکتا ہے، کیونکہ جو احادیث دوسری جانب سے پیش کی گئی ہیں، وہ سب تنقید و جانچ کی کسوٹی پر رکھنے پر اپنی [illegible] قوت خود بتا دیتی ہیں۔ ملاحظہ ہوں کتاب التوحید امام بخاریؒ، کتاب السنۃ امام ابو داؤدؒ [illegible] علامہ ابن جوزیؒ کی کتاب "دفع شبہ التشبیہ بأکف التنزیہ" امام رازیؒ کی کتاب "اساس التقدیس فی علم الکلام" امام غزالیؒ کی

علم صول وعقائد کی تاریخ

امام ابوحنیفہ کے بعد ائمہ دین میں سے امام طحاوی حنفی (المتوفی ۳۲۱ھ) نے عقائد پر مستقل کتابیں۔ عقیدہ طحاوی، کتاب فی الحل (حکایہ ۳۰ جزو) تالیف کیں۔ پھر ابوالحسن اشعری (المتوفی ۳۲۴ھ) نے "ابانہ" اور "مقالات الاسلامیین" لکھیں۔ پھر علامہ ابومنصور ماتریدی (المتوفی ۳۳۳ھ) نے تمام مسائل اصول وعقائد پر عمدہ کتابیں لکھیں۔

ان کے بعد ان حضرات کبار محدثین ومتکلمین محققین امت کی خدمات سامنے آئیں۔ علامہ ابوالقاسم لالکائی (المتوفی ۴۱۸ھ)، شیخ ابواسحاق اسفرائینی (المتوفی ۴۱۸ھ)، علامہ ماوردی شافعی (المتوفی ۴۵۰ھ)، علامہ بیہقی (المتوفی ۴۵۸ھ)، علامہ ابن برہان (المتوفی ۴۶۳ھ)، علامہ قشیری (المتوفی ۴۶۵ھ)، علامہ ابوالمظفر سمعانی (المتوفی ۴۸۹ھ) جن کی تبصیر فی الدین علامہ کوثری کی تعلیقات کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔ علامہ باقی (المتوفی ۴۷۴ھ)، امام الحرمین جوینی (المتوفی ۴۷۸ھ)، امام غزالی، شیخ علام ہروی (المتوفی ۴۸۱ھ)، امام غزنوی (المتوفی ۵۹۳ھ)، علامہ کلاباذی (المتوفی ۵۰۰ھ)، علامہ ابن تیمیہ حنبلی (المتوفی ۵۲۹ھ)، علامہ شہرستانی (المتوفی ۵۴۸ھ)، علامہ ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن عساکر (المتوفی ۵۷۱ھ)، علامہ ابوالمعالی عزیزی (المتوفی ۵۷۸ھ)

علامہ ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن حسن المعروف بہ ابن عساکر (المتوفی ۵۹۲ھ)، علامہ سیف الدین ابی محمد قاسم بن علی (المتوفی ۶۳۱ھ)، علامہ علی بن محمد آمدی (المتوفی ۶۳۱ھ)، علامہ ابن حاجب (المتوفی ۶۴۶ھ)، علامہ قرطبی (المتوفی ۶۶۲ھ)، علامہ قرطبی (المتوفی ۶۷۱ھ)، علامہ ابن دقیق العید (المتوفی ۷۰۲ھ)، علامہ تفتازانی (المتوفی ۷۹۳ھ)، علامہ ابن ابی العز حنفی (المتوفی ۷۹۲

وقد جاء في حديث وهب بن منبه وغيره من الإسرائيليات
في قصص يوسف عليه السلام وغيره من الأنبياء عليهم السلام
ونحن لا نصدقهم ولا نكذبهم بل نتوقف فيما لم يرد به شرعنا
الذي يقول: آمنا بالله وما أنزل إلينا وإليكم وإلهنا وإلهكم واحد
ونحن له مسلمون. فما وافق شرعنا أخذنا به وما خالفه رددناه
وما لا فلا نؤمن به ولا نكذبه لقوله عليه السلام: حدثوا عن بني
إسرائيل ولا حرج. أما قد جاء مبينا في الصحيح لكن الإسرائيليات
إنما نذكر على وجه المتابعة، لا على وجه الاعتماد عليها وحدها

(شرح حديث النزول، ص۱۰۲ بحوالہ تقی الدین أبو العباس احمد بن
عبد الحلیم بن عبد السلام بن عبد الله بن أبي القاسم بن محمد ابن تیمیہ
الحراني الحنبلي الدمشقي (متوفی ۷۲۸ھ) الناشر المكتب الإسلامي،
بیروت - لبنان، الطبعة الخامسة، ۱۴۱۳ھ)

ناقدہ شہ جائزہ

[illegible] کے [illegible] پر [illegible] کا [illegible]
[illegible] پر [illegible] کی [illegible] احادیث [illegible] سے [illegible] کر
[illegible] سے [illegible] کرنا [illegible] سے [illegible] حدیث [illegible]
سے [illegible] کے [illegible] سے [illegible] تھی

عن جابر عن النبي صلى الله عليه وسلم حين أتاه عمر فقال يا
رسول الله إنا نسمع أحاديث من يهود تعجبنا أفترى أن نكتب بعضها فقال

متهوكون أنتم كما تهوكت اليهود والنصارى؟ لقد جئتكم بها
بيضاء نقية ولو كان موسى حيا ما وسعه إلا اتباعي. رواه أحمد
والبيهقي في كتاب شعب الايمان

(مشکوۃ المصابیح، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، الفصل الثانی)

[illegible] سے [illegible] کے [illegible] سے [illegible] کی [illegible]
[illegible] سے [illegible] کی

ماتی ہیں ۔۔۔ معبود کی عبادت کریں؟ بیمار یا لوہے کی جگہ والے کو خدا سے زیادہ قریب سمجھتا ہے ۔۔۔ اور انہیں کہہ دیا کہ خدا عرش پر بیٹھنے کا وہ اپنے بندوں ۔۔۔ ﷺ ۔۔۔ کا علم و حیات ۔۔۔ کی تمام باتیں ۔۔۔ ان لوگوں ۔۔۔ کی عظیم ۔۔۔ صوفیاء کی گستاخی ۔۔۔ تمام کا یہ علاوہ ۔۔۔ سے ۔۔۔ ان ہی کو باطل قرار دیا ہے۔ اسی لیے شارحہ ۔۔۔ ب ۔۔۔ ق ۔۔۔ اللہ ۔۔۔ اور ۔۔۔ کی ۔۔۔

قال "ما أنا عليه وأصحابي" (مشکوٰۃ رقم ۱۷۱؛ ترمذی رقم ۲۶۴۱)

ترجمہ آپ ﷺ نے فرمایا "جس طریقے پر میں ہوں اور میرے اصحاب ہوں گے (اس کی پیروی کرنے والے) نجات یافتہ ہوں گے"۔

کا مصداق ہے۔ (انوار البدر، ص ۳۵۵، ۳۵۶)

غیر مقلدین کے متبوع علماء

حافظ ۔۔۔ غیر مقلدین نے جن ۔۔۔ کی پیروی کی ہے۔ ان میں شیخ ۔۔۔ بن ۔۔۔ (۲۵۶ھ) شیخ عبداللہ بن امام احمدؒ (المتوفی ۲۹۰ھ) اور شیخ ابوبکر ۔۔۔ (۳۱۱ھ) ۔۔۔ (۹ھ)

۔۔۔ سے ۔۔۔ والے چند ہم اشخاص کے نام ۔۔۔ ان سے ۔۔۔

۔۔۔ ۱۹۰۹ء

۔۔۔ والوں کو ۔۔۔ ہوئے ۔۔۔

جمہور اُمت کے ساتھ وابستہ رہنے کی تاکید

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا (النساء ۱۱۵)

اور جو شخص اپنے سامنے ہدایت واضح ہونے کے بعد بھی رسول اللہ (ﷺ) کی مخالفت کرے، اور مومنوں کے راستے کے سوا کسی اور راستے کی پیروی کرے، اس کو ہم اسی راہ کے حوالے کردیں گے جو اس نے خود بنائی ہے، اور اسے دوزخ میں جھونکیں گے، اور وہ

[illegible]

حدیث 2 [illegible] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "[illegible] فعلیکم بالسواد الأعظم، فإنہ من شذ شذ فی النار"

رواہ ابن ماجۃ من حدیث أنس (مشکوٰۃ رقم ۱۷۴)

پوری روایت میں ہے کہ سواد اعظم کا اتباع کرو۔ جو شخص جماعت سے الگ ہوگا وہ جہنم کا مستحق ہوگا۔

تشریح حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ اس کی شرح میں فرماتے ہیں

والمراد الحث علی اتباع ما علیہ الأکثر من علماء المسلمین قالوا وھذا فی العقائد، أما فی الفروع فیجوز العمل بما قلد ملاھبہ وإن لم یجمع علیہ (لمعات شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۳۹)

[illegible]

حدیث 3 [illegible] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] والسواد الأعظم [illegible]

[illegible]

تشریح یعنی اس اختلاف و تفرق میں جماعت علماء سے الگ رہنا [illegible] جہنمی ہو جائے گا۔ علامہ نے لکھا کہ سواد اعظم کا اتباع ہے عوام کا نہیں۔

[illegible]

والشذوذ الانفراد والخروج عن الجمہور

(لمعات شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۳۹)

شذوذ سے مراد جمہور سے علیحدہ ہونا ہے۔

حدیث 2: [illegible] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] الأعظم، فإنہ من حد حد فی النار"

رواہ ابن ماجۃ من حدیث أنس (مشکوٰۃ رقم ۱۷۴)

پوری روایت میں ہے کہ سواد اعظم کا اتباع کرو۔ جو شخص جماعت سے الگ ہوگا وہ جہنم کا مستحق ہوگا۔

تشریح حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ اس کی شرح میں فرماتے ہیں

والمراد الحث علی اتباع ما علیہ الأکثر من علماء المسلمین قالوا وھذا فی العقائد، أما فی الفروع فیجوز العمل بما قلد ملاھبہ وإن لم یجمع علیہ (لمعات شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۳۹)

[illegible]

حدیث 3 [illegible] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] والسواد الأعظم [illegible]

[illegible]

تشریح یعنی اس اختلاف و تفرق میں جماعت علماء سے الگ رہنا [illegible] جہنمی ہو جائے گا۔ علامہ نے لکھا کہ سواد اعظم کا اتباع ہے عوام کا نہیں۔

تشریح حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں

والمقصود عدم الخروج والبعد عن الجماعة والجمهور

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۳۷)

ترجمہ ... اور حدیث کی یہ ہے کہ انسان جماعت اور جمہور سے نہ نکلے ...

حدیث 4 ... عن ... قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من فارق الجماعة قيد شبر فقد خلع ربقة الاسلام من عنقه

(سنن ابی داؤد رقم ۴۷۵۸ علامہ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے)

ترجمہ ... حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت کیا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جو جماعت سے ایک بالشت بھی جدا ہوا تو اس نے اسلام کا پٹہ اپنی گردن سے نکال ...

تشریح ...

... جماعت سے مراد جناب رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کی جماعت ہے ... اور اجماع کی طریقہ کی تحت کا باعث ... ہدایت والی حاصل جماعت ... جماعت کہلانے لگے۔ اس حدیث میں جماعت سے علیحدہ ہو جانے والوں کی شدید مذمت کی گئی ہے۔

حدیث 5 ...

حدثنا ... خالد بن عبدالله بن عبدالله بن موهب الهمداني ...

... جمہور ... جماعت ... کلام ... حکم ... بالشت ... جدا ... گلے ... حدیث ... صحیح الاسناد ... (سنن ابی داؤد کتاب السنة باب فی دعاۃ علی السنة رقم ۴۹ قال الالبانی صحیح الاسناد موقوف ص ۹۳۲ طبع منحصل ... مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع، الریاض)

... لوگ ... تباہی ...

پس تم ان سے [illegible] دعوت کرتی ہے، اور میں تمہیں دانا شخص کی کسی
[illegible] کی عمر بھی کا حکم دانا شخص [illegible] سے ادا کرتا
ہے اور جس [illegible] بھی حق بات [illegible] حضرت [illegible] علیہ السلام نے کہا اللہ تعالیٰ
آپ [illegible] پر رحم فرمائے! مجھے کیوں کر پتہ چلے گا کہ حکیم آدمی بھی کبھی ضلالت
[illegible] کہتا ہے اور صادق کبھی حق کی بات کہتا ہے؟ حضرت خضر علیہ السلام
نے فرمایا کیوں نہیں؟ حکیم کی باتوں میں سے ان شبہات یا ظاہر باتوں سے بچو جن
کے متعلق [illegible] کہ یہ باتیں ہیں؟ (یعنی علمی انکار نہ کرو)۔ یہ
بات مجھے اس سے پھیر نہ دیں کیونکہ ممکن ہے وہ رجوع کرے۔ وہ حق کو جب تو نے
تو سے حاصل کرے کیونکہ حق میں روشنی ہوتی ہے۔

تنبیہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کیسی سچی بات کہی ہے۔ اگر ہم تقلید کا قلادہ نہیں لیں تو ہم اس سے مامون نہیں ہو سکتے کہ کوئی کافر ہمارے پاس اپنے دین کی کوئی بہت ہی عظیم بات لے آئے اور وہ آکر کہے حق اس بات سے پہچان لو۔

مسلک علماء دیوبند

ہمارا مسلک اگرچہ حنفی ہے، مگر ہم بہ نسبت دیگر مذاہب فقہ کے حضرت امام احمدؒ کے فقہی مسلک کے قریب ہیں۔ اس کے بعد ہمارا مسلک مالکی مذہب کے قریب ہے۔ وہ بدعت و شرک اور مخالفت عقائد باطلہ کو ہم اپنا سب سے بڑا فریضہ سمجھتے ہیں۔ اسی لیے ہندو پاک کے اہل بدعت میں سے بریلوی حضرات ہم سے بہت دور اور سخت ناراض ہیں اور ہماری تکفیر تک کرتے ہیں۔ تاہم اپنے موقف سے ذرا بھر ہم ہٹے ہیں اور نہ آئندہ ہم کبھی ہٹیں گے۔ ان شاء اللہ۔ لیکن دوسری طرف ہم ان لوگوں کے حیات و عقائد پر بھی نقد و جرح کرنے پر مجبور ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش نشین ہے اور عرش کو اللہ تعالیٰ کے وجود و جلوس سے خالی ماننے والے چنگیز خان کی طرح کافر مطلق ہیں۔ حافظ ابن قیم فرماتے ہیں

ولا تنكروا الله قاعد ولا تنكروا إلله يقعده

بدائع الفوائد (ص ۳۰)

ترجمہ اس بات کا انکار نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ بیٹھے ہوئے ہیں اور نہ اس کا انکار کرو کہ اللہ تعالیٰ
اپنے نبی کریم ﷺ کو اپنے ساتھ بٹھائیں گے

خدا صرف جہت فوق میں محدود ہے ..... (غیر مقلدین کے عقائد کی
تفصیل اسی کتاب میں بیان کر دی گئی ہے)۔ بہر حال اسلفی اور غیر مقلدین حضرات کو بھی اہل
بدعت کی طرح تمام عقائد و نظریات سے اجتناب کرنا چاہیے اور صرف ان عقائد و نظریات پر یقین
رکھنا چاہیے جو

فی [illegible] و مقلوب فیہ [illegible] (رقم ۲۶۴۱)

پ ﷺ نے فرمایا [illegible] طریقے پر میں ہوں اور میرے اصحاب ہوں گے (اس
کی پیروی کرنے والے مستقیم ہوں گے)"۔
کی کسوٹی پر پورا اترتے ہیں۔ واللہ الموفق!

صفات باری تعالیٰ کا مسئلہ

صفات باری تعالیٰ کا مسئلہ نازک ترین مسئلہ ہے۔ اس میں تھوڑی سی افراط و تفریط سے بھی آدمی گمراہیوں کی اتھاہ گہرائیوں میں گر سکتا ہے۔ اس لیے بلا ضرورت شدیدہ کے کلام کرنا علمائے کرام نے ناجائز ٹھہرایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ مسئلہ صفات میں اثبات کی طرف اتنا غلو کر گئے کہ مشبہ اور مجسمہ بن گئے اور دوسری طرف بعض لوگوں نے تاویل میں اتنا غلو کر دیا کہ معطلہ، جہمیہ اور معتزلہ بن گئے۔ اہل السنت والجماعت نے ہمیشہ شریعت کے ہر مسئلہ میں اعتدال کا دامن تھامے رکھا۔ لہٰذا مسئلہ صفات میں احتیاط کی بہت ضرورت ہے۔ لیکن ستم ظریفی یہ ہے کہ بعض نادان لوگوں نے عقیدہ اور معاملہ کے ہر مسئلہ میں اپنی طرف سے خوب خامہ فرسائی کی جس کی وجہ سے اہل حق مجبور ہوئے کہ اس مسئلہ میں اپنا موقف واضح کریں۔ یہ کتاب کسی کی تردید و تضلیل اور بحث و مناظرہ کے لیے نہیں بلکہ اس غرض سے ترتیب دی گئی ہے کہ عام مسلمان جو علم یا فرصت کی کمی کے باعث براہ راست عقائد اور حدیث کی بڑی کتابوں کی مراجعت نہیں کر پاتے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے انہیں یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ صفات

باری تعالیٰ کے بارے میں اس کا عقیدہ قرآن کریم، حدیث رسول اللہ ﷺ، خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور فقہ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عقائد کے مطابق ہے۔ خیر القرون میں یہی عقیدہ متداول رہا ہے۔ لہٰذا جو شخص بھی حق اور سچ سے دوستی کو تلاش کرنے والوں کے لیے یہ کتاب "مینارہ" ثابت ہوگی۔ ہر مسلمان کے پاس اس کتاب کا ہونا ضروری ہے۔

علامہ [illegible] توحید کے بیان کے بارے میں آپ [illegible] کی کتاب "عقد الفرید فی عقیدۃ التوحید" عقیدہ توحید کا ہے۔ توحید کی بحث دوسرے [illegible] کی کتاب "[illegible]" سے اس میں مختلف [illegible] ہیں

1 "الصحیح المسند فی صفات الرب" [illegible] اہل السنت والجماعت"

2 "[illegible] علی نفی [illegible] فی قولہ تعالیٰ الرحمٰن علی العرش استوی" "استوی علی العرش"

3 "[illegible] فی [illegible] اللہ فی الجہۃ والمکان" "اللہ تعالیٰ بغیر جہت اور مکان کے موجود ہیں"

4 "دفع حقائق اردو ترجمہ" "الحقائق الجلیۃ فی الرد علی ابن تیمیۃ فیما اورد فی الفتوی الحمویۃ" مصنف علامہ [illegible]

5 "العقیدۃ فی الرد علی عقائد أهل التجسیم والتشبیہ" [illegible] اور غیر مقلدین کے عقائد"

• آخر مذکور کتاب "العقیدۃ فی الرد علی عقائد أهل التجسیم والتشبیہ" [illegible] اور غیر مقلدین کے عقائد" آٹھ (۸) ابواب پر مشتمل ہے۔

باب 1 میں حضرت باری تعالیٰ کے دلائل قرآن وحدیث سے بیان کیے گئے ہیں

باب 2 میں صفات باری تعالیٰ کے بارے میں اہل السنت والجماعت کے کبار علمائے امت کے عقائد کا بیان کیا گیا ہے

باب 3 میں [illegible] عقیدہ تجسیم کیسے داخل ہوا؟ کا بیان کیا گیا ہے۔

[illegible] عقائد کا بیان

باب 1 میں حافظ ابن تیمیہ سے منسوب [illegible] عقائد کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

باب 5 میں علامہ تقی الدین احمد ابن تیمیہ حرانی حنبلی (المتوفی [illegible]ھ) کے عقائد کو بیان کیا گیا ہے۔

باب 6 میں حافظ ابن تیمیہ کے تلمیذ کے عقائد کو بیان کیا گیا ہے

باب 7 میں [illegible] کیا گیا ہے [illegible] کی بحث میں [illegible] کی بحث ہے [illegible] کی تاویل کی صورت میں بیان کیا گیا ہے۔

باب 8 میں [illegible] نواب صدیق حسن خان، دوسرے سلفی اور غیر مقلدین کے عقائد اور ان کا رد بیان کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کوشش کو قبول فرمائے اور اسے ذریعہ نجات اخروی بنائے۔ آمین ثم آمین!

اعجاز احمد اشرفی

اتوار ۱۰ ربیع الاول [illegible]ھ بمطابق ۱۱ جنوری ۲۰۱۵ء

باب 1

تَنزِیہ باری تعالیٰ

1.1:۔قرآن مجید سے دلائل

آیت 1 قل ھو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد

(سورۃ اخلاص آیت 1 تا 4)

ترجمہ

مختلف اس کی دلیل ہیں

تشریح

1 مشرکین سے مشرکین نے حضور اکرم ﷺ سے کہا
اللہ تعالیٰ کی طرف سے

أخرج أحمد والبخاري في تاريخه والترمذي وابن جرير وابن خزيمة وابن ابي حاتم في السنة والبيهقي في شعب الايمان وابن المنذر في العظمة والحاكم وصححه والبيهقي في "الأسماء والصفات" عن ابي بن

كعب رضي الله عنه أن المشركين قالوا للنبي صلى الله عليه وسلم: "يا محمد انسب لربك. فأنزل الله: "قل هو الله أحد الله الصمد لم يلد ولم يولد"، لأنه ليس يولد شيء إلا سيموت وليس شيء يموت إلا سيورث وإن الله لا يموت ولا يورث "ولم يكن له كفوا أحد". ليس له شبه ولا عدل وليس كمثله شيء"

(الدر المنثور، ج8، ص699، المؤلف: عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى: 911ھ)، الناشر: دار الفكر، بيروت)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "مشرکین نے حضور اکرم ﷺ سے کہا "اے محمد (ﷺ)! اپنے رب کا ہمارے سامنے نسب نامہ بیان کیجیے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس سورت کو نازل فرمایا

قل هو الله أحد الله الصمد لم يلد ولم يولد اس لیے کہ جو شے پیدا ہوتی ہے، اس کا مرنا ہے، جس شے نے مرنا ہے، اس کا کوئی وارث ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نہ مرے گا نہ اس کا کوئی وارث ہے۔ ولم يكن له كفوا أحد اس کی کوئی چیز اس کی برابری کرنے والا اور کوئی چیز اس کے مثل نہیں ہے۔

وأخرج ابو يعلى وابن جرير وابن المنذر والطبراني في الأوسط وأبو نعيم في الحلية والبيهقي بسند حسن عن جابر رضي الله عنه قال: جاء أعرابي إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقال: انسب لنا ربك فأنزل الله: "قل هو الله أحد الله الصمد لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا أحد"

(الدر المنثور، ج8، ص699، المؤلف: عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى: 911ھ)، الناشر: دار الفكر، بيروت)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حسن روایت ہے: "ایک اعرابی (دیہاتی) حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: اپنے رب کا ہمارے سامنے نسب نامہ بیان

کہتے تو صحابہ نے کس بات کو ناپسند کیا۔

2

خبرنا ابو عبد الله محمد بن يعقوب الحافظ، ثنا ابو جعفر محمد بن عبيد قال ثنا الحسين بن الفضل، ثنا محمد بن سنان، ثنا ابو جعفر الرازي عن الربيع بن انس، عن ابي العالية عن ابي بن كعب رضي الله عنه "ان المشركين قالوا يا محمد انسب لنا ربك فانزل الله عز وجل قل هو الله احد الله الصمد (الاخلاص ۱-۲) قال فالصمد الذي لم يلد ولم يولد "ولم يولد ولم يكن له كفوا احد" (الاخلاص-۳) لانه ليس شيء يولد الا سيموت وليس شيء يموت الا سيورث، وان الله لا يموت ولا يورث "ولم يكن له كفوا احد" (الاخلاص ۴) قال لم يكن له شبيه ولا عدل وليس كمثله شيء۔ هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجا۔

(التعليق من تلخيص الذهبي) صحيح

(المستدرک علی الصحیحین، ج۲ص۵۸۹رقم۳۹۸۷ المؤلف ابو عبد الله الحاکم محمد بن عبد الله بن محمد بن حمدویه بن نعیم بن الحکم الضبی الطهمانی النیسابوری المعروف بابن البیع (المتوفی۴۰۵ھ) تحقیق مصطفی عبد القادر عطا، الناشر دار الکتب العلمیة بیروت الطبعة الاولی ۱۴۱۱ھ)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "مشرکین نے حضور نبی کریم ﷺ سے کہا: "اے محمد ﷺ! اپنے رب کا ہمارے سامنے نسب نامہ بیان کیجئے۔" اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل کی۔

قل هو الله احد "آپ کہہ دیجئے وہ اللہ ایک ہے" الله الصمد "اللہ بے نیاز ہے اور ہر شے اس کی محتاج ہے" لم يلد ولم يولد "نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ اس کو کسی نے جنا ہے" ولم يكن له كفوا احد "اور کوئی اس کا ہمسر نہیں ہے" فرمایا: اس کا ہمسر نہیں ہے کیونکہ ہر پیدا ہونے والا ضرور مرے گا اور ہر مرنے والا ضرور وارث چھوڑے گا۔ اللہ تعالیٰ نہ مرے گا اور نہ وارث چھوڑے گا۔ "ولم يكن له كفوا احد" (الاخلاص ۴) فرمایا: اس کا ہمسر نہیں ہے اور نہ اس کا مثل ہے اور نہ اس کی مثل کوئی شے ہے۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے لیکن شیخین نے اس کو روایت نہیں کیا۔

ولم يكن له كفوا احد "اس کا کوئی شبیہ ہے نہ اس کا کوئی مثل ہے نہ اس کی برابری کرنے والا اور کوئی چیز اس کے مثل نہیں ہے۔

حضرت امام طبری فرماتے ہیں

حدثنا ابن حميد، قال ثنا مهران، عن ابي جعفر، عن الربيع، عن ابي العالية قوله "ولم يكن له كفوا احد" (الاخلاص ۴) لم يكن له شبيه ولا عدل وليس كمثله شيء۔

حضرت ابوالعالیہ فرماتے ہیں ولم یکن لہ کفوا احد "اس کا کوئی شبیہ ہے نہ اس کا کوئی مثل ہے نہ اس کی برابری کرنے والا اور کوئی چیز اس کے مثل نہیں ہے"

حدثني علي، قال ثنا ابو صالح، قال ثني معاوية، عن علي، عن ابن عباس، "ولم يكن له كفوا احد" (الاخلاص ۴) قال ليس كمثله شيء۔ فسبحان الله الواحد القهار

(تفسیر الطبری = جامع البیان عن تاویل آی القرآن، ج۲۴ص۷۲۸ المؤلف محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الآملی، ابو جعفر الطبری (المتوفی۳۱۰ھ) تحقیق الدکتور عبد الله بن عبد المحسن التركي، بالتعاون مع مركز البحوث والدراسات الإسلامية بدار هجر الدكتور عبد السند حسن يمامة، الناشر دار هجر للطباعة والنشر والتوزيع والإعلان، الطبعة الأولى ۱۴۲۲ھ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ولم یکن لہ کفوا احد اور کوئی چیز اس کے مثل نہیں ہے۔ پس ہر عیب سے پاک ہے اللہ، جو اکیلا اور قہار ہے۔

حضرت امام بیہقی فرماتے ہیں

و"احد" بدل، أو خبر ثان، يدل على مجامع صفات الجلال، كما دل "الله" على جميع صفات الكمال، إذ الواحد الحقيقي، ما يكون منزها عن انحاء التركيب والتعدد، وما يستلزم احدهما كالجسمية والتحيز والمشاركة في الحقيقة وغير ذلك، كوجوب الوجود

والقدرة الذاتية والحكمة التامة المقتضية للألوهية

(أنوار التنزيل وأسرار التأويل، ج۵ص۳۳۶، المؤلف ناصر الدين أبو سعيد عبد الله بن عمر بن محمد الشيرازي البيضاوي (المتوفى ۶۸۵ھ)
المحقق محمد عبد الرحمن المرعشلي، الناشر: دار إحياء التراث العربي، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۸ھ)

"احد" کا لفظ تمام صفات جلال پر دلالت کرتا ہے، جیسا کہ لفظ "اللہ" تمام صفات کمال پر دلالت کرتا ہے۔ اس لیے کہ واحد حقیقی، وہ ذات ہے جو ہر قسم کی ترکیب، تعدد سے مبرا اور ہر اعتبار سے یکتا ہو، جس کے وجود میں کسی سے بھی مدد لینے کی حاجت نہ ہو، جس کی حقیقت ایسی ہو جس میں شرکت کا تصور نہ کیا جا سکے اور جو تمام قدرت اور حکمت تامہ کو الوہیت کا مقتضی ہے۔

3 اس عبارت میں خدا کی دو صفات کا بیان ہے: أحد (ایک، یکتا) اور الصمد (بے نیاز، بے پناہ)۔ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے دو متضاد کمالی اوصاف کو ظاہر کرتی ہیں۔ اس کی یکتائی کا نتیجہ تو یہ ہے کہ اس جیسا کوئی نہیں۔ نہ اس کو کسی کی حاجت، نہ اس کو کسی سے غرض۔ وہ یکتا و تنہا، اکیلا، بے ہمتا، بے نیاز، بے پرواہ، سب سے مستغنی اور سب سے الگ ہے، لیکن اسی کمال یکتائی کے ساتھ وہ سب کے ساتھ، سب کا دست گیر، سب کی جائے پناہ، سب کا ملجا و ماویٰ، سب کا مرکز، سب کا مرجع، سب کا مادی، سب کا علت غائی، سب کی چاہ، ضرورتوں میں سہارا، بلاؤں میں تسلی اور اضطراب میں تشفی ہے۔

"ولم يكن له كفوا أحد" یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے کسی کی ذات سے نظیر موجود نہیں ہے۔ اس آیت کی تفسیر سورت شوریٰ کی اس آیت "لیس کمثلہ شیء" سے بیان کی گئی ہے۔

4 حاجی کیا فرماتے ہیں

هو الواحد الأحد، الذي لا نظير له ولا وزير، ولا مثيل ولا شبيه ولا عديل، ولا يطلق هذا اللفظ على أحد في الإثبات إلا على الله، عز وجل، لأنه الكامل في جميع صفاته وأفعاله

(تفسیر القرآن العظیم، ج۸ص۵۲۶، ۵۲۸، المؤلف: أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي البصري ثم الدمشقي (المتوفى ۷۷۴ھ) المحقق: سامي بن محمد سلامة الدمشقي، دار طيبة للنشر والتوزيع، الطبعة الثانية ۱۴۲۰ھ)

اللہ تعالیٰ اکیلا ہے، یکتا ہے اس کی کوئی نظیر نہیں ہے، اس کا کوئی وزیر، کوئی شریک، کوئی شبیہ، کوئی مسر نہیں ہے۔ "احد" کے لفظ کا کسی پر بھی اثبات کے لحاظ سے اطلاق جائز نہیں ہے، مگر اللہ تعالیٰ کے لیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اپنی تمام صفات اور افعال میں کامل ہے۔

حضرت عمر بن علی بن عادل حنبلی اس آیت: "ولا تطرد الذين يدعون ربهم بالغداة والعشي يريدون وجهه ما عليك من حسابهم من شيء وما من حسابك عليهم من شيء فتطردهم فتكون من الظالمين" (الانعام ۵۲) کے تحت فرماتے ہیں

فصل في الرد على شبهة المجسمة: تمسكت المجسمة في إثبات الأعضاء لله تعالى بهذه الآية، وسائر الآيات المشابهة، كقوله تعالى "ويبقى وجه ربك" (الرحمن: ۲۷) والجواب: أن قوله تعالى: "قل هو الله أحد" (الإخلاص: ۱) يقتضي نفي الأعضاء والأجزاء، فثبت أنه لا بد من التأويل

(اللباب في علوم الكتاب، ج۸ص۱۶۴، ۱۶۵، المؤلف: أبو حفص سراج الدين عمر بن علي بن عادل الحنبلي الدمشقي النعماني (المتوفى ۷۷۵ھ) المحقق: الشيخ عادل أحمد عبد الموجود، والشيخ علي محمد معوض، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت لبنان، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ)

اصل: مجسمہ کے شبہ کے رد میں مجسمہ نے اللہ تعالیٰ کے لیے اعضاء کو ثابت کرنے کے لیے اس آیت اور اس جیسی دیگر آیات سے دلیل پکڑی ہے۔ جیسے رحمان کی قول "ویبقی وجہ ربک" (الرحمن ۲۷)۔

اللہ تعالیٰ کا قول ہے: "قل هو الله أحد"، یہ آیت اللہ تعالیٰ کی کامل احدیت کا

تقسیم کی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے لیے اجزاء اور اجزاء سے مرکب ہونے کے
منافی ہے۔ یہی بات ثابت ہوگئی کہ ان آیات میں تاویل کرنا لازمی امر ہے۔

6 جہاں تک یہ بات ہے کہ آیت کی ابتداء اس سورت کے نزول کے
بالکل آخر میں ہوئی تھی جب کہ اس سورت کا نزول ختم ہونے کے
قریب تھا اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ اس سورت کے نزول کے
بارے میں یہ بات ثابت ہے کہ یہ مکہ میں نازل ہوئی تھی جب کہ
یہ بات ثابت ہے کہ یہ آیت مدینہ میں نازل ہوئی تھی۔ اس لیے
یہ بات ممکن ہے کہ یہ آیت بعد میں نازل ہوئی ہو اور اس کو
اس سورت کے ساتھ ملا دیا گیا ہو۔

7 [illegible] کہتے ہیں

[illegible] "احد" یدل علی نفی الجسمیۃ وعلی نفی التجزیۃ
[illegible] دلالۃ علی انہ تعالیٰ لیس بجسم لذلک لان الجسم قد یکون
یکون مرکبا من جوہرین وذلک ینافی الوحدۃ وقولہ "احد" نفی لہ
فی الوحدیۃ فکان قولہ "احد" منافیا للجسمیۃ

2 واما دلالتہ علی انہ لیس بجوہر فلان الذین یثبتون الجوہر
الفرد فہم یقولون ان کل متحیز فانہ یصح الاشارۃ الیہ علی
الاستقصاء وذلک لانہ لا بد من ان یتمیز یمینہ عن یسارہ وفوقہ عن
تحتہ وقدامہ عن خلفہ وکل ما یتمیز فیہ شیء عن شیء فہو
منقسم لان یمینہ موصوف بانہ یمین لا یسار وہو موصوف بانہ
یسار لا یمین فلو کان یمینہ عین یسارہ لاجتمع فی شیء واحد
انہ یمین ولیس بیمین ویسار ولیس بیسار فثبت ان المتحیز
والمنقسم فی شیء واحد وہو محال۔

3 فثبت ان کل متحیز فہو منقسم وکل منقسم فہو
لیس باحد فلما کان اللہ تعالیٰ موصوفا بانہ احد وجب ان لا یکون
متحیزا اصلا۔ وذلک ینفی کونہ جوہرا

و ما یدل علی ان الجوہر الفرد ممتنع لا یمکنہم الاستدلال علی نفی
کونہ تعالیٰ جوہرا من ہذا الاعتبار ویمکنہم ان یحتجوا بہذہ الآیۃ
علی نفی کونہ جوہرا من وجہ آخر وبیانہ ہو ان کل ما یتبرا
بہ شیء عن شیء آخر فلا بد وان یکون مرکبا فقد یتبرا بہ عضو عن عضو
کالید تتبرا عن الرجل بالمکان وکالرجل تتبرا عن الید بالمکان فلو
کان تعالیٰ جوہرا فردا لکان کل جوہر فرد مثلا لہ وذلک ینفی
کونہ احدا، ثم اکدوا ہذا الوجہ بقولہ تعالیٰ "ولم یکن لہ
کفوا احد" ولو کان جوہرا لکان کل جوہر فرد کفوا لہ فدلت
ہذہ السورۃ من الوجہ الذی لوّحنا الیہ علی انہ تعالیٰ لیس بجسم ولا
بجوہر

(اساس التقدیس فی علم الکلام، ص۲۳۵ مصنف ابو عبد اللہ محمد
بن عمر بن الحسین بن الحسین التیمی الرازی الملقب بفخر الدین
الرازی خطیب الری (المتوفی ۶۰۶)، الناشر مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ،
بیروت الطبعۃ الاولی، ۱۴۱۵)

اس عبارت میں لفظ "احد" جسمیت، تجزیہ اور جہت کی نفی پر دلالت کرتا ہے۔ اس
لیے جسم کم از کم دو جوہروں سے مرکب ہوگا اور یہ وحدت کے منافی ہے۔ اللہ
تعالیٰ کا فرمان "احد" اس بات میں مبالغہ کو بیان کر رہا ہے کہ [illegible] احد
جسمیت کے منافی ہے۔

[illegible] اس پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جوہر نہیں ہے۔ تمام کہتے ہیں اور لوگ جو
جوہر فرد کا انکار کرتے ہیں، تو وہ بھی یوں کہتے ہیں [illegible] جو متحیز ہے تو لازماً اس کی
ایک جانب دوسری سے متمیز ہوگی۔ وہ اس لیے کہ اس کی دائیں جانب [illegible]
کل [illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] نام پایا جاتا ہے، وہ بایاں نہیں ہوگا اور اس کا بایاں حصہ جس کو دایاں حصہ کا نام دیا جاتا

10 ...ہاں باری تعالیٰ سبحانہ وتعالیٰ لم یکن لہ کفوا احد (سورت اخلاص ۴) (اور اس کے جوڑ کا کوئی بھی نہیں) ہیں یہ آیت بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جسم اور جوہر نہیں ہیں۔ تمام جوہر آپس میں مماثل ہیں اللہ [illegible] اگر اللہ جسم ہوں تو وہ بھی سب جواہر کے مثل ہوں گے۔ پس جو ہر میں سے ہر جوہر اس کا کفو ہوگا۔ اگر اللہ تعالیٰ جسم ہوں تو وہ بھی جواہر سے بنا ہوا ہوگا۔ اس لئے جسم بھی اسی طرح ہوگا اور بھی اوپر مذکور الزام اس پر بھی عائد ہوگا۔ پس اس سے یہ ثابت ہوا کہ سورت اخلاص میں واضح دلائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نہ تو جسم ہیں اور نہ جوہر

11 اس بات کو جاننا ضروری ہے جیسا کہ کفار نے سب جانا چاہا کہ اللہ [illegible] اللہ تعالیٰ کے بارے میں [illegible] اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں جواب دیا۔ یہ سورت اس بات کی دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جسم اور جوہر نہیں ہیں [illegible]

12 اسی طرح فرعون نے حضرت [illegible]

[illegible] (الشعراء ۲۳)

ترجمہ [illegible]

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا [illegible] اللہ تعالیٰ کی [illegible]

13 قرآن مجید [illegible]

قال فرعون وما رب العالمین قال رب السموات والارض وما بینھما ان کنتم موقنین قال لمن حولہ الا تستمعون قال ربکم ورب آبائکم الاولین قال ان رسولکم الذی ارسل الیکم لمجنون قال رب المشرق والمغرب وما بینھما ان کنتم تعقلون

(سورت الشعراء ۲۳ تا ۲۸)

ترجمہ [illegible]

[illegible] اور زمین کا اور ان [illegible] چیزوں کا پروردگار ہے جو ان کے درمیان پائی جاتی ہیں، اگر تم کو واقعی یقین کرنا ہو"۔ فرعون نے اپنے اردگرد کے لوگوں سے کہا "سن رہے ہو کہ نہیں؟"۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا "وہ تمہارا بھی پروردگار ہے اور تمہارے پچھلے باپ دادوں کا بھی"۔ فرعون بولا "تمہارا یہ پیغمبر جو تمہارے پاس بھیجا گیا ہے، یہ تو بالکل ہی دیوانہ ہے"۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا "وہ مشرق و مغرب کا بھی پروردگار ہے اور [illegible] کے درمیان ساری چیزوں کا بھی، اگر تم عقل سے کام لو"۔

تشریح [illegible] حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مطلب یہ تھا کہ [illegible] حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حقیقت [illegible] کوئی نہیں جان سکتا۔ البتہ اس کو اس کی صفات سے پہچانا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جس میں باری تعالیٰ کی صفات ہی بیان فرمائیں۔ اس پر فرعون نے کہا [illegible] کامل [illegible] کیونکہ [illegible] کا یہ کہنا تھا [illegible] صفات سے [illegible] رہتے ہیں

11 [illegible] حقیقت معلوم کرنے کے [illegible] اللہ تعالیٰ کی صحیح [illegible] ہوتے تو پھر [illegible] الشعراء ۲۳ تا ۲۸ [illegible] اس سوال [illegible] حضرات [illegible] اللہ تعالیٰ کی [illegible] کہ اللہ [illegible] حضرت موسیٰ علیہ السلام [illegible] فرعون کا [illegible] حضرت موسیٰ علیہ السلام [illegible] یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جواب بالکل صحیح ہے اور فرعون کا سوال مغالطہ اور فاسد ہے

15 اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جواب (کفار کے سوال جو اللہ تعالیٰ کی صفت کے بارے میں تھا) اس پر دلالت کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ جہت و تحیز سے منزہ اور مبرا ہیں۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جواب بھی (فرعون کے سوال جو اللہ تعالیٰ کی صفت کے بارے میں تھا) اللہ تعالیٰ کی تنزیہ پر دلالت کر رہا ہے

16 حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا وہ کلام جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے کوکب کے احوال میں تغیر و تبدیلی سے حاصل ہونے والا نتیجہ بیان کیا کہ یہ سب حادث ہیں۔ پھر اپنے استدلال کے پورا ہونے کے بعد فرمایا

إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ (الانعام:۷۹)

میں نے تو پوری طرح یکسو ہو کر اپنا رخ اُس ذات کی طرف کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، اور میں شرک کرنے والوں میں نہیں ہوں۔

اس بات کو جاننا چاہیے کہ واقعہ جہت و تحیز سے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ و تقدیس کو بیان کر رہا ہے

17 کیونکہ جسم سے اللہ تعالیٰ کی جہت و تحیز سے تنزیہ و تقدیس کا استدلال کرنا کئی وجوہ سے ہے

تمام اجسام ایک دوسرے کے متماثل ہیں۔ جب یہ بات ثابت اور طے شدہ ہے، تو ہم کہتے ہیں۔ جو دو متماثل اشیاء میں سے ایک دوسری کے متماثل ہو تو یہ بات لازمی ہے کہ دوسری بھی پہلی کے متماثل ہوگی۔ اگر اللہ تعالیٰ جسم یا جوہر ہوں تو یہ بات لازمی ہے کہ اس ذات پر بھی ان چیزوں کا اطلاق صحیح ہوگا جو دوسری اشیاء پر ہو سکتا ہے جس کا اطلاق دوسری اشیاء پر ممکن ہو سکتا ہے، اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھی ہوگا۔ اس کا تقاضا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں تغیر کا جائز ہونا مانا جائے۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے جب یہ کلام فرمایا کہ جس میں بھی ایک حال سے دوسرے حال میں تغیر واقع ہو وہ الوہیت کے لائق نہیں ہو سکتا۔ یہ بات ہے کہ اگر

اللہ تعالیٰ جسم ہوں تو اس پر تغیر کا ہونا صحیح ہوگا۔ اس سے یہ بات یقینی طور پر معلوم ہو جائے گی کہ اللہ تعالیٰ کسی بھی جہت اور تحیز میں نہیں ہیں۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اپنے استدلال کو مکمل کرتے ہوئے فرمایا

إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ (الانعام:۷۹)

میں نے تو پوری طرح یکسو ہو کر اپنا رخ اُس ذات کی طرف کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، اور میں شرک کرنے والوں میں نہیں ہوں۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے اس استدلال میں اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے صرف اس صفت کو بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ عالم (جہان) کا خالق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے اس کلام پر مدح فرمائی ہے۔ اور ان کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّن نَّشَاءُ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ (الانعام:۸۳)

یہ ہماری وہ کامیاب دلیل تھی جو ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کی قوم کے مقابلے میں عطا کی تھی۔ ہم جس کے چاہتے ہیں درجے بلند کر دیتے ہیں۔ بیشک تمہارے رب کی حکمت بھی بڑی ہے، علم بھی کامل ہے۔

اگر تمام جہان کا ایک جسم ہوتا جس کی ایک مخصوص مقدار ہو، تو اللہ تعالیٰ کی معرفت کا علم صرف اس کے ساتھ مکمل ہوتا کہ اللہ تعالیٰ جسم اور متحیز ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی مدح اور تعظیم صرف اس معرفت سے ہوتی کہ اللہ تعالیٰ تمام جہان کے خالق ہیں۔ جب صرف اس چیز کی معرفت ہی اللہ تعالیٰ کی کمال معرفت کے لیے کافی ہے، تو یہ اس بات پر کافی اور شافی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی جہت اور تحیز میں نہیں ہیں۔

اگر اللہ تعالیٰ جسم ہوں، تو پھر ہر ایک جسم ماہیت کے لحاظ سے دوسرے کا شریک ہوگا۔ لہٰذا یہ تمام کہ اللہ تعالیٰ جسم ہیں، تو اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے شریک ثابت ہو

چاہئیں۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے منافی ہے

وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (الانعام:۷۹)

ترجمہ اور میں شرک کرنے والوں میں نہیں ہوں۔

پس اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی عظمت اس وجہ سے مسلم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور تقدیس کو نجاست اور جوہر ہونے سے پاک جانتے تھے۔

16 اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس واقعہ کو بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْئًا وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ (الانعام:۷۴ تا ۸۳)

ترجمہ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر سے کہا تھا کہ "کیا آپ بتوں کو خدا بنائے بیٹھے ہیں؟ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ اور آپ کی قوم کھلی گمراہی میں مبتلا ہیں"۔

اسی طرح ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آسمان و زمین کی سلطنت کا نظارہ کراتے تھے اور مقصد یہ تھا کہ وہ کامل یقین رکھنے والوں میں شامل ہوں۔ چنانچہ جب رات چھائی تو انھوں نے ایک ستارہ دیکھا۔ کہنے لگے "یہ میرا رب ہے"۔ پھر جب وہ ڈوب گیا تو انھوں نے کہا "میں ڈوبنے والوں کو پسند نہیں کرتا"۔ پھر جب انھوں نے چاند کو چمکتے دیکھا تو کہا کہ "یہ میرا رب ہے"۔ لیکن جب وہ بھی ڈوب گیا تو کہنے لگے "اگر میرا رب مجھے ہدایت نہ دے تو میں یقیناً گمراہ لوگوں میں شامل ہو جاؤں"۔ پھر جب انھوں نے سورج کو چمکتے دیکھا تو کہا کہ "یہ میرا رب ہے، یہ بڑا ہے"۔ پھر جب وہ غروب ہو گیا تو انھوں نے کہا "اے میری قوم! میں ان چیزوں کو تم اللہ تعالیٰ کی خدائی میں شریک قرار دیتے ہو، میں ان سب سے بیزار ہوں۔ میں نے تو پوری طرح یکسو ہو کر اپنا رخ اس ذات کی طرف کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، اور میں شرک کرنے والوں میں نہیں ہوں"۔ اور (پھر یہ ہوا کہ) اُن کی قوم نے اُن سے حجت شروع کر دی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے (اُن سے) کہا "کیا تم مجھ سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں حجت کرتے ہو جب کہ اُس نے مجھے ہدایت دے دی ہے؟ اور جن چیزوں کو تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک مانتے ہو، میں اُن سے نہیں ڈرتا (کہ وہ مجھے کوئی نقصان پہنچا دیں گی) مگر یہ کہ میرا پروردگار (مجھے) کچھ (نقصان پہنچانا) چاہے (تو وہ ہر حال میں پہنچ کر رہے گا)، میرے پروردگار کا علم ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ کیا تم پھر بھی کوئی نصیحت نہیں مانتے؟ اور جن چیزوں کو تم نے اللہ تعالیٰ کا شریک بنا رکھا ہے، میں اُن سے کیسے ڈر سکتا ہوں جب کہ تم اُن چیزوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنانے سے نہیں ڈرتے جن کے بارے میں اُس نے تم پر کوئی دلیل نازل نہیں کی ہے؟ اب اگر تمہارے پاس کوئی علم ہے تو بتاؤ کہ ہم دو فریقوں میں سے کون ہے جو خوف دلانے کا زیادہ مستحق ہے؟ (حقیقت یہ ہے کہ) جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور اُنھوں نے اپنے ایمان کے ساتھ کسی ظلم کا شائبہ بھی نہیں آنے دیا، امن اور چین تو بس اُنھی کا حق ہے، اور وہی ہیں جو صحیح راستے پر پہنچے ہوئے ہیں"۔ یہ ہماری وہ کامیاب دلیل تھی جو ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام

...ی کی قوم کے مقابلے میں عطا کی تھی۔ ہم جس کے چاہتے ہیں درجے بلند کر دیتے
ہیں۔ بیشک تمہارے رب کی حکمت بھی بڑی ہے علم بھی کامل ہے۔

(ماخوذ از اساس التقدیس فی علم الکلام، ص۱۳۶، المؤلف: ابو عبد اللہ
محمد بن عمر بن الحسن بن الحسین التیمی الرازی الملقب بفخر الدین
الرازی خطیب الری (المتوفی ۶۰۶) الناشر: مؤسسۃ الکتب الثقافیہ
بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۱۱ھ)

آیت 2 لیس کمثلہ شیء وھو السمیع البصیر (الشوریٰ:11)

ترجمہ: وہ چیز اس کے مثل نہیں ہے اور وہی ہے جو ہر بات سنتا ہے سب کچھ دیکھتا ہے۔

استدلال: اللہ تعالیٰ کی کسی بھی مخلوق میں سے کسی بھی لحاظ سے مشابہت نہیں رکھتے۔ لہٰذا اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی ہر طرح سے مشابہت اور مماثلت کی نفی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا عرش کی احتیاج سے، نہ کسی ادر مکان کی، جس میں وہ آئے جائے یا کسی جہت کی کمی کا احاطہ کر سکے۔ بلکہ ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

"اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت و عظمت کے اظہار کے لیے عرش کو پیدا کیا اور اس کو اپنی ذات کے لیے مکان نہیں بنایا"۔ اور یہ بھی فرمایا

"اللہ تعالیٰ مخلوقات کی تمام اقسام میں سے کسی میں حلول نہیں کرتا اور وہ کسی بھی مکان سے ایسا ہی پاک ہے جیسا کہ پہلے تھا" یعنی اللہ تعالیٰ مکان کے بغیر بھی موجود ہے۔

(الفرق بین الفرق وبیان الفرقۃ الناجیۃ، ص۳۳۱، المؤلف: عبد القاہر بن طاہر
بن محمد بن عبد اللہ البغدادی التمیمی الاسفرائینی، ابو منصور (المتوفی
۴۲۹ھ) الناشر: دار الآفاق الجدیدۃ، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۹۷۷ء)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی مشابہت و مماثلت کے بے نظر ہونے کو بیان کیا گیا ہے۔ "لیس کمثلہ شیء" کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوقات میں سے کسی سے بھی مشابہت نہیں رکھتے۔ یہاں پانچ صفات سلبیہ میں سے ایک صفت ہے۔ سلبی صفات وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی شان الوہیت کے لائق نہیں ہیں۔

دلیل عقلی: اگر اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی کے ساتھ بھی مشابہت رکھتے تو اللہ تعالیٰ بھی

چیزوں کا حادث ہونا جائز ہوتا تو مخلوق پر جائز ہیں مثلاً تغیر اور تبدیلی۔ اور اگر اللہ تعالیٰ پر ان چیزوں کا جائز ہونا مان لیا جائے تو وہ بھی ایک ایسی ہستی کی محتاج ہو جائے گی جو اس میں تغیر و تبدیلی کر سکتی ہے۔ جو غیر کا محتاج ہو گا وہ الٰہ نہیں ہو سکتا۔ پس اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی مشابہ نہیں ہے۔

دلیل نقلی: "مخالفۃ اللہ للحوادث" کی نفی میں یہ آیت سب سے زیادہ واضح دلیل ہے۔ یہ قرآن مجید کے دلائل میں سے سب سے زیادہ واضح دلیل ہے۔ اس لیے کہ اس آیت سے "مخالفۃ" کا مفہوم واضح ہوتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں "نفسی" کو سیاق نفی میں بیان کیا ہے۔ تو جب سیاق نفی میں ہو تو اس میں تمام چیزیں شامل ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے آپ سے اجسام، اجسام اور اعراض سب ہی کی نفی کر دی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کسی بھی روح مثلاً سانس، جنوں، فرشتوں وغیرہ کے مشابہ نہیں ہیں۔ اسی طرح جمادات میں سے چاہے وہ اجسام علویہ ہوں یا سفلیہ، کسی کے بھی مشابہ نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کسی بھی قسم کے حوادث کے انواع میں سے کسی کی بھی قید نہیں لگائی، بلکہ حادث مخلوقات کی تمام اقسام میں سے اس کی نفی بیان کر دی ہے۔ اس میں تمام مخلوقات سے مشابہت کی نفی بھی شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تنزیہ مکان، جہت، کیفیت اور کمیت سب سے ہی ہے۔ کمیت تو اجسام کی مقدار کو کہتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ جسم اور متحیز نہیں ہیں جو کسی مقدار، مساحت اور حد کے لحاظ سے قابل شمار ہوں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کسی بھی قسم کی مقدار اور مسافت کے لحاظ سے محدود نہیں ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر اپنی ذات سمیت موجود ہیں جیسا کہ مشبہہ فرقہ کے لوگ کہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ عرش کے مماثل ہوں گے۔ مماثلت میں یعنی گھیرنے والے کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ مماثل (یعنی گھیری ہوئی چیز) سے بڑا ہو گا یا چھوٹا یا اس کے مساوی۔ اس جیسی چیزیں تو ان اجسام کے لحاظ سے ہوتی ہیں جو مقدار، مساحت اور حدود کو بیان کر سکتی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہے اور جو محال پر مبنی ہو وہ بھی محال ہوتا ہے۔ اس سے ان لوگوں کا قول باطل ہو جاتا ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر اپنی ذات کے ساتھ جگہ گھیرے

ہوئے ہیں جس شخص نے یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے حد اور مقدار تو ہے مگر اللہ تعالیٰ کی حد اور مقدار اس کی مخلوق کی حد اور مقدار کی مثل نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ کی مثل ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ حد اور مقدار والا ہے تو اس شخص کے قول میں جس نے اللہ تعالیٰ کی حد اور مقدار کو ماننے سے انکار کیا ہے اس شخص کے قول میں جس نے اللہ تعالیٰ کی حد اور مقدار کو مانا ہے کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ آپ کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حد اور مقدار کو ماننے سے اللہ تعالیٰ کی مثل ہونا لازم آتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مثل ہونا اللہ تعالیٰ کی شان الوہیت کے منافی ہے اور جس طرح اگر اللہ تعالیٰ کسی حد اور مقدار والے ہوتے تو وہ بھی اس حد اور مقدار والی چیز سے مستغنی نہ ہوتے جس سے اس حد اور مقدار والی چیز کو بھی غنا نہیں ہے اس لیے کہ از روئے عقل یہ بات صحیح نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے جو شخص حد اور مقدار والا نہ ہو جو کسی دوسرے کا محتاج ہو اور جو اس کی مثل نہ ہو کیونکہ یہ بنیادی فرق ہے کہ وہ ہر چیز سے مستغنی ہو اور وہ کسی کا محتاج نہ ہو۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت امام فخر الدین رازی نے تحریر فرمایا ہے کہ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ تمام علوم کے حاصل کرنے سے یہ علم زیادہ اہم ہے۔

(مفاتیح الغیب = التفسیر الکبیر ج ۲۷ ص ۵۸ المؤلف ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن الحسن بن الحسین التیمی الرازی الملقب بفخر الدین خطیب الری (المتوفی ۶۰۶ھ) الناشر دار احیاء التراث العربی بیروت الطبعہ الثالثہ ۱۴۲۰ھ)

آیت 3 یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ (الفاطر ۱۵)

ترجمہ اے لوگو! تم سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہو اور اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے تعریف کا مستحق ہے۔

وہ اللہ ہی غنی اور تم فقراء ہو (تفسیر ۱۳۹)

ترجمہ اور اللہ بے نیاز ہے اور تم ہو محتاج ہو۔

استدلال اس آیت میں اس کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات غنی (بے نیاز) ہے اگر یہ حالی ہوتے تو پھر ان آیات میں اس کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ غنی ہیں اگر اللہ

حال ہوتے تو بھی بے نیاز ہوتے۔ اس لیے کہ ہر جسم مرکب ہوتا ہے اور ہر مرکب اپنے اجزاء کا محتاج ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اگر اللہ تعالیٰ کسی مخصوص جہت میں ہوتے تو پھر وہ اس جہت کے بھی محتاج ہوتے۔ یہ چیزیں اس بات کی نفی کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کامل غنی ہیں۔

قرآن مجید میں کئی مقامات (النساء ۱۳۱، لقمان ۲۶) پر یہ مضمون مذکور ہے کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ملک ہے۔

حضرت امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

ومنها قوله تعالى: "والله الغني" (محمد ۳۸) حكم بكونه غنياً على الإطلاق، وذلك يوجب كونه تعالى غنياً عن المكان والجهة

(اللباب فی علوم الکتاب ج ۹ ص ۱۳۹، المؤلف: أبو حفص سراج الدين عمر بن علي بن عادل الحنبلي الدمشقي النعماني (المتوفى ۷۷۵ھ) المحقق الشيخ عادل أحمد عبد الموجود والشيخ علي محمد معوض الناشر دار

ترجمہ اور اگر اللہ تعالیٰ اجزاء اور اعراض سے مرکب ہوں، تو وہ ان کے محتاج ہوں گے۔ یہ اس کے لیے مانع ہے کہ اللہ تعالیٰ علی الاطلاق غنی ہوں۔ لہٰذا اس سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ ان وجوہ کی بنا پر جو قول اللہ تعالیٰ کے لیے اجزاء ثابت کرتا ہو، باطل ہے۔

۲ امام سراج الدین بن عادل حنبلی فرماتے ہیں:

ومنها قوله تعالى: "والله الغني" (محمد ۳۸) حكم بكونه غنياً على الإطلاق، وذلك يوجب كونه تعالى غنياً عن المكان والجهة

(اللباب فی علوم الکتاب ج ۹ ص ۱۳۹، المؤلف: أبو حفص سراج الدين عمر بن علي بن عادل الحنبلي الدمشقي النعماني (المتوفى ۷۷۵ھ) المحقق الشيخ عادل أحمد عبد الموجود والشيخ علي محمد معوض الناشر دار

الكتب العلمية بيروت لبنان الطبعة الاولى ۱۴۱۹ھ)

ترجمہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ" وضاحت سے دلالت کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ علی الاطلاق غنی ہیں۔ یہ اس بات کو بہت طریقے سے بیان کر رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات مکان اور جہت سے مستغنی ہے۔

آیت 4 اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ (سورت البقرہ ۲۵۵)

ترجمہ اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو ہمیشہ زندہ ہے، جو پوری کائنات سنبھالے ہوئے ہے۔

استدلال اس آیت میں لفظ "الْقَیُّوْمُ" (جو پوری کائنات سنبھالے ہوئے ہے) کے معنی سے خصوصاً اس بات کی بھی کہ یہ مبالغہ کا صیغہ ہے کہ وہ ذات خود قائم ہے، اور اس کے علاوہ کوئی ذات خود قائم نہیں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی ذات کسی جہت کے ساتھ قائم ہوتی تو یہ ہے کہ وہ کسی اور کے سہارے قائم ہوگی (جو کہ محال ہے)۔

اسم "الْقَیُّوْمُ" (جو پوری کائنات سنبھالے ہوئے ہے) سے دو امور مفہوم ہو رہے ہیں

اول لفظ "الْقَیُّوْمُ" (جو پوری کائنات سنبھالے ہوئے ہے) کے اطلاق سے یہ بات سمجھ آ رہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے واضح ہے

هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِیًّا (مریم ۶۵)

ترجمہ کیا تمہارے علم میں کوئی اور ہے جو اس جیسی صفات رکھتا ہو؟

یعنی لفظ "الْقَیُّوْمُ" (جو پوری کائنات سنبھالے ہوئے ہے) کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی مثل اور مثال نہیں ہے۔ لہٰذا وہ بذات خود قائم ہے اور باقی تمام مخلوقات اس کے وجود سے ہی قائم ہیں۔ بذات خود قائم تو صرف ایک ہی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے جس کی کوئی مثل اور مثال نہیں ہے۔ وہ جو کسی کے سہارے قائم ہونے والی (مخلوق) ہو وہ تو متعدد ہیں۔

دوم لفظ "الْقَیُّوْمُ" (جو پوری کائنات سنبھالے ہوئے ہے) میں مبالغہ کے صیغہ سے یہ بات مفہوم ہو رہی ہے، یعنی اس ذات کے قائم ہونے میں بھی مبالغہ ہے۔ اس مبالغہ کے صیغہ سے یہ بات سمجھ آ رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی دوسرے کی احتیاج نہیں ہے اور

یہ بھی [illegible] ہے کہ اگر بالفرض اللہ تعالیٰ کی طرف جہت کی نسبت کا قول کریں گے تو اللہ تعالیٰ کو جہت کا محتاج ماننا پڑے گا اور یہ بات "الْقَیُّوْمُ" (جو پوری کائنات سنبھالے ہوئے ہے) کے مفہوم اور معنی کے منافی ہے، جس کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ بذات خود قائم ہیں اور ان کو کسی دوسرے کی احتیاج بالکل نہیں ہے جبکہ دوسری تمام مخلوقات اسی کے سہارے قائم ہیں۔

آیت 5 هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِیًّا (مریم ۶۵)

ترجمہ کیا تمہارے علم میں کوئی اور ہے جو اس جیسی صفات رکھتا ہو؟

استدلال [illegible] اللہ تعالیٰ نے [illegible] کوئی مثال شبیہ اور نظیر نہیں ہے۔ لہٰذا جس نے بھی صفات بشری جیسے قعود (بیٹھنا)، قیام (کھڑا ہونا)، جلوس (بیٹھنا) اور استقرار (مستقر ہونا، قرار پکڑنا) کو اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کر دیا تو اس نے اللہ تعالیٰ کی انسانوں کے ساتھ تشبیہ ثابت کر دی۔ اور جس نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ عرش پر سکونت پذیر ہیں یا اس کو بھر دیا ہے، تو اس نے اللہ تعالیٰ کی فرشتوں، جو آسمانوں میں سکونت کیے ہوئے ہیں، کے ساتھ مشابہت بیان کر دی ہے اور یہ اعتقاد کفر ہے (العیاذ باللہ تعالیٰ) کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے فرمان لَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ (الشوریٰ ۱۱) اور هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِیًّا (مریم ۶۵) کی مخالفت کی ہے۔

حضرت امام ابن کثیر [illegible] فرماتے ہیں

[illegible] علی بن ابی طلحة عن ابن عباس [illegible] ابو صالح [illegible] وكذلك قال مجاهد وسعيد بن جبير وقتادة وابن جريج وغيرهم

(تفسیر القرآن العظیم، ج ۵ ص ۴۵۰، المؤلف: ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی البصری ثم الدمشقی (المتوفی ۷۷۴ھ)، المحقق: سامی بن محمد سلامة الناشر: دار طیبة للنشر والتوزیع، الطبعة: الثانیة ۱۴۲۰ھ)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کیا تو رب تعالیٰ کے لیے کوئی مثل اور شبیہ

جاتا ہے؟ اس طرح اس سے مراد [illegible] اور علامت اس
[illegible] ہوتا ہے۔

آیت 6 هو الذي يخلقكم في الأرحام كيف يشاء لا إله إلا هو العزيز الحكيم (حشر ۲۴)

ترجمہ وہ اللہ ہی ہے جو پیدا کرتا ہے تمہیں [illegible] جیسے وہ چاہتا ہے
[illegible] اور وہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔

تشریح اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے [illegible] کا
[illegible] ہے جو پیدا کرتا ہے [illegible]

[illegible] اور اگر اللہ تعالیٰ [illegible] ہوتے تو اس کے وصف کا بیان ناممکن [illegible]
[illegible] ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ جسم ہوتے تو اس کے وصف کا بیان ناممکن [illegible]
[illegible] ہے۔

[illegible] اس آیت "هو الأول والآخر والظاهر والباطن"
[illegible] ہے۔

يقول تعالى ذكره: هو الأول [illegible] قبل كل شيء بغير حد (والآخر) (الحديد ۳) يقول: والآخر بعد كل شيء بغير نهاية [illegible] قبل ذلك كله بلا، لأنه كان ولا شيء مذكور قبله، وهو كائن بعد فناء الأشياء كلها، كما قال جل ثناؤه [illegible] (القصص ۸۸). وقوله: (والظاهر) (الحديد ۳) يقول: وهو العالي على كل شيء فوقه، وهو العالي فوق كل شيء. فلا شيء أعلى منه (والباطن) (الحديد ۳) يقول: وهو الباطن جميع الأشياء فلا شيء أقرب إلى شيء منه، كما قال [illegible] (ق ۱۶)

تفسیر الطبری = جامع البیان عن تاویل آی القرآن ج ۲۲ ص ۳۸۵

ترجمہ وہی اول بھی ہے اور آخر بھی، ظاہر بھی ہے اور چھپا ہوا بھی۔ اور وہ ہر چیز کو پوری طرح جاننے والا ہے۔

تشریح

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو ظاہر و باطن سے موصوف فرمایا۔ اگر اللہ تعالیٰ جسم [illegible] ہوگی اس کا ظاہر اس کی [illegible] ہوگی اور باطن اس کا عمق یعنی گہرائی ہوگی۔ پس کوئی شے ایسی نہیں ہو سکتی کہ اس کا ظاہر و باطن ایک [illegible]

علاوہ ازیں مفسرین کرام فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی ذات دلائل کے لحاظ سے ظاہر ہے اور باطن ہے کہ حس اس تک نہیں پہنچ سکتی، اور نہ ہی خیال کی وہاں تک رسائی ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ جسم ہوتے تو اس کے وصف کا بیان ناممکن [illegible] حس اس تک پہنچ ہی نہیں سکتی، اور نہ ہی خیال اس تک پہنچ سکتا ہے۔

حضرت [illegible] اس آیت "هو الأول والآخر والظاهر والباطن"
[illegible] ہے۔

يقول تعالى ذكره: هو الأول [illegible] قبل كل شيء بغير حد (والآخر) (الحديد ۳) يقول: والآخر بعد كل شيء بغير نهاية [illegible] قبل ذلك كله بلا، لأنه كان ولا شيء مذكور قبله، وهو كائن بعد فناء الأشياء كلها، كما قال جل ثناؤه [illegible] (القصص ۸۸). وقوله: (والظاهر) (الحديد ۳) يقول: وهو العالي على كل شيء فوقه، وهو العالي فوق كل شيء. فلا شيء أعلى منه (والباطن) (الحديد ۳) يقول: وهو الباطن جميع الأشياء فلا شيء أقرب إلى شيء منه، كما قال [illegible] (ق ۱۶)

تفسیر الطبری = جامع البیان عن تاویل آی القرآن ج ۲۲ ص ۳۸۵

المؤلف: محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب الآملي، أبو جعفر الطبري (المتوفى: ٣١٠هـ) تحقيق: الدكتور عبد الله بن عبد المحسن التركي، بالتعاون مع مركز البحوث والدراسات الإسلامية بدار هجر الدكتور عبد السند حسن يمامة، الناشر: دار هجر للطباعة والنشر والتوزيع والإعلان، الطبعة: الأولى (١٤٢٢هـ)

ترجمہ: وہی اللہ تعالیٰ سب سے اوّل ہے یعنی ہر چیز سے پہلے کسی ابتدا کے سب سے پہلے ہے۔ وہی آخر ہے یعنی وہی ذات ہر شے کے بعد بھی بغیر کسی انتہا کے ہوگی۔ ایسا اس لیے کہا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو موجود تھے اور اس کے سوا کوئی چیز موجود نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ اس وقت بھی موجود ہوں گے جب ہر چیز فنا ہو جائے گی۔

جیسا کہ ارشاد باری ہے

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ (القصص ٨٨)

ترجمہ: سوائے ذات اللہ وحدہٗ کے ہر چیز اپنی ذات سے فانی اور معدوم ہے۔

وہ ظاہر ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: اللہ تعالیٰ کی ذات ہر چیز پر ظاہر و غالب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر چیز کے اوپر بلند و بالا ہے۔ لہٰذا کوئی چیز بھی اس سے بلند نہیں ہے۔

وہ چھپا ہوا بھی ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: وہ ذات تمام اشیاء سے زیادہ پوشیدہ اور چھپی ہوئی ہے۔ پس کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ سے زیادہ قریب نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ (سورت ق:١٦)

ترجمہ: اور ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔

نوٹ: یعنی ہم علم کے قریب ہیں کسی کی نفی فرمائی جیسا کہ بعض کہتے ہیں۔ رہی قرب معنوی تو اس کی یہاں نفی نہیں ہے۔ یہ آیت اللہ تعالیٰ سے مکان اور جہت کی نفی بیان کر رہی ہے۔

پس اس کا وصف ظاہر اور باطن بیان نہیں کیا جا سکتا جب وہ جسم ہو۔ کیونکہ جسم جب

ظاہر ہوگا تو باطن نہیں ہوگا، اور جب وہ باطن ہوگا تو ظاہر نہیں ہوگا۔

صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے

اللَّهُمَّ أَنْتَ الْأَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ الْآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُونَكَ شَيْءٌ. (مسلم رقم ٢٧١٣ (٧١) ترقیم فؤاد عبد الباقی)

اے اللہ تیری ذات ہی سب سے پہلے ہے تجھ سے پہلے کوئی چیز نہیں ہے۔ اے اللہ تو ہی سب سے آخر میں ہوگا تیرے بعد بھی کوئی چیز نہیں ہے۔ اے اللہ ہر چیز کے اوپر تو ہی ہے۔ تیرے اوپر کوئی چیز نہیں ہے۔ اے اللہ تو نے ہی ہر چیز کو نیچے سے بھی گھیرا ہوا ہے۔ تجھ سے نیچے کوئی چیز نہیں ہے۔

حضرت امام بیہقیؒ فرماتے ہیں:

واستدل بعض أصحابنا في نفي المكان عنه بقول النبي صلى الله عليه وسلم: «أنت الظاهر فليس فوقك شيء، وأنت الباطن فليس دونك شيء» وإذا لم يكن فوقه شيء ولا دونه شيء لم يكن في مكان.

(الأسماء والصفات للبيهقي، ج ٢ ص ٢٨٩ المؤلف: أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخُسْرَوْجِردي الخراساني، أبو بكر البيهقي (المتوفى: ٤٥٨هـ) حققه وخرج أحاديثه وعلق عليه: عبد الله بن محمد الحاشدي، قدم له: فضيلة الشيخ: مليل بن هادي الوادعي، الناشر: مكتبة السوادي، جدة، المملكة العربية السعودية، الطبعة: الثانية، ١٤١٣هـ)

ترجمہ: ہمارے بعض اصحاب نے اس حدیث سے اللہ تعالیٰ کے لیے کسی مکان پر استدلال کیا ہے انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان: أنت الظاهر فليس فوقك شيء، وأنت الباطن فليس دونك شيء جب اللہ تعالیٰ سے اوپر کوئی چیز نہیں ہے اور اس کے نیچے بھی کوئی چیز نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کسی مکان میں بھی نہیں ہیں۔

وأنت الظاهر فليس فوقك شيء يعني ليس شيء أظهر منك
بدلالة دليل ظاهر عليك

وهو في الحديث يؤيد فلا قبلك لشيء لا أحد أولى منك بالظهور
ووجودك وأنت الباطن أي بالخبر بدلالة ليس دونك شيء
فليس شيء أخفى منك

وقد يجيء بمعنى غير وبمعنى من عبارة في البطون شيء أخفى
منك وقد يجيء بمعنى قرب فبمعنى ليس شيء في البطون أقرب
منك

وعون المعبود شرح سنن أبي داود وبهامشه حاشية ابن القيم مع شرحها
لأبي داود ويليه شرح علله ومشكلاته، ج ۱۳ ص ۲۶۱، المؤلف محمد أشرف
بن أمير بن علي بن حيدر، أبو عبد الرحمن شرف الحق الصديقي،
العظيم آبادي (المتوفى ۱۳۲۹ھ)، الناشر دار الكتب العلمية بيروت
الطبعة الثانية (۱۴۱۵ھ)

حدیث کے الفاظ "أنت الظاهر فليس فوقك شيء" کی شرح میں
کہا گیا ہے کہ اس سے کوئی چیز اوپر نہیں ہے۔

اور "أنت الباطن" کی شرح میں کہا گیا ہے کہ اس سے کوئی چیز
آگے نہیں ہے۔ "وأنت الباطن" یعنی ہر شے سے قریب ہے۔ کوئی
چیز اس سے زیادہ قریب نہیں ہے۔

وأخرج أبو الشيخ في العظمة، عن ابن عمر وأبي سعيد في قوله

صلى الله عليه وسلم قال لا يزال الناس يسألون عن كل شيء حتى
يقولوا هذا الله خلق الله كل شيء فمن خلق الله قال فإذا
سمع ذلك فقولوا هو الأول قبل كل شيء والآخر فليس بعده
شيء وهو الظاهر فوق كل شيء وهو الباطن دون كل شيء وهو
بكل شيء عليم

فتح القدير، ج ۵ ص ۲۸۰، المؤلف محمد بن علي بن محمد بن عبد الله
الشوكاني اليمني (المتوفى ۱۲۵۰ھ)، الناشر دار ابن كثير دار الكلم
الطيب دمشق بيروت، الطبعة الأولى (۱۴۱۴ھ)

حضرت ابو الشیخ نے اپنی کتاب "العظمة" میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضرت عبد
اللہ

آیت 8

یعلم ما بین أیدیهم وما خلفهم ولا یحیطون به علما (طہ ۱۱۰)

وہ لوگوں کی سامنے کی اور پیچھے کی باتوں کو جانتا ہے اور وہ اس کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتے۔

لا تدرکه الأبصار وهو یدرک الأبصار وهو اللطیف الخبیر

(الانعام ۱۰۳)

نگاہیں اس کو نہیں پا سکتیں، اور وہ تمام نگاہوں کو پا لیتا ہے وہ

ذات کے احاطہ سے باہر کوئی چیز ہو۔ کیا کوئی ایسا مکان بھی ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات اگرچہ جسم ہے مگر وہ بہت ہی بڑا جسم ہے۔ لہٰذا اس کا احاطہ ادراک اور نظر سے ممکن نہیں ہے؟ ہم جواب میں کہتے ہیں اگر معاملہ ایسا ہی ہوتا تو پھر یہ کہنا بھی صحیح ہوتا کہ مخلوق کا علم ان کی آنکھیں آسمانوں، پہاڑوں، سمندروں اور وسیع و عریض میدانوں کا احاطہ نہیں کر سکتیں۔ لہٰذا یہ اشیاء اگرچہ بہت بڑے اجسام ہیں کیا آنکھیں ان کا طرف سے احاطہ نہیں کر سکتیں، اور علوم ان کے تمام اجزاء تک نہیں پہنچ سکتے۔ اگر معاملہ ایسا ہی ہے تو پھر اس وصف میں اللہ تعالیٰ کی ذات کی تخصیص کا کیا فائدہ ہے؟

آیت 9 فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا۔ (بقرہ ۲۲)

ترجمہ پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ۔

استدلال حضرت ابن منظور افریقی فرماتے ہیں

"النِّدُّ بالکسر المثل و الضد و الجمع اندادٌ"۔

(لسان العرب ج ۳ ص ۴۲۰)

ترجمہ ند کے ساتھ ہے کہ اس کا معنی ہے مثل اور نظیر اس کی جمع ہے

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو منع فرمایا ہے کہ وہ اس کے شریک بنائیں بالخصوص اس حالت میں کہ اس کی صفات میں شریک بنانا یہ وہ صفات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو شریک نہیں بنایا اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی کی عبادت کی اس نے اللہ تعالیٰ کا "ند" (شریک) بنایا اور جس نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی کی صفات کے ساتھ مشابہت پیدا کی اس نے بھی اللہ تعالیٰ کے شریک بنایا۔

حضرت امام ابن جریر طبری فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے "اندادا" کا معنی اشباھا ہے یعنی مشابہت رکھنے والے۔ یہی بات مفسرین میں سے جن دیگر نے سلف سے نقل کی ہے۔ امام ابن جریر فرماتے ہیں: "الاندادا" جمع ہے "ند" کی۔ اس کا معنی برابری اور مثل ہے۔ ہر وہ چیز کہ اس کی دوسری کوئی شی نظیر ہو اور وہ اس سے مشابہ ہو تو وہ اس کی "ند" ہو گی۔

(التفسیر الطبری = جامع البیان عن تاویل آی القرآن، ج ۱ ص ۳۹۲ المؤلف: محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الآملی، ابو جعفر الطبری (المتوفی ۳۱۰ھ) تحقیق: الدکتور عبد اللہ بن عبد المحسن التركي، بالتعاون مع مركز البحوث والدراسات الإسلامية بدار هجر الدكتور عبد السند حسن يمامة الناشر: دار هجر للطباعة والنشر والتوزيع والإعلان، الطبعة: الأولى (۱۴۲۲ھ)

10 وانه يسمى الأعمى وهو يعرف الحكيم (النحل ۱۶۰

اور اللہ تعالیٰ کی صفات صرف اللہ تعالیٰ کی ہیں۔ اور وہ قدرت کاملہ، علم کامل، سمع کامل۔

استدلال اس آیت کی تفسیر میں حضرت جواہیاں اندی فرماتے ہیں

"ولله المثل الأعلى"، وهو وصف الله عز وجل بالعلم المحدث والسمع، وهو الوصف الأعلى الذي ليس بشركه فيه غيره، وبالحلم والتعزير وهو الذي لا يرحله نظيره، الحكيم الذي يضع الأشياء مواضعها

(البحر المحيط في التفسير ج ۶ ص ۵۵۸ المؤلف: أبو حيان محمد بن يوسف بن علي بن يوسف بن حيان أثير الدين الأندلسي (المتوفى ۷۴۵ھ) المحقق: صدقي محمد جميل الناشر: دار الفكر - بيروت الطبعة: ۱۴۲۰ھ)

اور اللہ تعالیٰ کے لئے صفت اعلیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہی صفات ہیں جو حادث نہ ہوں اور قدیم (ہمیشہ کے لئے) ہے پاک ہیں یہ صفات کہ ایسی صفت ہے جس میں کوئی اور شریک نہیں ہے اور یہ صفت علم کامل، سمع کامل ہے اور صفت حلیم کہ اس کی نظیر بالکل نہیں پائی جاتی ہے۔ اور صفت حکیم کہ یہ ہر وہ شے کو اس کے مناسب جگہوں پر رکھتا ہے۔

11 وَاللّٰهُ يَضْرِبُ الْاَمْثَالَ (النحل ۷۴)

اللہ تعالیٰ مثالیں بیان کرتا ہے۔

استدلال العدوی کے لیے شبہ اور مثل ہونا ضروری ہے کیونکہ العدوی کے لیے کوئی شبیہ اور مثل نہیں ہے العدوی میں وجود سے کوئی شے مشابہ نہیں ہے اس کی مشابہت کسی سے نہیں ہے

علامہ قرطبی فرماتے ہیں

فلا تضربوا لله الأمثال أي لا تجعلوا له أندادا يشبهها ولا مثلا لا شبيه له ولا يشبهه شيء فالمعنى لا تجعلوا له شريكا

(زاد المسير في علم التفسير، ج ۴ ص ۵۲ المؤلف جمال الدين أبو الفرج عبد الرحمن بن علي بن محمد الجوزي (المتوفى ۵۹۷ھ) المحقق عبد الرزاق المهدي الناشر دار الكتاب العربي بيروت الطبعة الأولى ۱۴۲۲ھ)

ترجمہ: پس اللہ تعالیٰ کے لیے شریک نہ بناؤ یعنی العدوی کو مخلوق کے ساتھ شبیہ بیان نہ کرو کیونکہ وہ کسی کی شے سے مشابہ نہیں ہے اور نہ ہی کوئی شے اس کے مشابہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا شریک نہ بناؤ۔

۲ علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں

فلا تضربوا لله الأمثال أي لا تجعلوا له أندادا يشبهها ولا مثلا

(تفسیر القرآن العظیم، ج ۳ ص ۵۸۸ المؤلف: ابو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي البصري ثم الدمشقي (المتوفى ۷۷۴ھ) المحقق سامي بن محمد سلامة الناشر دار طيبة للنشر والتوزيع الطبعة الثانية ۱۴۲۰ھ)

ترجمہ: یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے مدمقابل شبیہ اور مثیل نہ بناؤ۔

۳ علامہ بغوی فرماتے ہیں

فلا تضربوا لله الأمثال أي الأشباه التي توجب الأشباه والمماثلة أي لا تضربوا لله مثلا يقتضي نقصا وشبها بالخلق والمثل الذي وصفه بما لا شبيه له ولا نظير حق وهو أي غير بقوله تعالى

والجاحدون غير كفر

(الجامع لاحكام القرآن = تفسير القرطبي، ج ۱۰ ص ۱۱۲ المؤلف أبو عبد الله محمد بن أحمد بن أبي بكر بن فرح الأنصاري الخزرجي شمس الدين القرطبي (المتوفى ۶۷۱ھ) تحقيق: احمد البردوني وابراهيم اطفيش الناشر دار الكتب المصرية، القاهرة الطبعة الثانية ۱۳۸۴ھ)

یعنی یہ مثالیں جو تشبیہ اور مماثلت والی ہوں ان کو اللہ تعالیٰ کے لیے بیان نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مثال کسی مخلوق کی مثال کے مشابہ نہیں ہے اور نہ ہی کوئی مخلوق اللہ تعالیٰ کے مشابہ ہے اس کی مثال کسی مخلوق کی مثال کے مشابہ نہیں ہے اس کی تشبیہ کسی مخلوق کے ساتھ نہیں ہے یہ تمام علماء اور مفسرین کے بیان کردہ معانی سے بہت بعید ہے۔

آیت 12 وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوسَىٰ مِن بَعْدِهِ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهُ خُوَارٌ أَلَمْ يَرَوْا أَنَّهُ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيهِمْ سَبِيلًا اتَّخَذُوهُ وَكَانُوا ظَالِمِينَ

(الاعراف ۱۴۸)

ترجمہ: اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان کے جانے کے بعد اپنے زیوروں سے ایک بچھڑا بنا لیا جو ایک جسم تھا جس سے بیل کی سی آواز نکلتی تھی کیا انھوں نے اتنا بھی نہیں دیکھا کہ وہ نہ تو ان سے بات کرتا ہے اور نہ ان کو کوئی راہ بتاتا ہے انھوں نے اسے (اپنا معبود بنا لیا اور خود اپنی جانوں کے لیے ظالم بنے۔

آیت 13 فَأَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهُ خُوَارٌ فَقَالُوا هَٰذَا إِلَٰهُكُمْ وَإِلَٰهُ مُوسَىٰ فَنَسِيَ (طٰہٰ ۸۸)

ترجمہ: اور لوگوں کے سامنے ایک بچھڑا بنا کر نکال لیا ایک جسم تھا جس میں سے آواز نکلتی تھی۔ لوگ کہنے لگے "یہ تمہارا معبود ہے، اور موسیٰ علیہ السلام کا بھی معبود ہے، مگر موسیٰ علیہ السلام بھول گئے ہیں۔

استدلال

۱ اس آیت کی تفسیر میں امام ابن جریر طبری فرماتے ہیں

بخصر حيل ذكرهم عليهم السلام وما لا يجوز عليه من الفعل
وذلك أن سرب حي حلال الذي له ملك السموات والأرض
ومدبر ذلك لا يجوز أن يكون جسداً له خوار

(تفسير الطبري = جامع البيان عن تأويل آي القرآن، ص ٣٣٠ ج ١٥
المؤلف: محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب الآملي، أبو جعفر
الطبري (المتوفى ٣١٠هـ) تحقيق الدكتور عبد الله بن عبد المحسن
التركي بالتعاون مع مركز البحوث والدراسات الإسلامية بدار هجر
الدكتور عبد السند حسن يمامة الناشر: دار هجر للطباعة والنشر
والتوزيع والإعلان، الطبعة: الأولى ١٤٢٢هـ)

الله تعالى ان قوم بني اسرائيل كے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ گمراہ ہو گئے اس چیز
سے کہ نہ کسی چیز ان سے اہل عقل ہرگز گمراہ نہیں ہو سکتے وہ اس لیے کہ عزت
العزت کہ اس کا ملک تمام آسمان اور زمین ہیں اور وہ ان سب کی تدبیر کرنے والا
ہے اس کے دائیں ہرگز نہیں ہے کہ وہ ایک جسم ہو جو صرف بیل کی آواز نکالتا ہو
2 جسد اور جسم دونوں کا معنی متقارب ہے، جیسا کہ لغت کی کتابوں میں اس کی تصریح
ہے وہ حوالے یہاں پیش کیے جاتے ہیں

1 الجَسَدُ: محركةً: جِسْمُ الإنْسانِ والجِنِّ والملائكة، والرُّقْرُقانُ
كالجَسَّاد، ككتاب، وبَحْرُ بني إسرائيل، والدَّمُ اليابِسُ، كالجُسْبِد
والجَسَد والجُسْبِد

(القاموس المحيط، ص ٣٤٢ المؤلف: مجد الدين أبو طاهر محمد بن
يعقوب الفيروزآبادي (المتوفى ٨١٧هـ) تحقيق: مكتب تحقيق التراث في
مؤسسة الرسالة بإشراف: محمد نعيم العرقسوسي الناشر: مؤسسة
الرسالة للطباعة والنشر والتوزيع، بيروت، لبنان الطبعة: الثامنة، ١٤٢٦)

2 جسم أبو زيد (الجسم) الجسد وكذا (الجسمان) و (الجثمان).
وقال الأصمعي: الجسم والجثمان الجسد والجثمان الشخص

مختار الصحاح، ص ٥٩ المؤلف: زين الدين أبو عبد الله محمد بن أبي
بكر بن عبد القادر الحنفي الرازي (المتوفى ٦٦٦هـ) المحقق: يوسف
الشيخ محمد الناشر: المكتبة العصرية - الدار النموذجية، بيروت - صيدا

14 [illegible]

آیت 15 وَلِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ
(البقرہ ۱۱۵)

اور مشرق اور مغرب سب اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں پھر جس طرف بھی رخ کرو کے
ہیں اللہ تعالیٰ کا چہرہ ہے بیشک اللہ تعالیٰ بہت وسعت والا علم رکھنے والا ہے۔

مفسر شہیر علامہ ابو حیان محمد بن یوسف بن علی بن یوسف بن
حیان اثیر الدین الاندلسی (متوفی ۷۴۵ھ) فرماتے ہیں

وفی قوله فاینما تولوا فثم وجه الله رد علی من یقول انه فی حیز
وجهه لانه لو کان فی حیز لکان مستقبلا جمیع الجهات دون بعض فلا
جهة الا حیزه ولکونه فی حیز لکان مستقبله وجه واحد من
جمیع الاقطار فکیف یخص بالذکر مکان دون مکان فثم لا فی جهة ولا
حیز بل جمیع الجهات فی حقه وبکل مکان فاین جهة وجه الله
فیه علی وجه التخصیص به یستحیل لاجره

البحر المحیط فی تفسیر سورۃ البقرۃ ابو حیان محمد بن
یوسف بن علی بن یوسف بن حیان اثیر الدین الاندلسی (متوفی ۷۴۵ھ)
المحقق صدقی محمد جمیل الناشر دار الفکر بیروت ۱۴۲۰ھ

ترجمہ اور جو یہ فرمایا سو تم جس طرف بھی رخ کرو سو وہ اللہ تعالیٰ کا چہرہ
ہے اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات
کی جہات اور حیزیں ہیں اس لیے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی
جہت اور حیز میں ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی ذات تمام جہات اور حیزوں سے
ان کی طرف متوجہ ہوتی اور ہر جہت والا ہر جہت والوں سے
اللہ تعالیٰ کے کسی خاص مکان کا ذکر مخصص نہیں ہوتا معلوم ہوا کہ اللہ
تعالیٰ کی جہت اور حیز نہیں ہیں بلکہ تمام جہات اس کی ملکیت اور اسی کی سلطنت
میں ہیں پس جس کسی جہت میں بھی خشوع اور خضوع سے متوجہ کریں گے تو اس
کی تعظیم کرنے والے کے لئے وہ جہت سے ہوں گے۔

آیت 15 قل لمن ما فی السموٰت والارض قل للہ (الانعام ۱۲)

ترجمہ (ان سے) پوچھو کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ کس کی ملکیت ہے؟" ۔

(پھر آپ خود ہی جواب دیں تو خود ہی فرمایا کہ) "اللہ ہی کی ملکیت ہے"۔

اس آیت سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کی
ملکیت ہے مال باری تعالیٰ ہے

ان کل من فی السموٰت والارض الا اتی الرحمٰن عبدا (مریم ۹۳)

آسمانوں اور زمین میں جتنے لوگ ہیں ان میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ
کے حضور بندہ بن کر نہ آئے

یہ آیت اس بارے میں نص ہے کہ آسمان و زمین میں جتنی بھی مخلوق ہے سب کی سب
اللہ تعالیٰ کے غلام اور بندے ہیں (مال باری تعالیٰ ہے)

وله ما سکن فی اللیل والنهار وهو السمیع العلیم (الانعام ۱۳)

رات اور دن میں جتنی مخلوقات بستی ہیں سب اسی کے قبضہ میں ہیں اور وہ
سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ رات اور دن میں جو کچھ اس میں ہے وہ سب اللہ
تعالیٰ کی ملکیت ہے۔

اس سے یہ بات [illegible] کہ مکان اور زمان اور آیات سب کی سب
اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے۔ یہ آیات اللہ تعالیٰ کی مکان اور زمان سے تنزیہ کو بیان کر رہی
ہیں جیسا کہ امام ابو مسلم اصفہانی، امام فخر الدین رازی وغیرہ نے اس کی توضیح کی
ہے [illegible] مالک بھی ہو مملوک بھی ہو، غلام بھی ہو اور معبود
بھی ہو اللہ تعالیٰ تو اس بات سے برتر اور بلند و بالا تر ہے۔

17 هو الذی خلق السموٰت والارض فی ستة ایام ثم استوی علی
العرش یعلم ما یلج فی الارض وما یخرج منها وما ینزل من السماء
وما یعرج فیها وهو معکم این ما کنتم واللہ بما تعملون بصیر
(الحدید ۴)

وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر مستوی
ہوا جانتا ہے جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو اس سے نکلتا ہے۔

اور ساتویں [illegible] کی وجہ سے [illegible] میں پڑ سکتی ہے۔ وہ قرآن کریم
[illegible] ہاتھ [illegible] جو [illegible] تم [illegible] اللہ اس کو دیکھتا ہے

متدلال اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں [illegible] اور [illegible] معیت [illegible] اس آیت میں [illegible]
[illegible] جو [illegible] اس [illegible] نے اس بات کو بیان کر دیا ہے کہ آیت میں [illegible]
[illegible] عرفاً کیا ہے [illegible] معیت کی [illegible] کرنے والا [illegible] یہ بات بھی [illegible]
خاطر رہنی چاہیے کہ معیت میں تاویل کرنا اور استواء کی نہ کرنا کوئی مناسب اور [illegible]
[illegible] نہیں ہے۔ اس سے حق واضح ہو گیا اور باطل ذلیل و خوار ہو گیا۔

12: احادیث مبارکہ سے دلائل

حدیث 1 حدثت عمر بن حفص بن غياث حدثنا أبي حدثنا الأعمش حدثنا
جامع بن شداد عن صفوان بن محرز المازني قال بينما أنا آخذ بيد ابن عباس
رضي الله عنهما إذ عرض رجل فقال كيف سمعت النبي صلى الله عليه
وسلم يقول في النجوى فقال سمعته يقول يدنى المؤمن يوم القيامة من ربه
عز وجل حتى يضع عليه كنفه فيستره من الناس فيقول أتعرف ذنب كذا
أتعرف ذنب كذا فيقول نعم أي رب حتى إذا قرره بذنوبه ورأى في نفسه أنه
هلك قال سترتها عليك في الدنيا وأنا أغفرها لك اليوم فيعطى كتاب
حسناته وأما الكافر والمنافقون فينادى على رؤوس الخلائق هؤلاء الذين
كذبوا على الله ألا لعنة الله على الظالمين

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۵۳، بخاری کتاب المظالم، رقم ۲۴۴۱)

صحیح بخاری کی یہ [illegible] حدیث میں ہے

قال كان الله ولم يكن شيء قبله وكان عرشه على الماء ثم خلق
السموات والأرض [illegible] (بخاری، کتاب [illegible] رقم ۳۱۹۱)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور کریم ﷺ کے پاس آیا۔ میں نے دروازے کے پاس اپنی اونٹنی کو باندھ دیا۔ تو اس وقت آپ ﷺ کے پاس بنو تمیم کے کچھ لوگ آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "اے بنو تمیم! خوش خبری قبول کر لو"۔ انھوں نے کہا، خوش خبری تو آپ ﷺ نے دے دی ہے، ہمیں کچھ مال بھی عطا [illegible] دو۔ انھوں نے یہی کہا۔ پھر آپ ﷺ کے پاس یمن کے کچھ لوگ آئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا "اے اہل یمن! خوش خبری قبول کرو کیونکہ بنو تمیم نے ان کو قبول نہیں کیا"۔ انھوں نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول! ہم قبول کرتے ہیں۔ پھر انھوں نے عرض کیا: ہم آپ ﷺ کی خدمت میں اس امر کے بارے میں کچھ دریافت کرنے کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ابتداء میں اللہ کا وجود تھا اور کوئی چیز موجود نہ تھی۔ اور اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں ہر چیز کو لکھ دیا ہے اور آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ [illegible] پکارنے والے نے پکارا: "اے ابن حصین! تیری اونٹنی چلی گئی ہے"۔ تو میں اونٹنی کو [illegible] کے لیے چلا، تو وہ اچانک دور سراب میں گم ہو گئی۔ خدا کی قسم! میری تو یہی خواہش تھی کاش میں نے اونٹنی کو چھوڑ دیا ہوتا

[illegible] یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ازل میں کوئی مکان نہیں تھا۔ پس اللہ تعالیٰ مکان کے پیدا کرنے سے پہلے بھی موجود تھا اور مکان کے پیدا کرنے کے بعد بھی کسی مکان [illegible] سے بھی [illegible]

[illegible] حدیث [illegible] کہ اللہ تعالیٰ [illegible] سے موجود ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی چیز [illegible] پانی [illegible] آسمان [illegible] عرش [illegible] سے [illegible] پیدا [illegible] ہوئی تھی۔ پس اللہ تعالیٰ مکان سے پہلے بھی موجود تھا۔ مکان سے پہلے مکان کے بنے ہی تھے اور اللہ تعالیٰ نے ہی مکان کو پیدا کیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کو اس کی حاجت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف تغیر و تبدل سے موصوف نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے کہ تغیر تو مخلوق کی صفت ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسا نہیں

کہا جاتا ہے کہ مشہور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے ہے جو ہیں جب کہ کوئی مکان
بھی نہیں تھا پھر ان کے بعد انہوں نے مکان کو پیدا کیا تو اللہ تعالیٰ مکان کی وجہ
سے موصوف ہو گیا۔ الحاصل اللہ اعلم یہ کہ اللہ تعالیٰ تو جہات میں تھا جس پیدا
کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی ان چیزوں کے غیر سے محتاج نہیں ہے۔

حدیث 2 صحیح مسلم وغیرہ میں یہ حدیث ہے

اللھم انت الاول فلیس قبلک شیء وانت الآخر فلیس بعدک شیء وانت الظاھر فلیس فوقک شیء وانت الباطن فلیس دونک شیء (مسلم، ترمذی، ابوداؤد)

ترجمہ: اے اللہ تو ہی سب سے پہلے ہے تجھ سے پہلے کوئی چیز نہیں ہے اور
تو ہی سب سے آخر ہے تیرے بعد کوئی چیز نہیں ہے اور تو ہی ظاہر ہے تیرے اوپر کوئی
چیز نہیں ہے اور تو ہی باطن ہے تجھ سے پیچھے کوئی چیز نہیں ہے

اشکال: حضرت ماصابی فرماتے ہیں

1 وقد ذھب بعض اصحابنا فی نفی المکان عنہ بقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم انت الظاھر فلیس فوقک شیء وانت الباطن فلیس دونک شیء وانہ لم یکن قبلہ شیء ولا دونہ شیء لم یکن فی مکان

(الأسماء والصفات للبیہقی، ج۲ ص۲۸۹ المؤلف: أحمد بن الحسین بن علی بن موسی الخسروجردی الخراسانی، أبو بکر البیہقی (المتوفی ۴۵۸ھ) حققہ وخرج أحادیثہ وعلق علیہ عبد اللہ بن محمد الحاشدی۔ قدم لہ فضیلۃ الشیخ مقبل بن ھادی الوادعی۔ الناشر مکتبۃ السوادی، جدۃ، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۱۳ھ)

ترجمہ: بعض اصحاب نے اس حدیث سے اللہ تعالیٰ کے لیے مکان کی نفی پر استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انت الظاھر فلیس

فوقک شیء وانت الباطن فلیس دونک شیء جب اللہ تعالیٰ
دونوں چیزوں سے اوپر اور نیچے کی ہر چیز سے پہلے ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اللہ
تعالیٰ مکان میں نہیں ہے۔

حدیث: انہ لیغان علی قلبی وانی لاستغفر اللہ فی الیوم سبعین مرۃ۔ رواہ مسلم
الزمدی فی تفسیر سورۃ الحدید من جامعہ عن حدیث الحسن عن
ابی ہریرۃ مرفوعا وقال: انہ غریب، قال ولم یسمع الحسن من
ابی ہریرۃ

ترجمہ: حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے دل پر غین آتا ہے اور
میں اللہ تعالیٰ سے دن میں ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر ۶۸۵۹)

جواب: یہ حدیث صحیح ہے اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے اور
امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے

ہاں یہ بات ضرور ہے کہ امام ترمذی نے اس حدیث کو اپنی جامع میں نقل کرنے
کے بعد یہ فرمایا ہے کہ

قال والمفسر بعض اھل العلم ھذا الحدیث فقالوا انہ ھبط علی علم
اللہ وقدرتہ وسلطانہ وعلم اللہ وقدرتہ وسلطانہ فی کل مکان، وھو
علی العرش کما وصف فی کتابہ علی ما یحب ویرید، وکذا قال شیخنا
معناہ ان علم اللہ یشمل جمیع الأقطار، والتقدیر لہبط علی علم
اللہ، واللہ سبحانہ وتعالیٰ منزہ عن الحلول فی الأماکن فإنہ سبحانہ
وتعالیٰ کان قبل أن یحدث الأماکن

(المقاصد الحسنۃ فی بیان کثیر من الأحادیث المشتہرۃ علی الألسنۃ رقم
۸۹۶ ص۵۳۴،۵۳۳ المؤلف: شمس الدین أبو الخیر محمد بن عبد
الرحمن بن محمد السخاوی (المتوفی ۹۰۲ھ) المحقق: محمد عثمان
الخشت الناشر: دار الکتاب العربی، بیروت الطبعۃ: الأولی ۱۴۰۵ھ)

ترجمہ: علماء کرام نے اس حدیث کی تاویل کی ہے اللہ تعالیٰ کا علم تمام اطراف و جہات

شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ مکان سے منزہ اور مبرا ہے۔ جب یہ حدیث بھی اللہ تعالیٰ کے مکان کی نفی پر استدلال کرتی ہے

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں: "اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم تمام اطراف و جہات کو شامل ہے۔ لہٰذا اس حدیث کا معنی ہوگا کہ وہ ہر کی اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق ہی گزرے گی۔ اللہ تعالیٰ کسی بھی مکان میں گھرنے سے منزہ اور مبرا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو مکان و زمان کے پیدا کرنے سے پہلے بھی موجود تھا"۔

4 اس کا دوسرا محدث [illegible] نے کتاب "المنتقی شرح الموطأ" [illegible] کتاب [illegible] ہے اور اس کی تصویب بھی کی ہے۔

5 حضرت امام بیہقیؒ فرماتے ہیں:

[illegible]

ترجمہ [illegible]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ ﷺ کا فرمان بیان فرماتے ہیں

[illegible]

حدثنا حفص بن عمر حدثنا شعبة عن قتادة عن أبي العالية عن ابن عباس رضي الله عنهما، عن النبي صلى الله عليه وسلم، فيما يروي عن ربه قال: "لا ينبغي لعبد أن يقول إني خير من يونس بن متى" وسبة إلى أبيه

(بخاری رقم ۳۴۱۶)

حدثنا أبو الوليد حدثنا شعبة عن سعد بن إبراهيم، سمع حميدًا عن عبد الرحمن عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: "لا ينبغي لعبد أن يقول أنا خير من يونس بن متى" (بخاری رقم ۳۴۱۶)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ دونوں جناب رسول اللہ ﷺ کا فرمان بیان فرماتے ہیں: "کسی بندے کے لائق نہیں ہے کہ وہ یوں کہے کہ میں حضرت یونس علیہ السلام سے افضل ہوں"

1.2.1 امام قاضی القضاۃ ناصر الدین بن المنیرؒ اسکندریؒ (المتوفی ۶۸۳ھ) کی تحقیق

[illegible]

امام قاضی القضاۃ ناصر الدین بن المنیر اسکندریؒ (احمد بن محمد بن منصور بن القاسم بن مختار القاضي، أبو العباس ناصر الدين ابن المنير الجذامي الجروي الإسكندراني، المتوفى ۶۸۳ھ) نے اپنی کتاب "المنتقى في شرح الموطأ" میں جہت باری تعالیٰ کی بحث کی ہے۔ وہاں کی نفی میں تفصیلاً بحث کرتے ہوئے فرمایا: "اسی لیے حضرت امام مالکؒ نے آپ ﷺ کے [illegible] حضرت امام مالکؒ نے یہاں حضرت یونس علیہ السلام کی تنزیہ پر تنبیہ بیان کرنے کے لیے کی گئی ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ جناب رسول اللہ

1.2.2:۔امام الحرمین، ابوالمعالی عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف الجوینی (المتوفی ۴۷۸ھ) کی تحقیق

احمد البردوني وابراهيم أطفيش. ناشر دار الكتب المصرية، القاهرة

طبعة ثانية ١٣٨٤ھ

1.2.3۔ حضرت امام تقی الدین علی بن عبد الکافی سبکیؒ (المتوفی ۷۵۶ھ) کی تحقیق

حضرت امام مالکؒ کا قائلین جہت پر رد "اصح واصح عن القوم" لابن العربی و"سیف العقیل" للسبکی میں مذکور ہے۔ علامہ قرطبیؒ نے التذکار (ص ۲۰۸) میں جہت سے متعلق جو کچھ فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ [illegible] (جہت و تحیز کی بحث سے [illegible]) میں کوئی فرق نہیں ہے [illegible] قسم سے [illegible] میں [illegible] کا عقیدہ ہے [illegible] میں [illegible] کی [illegible] جہت کا [illegible] تقریر سے [illegible] کا رد کیا ہے۔ ملاحظہ ہو ان کے اشعار "السیف الصقیل" میں۔ نیز علامہ سبکی نے یہ بھی ثابت کیا کہ حسن بن امام [illegible] کی جہت کی [illegible] سے [illegible] سے بھی منقول ہے [illegible] نے فرمایا حدیث "انصفه" میں معنی "میں" ثابت ہوں علیہ السلام کا کرسی پر خاص طور پر کیا گیا ہے کہ اس سے تحیز کا ثبوت ہوتا ہے کیونکہ رسول اکرم ﷺ معراج میں عرش تک بلندی پر لے جائے گئے اور حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں تاریکیوں میں اتارے گئے (مچھلی کے پیٹ میں) جبکہ دونوں کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف جہت کے لحاظ سے برابر ہے۔ لہٰذا اگر تحیز کا [illegible] ﷺ اللہ تعالیٰ سے زیادہ قریب اور مکانا افضل ہوتے اور جب اس تفصیل سے [illegible] یہ ثابت ہوا تو معلوم ہوا کہ مکان و جہت کی وجہ سے فضیلت کا دعویٰ [illegible] ہے۔ السیف الصقیل العقیدۃ والکلام ص ۱۳۱ تا ۱۳۳ طبع [illegible] بمصر سعید سرحدی)

حدیث 4 وحدثنا هارون بن معروف وعمرو بن سواد قالا حدثنا عبد الله بن

وهب عن عمرو بن الحارث عن عمارة بن غزية عن سعيد المقبري عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال "أقرب ما يكون العبد من ربه وهو ساجد فأكثروا الدعاء" (مسلم رقم ۴۸۲ [illegible] نسائی رقم ۳۷)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "بندہ اپنے پروردگار سے قریب اس وقت سب سے زیادہ ہوتا ہے جب وہ سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے۔ لہٰذا تم اس وقت دعا مانگنے کی کثرت کیا کرو"۔

استدلال حضرت امام سیوطیؒ فرماتے ہیں

أقرب ما يكون العبد من ربه وهو ساجد قال القرطبي هذا أقرب [illegible] بالرتبة [illegible] لأنه [illegible] عن المكان والمسافة ونحو ذلك وقال البدر بن الصاحب في تذكرته في الحديث إشارة إلى [illegible] إلى الجهة على سبيل التعالي وأن العبد في [illegible] عبادة الأشخاص يكون أقرب ما يكون إلى الله تعالى

(حاشية السيوطي على سنن النسائي (مطبوع السنن) ج ۲ ص ۲۲۶ المؤلف: عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى ۹۱۱) الناشر: مكتب المطبوعات الإسلامية، حلب الطبعة: الثانية (۱۴۰۶ھ)

حضرت امام قرطبیؒ فرماتے ہیں، سجدہ میں انسان اپنے رب کے ہاں مرتبہ اور عزت و شرف کے لحاظ سے قریب ہوتا ہے نہ کہ مسافت کے لحاظ سے، کیونکہ اللہ تعالیٰ مکان، مسافت اور فاصلہ وغیرہ سے منزہ و بیرا ہے۔

حضرت بدر بن الصاحبؒ اپنے "تذکرہ" میں فرماتے ہیں، اس حدیث میں اللہ تعالیٰ سے کسی جہت کا اشارہ موجود ہے۔ سجدہ میں انسان اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی و انکساری کی آخری حد کو پہنچ جاتا ہے، تو اس وقت اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت ہی زیادہ قریب ہو جاتا ہے۔

حدیث 5 حدیثِ معراج سے دلیل

علامہ محدث فقیہ عبداللہ الہرری المعروف بالحبشی فرماتے ہیں:

"اہل السنت والجماعت نے واقعہ معراج سے استدلال کیا ہے کہ معراج کی رات جب نبی اکرم ﷺ عروج کرتے ہوئے اس مقام "مستوی" پر پہنچے جہاں آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا کلام براہِ راست سنا اور اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے۔ تو یہ کسی خاص جہت پر استدلال نہیں کرتا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کسی خاص جہت میں موجود نہیں ہیں۔ اس لیے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا کلام اس حال میں نہیں سنا تھا جب وہ آسمانوں میں اس مقام پر پہنچے ہوئے تھے اور جہاں حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ نے پہنچ کر سنا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا کلام تو جبلی طور پر سنا تھا اور جبلی طور پر اسی میں واقع ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ بلا مکان ہیں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا کلام سننا کسی مکان کے ساتھ مشروط نہیں ہے اور اس کی صفات بھی کسی مکان کے ساتھ مختص نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کو اپنا کلام ازلی و ابدی اس وقت سنایا جب حضور اکرم ﷺ مقام "مستوی" میں سات آسمانوں کے اوپر اس مقام پر تھے جس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جبلی طور پر اپنا کلام سنایا۔ ہمارے نبی اکرم ﷺ کو اس آیت میں مذکور تمام اقسام کے کلام الٰہی سے مشرف فرمایا۔ اور یہ شرف آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور نبی علیہ السلام کو نصیب نہیں ہوا ہے"۔

(اظہار العقیدۃ السنیۃ بشرح العقیدۃ الطحاویۃ ص ۱۰۸، ط: الشارع للطباعۃ والنشر التوزیع، بیروت)

حدیث 6 حدثنا عبد بن حميد، حدثنا يحيى بن غيلان، حدثنا معاذ بن مسلمة، عن ثابت، عن أنس بن مالك، أن النبي صلى الله عليه وسلم استسقى فأشار بظهر كفيه إلى السماء (مسلم رقم ۸۹۵، ر ۲۰)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور اکرم ﷺ نے بارش کے لیے جب

ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔ تو اپنی ہتھیلیوں کی پشت کو آسمان کی طرف کر دیا۔

استدلال: تنزیہ باری تعالیٰ کی طرف اس حدیث میں اشارہ موجود ہے جو صحیح مسلم میں مذکور ہے، نبی اکرم ﷺ نے ہتھیلیوں کی اندرونی جانب کو زمین کی طرف کیا اور ہتھیلیوں کی بیرونی جانب کو آسمان کی طرف کر دیا۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جہت علو میں بھی موجود نہیں ہے، جیسا کہ وہ جہت اسفل میں بھی نہیں ہے۔

1.3۔ فرمانِ حضرت علی رضی اللہ عنہ

1 وقد قال أمير المؤمنين علي رضي الله عنه: إن الله تعالى خلق العرش إظهارا لقدرته لا مكانا لذاته

وقد كان ولا مكان وهو الآن على ما عليه كان

والخلق عن الخلق بائن وكل ما توهمتموه في معانيه غير الله فهو خلافه

بن محمد بن عبد الله البغدادي التميمي الأصفهاني، أبو نعيم (المتوفى ۴۳۰ھ)، الناشر: دار الآفاق الجديدة، بيروت، الطبعة الثانية، ۱۹۷۸ء)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت و عظمت کے اظہار کے لیے عرش کو پیدا کیا اور اس کو اپنی ذات کے لیے مکان نہیں بنایا" اور یہ بھی فرمایا: "اللہ تعالیٰ پیدا کی ذات ہی تھی اور کوئی مکان نہیں تھا اور وہ آج بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ پہلے تھا یعنی اللہ تعالیٰ بلا مکان کے ہمیشہ سے موجود ہے۔

حضرت امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حدثنا أبو بكر بن حمد بن محمد بن الحارث، ثنا الفضل بن الحباب الجمحي، ثنا مسدد، ثنا عبد الوارث بن سعيد، عن محمد بن إسحاق، عن نعمان بن سعد، قال: كتب بالكوفة في دار الإمارة إلى عمر بن أبي طالب، إذ دخل عليها يوقنا بن عبد الله فقال: يا أمير المؤمنين، إن أناسا من يهود يقولون: إن الله عز وجل إذا كان يوم القيامة قعد النبي على كرسيه، ثم أجلسك معه، فقال عمر: فما أنكر ذلك الذي

الشيء كيف هو وكيف كان؟ ومتى كان؟ وعلى أي شيء هو؟
٣ لا يسوى عليه حد ولا يعتريه [illegible] ولا يجري
لأحد غير الذي لا يجري عليه الذي هو لا يزول ولا يتغير ولا
يتبدل ولا يحس ولا يمس ولا يشبه بالمخلوق ولا يحول
ولا يزول ولا كان بعد أن لم يكن فيكون حادث
٤ لم يزل بلا كيف ولا كان كيف كان بل هو كيف ولا يقال له
حد ولا يدرك بالحواس ولا يشبه الناس خالق ما يشاء لا
بمثل شيء مخلوق ولا يشبه به شيء ولا يكون إلا ما شاء
ويعلم ما يكون قبل أن يكون ولا يحتاج إلى أن يعلم متى
يكون وأين يكون وكيف يكون بالأين تقدم على كل أين
وكان قبل أن يكون أين وبعد أين فتناهى كان عن أن يكون
٥ هو الذي حد لكل شيء فبعد من كل شيء لا يخفى
عليه من عباده لحظة ولا كرة عينه ولا ارتداد طرفة
ولا انبساط خطوة في غسق ليل داج ولا ادلاج لا يغشى عليه
ضوء النهار ولا انبساط الشمس في شعاع نورها في الكور
ولا ظل ليل مقبل ولا عين نهار مدبر هو محيط بما يريد من
تكوينه قبل تكوينه فلم يكن مكان ولا كان حين ولا كان بعده ولا
ولا مد في الحين مصاحب ولا تحفى به غيبة منتظر
٦ لم يخلق الأشياء من أصول أولية ولا من هيولى قد كانت قبله بل
خلق ما شاء حين شاء وصور ما صور فحسن صوره لا توحد في
غيره فليس شيء منه مباينا ولا هو في شيء من خلقه ممتزج
خلقه كله عن سرية ولا ملائكته في السماوات ولا الذين يلونه من
علمه بالأمور التي علمها لملائكة المقربين وعلمه بما في
السماوات العلى كعلمه بما في الأرض السفلى وعلمه بكل شيء لا
يحيره الأصوات ولا يصمه اللغات وسمعه لا صوت لمصعقة ولا
حوارج له مؤتلفة مختلفة بصير عالم بالأمور حي قيوم سبحانه

كلم موسى بكلامه لا جوارح ولا أدوات ولا شفة ولا لهوات،
سبحانه وتعالى عن تكيف الصفات من زعم أنه محدود، فقد
جهل الخالق المعبود

ولن تراه العيون بمشاهدة العيان ولن تحيط به القلوب والأذهان
ولا يعرف بالقياس ولا يدرك بالناس ولا يشبه الصور ولا تحويه
الأماكن لا تحيط به الجهات الست كما في سائر المبتدعات
ولا يحل في شيء ولا يخرج منه ولا يحتاج إلى شيء من خلقه
ولا يوصف بالتغير ولا بالتبدل ولا بالزوال ولا بالأفول ولا تحله
الحوادث ولا تصمد له الغوائل بل قائم قيوم يفني ما سواه ولا
تأخذه سنة ولا نوم لا إله إلا هو العلي العظيم وهو
رب العرش العظيم"

هذا حديث غريب من حديث النعمان تفرد به [illegible] (حلية الأولياء وطبقات الأصفياء ترجمة علي بن أبي طالب ج ١ ص ٦٣ـ٧٠ المؤلف: أبو نعيم أحمد بن عبد الله بن أحمد بن إسحاق بن موسى بن مهران الأصبهاني (المتوفى ٤٣٠هـ) الناشر: السعادة، بجوار محافظة مصر، ١٣٩٤هـ)

حضرت نعمان بن سعد فرماتے ہیں کہ میں کوفہ میں دار الامارت (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر) میں تھا جب کہ ہمارے پاس حضرت نوف بن عبد اللہ آ کر کہنے لگے "اے امیر المؤمنین! آج یہود میں سے چالیس لوگ کھڑے ہیں"۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "ان کو میرے پاس لے آؤ"۔

پھر جب یہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے بیٹھ گئے، تو وہ کہنے لگے اے علی! ہمارے لیے اپنے رب کی صفات بیان کیجیے جو آسمانوں میں ہے۔ وہ کیسا ہے؟ وہ کیا تھا؟ وہ کب سے ہے؟ وہ کس چیز پر ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھ کر سیدھے بیٹھ گئے، اور فرمایا "اے یہود کے گروہ! مجھ سے سنو، اور یہ بات دل میں بٹھا لو کہ تم میرے سوا کسی دوسرے سے پوچھو گے تو بے شک میرا

کسی خیال میں آنے والا ہے (یعنی ہر وہم و گمان سے بالاتر ہے)۔ اور نہ ہی وہ
ہوتا ہے جو وہم ہو۔ اور نہ ہی ایسا پردے میں ہے کہ اسے سمجھا جا سکے۔ اور نہ ہی ایسا
بعد میں ہے کہ پہلے ہو ہی نہ، کہ اسے حادث کہا جا سکے۔

بلکہ وہ اس سے برتر ہے کہ اشیاء کی کیفیت بیان کرنے والا کوئی اس کی کیفیت بیان
کر سکے۔ بلکہ زمانوں کے بدلنے اور ایک حالت کے بعد دوسری حالت آنے پر وہ
اسے زوال تک ہوگا (ہمیشہ سے ہے، ہمیشہ رہے گا)۔ جو اشیاء میں سے ہوتی ہے نہ
اسے اشخاص سے کیسے بیان کیا جا سکتا ہے۔ فصاحت بھری زبانوں سے کیسے اس کے
[illegible]

[illegible]

[illegible]

باب 2

صفاتِ باری تعالیٰ اور اہل السنّت و الجماعت کے عقائد کا بیان

2.1:۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ (المتوفی ۱۵۰ھ) کے عقائد

حضرت امام ابوحنیفہؒ صفاتِ باری تعالیٰ کے متعلق فرماتے ہیں:

وحدانیۃ اللّٰہ تعالیٰ

واللّٰہ تعالیٰ واحد لا من طریق العدد ولکن من طریق انہ لا شریک لہ لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد لا یشبہ شیئا من الاشیاء من خلقہ ولا یشبہ شیء من خلقہ لم یزل ولا یزال بأسمائہ وصفاتہ الذاتیۃ والفعلیۃ

الصّفات الذاتیۃ والفعلیۃ

واما الذاتیۃ فالحیاۃ والقدرۃ والعلم والکلام والسمع والبصر والارادۃ واما الفعلیۃ فالتخلیق والترزیق والانشاء والابداع والصنع وغیر ذلک من صفات الفعل لم یزل ولا یزال بصفاتہ واسمائہ لم یحدث لہ صفۃ ولا اسم

عند اللّٰہ الریہ

لم یزل عالما بعلمہ والعلم صفۃ فی الازل وقادرا بقدرتہ والقدرۃ صفۃ فی الازل ومتکلما بکلامہ والکلام صفۃ فی الازل وخالقا بتخلیق وتخلیق صفۃ فی الازل وفاعلا بفعلہ والفعل صفۃ فی الازل

[illegible] هو اسمہ تعالیٰ والفعل صفۃ فی الازل والمفعول مخلوق فعل اللّٰہ تعالیٰ غیر مخلوق

القول فی القرآن

صفاتہ فی الازل غیر محدثۃ ولا مخلوقۃ ومن قال انہ مخلوقۃ او محدثۃ او وقف او شک فیہا فہو کافر باللّٰہ تعالیٰ والقرآن کلام اللّٰہ تعالیٰ فی المصاحف مکتوب وفی القلوب محفوظ وعلی الالسن مقروء وعلی النبی علیہ الصلاۃ والسلام منزل ولفظنا بالقرآن مخلوق وکتابتنا لہ مخلوقۃ والقرآن غیر مخلوق

وما ذکرہ اللّٰہ تعالیٰ فی القرآن حکایۃ عن موسیٰ وغیرہ من الانبیاء علیہم السلام وعن فرعون وابلیس فان ذلک کلہ کلام اللّٰہ تعالیٰ اخبر عنہم وکلام اللّٰہ تعالیٰ غیر مخلوق وکلام موسیٰ وغیرہ من المخلوقین مخلوق وکلام اللّٰہ تعالیٰ قدیم غیر کلامہم وسمع موسیٰ علیہ السلام کلام اللّٰہ تعالیٰ کما قال فی قولہ تعالیٰ وکلم اللّٰہ موسیٰ تکلیما

وقد کان اللّٰہ تعالیٰ متکلما ولم یکلم موسیٰ علیہ السلام وقد کان اللّٰہ تعالیٰ خالقا فی الازل ولم یخلق [illegible] ثم خلق موسیٰ وکلمہ بکلامہ الذی ہو لہ صفۃ فی الازل وہذہ الآلۃ کلہا بخلاف صفات المخلوقین یعلم لا کعلمنا ویقدر لا کقدرتنا ویری لا کرؤیتنا

يتكلّم لا ككلامنا ويسمع لا كسمعنا ونحن نتكلم بآلات
وحروف والله تعالى يتكلّم بلا آلة ولا حرف وبحروف مخلوقة
وكلامه تعالى غير مخلوق وكل شيء لا كلامه، ومعنى لشيء
ليس بجسم ولا جوهر ولا عرض ولا حد له ولا ضد له ولا مثل
له ولا ند له

القول في الصفات

وما ورد في القرآن من ذكر الوجه واليد والنفس فهو له صفات بلا
كيف ولا يقال إن يده قدرته أو نعمته لأن فيه إبطال الصفة وهو قول
أهل القدر والاعتزال ولكن يده صفته بلا كيف وغضبه ورضاه
صفتان من صفات الله تعالى بلا كيف

القول في القدر

خلق الله تعالى الأشياء لا من شيء وكان الله تعالى عالما في الأزل
بالأشياء قبل كونها وهو الذي قدر الأشياء وقضاها ولا يكون في
الكون إلا ما شاء وجرى به القضاء وعلمه وقضاه وقدره وكتبه
في اللوح المحفوظ ولكن كتبه بالوصف لا بالحكم والقضاء والقدر
والمشيئة صفاته في الأزل بلا كيف يعلم الله تعالى المعدوم في
حال عدمه معدوما ويعلم أنه كيف يكون إذا أوجده ويعلم الله
المولود في حال رضاعه ويعلم أنه كيف يكون إذا وجد ويعلم الله القائم في
حال قيامه قائما وإذا قعد فقد علمه قاعدا في حال قعوده من غير أن
يتغير علمه أو يحدث له علم ولكن التغير والاختلاف يحدث عند
المخلوقين

[الفقه الأكبر ص ۲۹۰ (مجموع مع الشرح الميسر على الفقه الأوسط
والأكبر) الناشر: مكتبة الفرقان، الإمارات العربية المتحدة، الطبعة الأولى ۲۰۱۹ء]

(الفقه الأكبر مع شرح ملا علي القاري على الفقه الأكبر ص ۳۲۵، ۳۲۶)

توحید باری تعالیٰ

[illegible]

[illegible] وہ اپنی مخلوق میں سے کسی چیز
[illegible] اس کی مخلوق میں سے کوئی چیز اس سے مشابہت رکھتی ہے۔ وہ
[illegible]

صفات ذاتیہ و فعلیہ

[illegible] اور اپنی صفات ذاتیہ حیات، قدرت، علم، کلام، سمع، بصر اور ارادہ
[illegible] کی طرح صفات فعلیہ مثلاً پیدا کرنا، رزق دینا، ایجاد کرنا اور اس کے سوا
[illegible]

صفات ازلیہ

[illegible] صفات ازلیہ ہیں [illegible] وہ ہمیشہ سے موصوف اور خالق ہے اور تخلیق اس کی ازلی صفت ہے اور وہ
[illegible] فاعل ہے اور فعل اس کی ازلی صفت ہے اور مفعول مخلوق ہے
[illegible]

صفات مخلوق یا غیر مخلوق ہیں یا کسی نے ان میں توقف کیا تو وہ خلق قرآن کا منکر اور

ہے

قرآنِ مجید کے بارے میں قول

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو صحیفوں میں لکھا ہوا ہے اور حفاظ کرام کے دلوں میں محفوظ ہے اور زبانوں سے پڑھا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جناب رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا ہے اور جہاں قرآن مجید کو پڑھنا اور اس کا لکھنا تو مخلوق اور حادث ہے (مگر وہ [illegible] غیر مخلوق ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور [illegible] اللہ تعالیٰ سے بلاواسطہ ہدایت تو کچھ یاں فرمایا ہے اور فرعون اور ابلیس سے اس نے جو کچھ نقل کیا ہے تو یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو ان سے خبر دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کلام غیر مخلوق ہے [illegible] غیر مخلوق ہے کا مخلوق ہونا ثابت ہے اور [illegible] ہے

[illegible] کا کلام ہے جیسے

وکلم اللہ موسیٰ تکلیما

ترجمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ [illegible]

وکلمہ اللہ [illegible] وقت [illegible] کلام [illegible] ہے

[illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] میں بھی [illegible] اس نے تقدیم [illegible] ہے

[illegible] ہے جیسے [illegible]

لیس کمثلہ شیء وھو السمیع البصیر (شوریٰ)

ترجمہ وہ چیز [illegible] نہیں ہے اور وہ ہے تو ہر بات سننا سب کچھ دیکھنا ہے۔

پس جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسی کلام کے ساتھ جو اس کی ازلی صفت ہے، کلام کیا۔ اس کی تمام صفات مخلوق کی صفات سے

[illegible] مختلف ہے [illegible]

[illegible] ہے مگر [illegible] ہے [illegible] ہے مگر [illegible] ہے [illegible] ہے مگر ہمارے کلام کی مانند نہیں۔ وہ سنتا ہے مگر ایسا نہیں جیسے ہم سنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے کسی طرح آلات و حروف کے ساتھ کلام نہیں کرتا کیونکہ حروف مخلوق ہیں اور اللہ تعالیٰ کا کلام مخلوق نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ "نفسی" ہے مگر وہ کسی شیء کی طرح نہیں ہے۔ اور [illegible] سے کسی بات کے ہیں۔ وہ جسم جوہر و عرض نہیں ہے نہ ان کی حد ہے،

[illegible] اور [illegible] سے [illegible]

صفات کے بارے میں قول

[illegible] اور [illegible] سے [illegible] قرآن مجید میں [illegible] ہے [illegible] اور [illegible] سے [illegible] تو اللہ تعالیٰ [illegible] ہاتھ [illegible] ہیں [illegible] سے [illegible] ہے [illegible] اور [illegible] سے [illegible] ہے [illegible] اور [illegible] سے [illegible] ہے [illegible] اور

2.2:۔ حضرت امام طحاویؒ (المتوفی ۳۲۱ھ) کے عقائد

حضرت امام طحاویؒ (المتوفی ۳۲۱ھ) فرماتے ہیں

حضرت امام ابوجعفر طحاویؒ نے فرمایا ہے کہ اس کتاب میں ۔۔۔

1 ۔۔۔

2 ولا شيء معه
کوئی چیز اس کے ساتھ نہیں ہے۔

3 ولا شيء يعجزه

ولا شيء يعجزه

ولا إله غيره

ولا شيء معه

مخلوق پیدا کرنے سے پہلے تھی وہ مخلوق سے پہلی صفات کے ساتھ قدیم ہے۔
مخلوقات سے پیدا کرنے سے ان صفات میں کسی چیز کا اضافہ نہیں ہوا جو پہلے
[illegible] وہ پہلی صفات کے ساتھ اب اسی طرح ان صفات کے ساتھ
ہمیشہ رہے گی۔

14 لیس بعد خلق الخلق انتقاد اسم [illegible] ولا یحدثه بریته
احداثه اسم البارئ

وہ ایسا نہیں کہ مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے اس کا نام خالق [illegible] اور
مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے اس کا نام بارئ نہیں تھا۔

15 ولہ معنی المربوبة ولا مربوب ومعنی الخالقیة ولا مخلوق

جس طرح اس کی ربوبیت کی صفت ثابت ہے کوئی مربوب
[illegible] اسی طرح اس کی خالقیت کی صفت بھی مخلوق کے پیدا کرنے سے پہلے
[illegible] مخلوق کے پیدا کرنے سے پہلے بھی خالق تھا۔

16 وکما انه محیی الموتی بعدما احیاهم استحق هذا الاسم قبل
احیائهم کذلک استحق اسم الخالق قبل انشائهم

ویحیی الموتی (مردوں کو زندہ کرنے والا) ہے جس طرح وہ مردوں کو زندہ
کرنے کے بعد [illegible] اسی طرح ان کے زندہ کرنے سے پہلے بھی
[illegible] ان کے پیدا کرنے سے پہلے بھی تھا

17 وذلک بانه علی کل شیء قدیر وکل شیء الیه فقیر وکل امر علیه
یسیر لا یحتاج الی شیء لیس کمثله شیء وهو السمیع
البصیر (الشوریٰ ۱۱)

کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے اور ہر چیز اس کی محتاج ہے اس پر کوئی کام
مشکل نہیں ہے کوئی چیز اس کی مثل نہیں ہے وہ سنتے اور دیکھنے والا ہے۔
(الشوریٰ ۱۱) اور اس کی مانند کوئی چیز نہیں وہ سنتے اور دیکھنے والا ہے۔

18 خلق الخلق بعلمه

اس نے مخلوق کو اپنے علم کے ساتھ پیدا کیا ہے۔

وقدر لهم اقدارا

اور سب کی اس نے تقدیر ٹھہرائی ہے۔

وضرب لهم آجالا

اور ان کی عمریں مقرر کی ہیں۔

ولم یخف علیه شیء منهم قبل ان یخلقهم وعلم ما هم
عاملون قبل ان یخلقهم

[illegible] پیدا کرنے سے پہلے ہی کسی چیز کا [illegible] پیدا کرنے کے
[illegible] پیدا کرنے سے پہلے ہی جانتا تھا کہ یہ کیا کام [illegible]

وامرهم بطاعته ونهاهم عن معصیته

اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی اطاعت کا حکم دیا ہے اور اپنی معصیت سے منع کیا ہے۔

وکل شیء یجری بتقدیره ومشیته، ومشیته تنفذ لا مشیة للعباد
الا ما شاء لهم فما شاء لهم کان، وما لم یشأ لم یکن

ہر چیز اس کی قدرت اور مشیت سے جاری ہوتی ہے اور اس کی مشیت نافذ ہے اور
بندوں کی مشیت کوئی نہیں بجز اس کے جو وہ چاہے ان کے لیے۔ پس وہ ان کے لیے
جو چاہتا ہے ہوتا ہے [illegible] جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔

یهدی من یشاء ویعصم ویعافی فضلا، ویضل من یشاء ویخذل
ویبتلی عدلا

اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جسے چاہے اور (گناہ کی آلودگی سے) بچاتا ہے اور اپنے
فضل سے عافیت بخشتا ہے اور جس کو چاہتا ہے [illegible] عدل سے
[illegible] گمراہ کر دیتا ہے اور اسے ناکامی میں مبتلا کرتا ہے۔

25 وکلهم یتقلبون فی مشیته بین فضله وعدله

سب پلٹتے ہیں اس کی مشیت میں اس کے فضل و عدل کے درمیان۔

26 وهو متعال عن الاضداد والانداد

وہ شریکوں سے پاک ہے۔

27 لا راد لقضائه ولا معقب لحكمه ولا غالب لأمره

اس کے فیصلہ کو کوئی رد نہیں کر سکتا اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔

28 أما بعد فإن أصدق الحديث كلام الله وأبلغ الموعظة كلامه

تو اس سب باتوں کے بیان سے ہے اور یقیناً سچی بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین نصیحت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

29 وإن القرآن كلام الله تعالى منه بدا بلا كيف قولا وأنزله على رسوله وحيا وصدقه المؤمنون على ذلك حقا وتيقنوا أنه كلام الله تعالى بالحقيقة ليس بمخلوق ككلام البرية فمن سمعه فزعم أنه كلام البشر فقد كفر وقد ذمه الله وعابه وأوعده بسقر حيث قال سأصليه سقر (المدثر ٢٦) فلما أوعد الله بسقر لمن قال إن هذا إلا قول البشر (المدثر ٢٥) علمت وأيقنت أنه قول خالق البشر ولا يشبه قول البشر

ترجمہ: اور بے شک قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اللہ تعالیٰ سے ہی صادر ہوا ہے اور اس کی شان میں یعنی بلا کیفیت اور اس نے اسے اپنے رسول کی طرف وحی کی شکل میں نازل فرمایا اور مومنوں نے اس کی تصدیق کی ہے اور اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ یہ قرآن یقیناً اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ یہ مخلوق نہیں جیسا کہ مخلوقات کا کلام ہوتا ہے جس نے بھی اس قرآن کو سنا اور یہ خیال کیا کہ یہ بشر (انسان) کا کلام ہے تو وہ کافر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کی مذمت کی ہے اس کی برائی بیان کی ہے اور اسے عذاب کی وعید سنائی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "میں ایسے شخص کو دوزخ میں داخل کروں گا۔" جب اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی وعید سنائی اس شخص کو جو قرآن کے بارے میں کہتا ہے کہ یہ انسان کا کلام ہے، دوزخ کی وعید سنائی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ انسان کا کلام نہیں بلکہ انسانوں کو پیدا کرنے والے کا کلام ہے اور انسان کا کلام اس سے مشابہت نہیں رکھتا۔

وليس وصف كلامه بمعنى من معاني البشر فقد كفر فمن أبصر هذا
يحسبه وعى على أن يكفر بربه وعلم أن الله تعالى بصفاته بخلاف
كل البشر

[illegible] اللہ تعالیٰ کا کلام ہے [illegible] اور اس کی صفت کے ساتھ کوئی [illegible] پایا جاتا ہے تو [illegible] کافر ہو گیا۔ اس شخص نے [illegible] کی گفتگو کو سمجھ لیا [illegible] اس سے حاصل ہوا [illegible] اللہ تعالیٰ کی صفات کے [illegible] کی مشابہت نہیں رکھتا

ولم يزل الله متكلما إذا شاء متى شاء كيف شاء بما شاء ولا كيف في ذلك إلا
وهو يوصف بالكلام لا نعلم كيف يتكلم إلا الله تعالى أو كما وصف نفسه في كتابه
(المدثر ٢٥) وقوله تعالى (القيامة ٢٢، ٢٣) ونظيره
في القرآن مما وصف الله تعالى وعلمه وكل ما وصف الله في ذلك من الحديث
الصحيح عن الرسول صلى الله عليه وسلم فهو كما قال ومعناه
على ما أراد لا ندخل في ذلك متأولين بآرائنا ولا متوهمين بأهوائنا
فإنه ما سلم في دينه إلا من سلم لله عز وجل ولرسوله صلى الله عليه
وسلم ورد علم ما اشتبه عليه إلى عالمه

[illegible] اللہ تعالیٰ کا [illegible] ہے جب چاہا [illegible] سے [illegible] جیسے چاہا [illegible] کی [illegible] ہے [illegible] کیفیت [illegible] ہے [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] ہے [illegible] جیسا کہ [illegible] نے اپنی کتاب [illegible] (القیامۃ ۲۲، ۲۳) [illegible] اور [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] نے [illegible] کی ہے [illegible] اور [illegible] کی صحیح حدیث [illegible] سے [illegible] ہے [illegible] اس کا معنی وہی ہے جو آپ ﷺ نے ارادہ کیا ہے۔ ہم اس سلسلہ میں اپنی رائے کے ساتھ تاویل نہیں کرتے اور نہ اپنی خواہشات کے ساتھ وہم میں پڑتے ہیں، کیونکہ دین میں وہی آدمی بچا ہے جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول

36 والعرش والكرسي حق، كما بيّن الله تعالى في كتابه

عرش اور کرسی برحق ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں اس کا بیان فرمایا ہے۔

37 وهو عزّ وجلّ مستغنٍ عن العرش وما دونه

وہ عزّ وجلّ عرش اور عرش کے نیچے کی ہر چیز سے مستغنی ہے۔

38 محيطٌ بكلّ شيء وما فوقه وقد قصر عن الإحاطة خلقه

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر حاوی ہے اور اس کی مخلوق اس کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے۔

39 ولا نخوض في الله ولا نماري في دين الله تعالى

ہم اللہ تعالیٰ کے بارے میں کوئی بحث نہیں کرتے اور نہ ہی ہم اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔

(یہی اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ کی مستند کتاب الفقہ الاکبر لابی حنیفۃ وابی یوسف ومحمد بن الحسن العروف بالفقہ الاکبر الروایۃ الحارثی ص ۱۶ تا ۱۹ طبع مکتبہ الدین کراچی، ترجمہ ص ۱۲۸ تا ۱۵۲ طبع ادارہ تالیفات مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ)

2.3:۔ حضرت امام ابوالحسن اشعریؒ (المتوفی ۳۲۴ھ) کے

عقائد

2.3.1:۔ کتاب: الإبانة عن أصول الديانة میں مذکور

عقائد

1 فمن ذلك ما نقول به، وديانتنا التي ندين بها، التمسك بكتاب الله ربنا

عز وجل، وبسنة نبينا محمد صلى الله عليه وسلم، وما روي عن الصحابة والتابعين وأئمة الحديث، ونحن بذلك معتصمون، وبما كان يقول به أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل نضر الله وجهه ورفع درجته وأجزل مثوبته نقتدي، ولما خالف قوله مخالفون؛ لأنه الإمام الفاضل، والرئيس الكامل، الذي أبان الله به الحق، ودفع به الضلال، وأوضح به المنهج، وقمع به بدع المبتدعين، وزيغ الزائغين، وشكّ الشاكين فرحمة الله عليه من إمام مقدم وجليل معظم، وكبير مفهم

وجملة قولنا أن نقر بالله وملائكته وكتبه ورسله، وبما جاء به من عند الله، وما رواه الثقات عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، لا نرد من ذلك شيئا

وأن الله عز وجل إله واحد لا إله إلا هو، فرد صمد، لم يتخذ صاحبة ولا ولدا

وأن محمدا عبده ورسوله أرسله بالهدى ودين الحق

وأن الجنة والنار حق، وأن الساعة آتية لا ريب فيها، وأن الله يبعث من في القبور

وأن الله تعالى استوى على العرش على الوجه الذي قاله، وبالمعنى الذي أراده، استواءً منزّهاً عن المماسّة والاستقرار، والتمكن والحلول والانتقال، لا يحمله العرش، بل العرش ومحمله محمولون بلطيف قدرته ومقهورون في قبضته وهو فوق العرش وفوق كل شيء إلى تخوم الثرى، فوقية لا تزيده قربا إلى العرش والسماء، بل هو رفيع الدرجات عن العرش، كما أنه رفيع الدرجات عن الثرى، وهو مع ذلك قريب من كل موجود، وهو أقرب إلى العبد من حبل الوريد، وهو على كل شيء شهيد

7 وأن لله سبحانه وجهه بلا كيف، كما قال: "ويبقى وجه ربك ذو الجلال والإكرام" (الرحمن ٢٧).

8 وأن لله سبحانه يدين بلا كيف، كما قال سبحانه "خلقت بيدي" من الآية (ص ٧٥)، وكما قال "بل يداه مبسوطتان" من الآية (المائدة ٦٤)

9 وأن لله سبحانه عينين بلا كيف، كما قال سبحانه "تجري بأعيننا" من الآية (القمر ١٤)

10 وأن من زعم أن أسماء الله غيره كان ضالا

11 وأن لله علما كما قال "أنزله بعلمه" من الآية (النساء ١٦٦)، وكما قال "وما تحمل من أنثى ولا تضع إلا بعلمه" من الآية (فاطر ١١)

12 ونثبت لله السمع والبصر، ولا ننفي ذلك كما نفته المعتزلة والجهمية والخوارج

13 ونثبت أن لله قوة، كما قال "أولم يروا أن الله الذي خلقهم هو أشد منهم قوة" من الآية (فصلت ١٥)

14 ونقول: إن كلام الله غير مخلوق، وأنه سبحانه لم يخلق شيئا إلا وقد قال له كن، كما قال "إنما قولنا لشيء إذا أردناه أن نقول له كن فيكون" (النحل ٤٠)

15 وأنه لا يكون في الأرض شيء من خير أو شر إلا ما شاء الله، وأن الأشياء تكون بمشيئة الله عز وجل، وأن أحدا لا يستطيع أن يفعل شيئا قبل أن يفعله، ولا يستغني عن الله، ولا يقدر على الخروج من علم الله عز وجل

16 وأنه لا خالق إلا الله، وأن أعمال العباد مخلوقة لله مقدرة، كما قال سبحانه: "والله خلقكم وما تعملون" (الصافات ٩٦)، وأن العباد لا يقدرون أن يخلقوا شيئا وهم يخلقون، كما قال "هل من خالق غير

الله من الآية (فاطر ٣)، وكما قال "لا يخلقون شيئا وهم يخلقون" من الآية (النحل ٢٠)، وكما قال سبحانه "أفمن يخلق كمن لا يخلق" (النحل ١٧)، وكما قال "أم خلقوا من غير شيء أم هم الخالقون" (الطور ٣٥)، وهذا في كتاب الله كثير

وأن الله وفق المؤمنين بطاعته، ولطف بهم، ونظر لهم، وأصلحهم وهداهم، وأضل الكافرين ولم يهدهم، ولم يلطف بهم بالإيمان، كما زعم أهل الزيغ والطغيان، ولو لطف بهم وأصلحهم لكانوا صالحين، ولو هداهم لكانوا مهتدين

وأن الله يقدر أن يصلح الكافرين، ويلطف بهم حتى يكونوا مؤمنين ويكنه أراد أن يكونوا كافرين، كما علم وخلقهم وطبع على قلوبهم

17 وأن الخير والشر بقضاء الله وقدره، وإنا نؤمن بقضاء الله وقدره، خيره وشره، حلوه ومره، ونعلم أن ما أخطأنا لم يكن ليصيبنا، وأن ما أصابنا لم يكن ليخطئنا

وأن العباد لا يملكون لأنفسهم ضرا ولا نفعا إلا بإذن الله، كما قال عز وجل "قل لا أملك لنفسي نفعا ولا ضرا إلا ما شاء الله" (الأعراف ١٨٨)

ونلجئ أمورنا إلى الله، ونثبت الحاجة والفقر في كل وقت إلى الله سبحانه وتعالى

ونقول: إن كلام الله غير مخلوق، وأن من قال بخلق القرآن فهو كافر

ونقول: بأن الله يُرى في الآخرة بالأبصار، كما يُرى القمر ليلة البدر، يراه المؤمنون كما جاءت الروايات عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

ونقول: إن الكافرين محجوبون عنه إذا رآه المؤمنون في الجنة كما

قال سمعت ابا عبد الله يقول سمعت ابا الحسن الرضا عليه السلام يقول
(المسطفى ص ٥) وان موسى عليه السلام سأل الله عز وجل اين الربوبية في
الدنيا، وان الله تعالى تجلى للجبل فجعله دكا، فاعلم بذلك موسى
انه لا يراه في الدنيا

(الإبانة عن اصول الديانة، ص٣٠ ٢٦٥ المؤلف ابو الحسن علي بن
اسماعيل بن اسحاق بن سالم بن إسماعيل بن عبد الله بن موسى بن أبي
بردة بن أبي موسى الأشعري (المتوفى ٣٢٤هـ) المحقق د. فوقية حسين
محمود الناشر: دار الانصار، مقاهرة الطبعة: الاولى، ١٣٩٧هـ بيين
كتب المعتزلة فيما سبب إلى الإمام أبي الحسن الاشعري ص١٥٨ ٦٠٥
المؤلف: ثقة الدين، ابو القاسم علي بن الحسن بن هبة الله المعروف بابن
عساكر (المتوفى ٥٧١هـ) الناشر: دار الكتاب العربي، بيروت

حصہ

جس عقیدہ کے ہم قائل اور جس مسلک پر گامزن ہیں۔ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب
اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کو مضبوط پکڑا جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین علیہم
اور ائمہ حدیث سے جو چیز ہم تک ثابت ہے اس پر ہم سلف
جب تک وہ سے ہیں اللہ تعالیٰ کو
فرمائے۔ جو لوگ حضرت امام احمدؒ کے مذہب سے الگ ہیں امام
اس لیے کہ وہ بڑی فضیلت والے امام اور کامل پیشوا تھے۔ حق تعالیٰ نے ان کے
ذریعے اس امت کو
صبر و تسلیم کی وصیت فرمائی۔ ان کی بدولت بہت سی
رویاں اور کچے لوگوں کے شک دور ہوئے۔ ایسے بلند مرتبہ امام
ہم سب پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔

ہیں۔ اور جو کچھ ان اور قابل اعتماد راویوں جناب رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے
ہیں، اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں اس میں سے کسی چیز کو بھی رد نہیں کرتے۔
ہمارا اعتقاد ہے کہ اللہ ایک ہے، تنہا ہے بے نیاز ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

ہمارا یہ بھی اعتقاد ہے کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اللہ تعالیٰ
نے ان کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا۔
بے شک جنت اور دوزخ حق ہیں۔ بے شک وہ قیامت آکر رہے گی۔ اور اللہ تعالیٰ
قبر سے لوگوں کو پھر سے زندہ کر کے اٹھائیں گے۔
اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہیں، اس طریقے سے جس طرح اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے
اور اس معنی کے ساتھ جس کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے۔ عرش
تھکن، حلول اور انتقال (حرکت) سے منزہ اور مبرا ہے۔ عرش اللہ تعالیٰ کو اٹھائے
ہوئے ہیں یا اللہ تعالیٰ اپنی قدرت اور لطف و کرم سے عرش اور حاملین عرش کو
تھامے ہوئے ہیں
اللہ تعالیٰ عرش
اور باوجود اس کے وہ ہر موجود سے
ہیں اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ وہ ہر چیز پر حاضر و ناظر ہے۔
اللہ تعالیٰ کی صفت جیسی بابرکت ہے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے
وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ (الرحمن ٢٧)
اس باقی رہنے کی ذات تیرے پروردگار کی جو بزرگی اور عظمت والا ہے۔

ترجمہ ۔۔۔ (اے نبی) تجھے اس بات سے دھوکا نہ دے کہ جس میں ۔۔۔ باتھوں (اور قدرت) کا مالک ہے۔

8 اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

وقالت اليهود يد الله مغلولة غلت أيديهم ولعنوا بما قالوا بل يداه مبسوطتان ينفق كيف يشاء (المائدہ ۶۴)

ترجمہ ۔۔۔ یہودی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ ہاتھ تو خود ان کے بندھے ہوئے ہیں اور جو بات انہوں نے کہی ہے اس کی وجہ سے ان پر لعنت لگ پڑی ہے (ورنہ) اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ پوری طرح کشادہ ہیں۔ وہ جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔

9 ۔۔۔ تعالیٰ کی صفت نہیں کہی ۔۔۔ ہے ۔۔۔ تعالیٰ کا فرمان ہے

ومن آياته ۔۔۔ (الروم ۲۴)

ترجمہ ۔۔۔ (اور) تمہاری زبانوں کے ۔۔۔ ہے۔

10 ۔۔۔ جس شخص سے ۔۔۔ تعالیٰ ۔۔۔ ہے ۔۔۔ وہ کفر ہے۔

11 اللہ تعالیٰ کی صفت علم سے متعلق ۔۔۔ ہے ۔۔۔ تعالیٰ کا فرمان ہے

لكن الله يشهد بما أنزل إليك أنزله بعلمه والملائكة يشهدون وكفى بالله شهيدا (النساء ۱۶۶)

ترجمہ ۔۔۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تم پر نازل کیا ہے اس کے بارے میں وہ خود بھی گواہی دیتا ہے کہ اس نے اسے اپنے علم سے ۔۔۔ اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں ۔۔۔ (یوں تو) اللہ تعالیٰ کی گواہی ہی بالکل کافی ہے۔

وما يحمل من أنثى ولا تضع إلا بعلمه (فاطر ۱۱)

ترجمہ ۔۔۔ کسی مادہ کو جو کوئی حمل ہوتا ہے اور جو کچھ وہ جنتی (پیدا کرتی) ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے علم سے ہوتا ہے۔

12 ۔۔۔ اللہ تعالیٰ کے لیے ہاتھ (اور قدم) وغیرہ کی بات ۔۔۔ ہے ۔۔۔ جیسے اور جس طرح ان کی شان کے لائق ہے۔

۔۔۔ کے لیے ہاتھ وغیرہ ثابت کرنے سے ۔۔۔ کا مطلب ہے

۔۔۔ يد الله فوق أيديهم (الفتح ۱۰)

۔۔۔ صاحب کو ۔۔۔ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں کے اوپر ۔۔۔ سے کیسے زیادہ ہے؟

14 اللہ تعالیٰ ہر چیز کو "کن" سے پیدا کرتے ہیں ۔۔۔ کا فرمان ہے

إنما قولنا لشيء إذا أردناه أن نقول له كن فيكون (النحل ۴۰)

ترجمہ ۔۔۔ اور جب ہم کسی چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو ہماری طرف سے صرف اتنی بات ہوتی ہے کہ ہم اسے کہتے ہیں ۔۔۔

15 ۔۔۔ یا ہیں ۔۔۔ تعالیٰ کے تحت ہے ۔۔۔ تعالیٰ کی مشیت سے ہی ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فعل سے پہلے کوئی شخص کام نہیں کر سکتا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے کبھی بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ ۔۔۔ اس کے علم سے نکلنے کی ہم میں طاقت ہے۔

۔۔۔ ہے ۔۔۔ اللہ تعالیٰ ۔۔۔

والله خلقكم وما تعملون (الصافات ۹۶)

۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بھی پیدا کیا ہے اور تمہارے کاموں کو بھی (پیدا کیا ہے تمہارے اعمال کو بھی)

۔۔۔ یہ بیان ہے کہ ۔۔۔ کے ۔۔۔ تو خالق ہے ۔۔۔ مخلوق میں سے

هل من خالق غير الله يرزقكم من السماء والأرض لا إله إلا هو فأنى تؤفكون (فاطر ۳)

ترجمہ ۔۔۔ اللہ تعالیٰ کے ۔۔۔ خالق ہے جو تمہیں ۔۔۔ سے اور زمین سے روزی مہیا کرتا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ پھر تم کہاں اندھے ہوئے جا رہے ہو۔

وإن يدعون من دون الله لا يخلقون شيئا وهم يخلقون (النحل ۲۰)

ترجمہ ... ان لوگوں کو کچھ کہ یہ لوگ جن پر [illegible] ہیں وہ تو بھی ہیں [illegible] ہوئے
ہی نکلوں سے

۴ فمن حق نفس لا یحق الا الخاسرون (النمل ۴)

ترجمہ ... اب تا [illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible] ہیں
ہو چکے ہیں [illegible] ہیں [illegible] ہیں

وجعلنا من بین ایدیھم سدا ومن خلفھم سدا (یٰسین ۹)

ترجمہ ... اور ہم نے ان کے آگے سے [illegible] ہیں
یہ [illegible] ہیں

۱۷ اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کو اپنی اطاعت کی توفیق دے کر ان پر [illegible]
نے کافروں کو گمراہی کے راستے پر ڈال دیا اور ان کو ہدایت نہیں دی۔ اور ان کو
سے ساتھ لطف و کرم سے نہیں نوازا جیسا کہ گمراہ اور سرکش لوگ گمان کرتے ہیں
[illegible] ہیں سے [illegible] اگر اللہ تعالیٰ ان پر [illegible] ہوتے [illegible] ان کی اصلاح فرماتے تو وہ
[illegible] ہیں سے [illegible]

۱۸ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہیں کہ کافروں کی [illegible] ہیں سے
والدین یہاں تک کہ وہ مومن بن جائیں [illegible] ہیں سے [illegible] کہ
[illegible] ہیں سے [illegible]
[illegible] ہیں [illegible]

[illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible]
[illegible]

۱۹ [illegible] ہیں سے [illegible] ہیں [illegible]
[illegible] ہیں [illegible]

[illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible]

[illegible] اللہ تعالیٰ نے اپنا پہاڑ پر تجلی ظاہر فرمائی تو اس کو ریزہ ریزہ کر دیا تو اللہ تعالیٰ
نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بیہوش کر دیا جب ہوش میں آئے تو کہنے لگے

نوٹ قرآن مجید نے اس واقعہ کی یہ تشریح بیان کی ہے ملاحظہ فرمائیں

ولما جآء موسیٰ لمیقاتنا وکلمہ ربہ قال رب ارنی انظر الیک قال لن ترانی ولکن انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف ترانی فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا وخر موسیٰ صعقا فلما افاق قال سبحانک تبت الیک وانا اول المومنین (الاعراف ۱۴۳)

ترجمہ جب حضرت موسیٰ ہمارے مقرر وقت پر پہنچے اور ان کا رب ان سے ہم کلام ہوا تو کہنے لگے اے میرے پروردگار مجھے دیدار دیجئے کہ میں آپ کو دیکھ لوں" فرمایا "تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکو گے۔ ہاں پہاڑ کی طرف نظر کرو اگر یہ اپنی جگہ پر برقرار رہا تو تم مجھے دیکھ سکو گے"۔ پھر جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اس کو ریزہ ریزہ کر دیا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہو کر گر پڑے۔ بعد میں جب انہیں ہوش آیا تو انہوں نے کہا "پاک ہے آپ کی ذات! میں آپ کے حضور توبہ کرتا ہوں، اور (آپ کی اس بات پر کہ دنیا میں کوئی آپ کو نہیں دیکھ سکتا) میں سب سے پہلے ایمان لاتا ہوں"۔

2.3.2:۔ مقالات الإسلامیین میں مذکور عقائد

وقال أهل السنة وأصحاب الحديث

1 ليس بجسم ولا يشبه الأشياء

2 وانه على العرش كما قال عز وجل "الرَّحْمَٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ" (طٰہٰ ۵) ولا نقدم بين يدي الله في القول بل نقول استوى بلا كيف

3 وانه نور كما قال تعالى "اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ" (النور۔ ۳۵)

4 وان له وجهاً كما قال الله: "وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ" (الرحمن ۲۷)

وہ جسم نہیں کما فی الحدیث البیہقی (ص ۷۵)

وہ مشابہ نہیں کما قال "تعجری وبجری" (القمر ۱۴)

وانہ یجیء یوم القیامۃ ہو وملائکتہ کما قال "وجاء ربک والملک صفا صفا" (الفجر ۲۲)

وانہ ینزل الی السماء الدنیا کما جاء فی الحدیث

ولم یقولوا شیئاً الا ما وجدوہ فی الکتاب او جاءت بہ الروایۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(مقالات الاسلامیین واختلاف المصلین، ج ۱ ص ۱۹۸ المؤلف: أبو الحسن علي بن إسماعيل بن إسحاق بن سالم بن إسماعيل بن عبد الله بن موسى بن أبي بردة بن أبي موسى الأشعري (المتوفى ۳۲۴ھ) المحقق: هلموت ريتر الناشر: المكتبة العصرية بطبعة: الأولى ۱۴۲۶ھ)

اہل السنت والجماعت اور محدثین کرام فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ جسم نہیں ہیں اور نہ وہ کسی چیز کے مشابہ ہیں۔

وہ عرش پر ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

"الرَّحْمَٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ" (سورت طٰہٰ ۵)

وہ بڑی رحمت والا عرش پر استوا فرمائے ہوئے ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ کے اس قول پر اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہتے بلکہ ہم کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا عرش پر استواء کسی قسم کی کیفیت کے بغیر ہے۔

اللہ تعالیٰ نور ہے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے

"اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ" (النور: ۳۵)

اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفت وجہ (بھی بلا کیف) ہے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

"وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ" (الرحمن ۲۷)

بس باقی رہے گی ذات تیرے پروردگار کی جو بزرگی اور عظمت والا ہے۔

5 صفات کی معرفت دیں (یعنی ملائکہ سے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرمان ہے

یا إبلیس ما منعک أن تسجد بما خلقت بیدی. (ص ۷۵)

ترجمہ ۔۔۔ جس تجھے کس بات نے روکا کہ تو سجدہ کرے اس کو جس کو میں نے پیدا کیا اپنے ہاتھوں (یا قدرت سے) سے بنایا

6 اللہ تعالیٰ کی صفت جس (یعنی ملائکہ) سے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

تجری بأعیننا (القمر ۱۴)

ترجمہ ۔۔۔ وہ ہماری آنکھوں کے سامنے چلتی ہے

7 قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے آئیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

وجاء ربک والملک صفا صفا (الفجر ۲۲)

ترجمہ اور تمہارا پروردگار اور قطاریں باندھے ہوئے فرشتے (میدان حشر میں) آئیں گے۔

8 اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں جیسا کہ حدیث مبارکہ میں اس کا بیان ہے۔

9 سلف صالحین اس بارے میں اسی بیان فرماتے تھے جو وہ قرآن مجید میں پاتے تھے یا وہ حدیث مبارکہ میں جناب رسول اللہ ﷺ سے مروی ہو۔

2.3.3:۔عقیدۂ نزول باری تعالیٰ

الإجماع الخامس

وأجمعوا على أنه عز وجل يجيء يوم القيامة والملک صفا صفا لعرض الأمم وحسابها، وعقابها وثوابها، فيغفر لمن يشاء من المذنبين، ويعذب منهم من يشاء، كما قال. وليس مجيئه حركة ولا زوالا، وإنما يكون المجيء حركة وزوالا إذا كان المجائي جسما أو جوهرا فإذا ثبت أنه عز وجل ليس بجسم ولا جوهر، لم يجب أن يكون مجيئه نقلة أو حركة ألا ترى أنهم لا يريدون بقولهم: جاءت زيدا الحمى أنها نقلت إليه، أو تحركت من مكان كانت فيه إذ لم

تكن جسما ولا جوهرا، وإنما معناها به وجودها به، وأنه عز وجل ينزل إلى السماء الدنيا، كما روى عن النبي صلى الله عليه وسلم، وليس نزوله نقلة، لأنه ليس بجسم ولا جوهر

الرسالة إلى أهل الثغر بباب الأبواب ص ۲۹/۱۲۸ المؤلف: أبو الحسن علي بن إسماعيل بن إسحاق بن سالم بن إسماعيل بن عبد الله بن موسى بن أبي بردة بن أبي موسى الأشعري (المتوفى ۳۲۴ھ) المحقق: عبد الله شاكر محمد الجنيدي الناشر عمادة البحث العلمي بالجامعة الإسلامية المدينة المنورة، المملكة العربية السعودية الطبعة ۱۴۱۳)

اجماع نمبر 8

اس بات پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے صف باندھ کر قیامت کے دن آئیں گے تاکہ قیامت کے دن امتوں کی پیشی، حساب و کتاب، ان کے لیے عذاب یا ثواب ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ گنہگاروں میں سے جس کو چاہیں گے بخش دیں گے، اور جس کو چاہیں گے، عذاب دیں گے۔ جیسا کہ (قرآن و حدیث کا) فرمان ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ آنا حرکت اور زوال (جگہ سے ہٹ جانا) والا نہیں ہے۔ یہ حرکت [illegible] آمد و رفت اس وقت ہوتی ہے جب وہ [illegible] ہو۔ پھر جب یہ بات ثابت اور طے شدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ تو جسم ہیں۔ نہ جوہر۔ تو لازمی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کا آنا ایسا نہیں ہے جیسا ایک مکان سے منتقل ہو کر دوسرے مکان میں جانا اور حرکت والا ہو۔ کیا تو نے اس کو نہیں دیکھا ہے کہ لوگ اس بات سے "زید کو بخار آ گیا ہے" سے یہ مراد ہرگز نہیں لیتے کہ بخار اس کی طرف ایک مقام سے منتقل ہو کر دوسری مقام پر آ گیا ہے، یا وہ ایک جگہ سے حرکت کر کے دوسری جگہ گیا ہے۔ اس کا آنا تو اس کے وجود کا آنا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا آسمان دنیا کی طرف نزول ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا گیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کا نزول حرکت والا نہیں ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ [illegible] ہیں۔ نہ جوہر

2.3.4:۔ حضرت امام ابوالحسن اشعریؒ کے عقائد معتدل ہیں

كما في شرح ابن القسم نصر بن نصر بن عبد بحوي عن الحسن
أبي المتعالي بن عبد الملك وذكر أبا الحسن الأشعري في نصر
الله وجهه وقدس روحه

1 فإنه نظر في كتب المعتزلة وتحقيقه وتأملها فإنهم عطلوا
وتحيروا فقالوا لا علم لله ولا قدرة ولا سمع ولا بصر ولا حياة ولا
بقاء ولا إرادة وقالت المشبهة والمجسمة وتمكيفة المحمدية إن
لله علما كعلمنا وقدرة كقدرتنا وسمعا كأسماعنا وبصرا كأبصارنا
فمسك رضي الله عنه طريقة بينهما فقال "إن الله سبحانه وتعالى
عالم لا كالعلوم وقادر لا كالقدر وسميع لا كالأسماع وبصير لا
كالأبصار"

2 وكذلك قال جهم بن صفوان العبد لا يقدر على إحداث شيء ولا
على كسب شيء وقالت المعتزلة هو قادر على الإحداث
والكسب معا فمسك رضي الله عنه طريقة بينهما فقال العبد لا
يقدر على الإحداث ويقدر على الكسب" وهي قدرة الإحداث
وليست قدرة الكسب

3 وكذلك قالت المشبهة المجسمة إن الله سبحانه وتعالى يرى
مكيفا محدودا كسائر المرئيات وقالت المعتزلة والجهمية
والمعتزلة الله سبحانه لا يرى بحال من الأحوال فمسك رضي الله
عنه طريقة بينهما فقال "يرى من غير حلول ولا تحديد ولا تكييف
كما يرى هو سبحانه وتعالى وهو غير محدود ولا مكيف، فكذلك

يراه وهو غير محدود ولا مكيف"

وكذلك قالت السجادية: إن الباري سبحانه مكيف متكيف من غير حلول ولا جهة وقالت المشبهة والمجسمة إنه سبحانه حال في العرش، وإن العرش مكان له وهو جالس عليه. فمسك طريقة بينهما، فقال "كان ولا مكان، فخلق العرش والكرسي، ولم يحتج إلى مكان، وهو بعد خلق المكان كما كان قبل خلقه"

وقالت المعتزلة: له يد بلا قدرة ونعمة، ووجه بلا وجود وقالت المجسمة: يده بمعنى جارحة ووجهه وجه صورة فمسك رضي الله عنه طريقة بينهما، فقال "يده يد صفة، ووجهه وجه صفة كالسمع والبصر"

وكذلك قالت المعتزلة: النزول: نزول بعض آياته وملائكته، والاستواء بمعنى الاستيلاء، وقالت المشبهة والحشوية النزول نزول ذاته بحركة، وانتقال من مكان إلى مكان والاستواء جلوس على العرش وحلول فيه. فمسك رضي الله عنه طريقة بينهما فقال "النزول صفة من صفاته والاستواء"

وكذلك قالت المعتزلة كلام الله محدث مخترع مبتدع وقالت الحشوية والمجسمة الحروف المقطعة والأجسام التي يكتب عليها والألوان التي يكتب بها والمداد بين الدفتين كلها قديمة أزلية فمسك رضي الله عنه طريقة بينهما، فقال "القرآن كلام الله قديم غير مخلوق ولا محدث، ولا مبتدع فالحروف المقطعة والأجسام والألوان والأصوات والمحدودات وكل ما في العالم من المكيفات مخلوق مبتدع مخترع".

(تبيين كذب المفتري فيما نسب إلى الإمام أبي الحسن الأشعري، ص ۱۵۹/۱۳۹ المؤلف ثقة الدين، أبو القاسم علي بن الحسن بن هبة الله

لمعروف بابن عساکر (المتوفی ۵۷۱ھ) الناشر دار الکتاب العربی،
بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۰۴ھ)

حضرت امام ابوالحسن [illegible] المعروف بابن عساکر [illegible] کی طرف سے یہ لکھی [illegible] ان کو کسی [illegible] طرف سے یہ تکلیف پہنچی ہے [illegible] فرمایا اللہ تعالیٰ [illegible]

1 حضرت امام ابوالحسن اشعریؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ [illegible] لوگوں نے [illegible] تعالیٰ کے لیے علم، قدرت [illegible]

حنفیہ، محدثین [illegible] کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا علم [illegible] دوسروں کا، اس کی قدرت بھی ویسی ہی ہے جیسی قدرت دوسروں کی ہوتی ہے، اس کے کان (مخلوق کے) کانوں جیسے ہیں [illegible] آنکھیں (مخلوق کی آنکھوں جیسی ہیں۔

[illegible] فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے [illegible] قدرت ہے [illegible] مخلوق جیسی قدرت [illegible] مخلوق جیسے) [illegible] کان ہیں (مخلوق جیسے) [illegible] دیکھتا ہے (مخلوق جیسا) دیکھتا ہے۔

3 اسی طرح ہم میں سے بعض نے کہا انسان کسی چیز کے پیدا کرنے اور اس کے کسب پر قادر نہیں ہے۔

4 معتزلہ کہتے ہیں انسان پیدا کرنے اور کسب دونوں پر قادر ہے۔

5 حضرت امام ابوالحسن اشعریؒ نے ان دو انتہاؤں کے درمیان والا راستہ اختیار کیا اور فرمایا [illegible]

حضرت امام ابوالحسن اشعریؒ نے انسان سے احداث (پیدا کرنے) کی نفی فرمائی،

انسان سے کسب کی قدرت کا اثبات کیا۔

3 اسی طرح حشویہ اور مشبہہ کہتے ہیں (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ کو کیف اور حد کے [illegible] دیکھا جا سکے گا جیسے [illegible] دیکھے جاتے ہیں [illegible] دیکھا جاتا ہے۔

[illegible] کہتے ہیں [illegible] کسی جگہ میں [illegible]

حضرت امام ابوالحسن اشعریؒ نے ان دو انتہاؤں کے درمیان والا راستہ اختیار کیا، اور فرمایا "اللہ تعالیٰ موجود تھے، حالانکہ اس وقت کوئی مکان نہیں تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے عرش اور کرسی کو پیدا کیا، حالانکہ اس کو مکان کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ اور وہ مکان کے پیدا کرنے کے بعد بھی ویسے ہی ہے جیسا کہ مکان کے پیدا کرنے سے پہلے تھا"۔

معتزلہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔ یہ ہاتھ قدرت اور نعمت کے معنی میں ہے۔ اس کا چہرہ ہے جو وجود کے معنی میں ہے۔

4 حشویہ فرقہ کے لوگ کہتے ہیں (قرآن و حدیث میں) اللہ تعالیٰ کے لیے جو "ید" (ہاتھ) کا لفظ آیا ہے، اس سے مراد یہی عام ہاتھ یعنی آلہ جارحہ ہے (جسے ہم دیکھتے اور جانتے ہیں)۔ اس کا چہرہ بھی ویسا ہی ہے جو چہرے کا مفہوم ہے، یعنی اس کی صورت بھی ہے۔

حضرت [illegible] اشعریؒ نے ان دو انتہاؤں کے درمیان والا راستہ اختیار کیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سے مراد صفت "ید" ہے اور اس کے چہرے سے مراد اس

☆ حضرات محدثین [illegible] عرش میں سکون کیے ہوئے ہیں، عرش اللہ تعالیٰ کا مکان ہے اور وہ اس پر بیٹھا ہوا ہے۔

"صفت" ہو سکتا ہے جیسا کہ ان کی صفات کے بارے میں کہا گیا ہے۔

6 اسی طرح مفسرین کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے مراد اس کی بعض آیات (نشانیاں) اور مخلوقات کا ظہور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (باقی صحیح ہے)

7 مشبہہ اور مشویہ فرقے کے لوگ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے مراد ہے کہ وہ حرکت کرتا ہے اور ہر جگہ سے ہر جگہ منتقل ہوتا ہے۔ "استوی علی العرش" کا مطلب یہ ہے کہ وہ عرش پر جا بیٹھا اور اس میں معلوم ہے ہوتے ہے۔

حضرت امام ابوالحسن اشعری نے ان فرقوں سے اپنی برأت ظاہر کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات شی سے ہیں صفت ہے۔ اسی طرح "استوی" بھی اس کی صفت ہے

7 اسی طرح مفسرین کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ مخلوق کے ہاتھوں کی طرح نہیں ہے

مشبہہ اور مجسمہ کہتے ہیں قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جسم ہے اور وہ کہتے ہیں ہاتھ سے مراد ہاتھ ہے اور جو کچھ ہاتھوں سے ہوتا ہے یعنی کہ مخلوق کے ہاتھ سے ہوتا ہے وہ سب کچھ اللہ تعالیٰ سے ہوتا ہے۔

حضرت امام ابوالحسن اشعری نے ان تمام اقوال سے درمیانی راستہ اختیار کیا اور فرمایا کہ قرآن مجید کے کلام کے بارے میں جو تبدیل شدہ اقوال مذکور ہوئے ہیں یہ کہنا کہ ہاتھ کے معنی قدرت کے ہیں یا نعمت کے ہیں یا قرآن مجید کے بارے میں کہنا کہ یہ مخلوق ہے یا قرآن مجید لکھا جاتا ہے، رنگ (جس سے قرآن مجید لکھا جاتا ہے) آواز (جس سے قرآن مجید پڑھا جاتا ہے) ان تمام اقوال کے بارے میں وہ کہتے ہیں کہ یہ سب مخلوق چیز کی ہوئی اور بنائی ہوئی ہیں"۔

2.3.5:۔ حضرت امام ابوالحسن اشعریؒ کے عقائد کے بارے میں فیصلہ کن بات

حضرت امام ابوالحسن اشعری نے اپنی کتاب "الابانۃ عن اصول الدیانۃ

رسالۃ إلی أهل الثغر بباب الأبواب مقالات الإسلاميين واختلاف المصلين" میں سلف صالحین کا طریقہ (تفویض) اختیار کیا ہے اور ان کے خلاف کا طریقہ یعنی تاویل بھی کی ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب "اللمع" میں جو کچھ لکھا ہے اس میں انہوں نے یہ کون سا طریقہ اختیار کیا ہے مختلف روایتوں سے تو یہ بات ثابت ہے کہ انہوں نے تاویل کا طریقہ اختیار کیا ہے لیکن بعد میں انہوں نے اپنی اس رائے سے رجوع کر لیا تھا۔ اس طرف بہت سے علماء گئے ہیں۔

قصہ کن بات یہی ہے جس کے بارے میں حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں

ثم ذكروا للشيخ أبي الحسن الأشعري، رحمه الله ثلاثة أحوال.

أولها حال الاعتزال، التي رجع عنها لا محالة

الحال الثاني إثبات الصفات العقلية السبعة، وهي الحياة، والعلم، والقدرة، والإرادة، والسمع والبصر، والكلام وتأويل الخبرية كالوجه واليدين، والقدم، والساق، ونحو ذلك

والحال الثالثة إثبات ذلك كله من غير تكييف ولا تشبيه، جريا على منوال السلف، وهي طريقته في الإبانة التي صنفها آخرا وشرحه القاضي أبو البقاء، وبقيها أبو القاسم ابن عساكر، وهي التي مال إليها [illegible] في أواخر قوله وفعله رحمه الله

[illegible] المتوفى سنة ٣٩٠ [illegible] بن عمر بن كثير القرشي البصري ثم الدمشقي [illegible] تحقيق: أحمد عمر [illegible] محمد [illegible] مكتبة [illegible]

[illegible] دار الوفاء [illegible] سورة، تحقيق: نور الدين [illegible])

ترجمہ حضرت شیخ ابوالحسن اشعری کی زندگی کے تین احوال ہیں۔

پہلی حالت معتزلہ کے مذہب پر تھے جس سے انہوں نے لامحالہ رجوع کر لیا تھا۔

دوسری حالت عقلی صفات کا اثبات۔ یہ ہیں حیات، علم، قدرت، ارادہ، سمع، بصر، کلام اور تاویل خبریہ کا وجہ، یدین، قدم، ساق وغیرہ

اور صفات ثبوتیہ کا اثبات نظریۃ معنی کی جہت سے کیا ہے۔

3 ان سب صفات کا اثبات نظریۃ معنی کی جہت سے کیا ہے

حضرت امام ابوالحسن اشعریؒ نے اسی طریقہ کو اپنی کتاب "الابانۃ عن اصول الدیانۃ" میں اختیار کیا ہے۔ جس کو حضرت امام ابوالحسن اشعریؒ نے سب سے آخر میں تصنیف کیا ہے

(تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: شرح الزبیدی علی احیاء العلوم، ابو الحسن الأشعری، مقالہ للشیخ حماد الأنصاری، مشرب بمجلۃ جامعۃ الامام بالمدینۃ المنورۃ، عدد ۲۳)

2.4۔ حضرت امام غزالیؒ (المتوفی ۵۰۵ھ) کے عقائد

عقیدۃ أهل السنّة في كلمتي الشّهادة الّتي هي أحد مباني الإسلام.

فنقول وبالله التوفيق

2.4.1:۔ صفات باری تعالیٰ کے بنیادی عقائد

الحمد لله، المبدئ، المعيد، الفعال لما يريد، ذي العرش المجيد، والبطش الشديد، الهادي صفوة العبيد إلى سبيل الرشيد، و المسلك السديد المنعم عليهم بعد شهادة التوحيد بحراسة عقائدهم عن ظلمات التشكيك والترديد، السالك بهم إلى اتباع رسوله المصطفى، والاقتداء بآثار صحبه الأكرمين المكرمين بالتأييد والتسديد، المتجلي لهم في ذاته وأفعاله بمحاسن أوصافه، التي لا يدركها الا من ألقى السمع وهو شهيد، المعترف إياهم

1 أنه في ذاته واحد، لا شريك له، فرد، لا مثيل له، صمد لا ضد له، مفرد، لا ند له، وأنه واحد قديم، لا أول له، أزلي، لا بداية له، مستمر الوجود، لا آخر له، أبدي، لا نهاية له، قيوم، لا انقطاع له،

لا يتصور له عدم بوجه ولا بسبب ولا يطرأ عليه بعدم ما يحيله لا يعتريه نوم ولا سنة ولا غفلة ولا ذهول ولا يعزب عن علمه مثقال ذرة في السموات ولا في الأرض ولا أصغر من ذلك ولا أكبر إلا في كتاب مبين

ليست ذاته مركبة من أجزاء ولا أبعاض ولا تقبل الانقسام بوجه ولا تدخل تحت الكم بالمتصل والمنفصل ولا تتصف بالمقدار بالطول والعرض والعمق ولا تتحيز ولا تتحدد ولا تتشكل ولا تتبعض ولا تتجزأ ولا تنقسم ولا تتكثر ولا تتعدد ولا تتناهى ولا تتزايد ولا تتناقص ولا تتغير ولا تتبدل ولا تتأثر ولا تتألم ولا تلتذ ولا تدرك بشيء من الحواس ولا تحل في غيرها ولا يحل فيها غيرها ولا تشبه الذوات ولا تشبهها الذوات ولا تماثل الموجودات ولا تماثلها ولا تضاف إلى الجهات الست ولا تحويها الجهات ولا تحدها المقادير ولا تحيط بها الأقطار ولا تحيط بشيء ولا تحويه الأماكن ولا تحصره الأزمان ولا تحيط به العقول ولا تتصوره الأوهام ولا تقدره الأفهام ولا تشبه شيئا من مخلوقاته ولا يشبهه شيء من مخلوقاته ولا يتصف بشيء من صفات خلقه ولا يتصف شيء من خلقه بشيء من صفاته ليس له في ذاته مماثل ولا في صفاته مشارك ولا في أفعاله شريك ولا في ملكه وزير ولا في سلطانه ظهير ولا في خلقه معين ولا في أمره معقب ولا في ملكه منازع ولا في سلطانه مدافع ولا في علمه مطاول ولا في قدرته معجز ولا في إرادته مغالب ولا في سلطانه مضاد ولا في وجوده مكاثر ولا في بقائه مزاحم ولا في قيامه بنفسه مستغن عن محله ولا في قيامه بذاته مستغن عن حامله ولا في قيامه بذاته مستغن عن مقومه ولا في قيامه بذاته مستغن عن مخصصه ولا في قيامه بذاته مستغن عن مرجحه ولا في قيامه بذاته مستغن عن مدبره ولا في قيامه بذاته مستغن عن مصوره ولا في قيامه بذاته مستغن عن مكونه ولا في قيامه بذاته مستغن عن مؤلفه ولا في قيامه بذاته مستغن عن مكمله ولا في قيامه بذاته مستغن عن معينه ولا في قيامه بذاته مستغن عن مقويه ولا في قيامه بذاته مستغن عن مؤيده ولا في قيامه بذاته مستغن عن مسدده ولا في قيامه بذاته مستغن عن مرشده ولا في قيامه بذاته مستغن عن مصححه ولا في قيامه بذاته مستغن عن مقيمه ولا في قيامه بذاته مستغن عن مبقيه ولا في قيامه بذاته مستغن عن مفنيه ولا في قيامه بذاته مستغن عن مبدله ولا في قيامه بذاته مستغن عن مغيره ولا في قيامه بذاته مستغن عن مجدده ولا في قيامه بذاته مستغن عن معيده ولا في قيامه بذاته مستغن عن مميته ولا في قيامه بذاته مستغن عن محييه ولا في قيامه بذاته مستغن عن مثيبه ولا في قيامه بذاته مستغن عن معاقبه ولا في قيامه بذاته مستغن عن مكرمه ولا في قيامه بذاته مستغن عن مهينه ولا في قيامه بذاته مستغن عن مرضيه ولا في قيامه بذاته مستغن عن مسخطه ولا في قيامه بذاته مستغن عن مقربه ولا في قيامه بذاته مستغن عن مبعده ولا في قيامه بذاته مستغن عن مدنيه ولا في قيامه بذاته مستغن عن مقصيه ولا في قيامه بذاته مستغن عن مرحبه ولا في قيامه بذاته مستغن عن مؤنسه ولا في قيامه بذاته مستغن عن مفرحه ولا في قيامه بذاته مستغن عن مبشره ولا في قيامه بذاته مستغن عن منذره ولا في قيامه بذاته مستغن عن مخوفه ولا في قيامه بذاته مستغن عن مطمئنه ولا في قيامه بذاته مستغن عن مزعجه ولا في قيامه بذاته مستغن عن مقلقه ولا في قيامه بذاته مستغن عن مسكن

مرسی ... بالأبصار منه ونعت بالأبرار في دار القرار وتجلي
منه للنعيم بالنظر إلى وجهه الكريم

3 **الحياة والقدرة** وأنه تعالى حيٌّ، قادرٌ، جبارٌ، قاهرٌ لا يعتريه
قصور ولا عجز ولا تحدّه سنة ولا نوم ولا يعارضه فناء ولا
موت وأنه ذو الملك والملكوت والعزة والجبروت له
السلطان والقهر والخلق والأمر والسموات مطويات بيمينه
وبحلائق معمورة من قبضته وأنه المنفرد بالخلق والاختراع
المستمر بلا ابتداء والدائم بلا انتهاء خلق الخلق وأعمالهم وقدر أرزاقهم
وآجالهم فلا يشذ عن قبضته مقدور ولا يعزب عن قدرته تعالى
الأمور لا يحصى معلوماته لا تتناهي معلوماته

4 **العلم** وأنه تعالى بجميع المعلومات محيطٌ لا يجري في ملكه
الأرضين إلى أعلى السموات وأنه عالم لا يغرُبُ عن علمه مثقالُ
ذرة في الأرض ولا في السماء بل يعلم دبيب النملة السوداء على
الصخرة الصماء في الليلة الظلماء ويدرك حركة الذر في جو
الهواء ويعلم السر وأخفى ويطلع على هواجس الضمائر
وخفيات السرائر وما تحيف الأجفان وما تخفي الأذهان وما يدل
عليه أطباق الجنان

5 **الإرادة** وأنه تعالى في ملكه ما شاء كان فلا يجري في
سلطانه ولا يكون في كبير وصغير وجليل وحقير وخير وشر
ونفع وضر وإيمان وكفر وطاعة ومعصية إلا بمشيته وقضائه
وحكمه وقدره وحتمه ومشيئته
فما شاء كان وإن لم نشأ ولم يكن لا يخرج عن مشيئته لطفة خاطر ولا
فلتة حاطر بل هو المبدئ المعيد الفعال لما يريد لا راد لأمره

ولا معقب لقضائه ولا مهرب لعبد عن معصيته إلا بتوفيقه ورحمته
ولا قوة له على طاعته إلا بمشيته وإرادته فهو جميع الإنس والجن
والملائكة والشياطين عجز أن يحرك ذرة في العالم أو يسكنها
دون إرادته ومشيئته لعجزه عن ذلك.

وأن إرادته قائمة بذاته في جملة صفاته لم يزل كذلك موصوفاً بها
مريداً في أزله موجوداً الأشياء في أوقاتها التي أراد فوجدت في
أوقاتها كما أراد في أزله من غير تقدم ولا تأخر بل وقعت على وفق
علمه وإرادته من غير تبدل ولا تغير ولا تغير تدبر الأمور ولا ترتيب أفكار ولا
تربص وانتظار كذلك لم يشأه شأن عن شأن

السمع والبصر وأنه تعالى سميع، بصير، يسمع، ويرى، ولا
يعزب عن سمعه مسموع وإن خفي، ولا يغيب عن رؤيته مرئي وإن
دق ولا يختلف سمعه بعد ولا يدفع رؤيته ظلام ليل عن غير حدقة
وأحداق، ويسمع من غير أصماخ وآذان، كما يعلم بغير قلب
ويبطش بغير جارحة، ويخلق بغير آلة، ولا تشبه صفاته صفات
الخلق كما لا تشبه ذاته ذوات الخلق

الكلام وأنه تعالى متكلم، آمر، ناه، واعد، معد، بكلام أزلي
قديم، للعالم بذاته، لا يشبه كلام الخلق، فيس بصوت يحدث من
استلال هواء أو اصطكاك أجرام، ولا بحرف ينقطع بإطباق شفة
أو تحريك لسان

وأن القرآن والتوراة والإنجيل والزبور كتبه المنزلة على رسله عليهم
السلام، وأن القرآن مقروء بالألسنة، مكتوب في المصاحف،
محفوظ في القلوب، وأنه مع ذلك قديم، قائم بذات الله تعالى، لا
يقبل الانفصال، والافتراق، بالانتقال إلى القلوب والأوراق، وأن
موسى صلى الله عليه وسلم سمع كلام الله بغير صوت، ولا حرف،

كما يجوز الأبرار ذات الله تعالى في الآخرة من غير حرهر ولا عرض

وإذا كانت له هذه الصفات كان حياً، عالماً، قادراً، مريداً، سميعاً، بصيراً، متكلماً، بالحياة، والقدرة، والعلم، والإرادة، والسمع والبصر، والكلام، لا بمجرد الذات.

الأفعال والله سبحانه وتعالى لا موجد سواه ولا خالق لشيء من الأشياء على حسب ما سبق به علمه وجرى به حكمه على حسب ما قدره وقضاه وهو حكيم في أفعاله عادل في قضائه، لا يقاس عدله بعدل العباد إذ العبد يتصور منه الظلم بتصرفه في ملك غيره

ولا يتصور الظلم من الله تعالى، فإنه لا يتصادف لغيره ملك حتى يكون تصرفه فيه ظلماً، بل جميع ما سوى الله من العرش وما تحت الثرى ملكه وخلقه وعبيده، وهو خالقهم ومدبرهم ومحييهم ومميتهم، وهو قادر على كل ما يمكن أن يوجد من الممكنات، وكل ما يوجد من الممكنات فهو موجود بقدرته وحده لا شريك له في شيء من ذلك، ولم يكن معه شيء فأحدث بعض ما أحدث بمعاونة شيء منه له، بل كل ما سبق منه إيجاده فقد سبق في الأزل من كلمته، لا لحاجة به إلى وجوده

والله متعال عن الحاجة والانتفاع والتكليف لأن وجوب وتعذر بما يتضرر به المكلف والإضلال لا يجوز لأنه سفه والله تعالى منزه عن السفه والظلم والله تعالى يحب الفضل والإحسان والنعمة والامتنان، إذ كان قادراً على أن يعذب جميع عباده أجمعين بعذاب يستغرقهم بضروب الآلام والأوصاب وأنواع العذاب فعل ذلك لكان منه عدلاً ولم يكن منه قبيحاً ولا ظلماً

والله عز وجل يثيب عبده المؤمنين على الطاعات بحكم الكرم والوعد لا بحكم الاستحقاق والوجوب لأنه لا يجب عليه شيء لأحد

[illegible] عليه، ولا يجب لأحد عليه حق

[illegible] حقه في الحقيقة وجب على الحق بإيجابه على النفس [illegible] عليهم السلام لا بمجرد العقل، ولكنه بعث الرسل وأظهر صدقهم بالمعجزات التي تظهر فيها لعجز عن الإتيان بمثله ووعده ووعيده فوجب على الخلق تصديقهم فيما جاءوا به

(احیاء علوم الدین، ج ۱ ص ۹۸ تا ۱۱۲ المؤلف أبو حامد محمد بن محمد الغزالي الطوسي (المتوفى ۵۰۵ھ) الناشر: دار المعرفة، بيروت)

اہل السنت والجماعت کے عقائد کے بیان میں جس کی بنیاد کلمہ طیبہ لا إله إلا الله محمد رسول الله ہے۔ یہ کلمہ اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک ہے۔ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، جو پیدا کرنے والا اور پھر لوٹانے والا ہے۔ جو چاہے وہی کرتا ہے۔ عظمت والے عرش کا مالک ہے اور سخت پکڑ کرنے والا ہے۔ اپنے منتخب بندوں کو وہ ہدایت اور سیدھی راہ کی طرف چلانے والا ہے۔ توحید کی شہادت دینے والوں کو شک وشبہ کے اندھیروں سے نکالتا ہے اور ان کی حفاظت کی صورت میں ان پر انعام کرتا ہے۔ انھیں اپنے چنے ہوئے رسول اکرم ﷺ کی اتباع اور محترم و مکرم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلاتا ہے۔ ان پر اپنی ذات، اور افعال کو کچھ خوبیوں کے ساتھ روشن کرتا ہے۔ ان سب چیزوں کا ادراک لفظ وہی کر سکتا ہے جو اس طرف دھیان کرتا ہے، اور حاضر باگاہ رہتا ہے۔ وہ انھیں اپنی ذات والا کی معرفت عطا فرماتا ہے۔

عقیدۂ وحدانیت

[illegible] ہے۔ وہ یکتا ہے، اس جیسا کوئی نہیں۔ وہ صفت [illegible] کا مماثل نہیں۔ [illegible] ہے۔ کوئی اس کے جوڑ کا نہیں۔ وہ اکیلا، قدیم اور ازلی ہے، جس کا اول اور آخر نہیں، ہمیشہ سے قائم، ابدی ہے جس کا آخر اور انتہا نہیں۔ قدیم ہے کہ اس کو انقطاع نہیں [illegible]

2 تنزیہ باری تعالیٰ کا عقیدہ

3 صفتِ حیات وقدرت

تمام اشیاء کی قدرت سے باہر نہیں۔ اس کے لئے ہر قسم کی چیزیں شئے بن
جا سکتی ہیں۔ اس کی معلومات کی کوئی حد و انتہا نہیں ہے۔

4 صفتِ علم

اللہ تعالیٰ سب معلومات کو جانتا ہے۔ زمین کی تہوں سے لے کر آسمان کے اوپر تک
کچھ ہوتا ہے سب پر محیط ہے۔ اس کے علم سے ایک ذرہ بھی آسمان اور زمین میں
پوشیدہ نہیں، بلکہ کالی رات میں سخت پتھر پر چیونٹی کے رینگنے کو اور ہوا کے بیچ میں
کے چلنے کو جانتا ہے۔ چھپی ہوئی اور کہی ہوئی بات کو معلوم کر لیتا ہے اور ذہنوں
وسوسوں اور دلوں کی حرکات و سکنات اور باطن کے پوشیدہ راز منکشف ہیں اس کا
علم قدیم اور ازلی ہے، جس سے وہ ازل میں موصوف رہا ہے۔ اس کا علم یا تو
ذاتی اس کی ذات میں آنے کی وجہ حاصل ہوا ہے۔

5 صفتِ ارادہ

اللہ تعالیٰ نے کائنات کو ارادہ سے بنایا اور جو چیز اس کا علم قدیم کی دلیل
سے کہ ملک اور ملکوت میں جو کچھ تھوڑا بہت چھوٹا بڑا خیر و شر ایمان
یا کفر معرفت یا جہالت، نگاہ سیدھی یا گمراہی، زیادتی یا کمی طاعت یا معصیت ہوتی ہے
وہ سب اس کے فیصلے اور تقدیر مبرم حکمت اور مشیت کے تحت ہوتی ہے وہ جس
چیز کو چاہتا ہے وہ ہو جاتی ہے اور جسے نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتی۔ پلک کا جھپکنا
بھی خیال کا آنا اس کی خواہش سے بغیر نہیں۔ وہی ابتدائی طور پر پیدا کرنے اور پھر
قیامت کے دن اٹھانے والا ہے۔ وہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔ کسی کو اس کے حکم و
فیصلے کی نہ تو روک ہے نہ اس کے فیصلے کو پیچھے کرنے والا ہے۔ اس کی رحمت اور توفیق کے
بغیر اس کی نافرمانی سے بچنا محال ہے۔ اس کی اطاعت و بندگی اس کی خواہش اور
ارادے کے بغیر ممکن نہیں۔ اگر سبھی انسان، جن، فرشتے اور شیطان دنیا میں کسی ذرے
کو حرکت دینے پر اتفاق کر لیں یا اسے ٹھہرانا چاہیں تو اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادے

سے جیسے وہ چاہتا ہے عاجز رہیں گے۔ دیگر صفات کے ساتھ ساتھ اس کا ارادہ
اس کی ذات میں قائم ہے اور وہ ہمیشہ سے اس سے متصف ہے۔ اس نے اشیاء کا
وجود کا ازل میں ان کے وقوع پذیر ہونے کا ارادہ فرمایا چنانچہ اس میں سے جیسا
ارادہ کیا اسی ارادے کے مطابق ہر چیز بغیر کسی تقدیم و تاخیر کے اپنے وقت پر ظاہر
ہوئی۔ بلکہ کسی تغیر و تبدل کے بغیر اس کے علم و ارادہ کے مطابق وقوع ہوئی۔ اس نے
امور کی تدبیر اس طرح سے کی کہ اس میں اشکال کی ترتیب کی وجہ سے کسی کو
تاخیر کا سامنا کرنا پڑا۔ اسی طرح اس کا کوئی کام اسے دوسرے کام سے غافل نہیں کرتا۔

6 صفتِ سمع و بصر (سننا اور دیکھنا)

اللہ تعالیٰ سمیع اور بصیر ہے۔ سنتا اور دیکھتا ہے۔ سنی جانے والی کوئی چیز اس کی سماعت
سے باہر نہیں چاہے وہ پوشیدہ ہو یا بلند۔ دیکھنے والی کوئی چیز اس
کے دیکھنے سے بچ نہیں سکتی۔ روشنی اس کے دیکھنے میں حائل ہو، نہ ہی تاریکی اس
کے دیکھنے میں رکاوٹ بنتی ہے۔ وہ آنکھوں کی پتلیوں اور پلکوں کے بغیر دیکھتا
ہے۔ کانوں اور ان کے سوراخوں سے پاک ہے۔ جیسے دونوں کے بغیر جانتا ہے اور
کسی عضو کے بغیر پکڑتا ہے اور کسی آلہ کے بغیر پیدا کرتا ہے۔ اس لیے کہ جس طرح
اس کی صفتیں مخلوق کی صفتوں کی طرح نہیں ہے اور جیسے اس کی ذات مخلوق کی ذات کی
طرح نہیں ہے۔

7 صفتِ کلام

اللہ تعالیٰ کلام کرنے والا، حکم دینے والا اور منع کرنے والا ہے۔ اس کا کلام ازلی اور
قدیم ہے جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے۔ اس کا کلام لوگوں کے کلام کے مشابہ
نہیں کیونکہ ہوا کے چلنے یا ستاروں کے ٹوٹنے یا اجسام کی رگڑ سے آواز پیدا ہوتی
ہے۔ وہ کلام ہونٹوں کے کھلنے یا بند ہونے سے یا زبان کی حرکت سے پیدا نہیں ہوتا۔
وہ ان سب سے منزہ ہے۔ قرآن، تورات، انجیل اور زبور اس کی کتابیں ہیں، جو اس

سے میاہ ہوتا ہے۔ [illegible] مجید بالوں سے پڑھا جاتا ہے۔ اور اوراق پر لکھا جاتا ہے۔ [illegible] سینوں میں محفوظ کیا جاتا ہے۔ اس کے باوجود یہ کلام قدیم ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہے۔ اوراق کی طرف منتقل ہو کر اس سے جدا نہیں ہوتا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا کلام آواز اور حروف کے بغیر سنا جس طرح قیامت کے دن یکتا اللہ تعالیٰ کا دیدار یوں کریں گے کہ نہ تو وہ جوہر (جو خود قائم ہو) ہوگا اور نہ ہی عرض (جو دوسری چیز کے ساتھ قائم ہوتا ہے)۔ وہ جب ان صفات سے موصوف ہے تو وہ حیات اور قدرت علم [illegible] عبارت اور کلام کی [illegible] دیکھنے والا کلام [illegible]

8 صفت افعال

اللہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ موجود ہے، وہ اس کے فعل سے پیدا ہوا اور اسی کے عدل کا نتیجہ ہے۔ اور وہ نہایت اچھے طریقے پر، حد درجہ کامل و تام اور منصفانہ طور پر [illegible] اللہ تعالیٰ اپنے افعال میں حکیم اور اپنے احکام میں عادل ہے۔ اس کے عدل کو بندوں کے عدل پر قیاس نہیں کر سکتے۔ اس لیے کہ [illegible] سے ظلم کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ہے، اس طرح کہ غیر کے ملک میں تصرف کرے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے متعلق ظلم کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ [illegible] سے کسی ایسے ملک میں تصرف کرے جس میں تصرف ظلم بن جائے۔ اس کے سوا جو کچھ بھی ہے [illegible] اس میں [illegible] عرش، اس چیز کا ادراک ہوتا ہے یا محسوسات میں سے ہو سب کا سب حادث ہے اس نے اپنی قدرت سے اس کو عدم سے وجود عطا کیا اور اس کے بعد کہ جو کچھ بھی تھا اسے پیدا کیا۔ کیونکہ ازل میں وہ اکیلا موجود تھا، دوسرا کوئی اس کے ساتھ نہ تھا اس کے بعد اپنی قدرت کے ظاہر کرنے اور اپنے [illegible] کے لیے مخلوق کو پیدا کیا۔ اور اس لیے بھی کہ ازل میں یہ بات [illegible] اس سے

[illegible] سے تھی۔

اس سے متعلق کوئی [illegible] اللہ تعالیٰ کو مخلوق پر [illegible] اس سے یہ نہیں کہ یہ عمل اس پر واجب تھا جسے [illegible] اصلاح [illegible] اور یہ بات اس پر لازم تھی۔ [illegible] کی نفس کو [illegible] والا اور ہلاکت میں ڈالنے والا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے بندوں کو [illegible] سے عذاب میں [illegible] پر قادر تھا۔ وہ انہیں مختلف قسم کی تکالیف اور مصیبتوں میں مبتلا کر سکتا تھا۔ اگر اس کی طرف [illegible] ہوتا تو یہ اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظلم ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے [illegible] اور رسولوں کے ذریعے اپنے بندوں کو ان کی عبادتوں پر ثواب عطا فرمانے [illegible] اپنی [illegible] ہونے کی خبر دی ہے۔ اس لیے بندوں کا حق [illegible] ہو گیا ہے۔ اس لیے کہ کسی پر کسی کے لیے کوئی عمل واجب نہیں ہوتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظلم کا تصور کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس پر کسی کا کوئی حق واجب ہے۔ البتہ مخلوق پر اس کی عبادتوں کا حق واجب ہے جو اس نے اپنے نبیوں کی زبانی لازم [illegible] فقط عقل کی [illegible] بلکہ اس نے اپنے رسول بھیجے، اور معجزات کے ذریعے ان کی سچائی ثابت کی۔ انہوں نے اس کے امر کی اور [illegible] لوگوں تک پہنچایا۔ چنانچہ جو کچھ [illegible] علیہم السلام [illegible] لوگوں سے لیے وہ حتمی طور پر [illegible] علیہم السلام کو سچا ماننا واجب ہے۔

2.4.2:۔ صفتِ استواء علی العرش

الاستواء العلم بأنّه تعالى مستوٍ على عرشه بالمعنى الذي أراد الله تعالى بالاستواء، وهو الذي لا ينافي وصف الكبرياء ولا يستدعي إلهه سمات الحدوث ولوازمه وهو الذي أريد بالاستواء إلى السّماء حيث قال في القرآن "ثم استوى إلى السّماء وهي دخانٌ" وليس ذلك إلا بطريق القهر والاستيلاء كما قال الشاعر

قد استوى بشر على العراق ... من غير سيف ودم مهراق

واصطر أهل الحق إلى هذا التأويل كما اضطر أهل التأويل في قوله تعالى "وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ" وحمل ذلك بالاتفاق على الإحاطة والعلم. وحمل قوله ﷺ "قلب المؤمن بين أصبعين من أصابع الرحمن" على القدرة والقهر. وحمل قوله ﷺ "الحجر الأسود يمين الله في أرضه" على التشريف والإكرام، لأنه لو ترك على ظاهره لتوهم منه ما لا يليق بالحجر الأسود، لو ترك على الاستقرار والتمكن توهم منه ما لا يليق بالله أو أكثر منه أو أصغر، وذلك محال، وما يؤدي إلى المحال فهو محال

وقواعد العقائد ص ۱۶۵ تا ۱۹۸، المؤلف: أبو حامد محمد بن محمد الغزالي الطوسي (المتوفى ۵۰۵ھ)، المحقق: موسى محمد علي، الناشر: عالم الكتب، لبنان، الطبعة: الثانية ۱۴۰۵ھ، إحياء علوم الدين، ج ۱ ص ۹۸، المؤلف: أبو حامد محمد بن محمد الغزالي الطوسي (المتوفى ۵۰۵ھ)، الناشر: دار المعرفة، بيروت)

ترجمہ: یہ بات کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہیں اس معنی سے نہیں جو اللہ تعالیٰ سے محسوس ہونے مراد ہے ہیں یعنی وہ معنی جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہونے کے منافی نہیں، اور نہ وہ معنی جس میں حدوث و فناء کی علامتوں کو دخل ہے اور وہ معنی آسمان پر مستوی ہونے سے تصور ہیں۔ وہ معنی جس کا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ارادہ کیا ہے

ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ (حٰمٓ سجدہ: ۱۱)

پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا جب کہ وہ اس وقت دھوئیں کی شکل میں تھا، اور اس سے اور زمین سے کہا تم دونوں چلے آؤ چاہے خوشی سے یا زبردستی، دونوں نے کہا ہم خوشی خوشی آتے ہیں۔

یہ شاذ تاویل اور صرف قرائن رد کے تقاضے سے ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ شارح

کہ ہے

شر نے اراق پر بھیر تلوار اٹھائے اور خون بہائے غلبہ حاصل کر لیا۔

اہل حق نے اس آیت میں اسی طرح تاویل کی ہے جیسا کہ اہل باطل نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ" میں تاویل کی ہے۔ یہاں بالاتفاق حاطہ علمی اور علمی معیت مراد ہے۔

نبی ﷺ کا فرمان "مومن کا دل اللہ رحمن کی دو انگلیوں کے درمیان ہے"۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت اور قہر مراد ہے۔

اسی طرح نبی اکرم ﷺ کا فرمان "حجر اسود زمین میں اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ ہے"۔ یہاں بھی حجر اسود کی عزت و شرف اور کرم کا بیان ہے۔"

ان دونوں حدیثوں کو جدگی اور تعظیم پر اس لیے محمول کیا کہ اگر یہاں ظاہری معنی مراد لیا جائے تو اس سے محال لازم آئے گا۔ اسی طرح "استواء علی العرش" کو

2.4.3:۔ اللہ تعالیٰ بغیر جہت اور مکان کے موجود ہیں

العلم بأن لله تعالى منزه الذات عن الاختصاص بالجهات فإن الجهة إما فوق وإما أسفل وإما يمين وإما شمال أو قدام أو خلف وهذه الجهات هو الذي خلقها وأحدثها بواسطة خلق الإنسان إذ خلق له طرفين أحدهما يعتمد على الأرض ويسمى رجلاً والآخر بقابله ويسمى رأساً

فحدث اسم الفوق بما يلي جهة الرأس واسم السفل لما يلي جهة الرجل حتى إن النملة التي تدب متكسة تحت السقف تعلم جهة

الفوق في حقه تحتا وإن كان في حقنا فوقاً

وخلق للإنسان يدين إحداهما أقوى من الأخرى في الغالب فحدث اسم اليمين للأقوى واسم الشمال لما يقابله وسمي الجهة التي تسمى اليمين يميناً و لأخرى شمالاً وخلق له جانبين يبصر من أحدهما ويتحرك إليه فحدث اسم القدام للجهة التي يتقدم إليها بالحركة واسم الخلف لما يقابله فالجهات حادثة بحدوث الإنسان ولو لم يخلق الإنسان لهذه الخلقة بل خلق مستديراً كالكرة لم يكن لهذه الجهات وجود البتة

فكيف كان في الأزل مختصاً بجهة وبجهة حادثة وكيف صار مختصاً بجهة بعد أن لم يكن له أيان خلق العالم فوقه وتعالى عن أن يكون له فوق إذ تعالى أن يكون له رأس والفوق عبارة عما يكون جهة الرأس أو خلق العالم تحته فتعالى عن أن يكون له تحت إذ تعالى عن أن يكون له رجل والتحت عبارة عما يلي جهة الرجل وكل ذلك مما يستحيل في العقل ولأن المعقول من كونه مختصاً بجهة أنه مختص بحيز اختصاص الجواهر أو مختص بالجواهر اختصاص العرض وقد ظهر استحالة كونه جوهراً أو عرضاً فاستحال كونه مختصاً بالجهة وإن أريد به بجهة غير هذين المعنيين كان غلطاً في الاسم مع المساعدة على المعنى ولأنه لو كان فوق العالم لكان مساوياً له وكل محاذ لجسم فإما أن يكون مثله أو أصغر منه أو أكبر وكل ذلك تقدير محوج بالضرورة إلى مقدر ويتعالى عنه الخالق الواحد القادر

فما ورد من الأيدي عند السؤال إلى جهة السماء فهو لأنها قبلة الدعاء وفيه أيضاً إشارة إلى ما هو وصف للمدعو من الجلال والكبرياء تنبيهاً بقصد جهة العلو على صفة المجد والعلاء فإنه تعالى فوق كل

موجود بالظهر والاستيلاء

(احیاء علوم الدین ج ۱ ص ۱۰۷، المؤلف ابو حامد محمد بن محمد الغزالی الطوسی (المتوفی ۵۰۵ھ)، الناشر دار المعرفة، بیروت)

ماننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات جہت کی خصوصیت سے پاک ہے۔ اس لیے کہ اطراف چھ ہیں اوپر، نیچے، دائیں، بائیں، آگے، پیچھے یہ سب اطراف اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہیں اور ان اطراف کو انسان کی پیدائش کے وقت سے بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی دو طرفیں ایسی بنائی ہیں کہ ایک زمین پر لگے، اس کو پاؤں کہتے ہیں اور دوسری اس کے بالمقابل، جس کا نام سر ہے۔ لفظ فوق اس جہت کے لیے بولا جو سر کی طرف ہے اور تحت اس کا نام ہے، جو پاؤں کی طرف ہے۔ یہاں تک کہ کوئی اگر چھت میں الٹی ہو کر چلے تو اس کے حق میں چھت کی جانب تحت ہو جائے گی۔ گو ہماری نسبت سے وہ فوق کہلاتی ہے۔

انسان کے لیے دو ہاتھ اللہ تعالیٰ نے بنائے کہ اکثر ان میں سے ایک یہ سمت دوسرے کے قوی تر ہوتا ہے۔ تو جو قوی مرتبہ اس کے لیے یمین نام ہوا اور اس کے بالمقابل کا نام شمال رکھا گیا اور جو جہت دائیں ہاتھ سے ملی ہے، اس کا نام یمین اور دوسری کا نام شمال ہوا۔

اور اس کے لیے دو جانب بنائے کہ ایک طرف سے دیکھتا ہے اور اس طرف کو چلتا ہے تو جس طرف کو چلتا ہے، اس کا نام قدام اور اس کے مقابل کا نام خلف ٹھہرا۔

یہ جو اطراف انسان کے پیدا ہونے سے پیدا ہوئیں۔ اگر انسان بالفرض اس وضع [illegible] اس طرح کی جس جہت کے سوا مخصوص ہوتا ہے "انسان کی پیدائش کے وقت تو خاص کسی سمت سے نہ تھے اور اللہ تعالیٰ منزہ ہے اس بات سے کہ اس کے لیے فوق ہو۔ کیونکہ وہ اس بات سے برتر ہے کہ اس کا سر ہو اور فوق اسی جہت کو کہتے ہیں جو سر کی جانب ہو۔ اسی طرح اس کے لیے تحت بھی نہیں کیونکہ تحت اس سمت کا نام ہے جو

پاؤں کی جانب ہو اور اللہ تعالیٰ پاؤں سے جہت ہے۔ اور یہ سب باتیں عقل میں آنے والی نہیں بلکہ اس کے نزدیک محال ہیں۔ اور ایک وجہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی جہت سے مختص ہو، کہ یوں عقل میں آتا ہے یا جوہر کی طرح اپنے حیز سے خصوصیت رکھے، یا اعراض کی طرح جوہر سے متصور ہو، اور چونکہ اس کا جوہر اور عرض ہونا دلائل محال ہو چکے اس کا مختص ہونا جہت سے بھی محال ہے۔

اور اگر جہت کے معنی عادہ ان دونوں کے کچھ اور معانی ہے جائیں تو وہ لفظ کے اعتبار سے غلط ہوں گے (یعنی اسے جہت نہیں کہا جائے گا) اگرچہ معنی درست رہے ہوں۔

اور ایک وجہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ عالم کے اوپر ہوتا تو اس کے مقابل ہوتا۔ اور جو شے کسی شے کے فی جہۃ (مقابل) ہو تو اس کی مثل ہوگی یا اس سے چھوٹی ہوگی یا بڑی۔ اور یہ ساری صورتیں کمی مقدار کی متلازم ہوتی ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ تو خالق اور واحد ہے اور تدبیر فرمانے والا ہے، وہ اس سے بلند و بالا ہے۔

ایک اشکال کی وضاحت

اب رہا یہ سوال کہ دعا کے وقت ہاتھ آسمان کی طرف کیوں اٹھاتے ہیں؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ دعا کا قبلہ وہی سمت ہے۔ اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ جس سے دعا طلب ہے، اس میں صفت جلال اور کبریائی کی ہے۔ اس لیے کہ بلندی کی جہت بزرگی اور برتری پر دلالت کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ قہر، بزرگی اور غلبے کی جہت سے ہر ایک موجود سے بالا ہے۔

2.4.4:۔ رؤیت باری تعالیٰ بغیر کیفیت اور صورت کے ہوگی

الاصل السابع: العلم بانه تعالى مع تنزهه عن الصورة والمقدار منزه عن الجهات والاقطار مرئي بالاعين والأبصار في الدار الآخرة، والدليل القرار لقوله تعالى "وجوه يومئذ ناضرة الى ربها ناظرة" ولا يرى

في السبب تصديقاً لقوله عز وجل "لا تدركه الأبصار وهو يدرك الأبصار" وبقوله تعالى في خطاب موسى عليه السلام "لن ترانى". وليس شيء أكيف عرف المعتزل من خطاب رب الأرباب ما جهله موسى عليه السلام وكيف سأل موسى عليه السلام الرؤية مع كونه محالاً وقد الجهل بقوى البدع والأهواء من الجهلة الأغبياء أولى من الجهل بالأنبياء صلوات الله عليهم. وأما وجه إجراء آية الرؤية على الظاهر فهو أنه غير مؤد إلى المحال فإن الرؤية نوع كشف وعلم إلا أنه أتم وأوضح من العلم فإذا جاز تعلق العلم به وليس في جهة جاز تعلق الرؤية به وليس بجهة وكما يجوز أن يرى الله تعالى لخلق وليس في مقابلتهم جاز أن يراه الخلق من غير مقابلة وكما جاز أن يعلم من غير كيفية وصورة جاز أن يرى كذلك۔

(احیاء علوم الدین ج ۱ ص ۱۰۸، المؤلف: ابو حامد محمد بن محمد الغزالي الطوسي (المتوفى: ۵۰۵ھ)، الناشر: دار المعرفة، بيروت)

ترجمہ: اس بات سے آگاہ ہونا کہ اللہ تعالیٰ اگرچہ صورت اور مقدار سے پاک ہے۔ اور جہات اور سمتوں سے بھی پاک ہے لیکن قیامت کے دن سر کی آنکھوں سے دیکھے جائے گا، اس کی دلیل

وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ (القیامۃ ۲۲، ۲۳)

ترجمہ: اس دن کچھ چہرے تر و تازہ ہوں گے، اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوئے۔

لیکن اس دنیا میں نہیں دیکھا جا سکتا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

لا تدرکہ الأبصار وہو یدرک الأبصار وہو اللطیف الخبیر

(الانعام ۱۰۳)

ترجمہ: نگاہیں اس کو نہیں پا سکتیں اور وہ تمام نگاہوں کو پا لیتا ہے اس کی ذات اتنی لطیف ہے اور وہ اتنا باخبر ہے۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

ں فرمایا

ر تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکو گے۔

ہاری آیت مبارکہ یوں ہے

ربِّ حَ ء مُوسٰی لِمِیقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ قَالَ رَبِّ أَرِنِي أَنظُرْ إِلَيْكَ قَالَ
نْ تَرَانِي وَلَٰكِنِ انظُرْ إِلَى الْجَبَلِ فَإِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَانِي فَلَ
تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَىٰ صَعِقًا فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ
سُبْحَانَكَ تُبْتُ إِلَيْكَ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ (الاعراف ۱۴۳)

ر جب حضرت موسیٰ ہمارے مقررہ وقت پر پہنچے اور ان سے کلام
کا شرف حاصل کیا گیا تو انہوں نے درخواست کی اے میرے رب مجھے اپنا دیدار
عطا فرما تاکہ میں آپ کو دیکھ
سکوں فرمایا تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکو گے ہاں پہاڑ کی طرف نظر
کرو اگر وہ اپنی جگہ پر قائم رہا تو تم مجھے دیکھ سکو گے پھر جب آپ کے
رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اسے ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بیہوش ہو کر
گر پڑے پھر جب ہوش میں آئے تو عرض کیا پاک ہے آپ کی ذات میں آپ کی
بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اور میں سب سے پہلا ایمان لانے والا ہوں۔

☆ جس طرح یہ درست ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا جا سکتا ہے حالانکہ وہ ان کے قابل نہیں

ہے
یہ اس دلیل سے کہ مخلوق سے کچھ بھی ہو جائے وہ اس کے مشابہ نہیں ہے
ے کی بات صرف اسی صورت میں ہو سکتی ہے جب بولنے والا اپنے آپ سے کی کیسے
حضرت سے بھی کی جا سکتی ہے۔

2.4 ۔ اللہ تعالیٰ کی صفت کلام

وأما السادس [illegible] ولهذا يكلم بكلامه وهو وصف قائم بذاته
ليس بصوت ولا حرف بل لا يشبه كلامه كلام غيره كما لا يشبه
وجوده وجود غيره
والكلام بالحقيقة كلام النفس وإنما الأصوات قطعت حروفاً
تدل على المعاني كما يدل عليها دوماً بالحركات والإشارات وكيف النفس
هذا عند طائفة من الأغبياء ولم يلتفت على جهلة الشعراء حيث قال

فالفهم
إن الكلام لفي الفؤاد وإنما جعل اللسان على الفؤاد دليلا

ومن لم يفقه عقله ولا تفهه نهاه عن أن يقول لساني حادث ولكني م
يحدث فيه بقدرتي الحادثة فليتم فالطبع عن عقلة طبعك وقف عن
خطاه لسانك
ومن لم يفهم أن القديم عبارة عما ليس قبله شيء وأن الباء قبل
السين في قولك بسم الله فلا يكون السين المتأخر عن الباء قديماً
فليره عن الالتفات إليه قبحك الله سبحانه سر في إبعاد بعض العباد
ومن يضلل الله فما له من هاد ومن استبعد أن يسمع موسى عليه
السلام في الذهب كلاماً ليس بصوت ولا حرف فليتكر أن يرى في
الآخرة موجوداً ليس بجسم ولا لون، وإن عقل أن يرى ما ليس بلون
ولا جسم ولا قدر ولا كميا وهو إلى الآن لم ير غيره فليعقل في

خاصة السمع و عقله في حاسة البصر

وان عقل على أن يكون له علم واحد هو علم بجميع الموجودات فيعقل صفة واحدة بذاتها هو كلام بجميع ما دل عليه من الجوابات وان عقل كون السموات السبع وكون الجنة والنار مكتوبة في ورقة صغيرة ومحفوظة في مقدار درة من القلب وان كل ذلك مرئي في مقدار عدسة من الحدقة من غير أن تحل ذات السموات والأرض وبحذافيرها في الحدقة و القلب و غيرها فيعقل كون الكلام مقروءاً بالألسنة محفوظاً في القلوب مكتوباً في المصاحف من غير حصول ذات الكلام فيها وهو حسب تكلم بذات الكلام في الورق وحسب ذات الله تعالى بكتابته اسمه في الورق وحسب ذات الله تعالى بكتابته اسمه في الورق والحجر

الأصل السابع ان الكلام القديم سبقه العدم و كذا جميع صفاته يستحيل أن يكون محلاً للحوادث داخلاً تحت التغيير بل يجب للصفات من نعوت القدم ما يجب للذات فلا تعتريه التغيرات ولا تحله الانقلابات بل لم يزل في قدمه موصوفاً بجلائل الصفات ولا يزال في أبده كذلك منزهاً عن تغير الحالات لأن ما كان محل الحوادث لا يخلو عنها وما لا يخلو عن الحوادث فهو حادث

وإنما ثبت لعين الحدوث للأجسام من حيث تعرضها للتغير وتقلب الأوصاف فكيف يكون صفاته مشاركة لها في قبول التغير ويبنى على هذا أن كلامه قديم قائم بذاته وإنما المحدث هي الأصوات المسموعة وكما عقل قيام طلب العلم وإرادته بذات الوالد للولد قبل أن يخلق ولده حتى إذا خلق ولده وعقل وخلق الله له علماً متعلقاً بما في نفس أبيه من الطلب صار مأموراً بذلك الطلب الذي قام بذات أبيه وذاته وجوده بل وقت معرفة ولده له فيعقل قيام الطلب

لذي دل عليه قوله عز وجل "اخلع نعليك" بذات الله ومصير موسى عليه السلام مخاطباً به بعد وجوده إذ خلق له معرفة بذلك الطلب وسمع لذلك الكلام القديم

(احیاء علوم الدین ج ۱ ص ۱۰۹ تا ۱۱۰ المؤلف ابو حامد محمد بن محمد ... طوسی (المتوفی ۵۰۵ھ) الناشر دار المعرفۃ بیروت)

ترجمہ

اس بات سے آگاہ ہونا کہ

اللہ تعالیٰ کا کلام کیا ہے کیا وہ کسی چیز کی ذات ہے یا حرف اور الفاظ کے

بغیر قائم ہے یا کچھ

اس کا کلام کسی کلام کے مشابہ ہے۔

جیسے یہ کہ اس کا وجود دوسرے موجود کی مانند نہیں۔

عمل میں کام ہی سے [illegible] اور [illegible] والے کے

[illegible]

جانا کہ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[

آتی ہے کہ وہ ایسی ذات کو دیکھے گا جو رنگ، جسم اور مقدار اور کیفیت سے پاک ہے
جب کہ آج تک کسی کو کوئی شے اس کے دیکھنے میں نہیں آئی۔ تو یہی بات سننے سے
معلوم ہوں کہی جانی چاہیے کہ دیکھنے سے معلوم ہوں کہی گئی اور اس کی سمجھ میں
آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو علم ہے وہ اس سے ساتھ سب موجودات کو جانتا ہے۔
تو اسے بھی اس کی ذات کے ساتھ ایک صفت سمجھنا چاہیے جس کے ذریعے وہ کلام
کرتا ہے۔ جس کی بدولت اس کی ساری باتیں عبارتوں سے سمجھی جاتی ہیں۔ اگر یہ
بات سمجھ میں آتی ہے کہ ساتوں آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے اور جو کچھ ان کے
بیچ لکھے جاتے ہیں اور دل میں وہ اسی جگہ میں سما رہتے ہیں اور یہ سب چیزیں
آنکھ کی پتلی سے دکھائی دیتی ہیں۔ لیکن آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے آنکھ کی پتلی
اور کاغذ اور دل میں نہیں سماتے۔ اسی طرح اس بات کو بھی سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا
کلام زبان سے پڑھا جاتا ہے۔ دلوں میں محفوظ ہوتا ہے اور مصاحف میں لکھا
جاتا ہے۔ لیکن کلام [illegible] میں داخل نہیں ہو جاتا اس لیے کہ [illegible]
اللہ تعالیٰ کا کلام کاغذ پر آجائے تو اللہ تعالیٰ کا نام لکھنے سے اس کی ذات بھی کاغذ پر آنی
چاہیے۔ اسی طرح آگ کا نام لکھنے سے آگ جلانے کا کاغذ پر آجائے تو کاغذ کو جلا کر
[illegible]

2 [illegible] ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام اس کی [illegible] کے ساتھ قائم ہے اور قدیم ہے۔ اسی
[illegible] نفس سے [illegible] ہے اللہ تعالیٰ کا حادث کے لیے محل ہونا محال
[illegible] طرح اس کی صفات کے لیے بھی قدیم ہونا واجب ہے۔ اس لیے اس میں تبدیلی نہیں
آسکتی۔ اور اس کی ذات میں کوئی حادث چیز آسکتی ہے بلکہ وہ ہمیشہ سے اس [illegible]
کے ساتھ متصف رہا ہے اور ہمیشہ کے لیے اسی طرح رہے گا۔ [illegible] کی تبدیلی
سے پاک ہے۔ اس لیے کہ جو چیز حوادث کا محل ہو وہ ان سے محفوظ نہیں رہ سکتی۔ [illegible]
جو چیز حوادث سے [illegible] ہو وہ بھی حوادث سے [illegible] اسی بنا پر حادث ہیں کہ
ان میں تبدیلی آتی رہتی ہے۔ [illegible] کی خوبیوں میں تبدیلی آتی رہتی ہے۔ جس کا

[illegible] ق ان کی تبدیلی کو قبول کرنے میں ان کے ساتھ کیسے شریک ہو سکتا ہے؟!! چنانچہ یہ
بات ثابت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کا کلام قدیم ہے اور اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے۔ [illegible]
آیات و احادیث ہیں جو اس کلام پر دلالت کرتی ہیں۔ جیسے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ
بچے کی پیدائش سے پہلے باپ بچے کے لیے علم کا شوق، طلب اور ارادہ رکھتا ہے تو جب
بچہ پیدا ہوتا ہے اور سمجھ بوجھ رکھنے لگتا ہے تو جو کچھ اس کے باپ کے دل میں تھی
اللہ تعالیٰ اس کے لیے وہ علم پیدا کر دیتا ہے۔ چنانچہ وہ علم کی طلب پر ماہر ہو جاتا
ہے۔ جو اس کے باپ کے ساتھ قائم تھی اور جب تک وہ بچہ اسے سیکھ نہ لے گا۔ جب
تک اس علم کا وجود رہے گا۔ اسی طرح اس بات کی بھی سمجھ آنی چاہیے کہ [illegible]
ارشاد باری تعالیٰ دلالت کرتا ہے

[illegible] (پ ۲)

[illegible] آپ اپنے [illegible]

یہ بات اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور حضرت موسیٰ [illegible] کے ساتھ یہ
خطاب آپ کے وجود کے بعد ہوا۔ یعنی پہلے آپ میں اس بات کے سمجھنے کی استعداد
اور معرفت پیدا کی گئی۔ پھر اس قدیم کلام کے سننے والے کان عطا فرما دیے۔

2.5:۔ حضرت امام عمر بن محمد بن احمد بن اسماعیل، ابو حفص، نجم الدین النسفی (المتوفی ۵۳۷ھ) کے عقائد

علامہ سعدی عقائد نسفیہ میں فرماتے ہیں،

1 والمحدث للعالم هو الله تعالى، الواحد، القديم، القادر، الحي، العليم، السميع، البصير، الشائي، المريد، ليس بعرض، ولا جسم، ولا جوهر، ولا مصور، ولا محدود، ولا معدود، ولا متبعض، ولا متجزء، ولا متركب، ولا متناه، ولا يوصف بالمائية، ولا بالكيفية، ولا يتمكن في مكان، ولا يجري عليه زمان، ولا يشبهه شيء، ولا يخرج

عن علمه وقدرته شيئ

2 وله صفات أزلية قائمة بذاته، وهي لا هو ولا غيره، وهي العلم والقدرة، والحياة، والسمع، والبصر، والإرادة، والمشيئة، والفعل والتخليق، والترزيق، والكلام.

3 وهو متكلم هو صفة له أزلية، ليس من جنس الحروف والأصوات وهو صفة منافية للسكوت والآفة.

4 والله تعالى متكلم بها، آمر، وناه، ومخبر.

5 القرآن كلام الله تعالى غير مخلوق، وهو مكتوب في مصاحفنا، محفوظ في قلوبنا، مقروء بألسنتنا، مسموع بآذاننا غير حال فيها.

6 والتكوين صفة لله تعالى أزلية، وهو تكوينه للعالم، ولكل جزء من أجزائه وقت وجوده، وهو غير المكون عندنا

7 والإرادة صفة لله تعالى أزلية قائمة بذاته

8 ورؤية الله تعالى جائزة في العقل، واجبة بالنقل، وقد ورد النص السمعي بإيجاب رؤية الله تعالى في دار الآخرة، فيرى لا في مكان، ولا جهة ومقابلة، واتصال شعاع، ولا يكون مسافة بين الرائي وبين الله تعالى

9 والله تعالى خالق لأفعال العباد من الكفر والإيمان، والطاعة، والعصيان. وهي كلها بإرادته، ومشيئته، وحكمه، وقضائه، وتقديره

10 وللعباد أفعال اختيارية، يثابون عليها ويعاقبون عليها، والحسن منها برضاء الله تعالى، والقبيح منها ليس برضائه تعالى، والاستطاعة مع الفعل، وهي حقيقة القدرة التي يكون بها الفعل، ويقع هذا الاسم على سلامة الأسباب، والآلات، والجوارح.

(شرح العقائد للعمر النسفي، منحنى شرح العقائد النسفية، ص ۳۰۹، ۳۱۰)

المؤلف: عمر بن محمد بن أحمد بن إسماعيل، أبو حفص، نجم الدين

النسفي (المتوفى ۵۳۷ھ) الناشر: مكتبة البشرى، كراچی، ۱۴۳۱ھ)

عالم کا صانع صرف اللہ تعالیٰ ہے، جو واحد ہے، قدیم ہے، قدرت والا، ارادہ کرنے والا، علم والا، سمع والا، بصر والا، حیات والا اور ارادہ والا ہے۔ وہ عرض نہیں ہے، نہ جسم نہیں ہے، نہ وہ جوہر ہے، نہ وہ صورت اور شکل والا نہیں ہے۔ اور نہ وہ حدود نہایت والا بھی نہیں ہے، اور عدد و کثرت والا بھی نہیں ہے (یعنی نہ تو وہ کمیات متصلہ مثلاً مقداروں کا کل ہے اور نہ کمیات منفصلہ مثلاً اعداد کا کل ہے)۔ اور وہ نہ متبعض اور متجزی (یعنی ابعاض اور اجزاء والا ہے)، اور نہ ان سے مرکب ہے (کیونکہ ان سب چیزوں میں احتیاج پایا جاتا ہے، جو وجوب کے منافی ہے۔ پھر جس چیز کے لیے اجزاء ہوں اسے ان اجزاء سے تالیف کے اعتبار سے مرکب کہا جاتا ہے اور ان کی [illegible] تحلیل ہونے کے اعتبار سے متبعض و متجزی کہا جاتا ہے) اور وہ تناہی بھی نہیں ہے (اس لیے کہ یہ مقدار اور عدد کی صفت ہے)۔

اور اللہ تعالیٰ ماہیت کے ساتھ متصف نہیں ہے (ماہیت سے مراد، شیاء کا ہم جنس ہونا ہے)۔ اور نہ وہ کیفیت سے متصف ہے (مثلاً رنگ، مزہ، بو، حرارت، برودت، رطوبت، یبوست وغیرہ کیفیات کے ساتھ متصف ہے جو اجسام کی صفات ہیں اور عرض اور ترکیب کے تابع ہیں)۔ اور وہ کسی مکان میں نہیں ہے (اور جب وہ کسی مکان میں نہیں ہے تو کسی جہت میں بھی نہیں ہے، فوق میں اور تحت میں۔ ان دونوں کے علاوہ میں کیونکہ جہات یا تو مکان کے حدود اور اطراف میں یا عین مکان ہیں کسی اور دوسری چیز کی طرف منسوب ہونے کے اعتبار سے)۔ اور اس پر زمانہ جاری نہیں ہوتا ہے

اور کوئی شی اس کے مشابہ نہیں ہے (یعنی مماثل نہیں ہے)۔ اور کوئی بھی شی اس کے علم اور اس کی قدرت سے باہر نہیں ہے (کیونکہ بعض چیزوں سے جاہل ہونا اور بعض چیزوں سے عاجز ہونا نقص ہے)۔

اور خاص اس کے لیے کچھ صفات ہیں (کیونکہ یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ عالم،

قادر کی ایسی ذات ہے معلوم ہے کہ ان الفاظ میں سے ہر ایک واجب
معلوم ہے [illegible] اور یہ سب مترادف الفاظ ہیں۔ وہ صفات
ی ہیں۔ وہ صفات اس [illegible] سے ساتھ قائم ہیں اس بات کے باوجود کہ
ہے کہ صفت شی کا کوئی معنی نہیں، سوائے اس چیز کے جو اس شی کے ساتھ
ہو) یا اللہ تعالیٰ کی صفات ذاتیہ ہیں یا غیر ذات ہیں۔ اور وہ (یعنی اللہ
کی صفات ازلیہ) علم ہے (اور وہ ایک ایسی ازلی صفت ہے جس سے معلوم
متعلق ہوتی ہیں، یہ ان کے ساتھ اس صفت کا تعلق قائم ہونے کے وقت
اور کبھی صفت) قدرت ہے (اور وہ ایک ایسی ازلی صفت ہے، جو مقدورات میں
[illegible] ہوتی ہے، یہ مقدورات کے ساتھ اس صفت کا تعلق قائم ہونے کے وقت
اور (تیسری صفت) حیات ہے [illegible] ایسی صفت ہے جو علم کی صحت
امکان کا باعث ہوتی ہے)۔ اور (چوتھی صفت) سمع ہے (وہ ایسی صفت ہے جس
تعلق مسموعات کے ساتھ ہے)۔ اور (پانچویں صفت) بصر ہے (اور وہ ایسی صفت
ہے جس کا تعلق مبصرات کے ساتھ ہوتا ہے)۔ اور (چھٹی صفت) ارادہ اور مشیت
ہے (اور ان دونوں سے مراد زندہ میں ایک ایسی صفت ہے جو قدرت کا تعلق سب
کے ساتھ برابر ہونے اور علم کا تعلق وقوع کے تابع ہونے کے باوجود مقدورین میں
سے ایک کو کسی ایک وقت میں واقع ہونے کے ساتھ خاص کرنے کا مقتضی ہوتی
ہے)۔ اور صفات ازلیہ خلقیہ میں سے) فعل اور تخلیق ہے (ان دونوں سے مراد ایک
ایسی ازلی صفت ہے جس کو تکوین کہا جاتا ہے) اور [illegible] بھی ہے (یہ ایک مخصوص
کوین ہے)، اور (آٹھویں صفت) کلام ہے (اور وہ ایک ایسی ازلی صفت ہے جس
کو اس قرآن نامی نظم کے ذریعہ تعبیر کیا جاتا ہے جو حروف سے مرکب ہے)۔

تشریح صفات ذاتیہ میں سے آٹھویں صفت کلام ہے لیکن [illegible] اس کلام سے یہ نظم متلو سمجھا
ہوتا ہے جس کا نام قرآن ہے اور جو ان حروف و اصوات سے جو کہ عوارض کے قبیل
سے ہیں مرکب ہونے کی وجہ سے حادث ہیں واضح ہے کہ حوادث اللہ تعالیٰ کی
صفت نہیں بن سکتے۔ اس کا مصداق یہی کلام نفسی

[illegible] ہے یہ کہ [illegible] ولی کے
[illegible] ہے [illegible] مراد ایک [illegible] ہے جس
[illegible] ہے [illegible] جس [illegible] کا نام
[illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] ہے [

تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہے۔ اس کا تعلق ہوتا ہے اس پر دلالت کرے۔

6

7

8

9

10

2. الشیخ الامام، عارف امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ (المتوفی ۱۰۳۴ھ) کے عقائد

2.6.1۔ مکتوب نمبر ۶۷ دفتر دوم میں بیان کردہ عقائد

اہل السنت والجماعت کے معتقدات مختصر طور پر بیان کیے جاتے ہیں۔

1۔ جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات قدیم کے ساتھ موجود ہے اور تمام شیاء اس کے ایجاد سے موجود ہوئی ہیں۔ وہ بلند و برتر ہستی ان کو پیدا کرنے کے عدم سے وجود میں لائی ہے۔ اللہ تعالیٰ قدیم ہے اس کے تمام شیاء حادث اور نو پیدا (بعد کی پیدائش) ہیں۔ حادث اور نو آمدہ (نئی پیدا شدہ) ہیں۔ معرض زوال (زوال کے میدان) میں ہیں۔

2۔ اللہ تعالیٰ [illegible] ہے۔ واجب الوجود ہے۔ وجود میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ عبادت کا استحقاق بھی کسی کو نہیں ہے۔ واجب الوجود اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے لیے ثابت نہیں اور اس اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق ہے اور خاص

اسی تعالیٰ کے لیے صفات قائم ہیں

عقیدہ 3 اس حصہ میں، حق تعالیٰ کی صفات ذاتیہ حیات علم قدرت ارادہ سمع بصر کلام اور ان کے مقابل صفات سے متصف ہونے کو ثابت کیا ہے اور ان صفات کے متعلق کچھ تفصیل بیان کی ہے کہ قدیم اور حادث کی تقسیم کے اعتبار سے یہ صفات کس طرح قائم ہیں۔ [illegible] قدیم ہونے میں کامل ہیں ہوتے اور متعلق حادث سے صفات کی [illegible] ہوتا ہے پہلے قول کی بنا پر تو [illegible] حدوث متعلق سے حدوث تعلق [illegible] صفات کاملہ کی کمی [illegible] ہیں۔ حق تعالیٰ [illegible] صفات کاملہ نہیں ہوتے [illegible] حدوث کی علامت ہے۔ [illegible] صفات کمالیہ نہیں ہوتے کہ صفات کمالیہ ہوتے ہیں [illegible] صفات کے متعلق جو [illegible] متعلقات سے ہوتے ہیں وہ بھی حادث ہوتے ہیں۔

عقیدہ 4 نقاس کی بات [illegible] صفات قدیمہ سے کہتی ہیں [illegible] تمام اور [illegible] اس کی صفات [illegible] ہے [illegible] اور حیات کی بھی [illegible] ہیں گفتگو نہیں کرتے کیونکہ [illegible] چیزیں کی نفی کرتی ہیں۔ وہ شخص بہت بے خبر ہے جو اللہ تعالیٰ کو فوق العرش جانتا ہے اور فوق کی جہت کا اثبات کرتا ہے، کیونکہ عرش اور اس کے علاوہ کی تمام چیزیں حادث ہیں اور اس کی مخلوق ہیں۔ مخلوق اور حادث کی کیا مجال ہے کہ وہ خالق قدیم کا مکان بن جائے اور اس کی قرارگاہ ہو جائے۔ پس ناضرور ہے کہ عرش اس اللہ تعالیٰ کی سب سے اشرف مخلوقات میں سے ہے اور اس میں وہ [illegible] تمام مخلوقات سے زیادہ اور بڑے طور پر [illegible] کا علم رکھتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا ظہور ہوتا ہے۔ اس ظہور کے تعلق [illegible] عرش اللہ کہتے ہیں اور عرش [illegible] تمام اشیاء اس اللہ [illegible] کی مخلوق۔

[illegible] ہیں [illegible] ہے لیکن [illegible] ہیں جو ہماری عقل میں آتے ہیں [illegible] وہ قریب ہے لیکن یہ قرب نہیں جو ہماری عقل میں آتا ہے۔ وہ [illegible] ساتھ ہے لیکن ایسی معیت نہیں جو عام طور پر متعارف ہے۔ پس ہم ایمان لاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ واسع ہے، محیط ہے، ہم سے قریب ہے اور ہمارے ساتھ ہے لیکن ان صفات کی کیفیت کو ہم نہیں جانتے کہ وہ کیسی ہے۔ ہم جو کچھ جانتے ہیں سمجھا جاتے ہیں۔ (اگر) اس کی ذات کے جاننے کے بارے میں کچھ بیان کریں تو مجسمہ (یعنی جسم کا قائل ہونے والے) کے مذہب میں قدم رکھنا ہے۔

عقیدہ 5 اللہ تعالیٰ کسی چیز کے ساتھ متحد نہیں ہے اور نہ کوئی چیز اس کے ساتھ متحد ہے اور نہ ہی کوئی چیز اللہ تعالیٰ میں حلول کر سکتی ہے اور نہ وہ کسی چیز میں حلول کرتا ہے۔ تعالیٰ (خاص ہونا) تعبیری (جزو جزو ہونا) اس کی جناب قدس میں محال ہے اور [illegible] ہے۔ [illegible] (پارہ [illegible]) [illegible] ہیں [illegible] اس کا مثل اور ہم جنس کوئی نہیں ہے وہ [illegible] سے پاک ہے [illegible] صفات سے [illegible] ہم [illegible] صفات سے متصف ہیں جس کے ساتھ اس نے خود اپنی ذات کی تعریف فرمائی ہے لیکن جو کچھ اس سے ہماری فہم و ادراک میں آتا ہے اور جو کچھ ہماری عقل تصور کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے منزہ اور [illegible]

[illegible]

لیس کمثلہ شیء وھو السمیع البصیر (الشوریٰ ۱۱)

نگاہیں اس کو نہیں پا سکتیں، اور وہ تمام نگاہوں کو پا لیتا ہے۔ اس کی ذات اتنی ہی لطیف ہے اور وہ اتنا ہی باخبر ہے۔

[illegible] پیش ہیں [illegible]

[illegible] ترجمہ [illegible] کہہ سکے یہ کہاں وہاں وہ ہے

[illegible] جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں یعنی صاحب شرع سے

مقدس ہیں۔ ہر وہ اسم جس کا اطلاق شرع شریف میں حضرت حق سبحانہ پر ہوا
اس کا اطلاق کرنا چاہیے اور جس اسم کا نہیں ہوا اس کا اطلاق نہیں کرنا چاہیے۔
[illegible] کا اطلاق یا ہر اسم [illegible] حق تعالیٰ پر حق نہیں کرنا چاہیے۔
(حق تعالیٰ کی [illegible] میں ہیں)

عقیدہ 7 قرآن عزیز [illegible] جس [illegible] ہے
[illegible] کے [illegible] کے ذریعے حرف و آواز کے ساتھ
[illegible] کلام اللہ سے [illegible] کلام کی [illegible]
کلام سے حرف و آواز کا سہارا عطا فرما کر اپنے بندوں کے لیے جس [illegible]
پوشیدہ امر و نواہی کو حرف و آواز کے قالب میں لا کر ظاہر فرما دیا ہے۔ اس کلام کی
دونوں قسمیں یعنی نفسی اور لفظی حق جل وعلا کا کلام ہے اور ان دونوں قسموں کا
اطلاق کرنا حقیقت کے طور پر ہے جس طرح کہ ہمارے کلام کی دونوں قسمیں نفسی
و لفظی حقیقت کے طور پر ہمارا کلام ہیں۔ [illegible] اول حقیقت ہے اور قسم ثانی
مجاز۔ کیونکہ مجاز کی [illegible] جائز ہے اور کلام نفسی [illegible]

عقیدہ 8 [illegible]

[illegible] اور باقی تمام دوسرے باطل فرقوں پر افسوس ہے جو اپنی گمراہی اور [illegible]
[illegible] ولایت و خوبی کا انکار کرتے ہیں اور خاتمہ کا قیاس حاضر پر کرتے
[illegible] اس پر بھی ایمان کی دولت سے مشرف نہیں ہوتے۔

26:۔ مکتوب نمبر ۲۶۲ دفتر اول میں بیان کردہ عقائد

عقل مندوں پر سب سے اول فرض یہ ہے کہ علمائے اہل السنت والجماعت شکر اللہ
[illegible] تمام جو فرقہ ناجیہ ہیں۔ ان کی صحیح رائے کے مطابق اپنے عقائد کو درست
[illegible] چنانچہ بعض مسائل میں تذبذب کا شکار ہے، ان کا اظہار کیا جاتا ہے۔

1 [illegible] تعالیٰ اپنی ذات مقدس کے ساتھ خود موجود ہے۔ تمام اشیاء اللہ تعالیٰ
[illegible] موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات و افعال میں یکتا ہے۔
[illegible] میں کسی امر میں بھی خواہ وجودی ہو یا غیر وجودی، کوئی بھی اس کے ساتھ
[illegible]

2 [illegible] کسی [illegible] میں [illegible]
[illegible] قریب [illegible] کسی [illegible]
[illegible] میں [illegible] کیونکہ [illegible]
[illegible] میں [illegible] حال [illegible]
[illegible] چاہیے

[illegible] شود ہم پدر نکیں [illegible] چاہیے ذات است ہم
ٹھاے جال شکار عنقا حال [illegible] جال کاہی ہے ماں

ہیں ہم یہاں سے جس کو محیط (احاطہ کیے ہوئے) اور تمام شے (محیط) ہے
سے قریب ہے وہاں سے حاضر ہے جس کو احاطہ اور قرب علمی سے ہی وصف
اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا ہے۔ وہ ہم نہیں جانتے۔ اس کو احاطہ اور قرب علمی کہنا ہی
آیات کے متشابہ سے ہے اور ہم اس تاویل کے قائل نہیں ہیں۔

عقیدہ 3 اللہ تعالیٰ کسی چیز کے ساتھ متحد نہیں ہے اور اسی طرح کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ سے ساتھ
متحد نہیں ہو سکتی۔

عقیدہ 4 [illegible]

فسبحان من لا یتغیر بذاتہ ولا بصفاتہ ولا یحدث لہ شیء

ترجمہ: پس پاک ہے وہ ذات جو اپنی ذات و صفات میں کائنات [illegible]
کے حادث (حوادث) سے متغیر نہیں ہوتی۔

عقیدہ 5 [illegible] صفات اور افعال میں غنی مطلق ہے اور کسی امر (کام) میں بھی
کسی چیز کا محتاج نہیں ہے۔ اور جس طرح وجود میں محتاج نہیں ہے اسی طرح علم میں
بھی محتاج نہیں ہے۔

عقیدہ 6 اللہ تعالیٰ شخص کی تمام صفتوں (اقسام) اور حدوث کے تمام نشانات سے منزہ [illegible]
ہے۔ جس طرح وہ جسمانی نہیں ہے، مکانی و زمانی [illegible]
[illegible] صفات [illegible]
[illegible] اور یہ صفات خارج میں موجود ہیں۔
[illegible] ذات پر جو زائد کے ساتھ علم میں موجود ہیں اور خارج میں
[illegible] تعالیٰ و مقدس ہیں۔

عقیدہ 7 اللہ تعالیٰ کی ذات قدیم اور ازلی ہے۔ اس کے سوا کسی کے لیے "قدم و ازل" ثابت

[illegible]

[illegible]

[illegible]

2.6۔ مکتوب نمبر ۷ دفتر سوم میں بیان کردہ عقائد

[illegible] اللہ تعالیٰ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[

عقیدہ 3

عقیدہ 4

عقیدہ 5

اُمت مسلمہ میں عقیدہ تجسیم کیسے داخل ہوا؟

3.1:۔ یہود و نصاریٰ میں عقیدۂ تجسیم

تورات و انجیل تحریف اور تبدیل شدہ ہیں۔ ان کی اصل زبان بھی دنیا سے ناپید ہو چکی ہے۔ اب ان کے صرف ترجمے ہی موجود ہیں۔ موجودہ بائبل میں بیشمار ایسی عبارات ... عقیدہ تجسیم کا ثابت ہوتا ہے۔ اگرچہ بعض عبارات کسی بھی ... میں ... (واضح فرمایا شیخ عبدالفتاح بن ... و حقیقۃ عقیدۃ ... فی الصفات الالٰہیۃ" ص ۲۸۹-۲۹۶)

یہود و نصاریٰ میں یہ عقیدہ دو وجوہ سے داخل ہو گیا تھا

ان کی کتب مقدسہ (تورات و زبور، انجیل) میں تحریف و تبدیل ہو گیا ہے۔ اس میں کوئی

وَلَقَدْ جَاءَكُمْ مُوسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَنْتُمْ ظَالِمُونَ
(البقرۃ ۹۲)

اور بیشک تمہارے پاس موسیٰ (علیہ السلام) روشن معجزات لے کر آئے پھر تم نے اس کے بعد بچھڑے (کی پوجا) کو اختیار کر لیا درآنحالیکہ تم ظالم تھے

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ إِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ أَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوبُوا إِلَىٰ بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ
(البقرۃ ۵۴)

اور (یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! بیشک تم نے بچھڑا (معبود) بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے سو تم اپنے پیدا فرمانے والے (رب) کی طرف توبہ کرو پس اپنے آپ کو قتل کرو یہ تمہارے پیدا فرمانے والے (رب) کے نزدیک تمہارے لئے بہتر ہے پھر اس نے تمہاری توبہ قبول فرما لی بیشک وہی بڑا توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان ہے

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوسَىٰ مِنْ بَعْدِهِمْ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَهُ خُوَارٌ أَلَمْ يَرَوْا أَنَّهُ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيهِمْ سَبِيلًا اتَّخَذُوهُ وَكَانُوا ظَالِمِينَ
(الاعراف ۱۴۸)

اور حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی قوم نے ان کے جانے کے بعد اپنے زیوروں سے ایک بچھڑا بنا لیا (بچھڑا کیا تھا؟) ایک بے جان جسم جس سے بیل کی سی آواز نکلتی تھی، بھلا کیا انہوں نے اتنا بھی نہیں دیکھا کہ وہ نہ ان سے بات کر سکتا ہے، اور نہ انہیں کوئی راستہ بتا سکتا ہے؟ (پھر) اسے معبود بنا لیا، اور (خود اپنی جانوں کے لیے) ظالم بن بیٹھے

فَأَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَهُ خُوَارٌ فَقَالُوا هَٰذَا إِلَٰهُكُمْ وَإِلَٰهُ مُوسَىٰ فَنَسِيَ
(طٰہٰ ۸۸)

اور لوگوں کے لئے ایک بچھڑا بنا کر نکال لایا ایک جسم تھا جس میں سے آواز نکلتی تھی۔ لوگ کہنے لگے "یہ تمہارا معبود ہے، اور موسیٰ (علیہ السلام) کا بھی معبود ہے، مگر موسیٰ (علیہ السلام) بھول گئے ہیں"۔

اسی طرح قیامت کے قریب آخری زمانہ میں جب دجال ظاہر ہوگا وہ لوگوں سے یوں کہے گا "میں تمہارا رب ہوں"۔ تو اس وقت بھی اس کے اکثر پیروکار یہود ہی ہوں گے، جیسا کہ صحیحین کی احادیث میں اس کا ذکر موجود ہے۔ ایسا اس لیے ہوگا کہ یہود کے ہاں اس میں کوئی مشکل ہی نہیں ہوگی کہ اللہ جسم و جسد ہو۔

جیسا کہ یہود مشبہ اور مجسمہ ہیں۔ تو نصاریٰ ان سے بھی زیادہ تشبیہ و تجسیم کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ نصاریٰ نے یہ عقیدہ بنا لیا ہے کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) ہی اللہ ہیں، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيحُ

...

...

...

صورة الانسان ثم المنقول عن مشبهة الامة انه على صورة الانسان الشاب، وعن مشبهة اليهود انه على صورة الشيخ وهذا بعيد لان الانسان يذهب ويشيب والله تعالى وهو المحكي عن المشبهة والمعقول منهم انه تعالى على صورة نور من الانوار

وذكر ابو معشر المنجم ان سبب اقدام الناس على اتخاذ هذه الاوثان ديناً لانفسهم هو ان القوم في الدهر الاقدم كانوا على مذهب المشبهة، وكانوا يعتقدون ان لله العالم نور عظيم ثم عقدوا ذلك الخيال، وانما هو اكبر الاوثان على صورة الاله، واوثان اخرى على اصغر من ذلك الوثن على صورة الملائكة، واشتغلوا بعبادة هذه الاوثان على اعتقاد انهم يعبدون الاله والملائكة فثبت ان دين عبادة الاصنام متفرع على مذهب المشبهة

اساس التقديس في علم الكلام ص ۳۳ المؤلف ابو عبد الله محمد بن عمر بن الحسن بن الحسين التيمي الرازي الملقب بفخر الدين الرازي خطيب الري (المتوفى ۶۰۶)، الناشر مؤسسة الكتب الثقافية، بيروت الطبعة الاولى، ۱۴۱۵)

[illegible] جان لینا چاہیے کہ وہ لوگ جو اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا جسم [illegible] آپس میں اس میں اختلاف ہے۔ پس ان میں سے بعض تو یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ [illegible] ان کی صورت پر ہیں۔ پھر اس امت کے مشبہ سے منقول ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک جوان آدمی کی صورت پر ہیں۔ یہود کے مشبہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک بزرگ اور بوڑھے انسان کی صورت پر ہیں اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے لیے متقل ہونا اور آمد و رفت کو جائز نہیں سمجھتے۔ مشبہ فرقہ کے متفق لوگوں سے یوں منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نوروں میں سے ایک نور کی صورت پر ہیں۔

حضرت ابو معشر المنجم فرماتے ہیں، لوگوں کا بتوں کی عبادت کو اپنے لیے دین

[illegible]

[illegible] لوگوں نے اس بات سے [illegible] صورت میں بنا لیے ہیں [illegible] ان تصاویر اور بتوں کی عبادت [illegible] ان صفات والا دین مشبہ کے [illegible]

حضرت ابو معشر المنجم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اعلم أن اليهود أكثرهم مشبهة وكان بدو ظهور التشبيه في الإسلام من الروافض مثل هشام بن سالم الذي كان يثبت لله تعالى الأعضاء والجوارح وهشام بن الحكم وهشام بن سالم الجواليقي ويونس بن عبد الرحمن القمي وأبو جعفر الأحول الذي كان يدعى شيطان الطاق وهؤلاء رؤساء غلماء الروافض

(اعتقادات فرق المسلمين والمشركين، ص ۶۴،۶۳ المؤلف أبو عبد الله محمد بن عمر بن الحسن بن الحسين التيمي الرازي الملقب بفخر الدين الرازي خطيب الري (المتوفى ۶۰۶) المحقق: علي سامي النشار الناشر دار الكتب العلمية، بيروت)

[illegible] جانا چاہیے کہ [illegible] کثرت مشبہ سے [illegible] میں شیعہ کا ظہور [illegible] ثابت ہوتا ہے، ہشام [illegible] جو زرارہ کرتا تھا [illegible] شیطان قدوت والا ہے) [illegible] رافض کے چوٹی کے علماء میں سے تھے۔

3.2۔ یہود و نصاریٰ سے یہ فتنہ اسلام میں کیسے آیا؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اہل کتاب سے یہ خرافات (تشبیہ اور تجسیم والا) عقیدہ امت مسلمہ میں کیسے داخل ہوا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اہل کتاب میں سے جو لوگ اسلام میں داخل ہوئے تو ان میں سے بعض اسلام میں داخل ہونے کے بعد اپنے سابقہ عقائد باطلہ کی ترویج کرتے رہے۔ ان میں سے بعض لوگوں نے تو اپنے عقائد باطلہ کی وجہ سے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر منافقانہ طور پر اسلام کی بیخ کنی کی کوشش کی۔ ان کے بارے میں حضرت امام ابن ابی عاصم رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ فرماتے ہیں:

حدثنا علي بن سليمان النوفلي قال: نا أسد بن موسى قال: نا صدقة بن عبد الله السمين قال: نا عبد الرحمن بن رافع التنوخي قال: نا أبو الحسن قال: كان أول من تكلم في القدر رجل من أهل العراق كان نصرانيا فأسلم ثم تنصر فكان يختلف إلى اليهود والنصارى يتعلم القرآن الذي يوافق كتبهم وكان أصله من بيسان فوقع بالمحاولين وكان يكذب مع ذلك في الحديث

(السنۃ لابن ابی عاصم، ج ۱ ص ۱۳ رقم ۸۵، المؤلف: محمد بن حیان بن احمد بن حیان بن معاذ بن مقاتل التمیمی، ابو حاتم، الدارمی، البستی (المتوفی ۳۵۴ھ)، المحقق: محمود ابراہیم محمد الدوسی، الناشر: دار الصمیعی للنشر والتوزیع، الریاض، الطبعۃ: الاولی ۱۴۱۹ھ)

[illegible] ... [illegible]

2 حدثنا علي بن محمد قال: نا خالد بن عبد الله الواسطي قال: نا حصين المكي قال: نا يحيى قال: نا سعيد بن جبير قال: قال ابن عباس: لقد كان نكره أن يصيح بالحسن حتى رجع على آخره فقال الحسن: ما أحدثوا ذلك إلا عن اليهود.

(شرح معانی الآثار، ج ۳ ص ۱۹۰ رقم ۶۸۱۲، المؤلف: ابو جعفر احمد بن

محمد بن سلامة بن عبد الملك بن سلمة الأزدي الحجري المصري المعروف بالطحاوي (المتوفى ۳۲۱ھ)، حققه وقدم له محمد زهري النجار ومحمد سيد جاد الحق، من علماء الأزهر الشريف، راجعه ورقم كتبه وأبوابه وأحاديثه د. يوسف عبد الرحمن المرعشلي الباحث بمركز خدمة السنة بالمدينة المنورة، الناشر: عالم الكتب، الطبعة: الأولى ۱۴۱۴ھ)

حضرت حسن بصری سے عرض کیا گیا کہ یہ مکروہ سمجھا جاتا ہے کہ ایک شخص ایک ٹانگ کو دوسری ٹانگ پر رکھے تو حضرت حسن بصری نے [illegible] یہودیوں سے لی گئی ہے

ثابت اس روایت میں اشارہ اس طرف ہو جو حسن بن اسد روایت میں ہے

وروى أن قتادة بن النعمان دخل على أبي سعيد بعد ما فرجه مستلقيا واقعا رجله اليمنى على اليسرى، فقرص النعمان رجل أبي سعيد قرصة شديدة، فقال أبو سعيد: سبحان الله يا ابن أخي أو يحمى قال: ذاك أردت إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "إن الله لما قضى خلقه استلقى ثم وضع إحدى رجليه على الأخرى، ثم قال: لا ينبغي لأحد من خلقي أن يفعل هذا" فقال أبو سعيد: لا جرم والله لا أفعله. فإن قيل: اليس قد أنكر بعضهم على أبي مسعود وعلى الجريري وعلى ثابت فقد حصل خلاف بينهم قيل: لما أصروا على الجريري وعلى أبي مسعود دل على أنهم أجابوا إلى ذلك.

(المعلم التأويلات لأحاديث بعض كتب، ج ۱ ص ۳۰ رقم ۵۳، المؤلف: القاضي ابو يعلى، محمد بن الحسين بن محمد بن خلف ابن الفراء (المتوفى ۴۵۸ھ)، المحقق: محمد بن حمد الحمود النجدي، الناشر: دار إيلاف الدولية، الكويت)

اسی کی طرف یہ کعب احبار کی روایت بھی اشارہ کر رہی ہے:

عن محمد بن قيس، قال: جاء رجل إلى كعب فقال: يا كعب! أين

ربنا؟ فقال له الناس: دق الله فامك أسأل عن هذا؟ قال كعب
دعوه فإن يك عالما أوعاه، وإن يك جاهلا تعلم سأله أين ربه؟
وهو على العرش العظيم هكذا، ووضع إحدى رجليه على الأخرى"

[illegible] محمد بن الحسين بن محمد بن خلف ابن الفراء (المتوفى 458هـ)
المحقق: محمد بن حامد الحمود التجدي، الناشر: دار إيلاف الدولية، الكويت

ایک شخص حضرت کعب احبارؒ کے پاس آیا [illegible] سے سوال
[illegible] کے بارے میں [illegible]
[illegible] کے بارے میں سوال کیا گیا کہ وہ کیسی ہیں؟ تو فرمایا
[illegible] اور ایک
[illegible] اور ایک سمندر ہے
[illegible] کہاں ہے؟ وہ عرش عظیم پر ٹکیہ لگائے بیٹھا ہے گویا وہ ایک بادشاہ ہے جو اپنے تخت پر بیٹھا ہو

[illegible]

كتب إلي عباس المصري كتب إلي محفوظ حدثنا إسماعيل بن
عبد الكريم بن معقل بن منبه، حدثني عبد الصمد بن معقل، قال
سمعت وهب يقول: وذكر من عظمة الله عز وجل فقال: إن
السماوات السبع والبحار التي في الكرسي، إن الكرسي التي
وإن قدميه لعلى الكرسي وهو يحس الكرسي وقاعد الكرسي
كالفتى الشاب في فسيح

[illegible] عبد الصمد بن معقل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت وہب کو بیان کرتے ہوئے سنا
[illegible] کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا [illegible]
[illegible] کی کرسی کے [illegible]
[illegible] کی کرسی پر ہیں اور وہ کرسی کو محسوس کر رہے ہیں
[illegible]

[illegible] والبحار في الكرسي [illegible] وهب عن الأرضين
[illegible] قال هي سبع أرضين ممهدة بين كل أرض بحر والبحر
[illegible] محمد سمك والهيكل من ورائه بحر

[illegible] ج ص عدد الأجزاء ١٠٩٢، ١٠٩٣ المؤلف: أبو عبد الله أحمد بن محمد بن
حنبل بن هلال بن أسد الشيباني (المتوفى: ٢٤١هـ) المحقق: د. محمد سعيد سالم
القحطاني الناشر: دار ابن القيم، الدمام الطبعة: الأولى، ١٤٠٦هـ)

[illegible] سے ہیکل کے بارے میں سوال کیا گیا، تو انہوں نے فرمایا: آسمان
کے ساتوں [illegible] زمین، اور سمندروں کو گھیرے ہوئے ایک چیز ہے، جیسا کہ جیمہ کی
[illegible] سے زمینوں کے بارے میں سوال کیا گیا کہ وہ کیسی ہیں؟ تو فرمایا
[illegible] اور ہر زمین کے درمیان ایک سمندر ہے اور ایک
[illegible] اور ہیکل سمندر سے دور ہے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

حدثنا الوليد بن [illegible] حدثنا يعقوب بن سفيان حدثنا أبو صالح
حدثني الليث حدثني خالد بن يزيد عن سعيد بن أبي هلال عن
نعيم حدثه عن عطاء بن يسار، أنه قال: أتى كعب [illegible]
وهو في بعض الطريق يا أبا إسحاق، حدثني عن الجبار تبارك وتعالى
وعظيم قعوده على كرسيه وهو أرحم قوله إن كان جاهلا لعلمه
وإن كان عالما [illegible] كعب [illegible] أن الله تعالى حين

سبع سموات ومن الأرض مثلهن ثم جعل يتراكب وتعالى ما بين
كل سماء بين كما بين السماء الدنيا والأرض وجعل كثفها في
ذلك كله ولم يعلم أحد ما هو على ما وصفت السماوات سمكها
غليظ كأغلظ ما يرجع إلى الأرض من ثقل الجبار تبارك
وتعالى قوله قال أبو صالح الحلواني الجديدي

والعظمة، ج٣ص٧٦٠، المؤلف أبو محمد عبد الله بن محمد بن جعفر
بن حيان الأنصاري المعروف بأبي الشيخ الأصبهاني (المتوفى ٣٦٩هـ)
المحقق رضاء الله بن محمد إدريس المباركفوري الناشر: الدار السلفية
الرياض الطبعة: الأولى ١٤٠٨هـ)

6 [illegible]

وقال أبو الشيخ في كتاب العظمة حدثنا أبو بدر بن أبي حماد يعقوب
بن إسحاق حدثنا أبو صالح حدثني الليث حدثني خالد بن يزيد عن
سعيد بن أبي هلال أن زيد بن أسلم حدثه عن عطاء بن يسار قال أتى
كعب رجل فقال يا أبا إسحاق حدثني عن الجبار عز وعلا
فأعظم كعب فقال كعب دعوا الرجل فإنه إن كان عالما يعلم وإن
كان جاهلا تعلم فقال الرجل جل جلاله سبع سموات
ومن الأرض مثلهن ثم جعل بين كل سماء بين كما بين السماء الدنيا
والأرض وجعل كثفهن في ذلك ثم وقع العرش فاستوى عليه فلم
يعلم أحد ما هو إلا أن حملة العرش قالوا لا إله إلا الله الحليم
الكريم فاستبشرت السماوات والأرض وما بينهما وما هو إلى شيء أقرب
منهم إلى شيء الإتقان.

والعلو للعلي الغفار في إيضاح صحيح الأخبار وتزييفها، ص٢١٦ رقم ٣١٦
أحمد بن [illegible]

[illegible] مكتبة ضوء السلف، الرياض الطبعة: الأولى ١٤١٦هـ)
[illegible] الظہری کی اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں
[illegible] میں منکر اور ناپسندیدہ کلمات ذکر کیے گئے ہیں جن کا بیان کرنا ہمارے
[illegible] اس کی سند پر کمزور ہے۔ اس روایت کے ایک راوی
[illegible] اگرچہ متعدد محدثین نے بھی ان کو ثقہ قرار دیا ہے
[illegible]

[illegible] حدیث صحیح عبد بحاني وبعد عصمت لأهل دلا [illegible] عبد
[illegible] حسن بن [illegible] عبد المعيد بن وهب [illegible] بن
[illegible] أبو الحسن [illegible] محمد بن علي [illegible] أبو الحسن [illegible] القطي
[illegible] حدثني أبي صالح حدثني محمد بن يزيد [illegible] حدثنا
[illegible] وهب بن جرير حدثنا أبي سمعت [illegible] يحدث عن يعقوب
[illegible] عن جبير عن أبيه عن جده قال أتى رسول الله صلى الله
عليه وسلم عربي فقال يا رسول الله جئتك لأسلم وأضع
رحلي وأعقلها وأتوكل لأعقلها وأتوكل لأتوكل فأسئل الله لك أم
[illegible] وأعقلها وأتوكل عليك وبك جل ثناؤه
فقال ويحك [illegible] لا يستطيع أن يفعل هذا على أحد من
خلقه ولكن الله أعظم من ذلك وبحك إن الله عز وجل
فوق سمواته وأرجله هكذا قال - وأومأ وشبه بيده هكذا، وقال مثل
القبة - وإنه ليئط به أطيط الرحل بالراكب

[illegible] في إيضاح صحيح الأخبار وتزييفها، ص٢٢٥ رقم ٣٢٥
[illegible] بن عبد الله محمد بن حمد بن [illegible]

الذهبي (المتوفى ۷۴۸ھ) المحقق ابو محمد اشرف بن عبد المقصود
الناشر مكتبة أضواء السلف، الرياض الطبعة الأولى ۱۴۱۶ھ)

8 سنن ابی داؤد [illegible]

حدثنا عبد الأعلى بن حماد ومحمد بن بشار
و محمد بن سعيد الرباطي قالوا حدثنا وهب بن جرير قال محمد
كتب إلي بخطه وهذا لفظه قال حدثنا أبي قال سمعت محمد
بن إسحاق يحدث عن يعقوب بن عتبة عن جبير بن محمد بن جبير
بن مطعم عن أبيه عن جده قال جاء أعرابي إلى رسول الله صلى الله عليه
وسلم فقال يا رسول الله جهدت الأنفس وضاعت العيال
ونهكت الأموال وهلكت الأنعام فاستسق الله لنا فإنا نستشفع
بك على الله ونستشفع بالله عليك فقال رسول الله صلى الله
عليه وسلم ويحك أتدري ما تقول وسبح رسول الله صلى
الله عليه وسلم فما زال يسبح حتى عرف ذلك في وجوه أصحابه
ثم قال ويحك إنه لا يستشفع بالله على أحد من خلقه شأن الله
أعظم من ذلك ويحك أتدري ما الله إن عرشه على سماواته
بهكذا وقال بأصابعه مثل القبة عليه وإنه ليئط به أطيط الرحل
بالراكب قال ابن بشار في حديثه بالراكب وقال ابن مسعود
وابن بشار في حديثهما وإنه ليئط به أطيط الرحل الجديد
براكبه وقال ابن مسعود في حديثه بالراكب وابن بشار
في حديثه براكبه

فذاك صفة للرحل والعرش ومعاذ الله ... بعده حسنه عد عروجل
ثم لفظ لأحيط لم يأت به نص ثابت

وقوله ... في هذه الأحاديث ... ما يوهن ما صح فيها ونحن نتكلم على
سبيل ... وقوله ... في ... بعلمه ... في ... بعلمه ... في قلبه
وعينه ... لا يعرض له بتفويض ... في ... بعلمه ... بين حمله وهذه
الحديث ... عليه ... من عند ... في فوق عرشه
مما يوافق آيات الكتاب

... في صحيح ... وصححها ... في
... عبد الله محمد ... عن ...
... عن ... عن ...

...

...

سحانس ابی هریرة، فیحدث عن رسول الله صلی الله علیه وسلم
ویحدث عن کعب ثم یقوم فاسمع بعض من کان معنا یجعل حدیث
رسول الله صلی الله علیه وسلم عن کعب، وحدیث کعب عن
رسول الله صلی الله علیه وسلم!

(تاریخ دمشق ج۶۰ص۳۵۹ المؤلف ابو القاسم علی بن الحسن بن هبة
الله المعروف بابن عساکر (المتوفی۵۷۱ھ) المحقق: عمرو بن غرامة
العمروی الناشر: دار الفکر للطباعة والنشر والتوزیع، عام النشر۱۴۱۵ھ)

بُكَيْرُ بْنُ الْأَشَجِّ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، قَالَ: "اتَّقُوا اللَّهَ، وَتَحَفَّظُوا مِنَ
الْحَدِيثِ، فَوَاللَّهِ لَقَدْ رَأَيْتُنَا نَجْلِسُ إِلَى أَبِي هُرَيْرَةَ فَيُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَدِيثٍ عَنْ كَعْبٍ، ثُمَّ يَقُومُ فَسَمِعْتُ بَعْضَ مَنْ
كَانَ مَعَنَا يَجْعَلُ حَدِيثَ رَسُولِ اللَّهِ عَنْ كَعْبٍ، وَيَجْعَلُ حَدِيثَ كَعْبٍ
عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(سیر أعلام النبلاء، ج۴ص۴۰۶ المؤلف: شمس الدین ابو عبد الله
محمد بن احمد بن عثمان بن قایماز الذهبی (المتوفی۷۴۸ھ) المحقق: مجموعة
من المحققین باشراف الشیخ شعیب الأرنؤوط الناشر: مؤسسة الرسالة،
الطبعة: التاسعة، ۱۴۱۳ھ)

حضرت بکیر بن اشج فرماتے ہیں کہ ہم سے حضرت بسر بن سعید نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ
سے ڈرتے رہا کرو اور حدیث کی حفاظت کرو۔ اللہ کی قسم! ہم نے [illegible] کی
ہے کہ ہم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھتے تھے تو حضرت [illegible] کی
جناب رسول اللہ ﷺ سے احادیث بیان کرتے تھے، اور کبھی حضرت کعب سے کی
ہوئی باتیں بیان کرتے تھے۔ پھر جب مجلس برخاست ہوتی، تو میں اپنے بعض
ساتھیوں سے سنتا کہ وہ حدیث رسول اللہ ﷺ کو حضرت کعب کی بات بنا دیتے
اور حضرت کعب کی بات [illegible] ﷺ کی بات بنا دیتے۔

اس [illegible] کل [illegible] ہے [illegible]

—

اس قاعدے سے اس جیسی دوسری روایات کو بھی پرکھنا چاہیے

وقد ذكر ابن أبي حاتم وابن مردويه في تفسير هذه الآية الحديث
الذي رواه مسلم والنسائي في تفسيره أيضا من رواية أبي خزيمة
[illegible] إسماعيل عن أيوب بن خالد عن عبد الله بن
رافع مولى أم سلمة عن أبي هريرة قال: أخذ رسول الله صلى الله
عليه وسلم بيدي فقال: خلق الله التربة يوم السبت وخلق الجبال
فيها يوم الأحد، وخلق الشجر فيها يوم الاثنين، وخلق المكروه يوم
الثلاثاء، وخلق النور يوم الأربعاء، وبث فيها الدواب يوم الخميس
وخلق آدم بعد العصر يوم الجمعة في آخر الخلق في آخر ساعة من ساعات الجمعة
فيما بين العصر إلى الليل"

(تفسیر القرآن العظیم، ج۱ص۲۱۵ المؤلف: ابو الفداء إسماعیل بن عمر
بن کثیر القرشی البصری ثم الدمشقی (المتوفی۷۷۴ھ) المحقق: سامی بن
محمد سلامة الناشر: دار طیبة للنشر والتوزیع الطبعة: الثانیة۱۴۲۰ھ)

تفسیر ابن کثیر میں ہے: حضرت ابن ابی حاتم (تفسیر ج۱ص۱۰۳) اور ابن مردویہ
نے اپنی تفاسیر میں اس حدیث کو روایت کیا ہے، جس کو مسلم نے اپنی صحیح (صحیح مسلم
رقم۲۷۸۹) میں اور نسائی (سنن النسائی الکبری رقم۱۱۰۱۰) نے تفسیر میں ابن [illegible]
کی روایت سے بیان کیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں جناب رسول اللہ
ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مٹی کو ہفتے کے دن پیدا فرمایا
اس میں [illegible] پیدا فرمایا۔ سوموار کو اس میں درختوں کو پیدا فرمایا
[illegible] اس میں [illegible] پیدا فرمایا۔ جمعرات کے دن اس میں جانوروں کو پیدا فرمایا
[illegible] حضرت آدم
علیہ السلام کو جمعہ کے دن عصر کے بعد پیدا فرمایا، یعنی جمعہ کی گھڑیوں میں سے آخری
گھڑی میں، جو عصر سے لے کر رات تک کی گھڑیاں ہوتی ہیں۔

حافظ ابن کثیرؒ کا تبصرہ

وهذا الحديث من غرائب صحيح مسلم ولم يتكلم عليه علي بن المديني والبخاري وغير واحد من الحفاظ وجمهرة من كلام كعب وان أبا هريرة انما سمعه من كلام كعب لأحبار وانما اشبه على بعض الرواة فجعلوه مرفوعا وقد حرر ذلك البيهقي

(تفسیر القرآن العظیم، ج۱ ص۴۱۵ المؤلف: أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي البصري ثم الدمشقي (المتوفى ۷۷۴ھ) المحقق: سامي بن محمد سلامة الناشر: دار طيبة للنشر والتوزيع الطبعة: الثانية ۱۴۲۰ھ)

ترجمہ: یہ حدیث صحیح مسلم کی "غرائب" میں سے ہے۔ اس حدیث کے بارے میں امام علی بن مدینی، امام بخاری وغیرہ بہت سے حفاظ حدیث نے کلام کیا ہے، اور اس کو حضرت کعب احبار کا کلام قرار دیا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے اس کلام کو حضرت کعب احبارؒ سے ہی سنا تھا، بعض راویوں پر یہ بات مشتبہ ہوگئی تو انھوں نے اس کو مرفوع کلام بنا دیا۔ اس بات کو امام بیہقیؒ نے بھی تحریر کیا ہے۔

12 حافظ ابن تیمیہؒ نے بھی اسی بات کو بیان کیا ہے۔

وفيه حديث مسلم أن الله خلق التربة يوم السبت وخلق الجبال يوم الأحد وخلق الشجر يوم الاثنين وخلق المكروه يوم الثلاثاء وخلق النور يوم الأربعاء وبث فيها الدواب يوم الخميس وخلق آدم يوم الجمعة فإن هذا مما عد عليه من هو أعلم من مسلم مثل يحيى بن معين وعلي المديني والبخاري وغيرهم وذكر البخاري أن هذا من كلام كعب الأحبار وطائفة غيرت صحته مثل أبي بكر بن أبي جرير وأبي الفرج ابن الجوزي وغيرهما والبيهقي وغيره والقول الذي صفقوه وهذا هو الصواب لأنه قد ثبت بالتواتر أن الله خلق السموات والأرض وما بينهما في ستة أيام وثبت أن آخر الخلق كان يوم

الجمعة فيكون الذي خلق يوم السبت وخلق يوم الأحد وهلم جرا على ذلك فهو عند أهل الكتاب وعلى ذلك دلت أسماء الأيام وهذا هو المعروف الثابت في الحديث والآثار

(مجموع الفتاوی، ج۱۸ ص۱۸ المؤلف: تقي الدين أبو العباس أحمد بن عبد الحليم بن تيمية الحراني (المتوفى ۷۲۸ھ) المحقق: عبد الرحمن بن محمد بن قاسم الناشر: مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف بالمدينة النبوية، المملكة العربية السعودية عام النشر: ۱۴۱۶ھ)

ہیں اس لوگوں نے جو علم حدیث میں امام مسلم سے زیادہ جاننے والے ہیں، جیسے حضرت یحییٰ بن معینؒ، حضرت امام بخاریؒ وغیرہ، انھوں نے اس حدیث میں طعن کیا ہے۔ حضرت امام بخاریؒ نے ذکر کیا ہے کہ یہ حضرت کعب احبار کا کلام ہے۔ ایک گروہ مثلاً ابوبکر بن ابی جریرؒ، ابوالفرج ابن الجوزیؒ وغیرہ نے اس کی صحت کا انکار کیا ہے۔ حضرت امام بیہقیؒ نے ان لوگوں کی موافقت کی ہے جنھوں نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور یہی صواب اور درست ہے۔ اس لیے کہ یہ بات تو تواتر سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان سب چیزوں کو چھ دن میں پیدا فرمایا۔ اور یہ بات بھی ثابت ہے کہ آخری پیدائش جمعہ کے دن تھی۔ تو اس سے یہ بات لازم آئی کہ پہلی پیدائش ہفتہ کے دن ہوئی۔ یہی بات اہل کتاب کے ہاں ہے۔ اسی پر دنوں کے نام دلالت کرتے ہیں۔ یہی بات دوسری احادیث اور آثار میں منقول ہے۔

حضرت امام بیہقیؒ ایک اور حدیث کو بیان کرکے اس پر بحث کرتے ہیں

أخبرنا أبو محمد عبد الله بن يحيى بن عبد الجبار ببغداد نا إسماعيل بن محمد الشعراني نا سعدان بن نصر نا علي بن عاصم ح وأخبرنا أبو عبد الله الحافظ وأبو بكر أحمد بن الحسن القاضي قالا نا أبو العباس محمد بن يعقوب نا يحيى بن أبي طالب أنا علي بن عاصم أنا الفضل بن عيسى نا محمد بن المنكدر نا جابر بن

الحسين بن علي بن موسى الخُسْرَوْجِردي الخراساني، أبو بكر البيهقي
(المتوفى ٤٥٨هـ) حققه وخرج أحاديثه وعلق عليه عبد الله بن محمد
الحاشدي. قدم له فضيلة الشيخ مقبل بن هادي الوادعي الناشر: مكتبة
[illegible] جدة - المملكة العربية السعودية الطبعة [illegible] (١٤٢٢هـ)

[illegible]

حديث كعب منقطع ولم يروه عن وهب غير [illegible]

[illegible]

حَدَّثَنَاهُ أَبُو مُحَمَّدٍ الشُّكْرِيُّ، أنا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُحَمَّدٍ الصَّفَّارُ، نا مُحَمَّدُ
بْنُ مَنْصُورٍ، نا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أنا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ
عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ حَرِيزِ بْنِ عُثْمَانَ الْحِمْصِيِّ، عَنْ كَعْبٍ
قَالَ: إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمَّا كَلَّمَ مُوسَى كَلَّمَهُ بِالأَلْسِنَةِ كُلِّهَا، فَمُوسَى
كَلامُهُ قَالَ لَهُ مُوسَى: يَا رَبِّ هَذَا كَلامُكَ، قَالَ: لا، وَلَكِنَّهُ كَلامِي
يَشْبَهُ كَلامَكَ، قَالَ: لا شَيْءَ عِنْدِي يُشْبِهُ كَلامِي شَيْءٌ مِنْ هَذِهِ
الْمَخْلُوقِينَ". وَرَوَاهُ ابْنُ أَخِي الزُّهْرِيِّ عَنْهُ عَنْ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ عَنْ حَرِيزِ بْنِ
عُثْمَانَ الْحِمْصِيِّ. وَقَالَ الْبُخَارِيُّ: وَقَالَ يُونُسُ وَابْنُ أَخِي الزُّهْرِيِّ وَالزُّبَيْدِيُّ: حَرِيزٌ، وَقَالَ شُعَيْبٌ: جَرِيرُ بْنُ عُثْمَانَ
وَهُمْ مَجْهُولُونَ. ثُمَّ يَخْتِمُ اللَّهُ أَنْ لا يَسْمَعَ لِسَمَاوَاتِهِ وَأَرْضِهِ
لأَصْوَاتٍ عِنْدَ إِسْمَاعِ الرَّبِّ جَلَّ ذِكْرُهُ إِيَّاهُ كَلامَهُ كَمَا رُوِّينَا عَنْ أَهْلِ
السَّمَاوَاتِ أَنَّهُمْ يَسْمَعُونَ عِنْدَ نُزُولِ الْوَحْيِ لِشِدَّتِهِ، عَلَى مَا ذَكَرْنَا
السِّلْسِلَةَ عَلَى الصَّفَا، وَكَمَا رُوِّينَا فِي الْحَدِيثِ الصَّحِيحِ عَنْ أَبِي
هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا قَضَى اللَّهُ الأَمْرَ فِي
السَّمَاءِ ضَرَبَتِ الْمَلائِكَةُ بِأَجْنِحَتِهَا خُضْعَانًا لِقَوْلِهِ، كَأَنَّهُ سِلْسِلَةٌ عَلَى

[illegible] حديث [illegible] كعب [illegible]
[illegible] حديث [illegible] عن [illegible] وهب [illegible]
قَالَ عَلِيُّ بْنُ عَاصِمٍ: فَحَدَّثْتُ بِهَذَا الْحَدِيثِ فِي مَجْلِسٍ فَقَالَ لِي
رَجُلٌ عِنْدَهُ: مَنْ سَمِعَكَ مِنْ عَلِيٍّ؟ فَقُلْتُ: حَدَّثَنِي
الزُّهْرِيُّ عَنْ حَرِيزٍ عَنْ كَعْبٍ قَالَ: لَمَّا كَلَّمَ اللَّهُ مُوسَى يَوْمَ الطُّورِ سَمِعَ
بِصَوْتِ الْكَلامِ الَّذِي كَلَّمَهُ بِهِ يَوْمَ نَادَاهُ قَالَ: يَا مُوسَى "إِنِّي أَنَا رَبُّكَ
الَّذِي كَلَّمْتُكَ يَوْمَ نَادَيْتُكَ" قَالَ: "يَا مُوسَى إِنَّمَا كَلَّمْتُكَ بِمِثْلِ
مَا يَنْطِقُ بِهِ خَلْقِي كُلُّهُمْ يَشْهَدُ لَهُ بِهَذَا لَفْظُ
حَدِيثِ يَحْيَى بْنِ أَبِي طَالِبٍ

[illegible] [illegible] [illegible] [

صحیح وکما روینا عن نبینا صلی اللہ علیہ وسلم "کما یرزقون
یوحی الحدیث فی مثل صلصلۃ الجرس، وکل ذلک مضاف الی اللہ
سبحانہ وتعالی وکذلک الصوت المذکور فی ھذا الحدیث
لیس کمثلہ شیء ولا یشبہ الا وھو مضاف الی اللہ سبحانہ
وتعالی

☆ حضرت امام آجری رحمہ اللہ کے بعد فرماتے ہیں:

وأما قول کعب الاحبار وھو یحدث عن التوراۃ التی خبر اللہ تعالی
عن نبیہ أنہ حرفھا وبدلھا فلیس من قولہ ما نقرأ تأویلہ
ھو یوافق أصول الدین واللہ أعلم

الأسماء والصفات للبیہقی (ج۱ ص۳۲۳ رقم ۶۰۲) للمؤلف: احمد بن
الحسین بن علی بن موسی الخسروجردی الخراسانی، أبو بکر البیہقی
(المتوفی ۴۵۸ھ) حققہ وخرج أحادیثہ وعلق علیہ: عبداللہ بن محمد
الحاشدی. قدم لہ: تصیلہ الشیخ مقبل بن ھادی الوادعی. الناشر: مکتبہ
السوادی، جدۃ، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ. الطبعۃ: الثانیۃ، ۱۴۱۳ھ)

ترجمہ: حضرت کعب احبار تورات سے بیان کرتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے کہ
لوگوں نے اس میں تحریف وتبدیل کردی ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کا قول نہیں
ہے بلکہ ان کا اپنا گھڑا ہوا ہے جو ہم پڑھتے ہیں۔ خصوصاً جب وہ اصول
دین کے خلاف بھی ہو۔ واللہ اعلم۔

3.3 ۔ عقیدۂ تجسیم کا سبب سوء فہم، غفلت اور غیروں کی سازش ہے

یہود وانصاریٰ میں عقیدۂ تشبیہ وتجسیم کے آنے کا سبب ان کا سوء فہم تھا۔ اس امت میں
اس فتنہ کے آنے کا سبب بھی یہی تھا۔ بہت سے لوگ متشابہ آیات وروایات سے وہی

[illegible] ہیں جو [illegible] کیا ہے [illegible] کی ہدایت تھی [illegible]
[illegible] کے مطابق ہوتا ہے۔ یہ فساد اس وقت زیادہ سنگین ہوجاتا ہے جب غلو اسلام سے
[illegible] ہوتا گیا اور لوگ عقیدۂ عرب کے اسلوب بیان سے غافل ہوتے گئے۔ اس کی
[illegible] ہیں:

[illegible] لوگوں نے ان آیات کے [illegible] مفہوم سے [illegible] حق اور [illegible] کچھ
[illegible] یعلمون من مجموع قلائلہ الا ھو رابعھم ولا خمسۃ الا ھو سادسھم
ولا ادنی من ذلک ولا اکثر الا ھو معھم أین ما کانوا (پھر اللہ تعالیٰ نے
[illegible] تین آدمیوں میں کوئی سرگوشی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ [illegible] پانچ
[illegible] کوئی سرگوشی ہوتی ہے جس میں چھ نہ ہو اور چھ سے کوئی کم
[illegible] اس سے کہ کوئی زیادہ ہو تو وہ بھی ہوگا اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہوتا ہے۔
وھو معکم أین ما کنتم (الحدید ۴)

[illegible] ہے [illegible] ہے جہاں بھی تم ہو۔

[illegible] یدیھم یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق أیدیھم (الفتح ۱۰)
[illegible] (اے محمد) جو لوگ تم سے بیعت کررہے ہیں وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ سے بیعت
[illegible] ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

وبحن أقرب الیہ من حبل الورید (سورۃ ق ۱۶)
اور ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

وھو معکم (سورۃ محمد ۳۵)
اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے۔

[illegible] یدیھم یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق أیدیھم (الفتح ۱۰)
[illegible] (اے محمد) جو لوگ تم سے بیعت کررہے ہیں وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ سے بیعت
[illegible] کررہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

[illegible] عدول دین کا عقیدہ رکھنے والے اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے بہت بلند ہے۔
[illegible] ان لوگوں نے ان آیات سے سمجھا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھے ہوئے ہیں۔

1 ان ربکم اللہ الذی خلق السمٰوٰت والارض فی ستۃ ایام ثم استوٰی علی العرش یغشی اللیل النہار یطلبہ حثیثا والشمس والقمر والنجوم مسخرٰت بامرہ الا لہ الخلق والامر تبارک اللہ رب العالمین (الاعراف ۵۴)

ترجمہ بیشک تمہارا پروردگار اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر اس نے عرش پر استواء فرمایا وہ دن کو رات کی چادر اڑھاتا ہے جو تیزی کے ساتھ اس کے پیچھے آتی ہے اور سورج اور چاند اور ستارے پیدا کئے جو سب اس کے حکم کے آگے رام ہیں یاد رکھو کہ پیدا کرنا اور حکم جاری کرنا اسی کا کام ہے بڑی برکت والا ہے اللہ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے!

2 الرحمٰن علی العرش استوٰی (طٰہٰ ۵)

ترجمہ وہ رحمٰن عرش پر مستوی ہوا

نوٹ مذکورہ عقیدہ کی تردید میں قرآن سے جتنے حوالے پیش کئے گئے ہیں ان سے عقیدہ تجسیم کا ثبوت نہیں ہوتا بلکہ وہ کفریہ عقیدہ ہے۔

3 بعض لوگوں نے نبی کریم ﷺ کی اس حدیث سے

ان اللہ خلق آدم علی صورتہ

ترجمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر بنایا ہے۔

سے یہ سمجھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ایک صورت ہے اور وہ اس کی صفت ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق والی حدیث کے دو ٹکڑے ہیں جو ایک سند سے مروی ہے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور عظیم ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کا حکم ہے کہ تم جاؤ اور ان فرشتوں کے پاس سے گزرو جو بیٹھے ہوئے ہیں۔

4 بعض لوگوں نے یہ آیت سے سمجھا ہے

وقالت الیھود ید اللہ مغلولۃ غلت ایدیھم ولعنوا بما قالوا بل یداہ مبسوطتٰن ینفق کیف یشاء (المائدۃ ۶۴)

ترجمہ اور یہودی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں ہاتھ تو خود ان کے

ہوئے ہیں اور جو بات انہوں نے کہی ہے اس کی وجہ سے ان پر لعنت اللہ کی ہے اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ پوری طرح کشادہ ہیں وہ جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔

لما یمنعک ان تسجد لما خلقت بیدی (ص ۷۵)

ترجمہ تجھے کس بات نے روکا کہ تو سجدہ کرے اس کو جس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا ہے

ان بارے میں

ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم (الفتح ۱۰)

ترجمہ جو لوگ تم سے بیعت کر رہے ہیں وہ درحقیقت اللہ ہی سے بیعت کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان

وقالت الیھود ید اللہ مغلولۃ غلت ایدیھم ولعنوا بما قالوا بل یداہ مبسوطتٰن ینفق کیف یشاء (المائدۃ ۶۴)

ترجمہ یہودی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں ہاتھ تو خود ان کے ہوئے ہیں اور جو بات انہوں نے کہی ہے اس کی وجہ سے ان پر لعنت اللہ کی ہے اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ پوری طرح کشادہ ہیں وہ جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔

ویبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام (الرحمٰن ۲۷)

ترجمہ باقی رہے گی ذات تیرے پروردگار کی جو بزرگی اور عظمت والا ہے۔

ے كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ (القصص ۸۸)

ترجمہ سوائے ذات خداوندی کے ہر چیز ہلاکت سے فانی اور معدوم ہے۔

ے لَمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ (ص ۷۵)

ترجمہ اس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا

ے رہیمی وحدہ رہنگ دو جلال و اکرام ۔۔۔

ترجمہ ۔۔۔ کی ذات اس سے پاک ہے کہ اس میں ۔۔۔ پائی جائے

ے يَجْرِي بِأَعْيُنِنَا جَزَاءً لِمَنْ كَانَ كُفِرَ (القمر ۱۴)

ترجمہ وہ ہماری آنکھوں کے سامنے چلتی ہے۔

کہ اللہ تعالیٰ کے ۔۔۔ اجسام اور جوارح ہیں ۔۔۔ جوارح کے لغتاً کیا معنی ہیں یا معنی کے لحاظ سے۔

5 مشبہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ مشابہت پیدا کر دی، وہ سب ایک ہی عقیدہ پر متفق نہیں ہیں۔ ان کے کئی درجات ہیں۔

۱ جس نے ۔۔۔ اور ۔۔۔ پر حمل کیا ہے۔

۲ جس نے ظاہر پر ۔۔۔ کیا ہے۔

۳ جس نے تسلیم کیا ہے کہ ۔۔۔ ہیں۔

۴ جس نے تسلیم کیا ہے کہ ۔۔۔

6 ۔۔۔

۔۔۔ اسلام میں تحریف ۔۔۔ اسلام میں گھس کے اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے لگے اور بعض بدعتوں ۔۔۔ کو پھیلانے میں ممد و معاون ہو گئے۔ ان میں سے یہ تقسیم کی بدعت بھی ہے

3.3.1۔ حضرت امام بدرالدین بن جماعۃ الشافعیؒ کی تحقیق

حضرت علامہ قاضی القضاۃ بدرالدین بن جماعۃؒ (المتوفی ۷۳۳ھ) اپنی کتاب ۔۔۔ الدلیل میں محرومین کے لوگوں کا ذکر کرنے کے اور اہل السنت والجماعت کا ان پر ۔۔۔ اور بیان کرتے ہیں

فكذلك لم يشكوا أن ما لا يليق بجلال الله تعالى لم يرد في قوله تعالى "الرحمن على العرش استوى"، "وهو معكم أينما كنتم"، ومحمول على الإياب، وفي السنة "ينزل ربنا كل يوم إلى سماء الدنيا"، "الحجر الأسود يمين الله في الأرض"، "القلب بين إصبعين من أصابع الرحمن"، "فإن الله قبل وجهه".

كل ذلك وغيره لم يشكوا أن ما لا يليق بجلال الرب تبارك وتعالى غير مراد، وأن المراد بذلك المعاني اللائقة بجلاله تعالى، مع مجاري الألفاظ وتأويلها، لما فهموا منه لم يسألوا عنه، ولو لم يفهموا منه ما يليق بجلال الرب تعالى لسألوا عنه، وبحثوا

وكيف لا وقد سألوا عن التحميض، وأموال بني النضير، ولا عن الإسراء، وليس الإيمان بعدمه، وصلاة المصلي إلى بيت المقدس في السوافي قبل تحويل القبلة

فكيف يتوقفون السؤال عن صفات الرب تعالى عند عدم فهمها، ومع أن معرفة الله تعالى أصل الإيمان، وجميع المعارف، ولكن لما انتشر الإسلام في الأرض، ودخل فيه من لا يعرف تصاريف لسان العرب من الأعاجم والأساطر، والتبس عليهم اللسان العربي بالعرفي، لعدم عمومهم بتصاريفه، من

حقيقة ومجاز وكناية وحذف وضمار وغير ذلك وقع في ذلك في تحسينه وطائفة في تقبيح وتفرقت الآراء في الكلام على آيات الصفات وأحاديثها فمنهم من سلك طريق السلف رضي الله عنهم وآمن بما جاء عن الله وعن رسوله على مراد الله ورسوله ولم يتعرض لتأويل ولا صرف بل وكلوا علمها إلى الله وهم القسم الثاني من القسمين الأولين

1 أحدهما أهل التأويل وهم الذين تجردوا للرد على المبتدعة من المعتزلة والمشبهة والخوارج الذين أظهر كل منهم بدعته ودعا إليها فقام أهل الحق بنصرته ودفع عنه الدفع بأبطل بدعته وردوا تلك الآيات المحتملة والأحاديث إلى ما يليق بجلال الله من المعاني بلسان العرب وأدلة العقل والنقل ليحق الله الحق بكلماته ويبطل الباطل بحججه ودلالاته

2 والقسم الثاني: الصالحون بالنقول المعروف بقول السلف وهو أقطع بأن ما لا يليق بجلال الله تعالى غير مراد والسكوت عن تعيين المراد من المعاني اللائقة بجلال الله تعالى إذا كان اللفظ محتملا لمعان تليق بجلال الله تعالى

فالصنف الأول قطعوا بأن ما لا يليق بجلال الله تعالى من صفات المحدثين غير مراد وكل منهما على الحق

وقد رجح كثير من الأكابر الإعلام في هذا العصر لأنه أسلم وقد وقع منهم قول بعض التأويل بصحة ذلك والله أعلم

ومن صحح قول السلف وقال بتسليمه أو تكييف الرحمن استوى على ظاهره مما يعالى الله عنه من صفات المحدثين فهو كاذب في دعواه بريء من قول السلف واعتقاده

إيضاح الدليل في قطع حجج أهل التعطيل ص 167 [illegible] محمد بن إبراهيم بن سعد الله بن جماعة الكناني الحموي الشافعي بدر الدين (المتوفى 733هـ) المحقق: وهبي سليمان غاوجي الألباني الناشر: دار قتيبة للطباعة والنشر والتوزيع، سوريا، دمشق الطبعة الأولى، 1406هـ.

اسی طرح اہل السنت والجماعت اس بارے میں کسی بھی قسم کے شک میں مبتلا نہیں ہیں [illegible] آیات و احادیث کے وہ معنی مراد نہیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں ہیں

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] اللہ تعالیٰ کی [illegible]

[illegible] اللہ تعالیٰ ہر رات آسمان دنیا کی طرف اترتا ہے جب رات کا تہائی حصہ گزر جاتا ہے۔

الحجر الأسود يمين الله في الأرض

حجر اسود زمین میں اللہ تعالیٰ کا دایاں [illegible]

القلب بين إصبعين من أصابع الرحمن

دل دو انگلیوں کے درمیان ہے جو رحمن ہے، کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے۔

[illegible]

[illegible]

[illegible] ان جیسی تمام آیات احادیث [illegible] ان کی کوئی ایسی تاویل نہیں کی جائے گی جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق [illegible]

• حدیث کے وہ معنی مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور شان کے لائق ہیں۔ یہ ان الفاظ کے مجازی معنی مراد ہوں یا تاویلی معنی۔

[illegible] کرام رحمہم اللہ ان آیات و احادیث کے معانی و مفہوم سمجھتے تھے۔ اسی لیے ان کے [illegible] کے بارے میں کبھی سوال نہیں کیا تھا۔ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان آیات و احادیث کے معانی نہ سمجھتے ہوں تو وہ ضرور [illegible] سے پوچھتے اور ان کے بارے میں [illegible] کرتے۔

[illegible] کرام رضی اللہ عنہم نے [illegible] کے بارے میں [illegible] کیا تھا۔ [illegible] نے علم سے [illegible] ہوئے [illegible] رکھتے تھے۔ [illegible] کے بارے میں [illegible] سے بہت احتیاط کرتے تھے۔ [illegible] کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے۔

اس کے باوجود [illegible] کے صفات کے بارے میں سوال کیسے ترک کر سکتے تھے؟ جس کے معانی کو وہ نہ سمجھتے ہوں۔ [illegible] کہ [illegible] کے معانی [illegible] عرف عام [illegible] سے [illegible] کرتے تھے جو [illegible] کی باریکیوں اور لغت عرب کی نصاحت و بلاغت سے بالکل واقف نہ تھے۔ اس لیے معروف اور حقیقی عربی [illegible] کہ عربی لغت، اس کی صرف و نحو کی باریکیوں، اس میں حقیقت [illegible] جس [illegible] جس [illegible] سے [illegible] رضی اللہ عنہم [illegible] سے [illegible] دوسرے فرقوں کی پیدائش سے بھی بہت پہلے [illegible] تھی۔

[illegible] سے اہل حق کے [illegible] کا [illegible] کی تو اہل باطل سے پہلے [illegible] اور [illegible] سے مقابلہ میں [illegible] رہا [illegible] سے [illegible]

[illegible] تاویل [illegible] کے لیے کہ [illegible] جب ان کو [illegible] کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے تھے تو اہل حق اللہ تعالیٰ کے دین کی نصرت [illegible] میں مشغول ہوتے [illegible] کہ [illegible] اور ان معانی کا [illegible] کے [illegible] حدیث [illegible] میں اہل بدعت کے ہوس رہتا [illegible] حدیثوں کی تاویل سے [illegible] اہل [illegible] کرتے تھے تاکہ اللہ کی حق کو اہل بدعت سے واضح [illegible] اہل [illegible] میں سے [illegible]

اہل تفویض یہ دعویٰ [illegible] سلف صالحین سے [illegible] بات پر [illegible] لائق نہ ہوں۔ یہ ان کے معانی بیان کرنے سے سکوت کرتے تھے [illegible] جانتے تھے [illegible] کی تاویل سے [illegible] کی [illegible] کرتے تھے [illegible] یہ دونوں گروہ اس بات پر متفق تھے کہ [illegible] کے ظاہری معانی اللہ تعالیٰ کی شان اور ہیبت کے لائق نہیں۔ یہ [illegible] کرتے تھے [illegible] میں بعض نے تو سلف صالحین رحمہم اللہ کے قول [illegible] کہ [illegible] اہل تاویل کے قول کو اختیار کیا۔ واللہ اعلم!

پھر جس کسی نے سلف صالحین رحمہم اللہ کے قول کو اپنی رائے کی طرف منسوب کرکے یا اور ایسی بات کہی جس سے تشبیہ یا کیفیت ثابت ہوتی ہو یا اس نے لفظ کے ظاہری معنی مراد لے کر وہ معانی بیان کر دیے جو شان اور ہیبت کے لائق نہیں اور اس سے مخلوق کی [illegible] سمجھے جاتے ہیں تو وہ اپنے ان معانی کو سلف صالحین رحمہم اللہ کی طرف منسوب کرنے میں جھوٹا ہوگا۔ وہ تو سلف صالحین رحمہم اللہ کے قول اور ان کی راہ اعتدال سے ہٹی اور بٹا ہوا ہوگا۔

3.4۔ ائمہ ربّ اللہ تعالیٰ کے لیے جہت وجسم کی نفی کرتے تھے

1 ۔ جو جہمی کلام کرتے تھے۔ ان مخلوط عقائد میں سے بعض عقائد کفر ہیں اور بعض بدعت ہیں۔ ان کے علاوہ ان کے عقائد میں

ہیں

قال جمیع منہم ومن تخلف عن معتقدہم کافر کما صرح بہ العراقیون وغیرہ وہو قول لابی حنیفہ ومالک والشافعی و لاشعری وابن کلابی

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۳ص۹۱۳ المولف علی بن (سلطان) محمد، ابو الحسن نور الدین الملا الہروی القاری متوفی ۱۰۱۴ھ الناشر دار الفکر بیروت لبنان الطبعۃ الاولی، ۱۴۲۲ھ)

2 ۔ عقائد اہل السنہ والجماعہ علی مذہب فقہاء المحدثین ابی حنیفۃ و ابی یوسف ومحمد بن الحسن رحمہم اللہ تعالیٰ ۔ اس عقیدہ کو ابن ابی العز الحنفی نے بھی شرح العقیدۃ الطحاویہ میں ذکر کیا ہے۔

3 وقال إسحاق بن إبراهيم قال أبو حنيفة "أتانا من المشرق رأيان خبيثان، جهم معطل ومقاتل مشبه"

وقال محمد بن سماعة عن أبي يوسف عن أبي حنيفة "أفرط جهم في النفي حتى قال أنه ليس بشيء وأفرط مقاتل في الإثبات حتى جعل الله تعالى مثل خلقه"

وقال الحسن بن أسكاب عن أبي يوسف، بخراسان صنفان ما على الأرض أبغض إلى منهم المقاتلية والجهمية

(تہذیب التہذیب، ج۱۰ص۳۹۰، المصنف ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر العسقلانی (المتوفی ۸۵۲ھ) الناشر مطبعۃ دائرۃ

معارف النعمانیہ الہند الطبعۃ الاولی ۱۳۲۶ھ

ہے۔ ہم بعد میں ان شاء اللہ حدیث قرآن میں

یہ مقاتل بن سلیمان متوفی

ہے

ہے کی میں ان کا ذکر بھی کیا ہے

من کہ اللہ تعالیٰ کے اوصاف کمال سے ثابت

ہیں اور ان کا انکار کرنے والوں جیسا کفر نہیں

ہے

ہیں کہ ان میں

ہیں اور ان کے

ہیں

ہیں

ہیں

بکر بن العربی المعافری الاشبیلی المالکی (المتوفی ۵۴۳ھ) راجع جدہ
وخرج احادیثہ وعلق علیہ محمد عبد القادر عطا ان نشر دار الکتب
العلمیۃ بیروت لبنان طبعہ الثالثہ ۱۴۲۴ھ)

۱ جب کوئی شخص کسی ایک رسول کا انکار کردے، یا ان احکام کی جن کے بارے میں انھوں نے حلال وحرام، اور اوامر ونواہی کی خبر دی ہے، ان کی تکذیب کردے، تو وہ کافر ہے۔

۲ ان تینوں وجوہ میں سے ہر ایک کی تفصیل ہے جو ہر ایک پر دلالت کرتی ہے، جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔ اس تفصیل کے ساتھ کفر وفسق کا حکم لگائے اور خطاء صواب کے لحاظ سے لوگ مختلف ہوگئے ہیں، اسی طرح کا قول تشبیہ، تجسیم اور جہت کے بارے میں ہے، یا علم وقدرت، ارادہ، کلام اور حیات کے انکار کے بارے میں ہے۔ پس یہ وہ اصول ہیں کہ ان کے منکر کے بارے میں بغیر کسی شک وشبہ کے کفر کا حکم لگایا جائے گا۔

۳ جیسا کہ معتزلہ کا قول ہے، بندے اپنے افعال کے خالق ہیں۔ بندے وہ کام بھی کرتے ہیں جس کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ نہیں کیا ہوتا ہے، مخلوق پر آگ کے خلاف کے ساتھ تصرف اقتدار کا حکم لگایا جائے گا۔

۴ جیسا کہ مشبہہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ جسم ہے، وہ ایک جہت کے ساتھ مختص ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اوپر بھی قادر ہے، یہ کئی وجوہ سے مرتبے پیدا ہوسکتا ہے، ان احکام کے بارے میں جس کا ذکر ہوا۔

۵ یہ سب سرتاسر جھوٹ ہیں۔

6 علامہ قرطبیؒ نے التذکار (ص ۲۰۸) میں مجسمہ کے متعلق لکھا:

"والصحیح القول بتکفیرھم اذ لا فرق بینھم وبین عباد الاصنام والصور"

ترجمہ صحیح قول ان کی تکفیر کا ہے، کیونکہ ان میں اور بتوں اور تصویروں کی

[illegible] قرطبی سے نقل کیا [illegible]

[illegible] والوں میں داخل نہیں ہے۔

[illegible] قیم نے اپنے قصیدہ [illegible] جس میں کہ [illegible] عرش کا [illegible] یہ جاہلوں [illegible] کا قصیدہ [illegible] ہے۔ امام الحرمین [illegible] کی [illegible] ہیں سے [illegible] کا قول [illegible] کتاب [illegible] حقیقت [illegible] ان کے [illegible] ہیں۔ لیکن [illegible] سے [illegible] کی [illegible] ثابت ہے کہ [illegible] ہیں سے [illegible] کی [illegible] ہیں [illegible] سے کی [illegible] ہیں نے فرمایا کہ حدیث "لا تفضلونی علی یونس بن متی" میں حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر اس لیے خاص طور پر کیا گیا ہے کہ اس سے تنزیہ کا ثبوت ہوتا ہے، کیونکہ رسول اکرم ﷺ معراج میں عرش تک بلند کیے گئے اور حضرت یونس علیہ السلام قاع بحر میں اتارے گئے (مچھلی کے پیٹ میں) جبکہ دونوں کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف جہت کے لحاظ سے برابر ہے۔ پھر اگر انبیاء کی مکان کی وجہ سے ہوں تو حضور ﷺ اللہ تعالیٰ سے زیادہ قریب اور مکان کے لحاظ سے افضل ہوتے اور جب اس تفصیل سے روک دیا گیا تو معلوم ہوا کہ مکان وجہت کی وجہ سے فضیلت کا حکم نہیں ہے۔

(سیف الحق المسید، الاسید والکلام، ص ۳۳۱ تا ۳۳۳ طبع ایچ ایم سعید، کراچی)

7 مجسمہ کے رد میں حضرت امام شافعیؒ کی بات "شرح المہذب" نووی میں ہے۔ حضرت امام نووی [illegible] فرماتے ہیں:

قد ذکرنا ان من یکفر ببدعۃ لا تصح صلاتہ وراءہ ومن لا یکفر تصح، فممن یکفر من یعتقد تجسیما صریحا ومن ینکر العلم بالجزئیات

(المجموع شرح المہذب، ج ۳، ص ۲۵۳، المؤلف: ابو زکریا محیی الدین یحیی بن شرف النووی (المتوفی ۶۷۶ھ) الناشر: دار الفکر)

ترجمہ ہم نے ذکر کیا ہے کہ جو شخص اپنی بدعت کی وجہ سے کفر کرتا ہے، ایسے شخص کے پیچھے نماز صحیح نہیں ہے۔ اور جو شخص کفر نہیں کرتا ہے، اس کے پیچھے نماز درست ہوگی۔ پس وہ

شمس کو مقید کہنا ہے ... تاہے۔ یقینی وصریح طور پر مقید کہنا ہے
اور جو شخص علم (ضروری) کا انکار جزئیات کے ساتھ کرتا ہے۔

8 علامہ نووی شافعی محدث کے قائل تھے جیسا کہ "کفایۃ الاخیار" مصنفہ میں ہے
آیت "لیس کمثلہ شیء" میں مجسمہ و معطلہ دونوں کا رد موجود ہے
علامہ حصکفی فرماتے ہیں

أن النووي جزم في صفة الصلاة من شرح المهذب بتكفير المجسمة قلت وهو الصواب الذي لا معدل عنه إذ فيه مخالفة صريح القرآن قال الله تعالى المجسمة والمعطلة إنما جراهم على مخالفته ما في "ليس كمثله شيء وهو السميع البصير" وفي هذه الآية رد على من نفى ... الله أعلم

(كفاية الأخيار في حل غاية الاختصار ص۴۹۵ مؤلف ابو بکر بن محمد بن عبد المؤمن بن حریز بن معلی الحسینی الحصنی تقی الدین الشافعی متوفی ۸۲۹ھ المحقق علی عبد الحمید بلطجی و محمد وهبی سلیمان ناشر دار الخیر دمشق طبعہ اولی ۱۹۹۴ء)

ترجمہ ... صاحب نے اپنی کتاب شرح مہذب ... الصلوٰۃ میں ... کی تکفیر ... ساتھ کرتے ہیں میں کہتا ہوں یہی حق اور صواب ہے کیونکہ اس سے ... انحراف ... ہی نہیں ... بلکہ اس میں قرآن پاک کی صریح مخالفت ہے اللہ تعالیٰ مجسمہ و معطلہ دونوں ... قرآن مجید کی آیت "لیس کمثلہ شیء وھو السمیع البصیر" ... مخالفت کرنے کی وجہ سے ... ظاہر فرمایا ہے ... اس میں دونوں فرقوں کا رد موجود ہے

9 مولوی ... نے اپنی ... "الاشاعۃ" ... میں محمد ... سے ... "ارشاد" (ص ۳۹) میں لکھا ... تمام اہل حق کا مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ جہت ... سے ... اور فرقہ کرامیہ اور بعض حشویہ نے اللہ تعالیٰ کو جہت ... کہا ہے انہوں نے "الرحمٰن علی العرش استوی" کے ... سے

... ہے ... کہ ... آیت ... وھو معکم أینما کنتم (الحدید ۴) اور "ءأمنتم من فی السماء أن یخسف بکم الأرض (الملک ۱۶) "کو بھی ظاہر پر رکھو گے؟ یا تاویل کرو گے؟ اگر وہاں احاطہ وعلم کی تاویل کرتے ہو تو یہاں استواء کے لیے قہر وغلبہ و علو کی تاویل کیوں نہیں کر سکتے؟ اور صفحات ۱۵۵ تا ۱۱۴ میں بھی مدلل بحث کی ہے۔

10 حضرت امام احمد کی طرف سے رد مجسمہ امام ہائی کی "صرم المعند المعضد" اور ابن جوزی کی "دفع شبہ التشبیہ" میں مذکور ہے۔ ملاحظہ فرمائیں

صرم المعند المعضد في الرد على أئمة المعتزلة، المؤلف أبو محمد عفيف الدين عبد الله بن أسعد بن علي بن سليمان اليافعي (المتوفى ۷۶۸ھ) المحقق: محمود محمد محمود حسن نصار الناشر دار الجيل، بيروت الطبعة الأولى ۱۴۱۲ھ

11 علامہ محمد زاہد الکوثری فرماتے ہیں

والذي يجب أن يعتقد في ذلك أن الله كان ولا شيء معه، ثم خلق المخلوقات من العرش إلى الفرش فلم يحصر بها ولا احتاج له وجهة منها، ولا كان له مكان فيها، فالله لا يحول ولا يزول للدوس لا يتغير ولا يستحيل (مقالات الکوثری ص ۲۸۳ طبع مجلس علمی کتب خانہ پشاور)

جس چیز کا اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ (ازل سے) موجود ہے اور اس کے ساتھ کوئی چیز موجود نہ تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو عرش سے فرش تک پیدا کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے کسی بھی چیز کو محصور نہیں کیا اور نہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی جہت پیدا ہوئی۔ نہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی مکان اور جگہ ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نہ تو کسی جگہ سے منتقل ہوتے ہیں، نہ ہی اللہ تعالیٰ کسی جگہ سے ہٹتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات قدوس ہے، اس میں کسی بھی قسم کا تغیر واقع نہیں ہے۔

12 فقہ حنفی کی مشہور و معروف کتاب تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق وحاشیۃ الشلبی میں ہے

واستشنه الله قال الله تعالى - يدٌ ورجلٌ كما للعباد فهو كافرٌ مشبهٌ
وان قال جسمٌ لا كالأجسام فهو مبتدعٌ لأنه نفى عنه الاطلاق
بعد التجسيم عنه وهو موهمٌ سقص فرفعه بقوله لا كالأجسام
فسم يبق الا مجرد الاطلاق وذلك معصيةٌ تسهى سببًا للعقاب مع
قطع النظر عن الايهام بخلاف ما لو قاله على التشبيه فانه كافرٌ وان يكفر
بمجرد الاطلاق يضاد وهو حسنٌ بل أولى بالتكفير
بخلاف قصد اسم الجسم مع نفى التشبيه فانه يكفر لاختياره إطلاق
ما هو موهمٌ النقص بعد علمه بذلك ولو نفى التشبيه فلم يبق منه الا
التساهل و لا يخفى ذلك

النهر الفائق شرح كنز الدقائق و حاشيه الشلبي ج ١ ص ٣٥ مؤلف
عثمان بن علي بن محجن البارعي، فخر الدين الزيلعي الحنفي
(المتوفى ٧٤٣ھ) الحاشية شهاب الدين أحمد بن محمد بن أحمد بن
يونس بن إسماعيل بن يونس الشلبي (المتوفى ١٠٢١ھ) الناشر المطبعة
الكبرى الأميرية - بولاق، القاهرة الطبعة الأولى، ١٣١٣ھ)

ترجمہ: مشبہ جب یوں کہے اللہ تعالیٰ کے لیے ہاتھ اور پاؤں ہیں جیسے انسانوں کے لیے ہیں تو وہ ملعون اور کافر ہے۔ اور اگر وہ یوں کہے اللہ تعالیٰ کا بھی جسم ہے، لیکن وہ اجسام کی طرح کا نہیں ہے۔ تو یہ بدعتی ہے۔ کیونکہ اس صورت میں اس نے صرف اللہ تعالیٰ کے لیے جسم کا اطلاق کیا ہے۔ اور یہ نقص (عیب) کا وہم پیدا کرنے والا ہے۔ لہذا اس نے اس کو برا بیان کیا ہے۔ وہ جسم تو ہے مگر اجسام کی طرح نہیں ہے۔ لہٰذا یہاں صرف جسم کے لفظ کا اطلاق ہے اور یہ معصیت ہے۔ یہ بات بھی عقاب کے سبب کا باعث ہے۔ اس لیے کہ اس میں ایہام (وہم ڈالنا) ہے۔ اس کے برخلاف جس نے اس کو تشبیہ کے انداز میں کہا: تو وہ کافر ہو گیا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے اس لفظ کے صرف اطلاق سے بھی کافر ہو جاتا ہے۔ یعنی عقیدہ بات سے بلکہ یہ تکفیر کے زیادہ قریب ہے
خلاصہ کلام یہ ہے جسم کا لفظ بولا جائے مگر تشبیہ کی نفی کے ساتھ تو اب اس کی تکفیر کی

جائے گی کیونکہ اس نے ایسے لفظ کا انتخاب کیا ہے جو علم ہو جانے کے بعد اس نے نقص وعیب کا وہم ڈالنے والے لفظ کو اختیار کیا ہے۔ اب اگر کوئی بھی تشبیہ کی نیت کرتا ہے تو اس کا جاہل اور کم عقل ہونا ہی باقی رہ جائے گا۔

علامہ ابراہیم مصری اپنی کتاب [illegible] میں فرماتے ہیں

قال العلامة ابراهيم الحلبي في باب الامامة من شرح المنية والمراد بالمبتدع من يعتقد شيئا على خلاف ما يعتقده أهل السنة والجماعة وانه يجوز الاقتداء به مع الكراهة اذا لم يكن ما يعتقده يؤدي إلى الكفر عند أهل السنة

فان كان مؤديا إلى الكفر فلا يجوز الصلاة خلفه على الراجح من المذهب وكالمشبهة والقدرية ونحوهم الذين يقولون الله تعالى جسم لا كالأجسام ومن ينكر الشفاعة أو الرؤية أو عذاب القبر، والكرام الكاتبين فمن يفصل عليا فحسب فهو مبتدع من المبتدعة الذين يجوز الاقتداء بهم مع الكراهة وكذا من يقول الله تعالى جسم لا كالأجسام ومن قال انه تعالى لا يرى لجلاله وعظمته

(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج ١ ص ٥٨، لمؤلف زين الدين بن ابراهيم بن محمد، المعروف بابن نجيم المصري (المتوفى ٩٧٠ھ) وفي آخره تكملة البحر الرائق لمحمد بن حسين بن علي الطوري الحنفي القادري (ت بعد ١١٣٨ھ) وبالحاشية: منحة الخالق لابن عابدين. الناشر دار الكتاب الإسلامي)

ترجمہ: علامہ ابراہیم حلبی اپنی کتاب "شرح المنیہ" کے باب الامامۃ میں فرماتے ہیں: مبتدع (بدعتی) وہ شخص ہے جو اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد کے خلاف عقیدہ رکھے۔ ایسے شخص کی اقتداء میں کراہت کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہے، بشرطیکہ اس کا عقیدہ کفر کی حد کو نہ پہنچے والا ہو۔
اگر اس کا عقیدہ کفر کی حد تک پہنچنے والا ہو تو ہرگز اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں

ہے، جیسے روافض میں سے غالی شیعہ [illegible] فرقے کے لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا بھی جسم ہے، اور جسم سے جسام کی طرح جو شناعت کا منکر ہو، یا اللہ تعالیٰ کا منکر ہو، یا اللہ تعالیٰ کے قبر کا منکر ہو، یا اللہ تعالیٰ کا منکر ہو۔

اگر وہ صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہی کا قائل ہے تو وہ ایسا بدعتی ہے جس کی اقتداء میں نماز پڑھنا کراہت کے ساتھ جائز ہے اسی طرح وہ شخص جو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بھی جسم ہے لیکن باقی اجسام کی طرح نہیں۔ اور اسی طرح وہ شخص بھی ہے جو یوں کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جلال اور عظمت کی وجہ سے اس کی رؤیت ممکن نہیں ہے

14 علامہ شامی فرماتے ہیں

(قوله كفر به جسم لا كالأجسام) وكذا لو لم يقل لا كالأجسام، وأقام قلبه لا كالأجسام فلا يكفر لأنه ليس فيه إلا إطلاق لفظ الجسم الموهم للنقص فرفعه بقوله لا كالأجسام، فلم يبق إلا مجرد الإطلاق وذلك معصية

(رد المحتار على الدر المختار، ج۱ص۵۶۱ المؤلف: ابن عابدين، محمد أمين بن عمر بن عبد العزيز عابدين الدمشقي الحنفي (المتوفى ۱۲۵۲ھ) الناشر: دار الفكر-بيروت الطبعة: الثانية، ۱۴۱۲ھ)

ترجمہ اور ایسے شخص کی کافر ہو گیا جس نے یوں کہا: اللہ تعالیٰ کی جسم ہیں جیسے باقی اجسام ہیں کسی طرح، وہ شخص بھی ہے جس نے کہا کہ لا کالأجسام (جیسے باقی اجسام) اس کی بھی کافر ہے اور اگر وہ شخص یوں کہے: اللہ تعالیٰ جسم ہیں لیکن باقی اجسام کی طرح نہیں۔ تو ایسے شخص کی تکفیر نہ کی جائے گی۔ اس لیے کہ اس صورت میں تو صرف لفظ جسم کا اطلاق ہے جو کہ نقص کا وہم ڈالنے والا ہے۔ پس اس شخص نے اس کو یوں کہا: وہ باقی اجسام کی طرح جسم نہیں ہے۔ تو اس صورت میں صرف لفظ کا اطلاق ہے اور یہ معصیت اور گناہ ہے۔

15 تقی عثمانی کی "تکملہ فتح الملہم" میں ہے

واقع [illegible] في تكفير المجسم [illegible] من اهل عرفة لأقرب كفرة [illegible] حيث [illegible] مع عدم تكفره لعسر فهم العوام ببراهين نفي الجسمية

(السواک الدوانی علی رسالۃ ابن أبی زید القیروانی، ج۱ص۹۴ المؤلف أحمد بن غانم (أو غنيم) بن سالم ابن مهنا، شهاب الدين النفراوي الأزهري المالكي (المتوفى ۱۱۲۶ھ) الناشر: دار الفكر)

[illegible] التجسيم (ماننے والا) کی تکفیر کے بارے میں نزاع واقع ہوا ہے۔ ابن عرفہ کہتے ہیں وہ [illegible] ہے۔ حضرت عمر نے اس کے عدم کفر کو اختیار کیا [illegible] اہل [illegible] سے ہے

[illegible] شافعی (المتوفی ۵۰۵ھ) اپنی کتاب "[illegible]" میں فرماتے ہیں

الثالث من أبحاث التكفير: قد كفر المجسمة بوجوه

أن تجسيمه جهل به

وقد مر جوابه وهو أن الجهل بالله من بعض الوجوه لا يضر

به عابد لغير الله فيكون كافرا كعابد الصنم

ليس المجسم عابد لغير الله بل هو معتقد في الله الخالق الرازق العالم القادر، فما لا يجوز عليه مما قد جاءت به الشرع على قاربل، وهو [illegible] فلا يلزم كفره [illegible] عابد لغير الله حقيقة

"لقد كفر الذين قالوا إن الله هو المسيح ابن مريم" ما ذلك إلا لأنهم جعلوا غير الله إلها فلزم الشرك

وهؤلاء المجسمة كذلك لأنهم جعلوا المجسم الذي هو غير الله إلها.

ثم ذكر نحو ما مر وقوله ما تقدم من أنه اعتقد في الله تعالى ما يجوز عليه، فلم يجعل غير الله إلها حتى يكون مشركا

(کتاب المواقف، ج۳ص۵۷۱ المؤلف: عبد الرحمن بن أحمد بن عبد الغفار، أبو الفضل، عضد الدين الإيجي (المتوفى ۷۵۶ھ) المحقق: عبد

الرحمن عسيرة [illegible] بيروت الطبعة الأولى [illegible]

ترجمہ: علیحدگی کی تین قسمیں بہت مختصر کی تھیں، جو ہے ظاہر کی ہے

دوسرا: [illegible]
اس کا جواب [illegible] کہ [illegible] (ان صفات) [illegible] میں جاہل [illegible]
جو [illegible]

تیسرا: [illegible] جیسے کہ [illegible]
[illegible] اللہ [illegible]
[illegible] کے بارے میں [illegible]
[illegible]

چوتھا: [illegible]
[illegible]

ترجمہ: [illegible]
[illegible]

[illegible]

17 [illegible] متوفی [illegible] فرماتے ہیں

واعلم ان السلف الی وغیرہ حکوا عن المحاسبی ومالک واحمد وابی

حنیفة رضی اللہ عنہم القول بکفر القائلین بالجهة و التجسیم وهم حقیقون بذلک.

(المنهاج القویم ص۳۴ المؤلف: احمد بن محمد بن علی بن حجر الهیتمی ال[illegible] الأنصاری، شهاب الدین شیخ الإسلام، أبو العباس (المتوفی ۹۷۳ھ) الناشر: دار الکتب العلمیة الطبعة: الأولی ۱۴۲۰ھ)

اس بات کو جان لو کہ حضرت قرافیؒ (شہاب الدین ابو العباس احمد بن ابی العلاء ادریس بن عبد الرحمن بن عبد اللہ الصنهاجی المعروف بالقرافی، ولد سنة ۶۲۶ھ وتوفی سنة ۶۸۴ھ) وغیرہ نے حضرت امام شافعیؒ، حضرت امام مالکؒ، حضرت امام احمدؒ اور حضرت امام ابو حنیفہؒ سے جہت اور تجسیم کا عقیدہ رکھنے والوں کے بارے میں کفر کا قول نقل کیا ہے۔ اور ان اماموں کا یہ قول صحیح حقیقت ہے۔

علامہ مرعی الحنبلی [illegible] ہیں

ومن العجب ان [illegible] یحرفون بمذهب [illegible] ویصفون الله سبحانه وتعالی بما وصف به نفسه وسماه به رسوله من غیر تحریف ولا تعطیل ومن غیر تکییف ولا تمثیل ومع ذلک فنحن لا نحتاط فی ذبنه بتسلیم تجسیمه ومذهبهم فی التجسیم کفر بخلاف مذهب [illegible] فی التجسیم فانهم لا یکفرون فهم یکفرون المجسمة فکیف یقولون بالتجسیم.

(کتاب اویل الکتاب فی تاویل الأسماء والصفات و لآیات المحکمات [illegible] المؤلف: مرعی بن یوسف بن ابی بکر بن احمد الکرمی المقدسی الحنبلی (المتوفی ۱۰۳۳ھ) المحقق: شعیب الأرناؤوط الناشر: مؤسسة الرسالة بیروت الطبعة: الأولی (۱۴۰۶ھ)

عجیب بات ہے کہ ہمارے حنابلہ کے [illegible] سلف صالحینؒ کے مذہب کو [illegible] اور اللہ تعالیٰ کی صفات، بغیر تحریف، بغیر تعطیل، بغیر تکییف اور بغیر [illegible]

کرتے ہیں جن کو وہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے اور جناب رسول اللہ ﷺ سے بیان
کیا ہے۔ ان سے وہ جن کو جہمیہ حلولیہ میں سے متقاد ہیں وہ ان صفات کی
نفی کرتے ہیں اور اس کا نام توحید رکھتے ہیں جو کہ تعطیل کا ہے۔
ان کے علاوہ تمام مذاہب یہ ہے کہ ان کے ان معنی میں ہے جس
کو اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے وہ جیسے قسم کا عقیدہ رکھتے ہیں

19 حضرت ابن ابی یعلی حنبلی (المتوفی ۵۲۶ھ) اپنی کتاب الاعتقاد میں فرماتے ہیں

1 تشبیہ اللہ بخلقہ کفر

فإن اعتقد معتقد في صفة نفسه وسماه بما ورد به الآثار
الصحيحة التشبيه في الجسم والنوع والشكل والطول فهو كافر

2 تعطيل الصفات مذهب الجهمية

وإن تأولها على مقتضى اللغة وعلى المجاز فهو جهمي

3 منهج أهل السنة في الأسماء والصفات

وإن لم يتأول كما جاءت من غير تأويل ولا تفسير ولا تجسيم ولا
تشبيه كما فعلت الصحابة والتابعون فهو الواجب عليه

(الاعتقاد ص ۳۱ المؤلف أبو الحسين ابن أبي يعلى محمد بن محمد
(المتوفى ۵۲۶ھ) المحقق محمد بن عبد الرحمن المخيمر الناشر
أطلس الخضراء الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھ)

2 [illegible]

3 [illegible]

[illegible]

حضرت ابن ابی یعلی حنبلی (المتوفی ۵۲۶ھ) اپنی کتاب "طبقات الحنابلہ" میں
فرماتے ہیں

قال لي الوالد السعيد فمن اعتقد أن الله سبحانه جسم من الأجسام
وأعطاه حقيقة الجسم من التأليف والانتقال فهو كافر لأنه غير
عارف بالله عز وجل لأن الله سبحانه يستحيل وصفه بهذه
الصفات وإذا لم يعرف الله سبحانه وجب أن يكون كافرا

(طبقات الحنابلة ج ۲ ص ۲۱۲ المؤلف أبو الحسين ابن أبي يعلى محمد
بن محمد (المتوفى ۵۲۶ھ) المحقق محمد حامد الفقي الناشر دار
المعرفة بيروت)

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

(يحسن هل سنة أن يقال ليس كمثله شيء لا في ذاته ولا
في صفاته ولا في أفعاله بل أكثر أهل السنة من الصحابة وغيرهم
يكفرون بتشبيه بصفة

مجموع الفتاوى ج ۳ ص ۳۵۱ المؤلف تقي الدين أبو العباس أحمد بن
عبد الحليم بن تيمية الحراني (المتوفى ۷۲۸ھ) المحقق عبد الرحمن بن
محمد بن قاسم الناشر مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف
بمدينة النبوية المملكة العربية السعودية عام النشر ۱۴۱۶ھ)

...

...

3.5:۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ اور حضرت امام مالکؒ کے ناطق فیصلے

شیخ سلام القضائی العراقی کی کتاب "فرقان القرآن بین صفات الخالق وصفات الاکوان" سے ایک اہم فصل کا خلاصہ پیش خدمت ہے

...

...

...

...

...

...

...

...

...

...

...

...

...

...

...

...

...

...

...

...

...

...

...

...

باب 4

حافظ ابن تیمیہؒ اور غیر مقلدین کے متبوع علماء کے عقائد

[illegible]

[illegible]

[illegible]

بہترین اور نفع بخش کتابوں میں سے ہے۔ حدیث دست کا ہر طالب علم جو صحاح ستہ اور غیر صحاح ستہ سے محبت رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ یہ دونوں کتابیں ضرور پڑھے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ دونوں کتابیں پڑھنے کی زبردست وصیت فرماتے تھے اور ان کتابوں کی بے انتہا عزت کرتے تھے۔ ان دونوں کتابوں میں توحید اور اسماء وصفات کا ثبوت عقل و نقل دونوں سے پیش کیا گیا ہے۔ یہ برتری دوسری کسی کتاب کو (ان مسائل میں) حاصل نہیں ہے۔

اس کتاب میں عقیدۂ متوارثہ "تنزیہ باری تعالیٰ" کے خلاف مندرجہ ذیل امور اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کیے ہیں

۱ حد و مکان و استقرار مکانی کا اثبات

۲ تجویز استقرار باری ظہر بعوضہ (مچھر) پر

۳ عرش پر اللہ تعالیٰ کے بوجھ کا اثبات پتھروں کے ٹیلوں جیسا

۴ اللہ تعالیٰ کے لیے حرکت، مشی، قیام، قعود اور عرش پر استواء حسی

۵ عرش کو قدیم بتلانا

۶ مخلوق اور اللہ تعالیٰ کے لیے مسافت حسیہ ہے اور پہاڑ کی چوٹی پر یا منبر پر چڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ سے قریب تر بتلانا، یہ نسبت زمین والے کے کیونکہ پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھا ہوا نیچے کے اللہ تعالیٰ سے زیادہ قریب ہے۔

۷ اللہ تعالیٰ کرسی پر بیٹھا ہے اور اس پر صرف چار انگل کی جگہ بچی ہوئی ہے وغیرہ۔

(مقالات کوثری ص ۲۰۲ تا ۲۱۲، ۲۲۳ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت)

۸ دارمی کا مقصد محدثین کرام کا وہ مسلک بیان کرنے کا تھا جس کا رد بشر مریسی کرتا تھا کیونکہ اس مسئلہ میں وہ دونوں ہم خیال ہیں۔ درحقیقت یہ عقائد و اصول کے مسائل ان کے علم اور دسترس سے باہر تھے اس لیے ان کو اس میں دخل ہی نہ دینا چاہیے تھا۔

(انوار الباری ج ۱۹ ص ۳۲۸)

۹ امام دارمی تمیمی کی "کتاب النقض" (ص ۱۰۰) میں ہے: "تم میں سے کون ایسی غیر معقول بات کہہ سکتا ہے کہ پہاڑ کی چوٹی عرش سے زیادہ قریب نہیں ہے؟ جب کہ پہاڑ کا اوپر کا حصہ بھی بہ نسبت اعمل کے زیادہ قریب ہے"۔

ن ب (ص ۹۸) میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے سب سے بڑی چیز عرش ہے ب ۱۰ میں ہے کہ آسمانوں میں بہت بڑا فرجہ اور خلا ہے، یعنی ساتوں آسمان اس کے اور مخلوق کے درمیان حائل ہیں

یہ کتاب اپنے مضامین عجیب و غریب ہونے کی وجہ سے بڑی ہے اور جب اس کتاب پر محدثین کے سلفی حضرات نے اس کی اشاعت غیر ضروری قرار دے دی ہے۔ اس لیے حرمین میں کم ملتی ہے۔

(انوار الباری ج ۱۴ ص ۱۲ طبع دار العلوم تالیفات اشرفیہ ملتان)

حضرت عثمان بن سعید دارمی کی کتاب کی عبارت ملاحظہ فرمائیں جس میں وہ بلا سند کے کس طرح من گھڑت روایات پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں

ن السماء عظم من كل شيء وكبر من كل خلق وهو يحمله العرش عظمة لا قوة ولا حمله العرش احملوه بعوبهم ولا استعانوا بعرشه بشدة امرهم ولكنهم حملوه بقدرته ومشيته وبإرادته وبيده ولا ذلك ما طاقو حمله

وقد بلغت انهم حين حملة العرش وقوله الجبار في عزته وجلاله صفقوا عن حملة ركبهم وجثوا على ركبهم حتى لئلا يخروا ولا قوة لا بالله فاستقوا به بقدرة الله وبإرادته ولا ذلك ما استقل به العرش ولا الحملة ولا السموات والأرض ومن فيهن لو قد شاء لاستقل على طهر بعوضة فاستقلت به بقدرته ولعظم ربوبيته فكيف على عرش عظيم أكبر من السموات السبع والأرضين السبع وكيف يستكبر أن يحمل أن عرشه يثقله والعرش أكبر من السموات سبع والأرضين سبع وإن كان العرش على السموات والأرضين لقدرته وعظمته ولكنه فوق السماء السابعة

(نقض الإمام أبي سعيد عثمان بن سعيد على المريسي الجهمي العنيد فيما افترى على الله عز وجل من التوحيد، ج ۱ ص ۳۵۷، ۳۵۸، المؤلف أبو

سعید عثمان بن سعید بن خالد بن سعید الدارمی السجستانی (م ۲۸۰ھ) التوحید، مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع المحقق: رشید بن حسن الألمعی الطبعۃ الطبعۃ الأولی ۱۴۱۸ھ)

ترجمہ: الدحان سرچیر سے کہا ہے "مخلوق سے بوجھ ہیں" عرش اللہ تعالیٰ کو ہوئے اور قوت کے بل پر نہیں اٹھا سکتا۔ حاملین عرش فرشتے بھی اپنی طاقت کے بل اس کو اٹھا نہیں سکتے، اور نہ فرشتے اپنے مضبوط جتھے کے ساتھ عرش کو اٹھا سکتے ہیں لیکن ان فرشتوں نے عرش کو اس کی قدرت، مشیت، ارادے اور تائید سے اٹھا ہے۔

اور ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ جب فرشتوں نے عرش کو اٹھایا اور اس عرش کے اوپر اللہ تعالیٰ اپنی عزت اور شان و شوکت کے ساتھ موجود تھے، تو فرشتے اس عرش کو اٹھانے سے عاجز اور درماندہ ہو گئے اور اپنے گھٹنوں کے بل گر پڑے یہاں تک کہ فرشتوں کو "لا حول ولا قوۃ الا باللہ" کی تلقین کی گئی۔ پس فرشتوں نے اللہ کی قدرت اور ارادہ کے ساتھ عرش کو اٹھا لیا۔ اگر ایسا ہوتا تو عرش کو اٹھانا آسمان و زمین کو اور ان میں رہنے والوں کو۔

اور اگر ایک مچھر کی پشت پر بھی استقرار کرنا چاہیں، تو وہ مچھر بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت اور ظہور ربوبیت سے ذات باری تعالیٰ کو اٹھا سکتا ہے۔ پس کیسے عرش عظیم جو ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں سے بڑا ہے اس کو نہیں اٹھا سکتا؟ اے کم عقل تو کیسے اس کا منکر ہو سکتا ہے کہ عرش اس واحد سبحانہ و تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے بہت بڑا ہے اور عرش آسمانوں اور زمینوں میں ہوتا تو پھر اس کی وسعت کو نہیں پا سکتے تھے، پس عرش تو ساتویں آسمان سے بھی اوپر ہے۔

2 رہا تمہارا یہ دعویٰ کہ تفسیر "القیوم" کی جو نہ سکتا ہے اور نہ حرکت کرتا ہے، تو یہ تفسیر کسی صحیح ماثور عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و عن بعض أصحابہ أو التابعین، لأن الحي القیوم یفعل ما یشاء ویتحرک إذا شاء، ویهبط ویرتفع إذا

شاء، ویقبض ویبسط ویفرح ویضحک إذا شاء، لأن هذه صفات لحي ولیست التحرک کل حي متحرک لا محالة وکل متحرک غیر متحرک لا محالة

نقض الإمام أبي سعید عثمان بن سعید علی المریسي الجهمي العنید فیما افتری علی الله عز وجل من التوحید، ج۱ص۲۱۵ المؤلف: أبو سعید عثمان بن سعید بن خالد بن سعید الدارمي السجستاني (المتوفی ۲۸۰ھ) الناشر: مکتبة الرشد للنشر والتوزیع، المحقق: رشید بن حسن الألمعي الطبعة: الطبعة الأولی ۱۴۱۸ھ)

باب الحد والعرش

قال أبو سعید: وأما قوله تعالی: لیس لله حد ولا غایة ولا نهایة وهذا هو الحق الذي لا یجوز غیره ولا یتوهم سواه ولا یعقل إلا ما وصف به نفسه وهي کلمة لم ینطق الله من جهة الحد في شيء من کتبه

فقال له السائل: من یحاوره قد علمت أن الله لا یعلمه أحد ولا یقدر أحد أن یصفه بما وصف به نفسه لأنه لا شيء یقع علیه اسم شيء إلا وله حد وغایة وصفة وأن لا شيء لیس له حد ولا غایة ولا صفة، فالشيء أبدا موصوف لا محالة ولا شيء یوصف بلا حد ولا غایة، وقولك: لا حد لله یقتضي أنه لا شيء

قال أبو سعید: والله تعالی له حد لا یعلمه أحد غیره ولا یحیط به أحد من خلقه ولم یعلم أحد حده في نفسه، ولكن یؤمن بالحد ویكل علم ذلك إلى الله ولملائكته أیضا حد، وهو علی عرشه فوق سمواته فهذان حدان اثنان

فهذا كله ومن شبهه شواهد ودلائل علی الحد ومن لا یعرف به فقد كفر بتنزیل الله وجحد آیات الله

(نقض الإمام ابي سعيد عثمان بن سعيد على المريسي الجهمي العنيد
فيما افترى على الله عز وجل من التوحيد، ج١ ص٢٢٣-٣٣٦ المؤلف: ابو
سعيد عثمان بن سعيد بن خالد بن سعيد الدارمي السجستاني (المتوفى
٢٨٠هـ) الناشر: مكتبة الرشد للنشر والتوزيع المحقق: رشيد بن حسن
لاسعدي الطبعة: الطبعة الأولى (١٤١٨هـ)

[illegible]
العقل و النقل [illegible]

ثم قال: (باب الحد والعرش)

قال ابو سعيد: وادعى المعارض ايضاً انه ليس لله حد ولا غاية ولا
نهاية

قال: وهذا هو الأصل الذي بنى عليه جهم جميع ضلالاته، واشتق
منها جميع اخبوطاته، وهي كلمة لم يسبقنا انه سبق جهماً إليها احد من
العالمين. فقال له قائل ممن يحاوره: قد علمت مرادك ايها
الأعجمي، انك أن الله لا شيء، لان الخلق كلهم قد علموا انه ليس
له شيء يقع عليه اسم الشيء الا وله حد وغاية وصفة، وأن (لا شيء)
ليس له حد ولا غاية ولا صفة، فالشيء ابدا موصوف لا محالة، ولا
شيء يوصف بلا حد ولا غاية. وقولك: لا حد له يعني انه لا شيء

قال ابو سعيد: والله تعالى له حد لا يعلمه احد غيره، ولا يجوز أن
يتوهم لحده غاية في نفسه، ولكن نؤمن بالحد، ونكل علم ذلك الى
الله، ولمكانه ايضا حد، وهو على عرشه فوق سمواته، فهذان حدان
اثنان. فمن ادعى انه ليس لله حد فقد رد القرآن، وادعى انه لا
شيء، لأن الله وصفة حد مكانه في مواضع كثيرة، من كتابه

(درء تعارض العقل والنقل، ج٢ ص٥٦-٥٨ المؤلف: تقي الدين أبو العباس
احمد بن عبد الحليم بن عبد السلام بن عبد الله بن أبي القاسم بن محمد

بن تيمية الحراني الحنبلي الدمشقي (المتوفى ٧٢٨هـ) تحقيق: الدكتور
محمد رشاد سالم الناشر: جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية،
المملكة العربية السعودية الطبعة: الثانية (١٤٠٣هـ)

جلد والی کتاب میں [illegible] لکھتے ہیں

وفي لفظ: أن الله لما خلق العرش أمر الملائكة بحمله، فقالوا: وبما
نحمل بحمل عرشك وعليه عظمتك؟ قال: قولوا: لا حول ولا
قوة إلا بالله

فإنما أطاقوا حمل العرش بقدرته تعالى، والله إذا جعل في مخلوق قوة
لخلق المخلوق حملَ ما شاء أن يحمله من عظمته وغيرها، فهو بقدرته
وقدرته المحامل للحامل والمحمول. فكيف يكون مفتقراً إلى شيء؟
وأيضاً فالمحمول من العباد بشيء عالٍ، لو سقط ذلك العالي سقط
هو، والله الغني وأجل وأعظم من أن يوصف بشيء من ذلك!!.

(درء تعارض العقل والنقل، ج٢ ص٥٦-٥٨ المؤلف: تقي الدين أبو العباس
احمد بن عبد الحليم بن عبد السلام بن عبد الله بن أبي القاسم بن محمد
بن تيمية الحراني الحنبلي الدمشقي (المتوفى ٧٢٨هـ) تحقيق: الدكتور
محمد رشاد سالم الناشر: جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية،
المملكة العربية السعودية الطبعة: الثانية (١٤٠٣هـ)

ہمارے اور کے غیر مقلدین کس طرح شیخ عثمان دارمی کے عقائد کو تھامے ہوئے
ہیں، جو کہ جیسے عقائد ہیں۔ غیر مقلد [illegible] کودوی فرماتے ہیں

[illegible]

ہم پورے یقین سے ساتھ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ [illegible] پر ہے جیسا
کہ اس نے بیان فرمایا ہے مخلوق سے جدا [illegible]

جو اس اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتا جو عرش پر مستوی اور مخلوق سے جدا ہے تو وہ غیر
اللہ کی عبادت کرتا ہے اور اسے معبود نہیں کہتے اللہ کہاں ہے"۔

(حقیدہ اہل حدیث ص ۲۳۰، ۲۳۱ طبع جامعہ سلفیہ) کے حوالہ سے لکھا۔

مشہور غیر مقلد حافظ زبیر علی نے امام عثمان بن سعید دارمی رحمہ اللہ کی توثیق میں غلو کی حد تک اثبات کیا ہے اور ان کی دونوں کتابوں کو پڑھنے کی تاکید کے لیے زبیر علی نے حافظ ابن قیم کی کتاب سے اوپر مذکور قول نقل کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ غیر مقلدین نے ان کے عقائد کو کس حد تک اپنایا ہوا ہے"

(مقدمات زبیر علی زئی ج ۱ ص ۲۲۳ طبع مکتبہ اسلامیہ، لاہور ۲۰۱۰ء)

۳ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ عثمان بن سعید دارمی اثبات میں غلو کی حدوں کو چھو رہے ہے۔ علامہ البانی اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

قول لا شک فی حفظ الدارمی وامامته فی السنة، ولکن یبدو من کتابه "الرد علی المریسی" انه مغال فی الإثبات فقد ذکر فیه ما عرفه الکوثری إلیه من القعود والحرکة والنقل ونحوه، وذلک مما لم یرد به حدیث صحیح، وصفاته تعالی توقیفیة فلا تثبت له صفة، بطریق اللزوم مثلاً، کان یقال: یلزم من ثبوت مجیئه تعالی ونزوله ثبوت الحرکة، فان هذا إن صح بالنسبة للمخلوق، فالله لیس کمثله شیء فتأمل

(تعلیق: تکمیل بما فی تانیب الکوثری من الأباطیل ج ۱ ص ۵۷۲ المؤلف: عبد الرحمن بن یحیی بن علی بن محمد المعلمی الیمانی (المتوفی ۱۳۸۶ھ) مع تخریجات وتعلیقات محمد ناصر الدین الألبانی، وهیر الشاویش، عبد الرزاق حمزة، الناشر: المکتب الإسلامی، الطبعة الثانیة ۱۴۰۶ھ)

ترجمہ میں (البانی) کہتا ہوں، دارمی کے حفظ حدیث اور امامت میں شک نہیں ہے، لیکن اس کی کتاب "الرد علی المریسی" سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس نے اثبات میں نہایت ہی غلو سے کام لیا ہے۔ اس بارے میں علامہ کوثری نے جو اس کی طرف اللہ تعالیٰ کی نسبت سے قعود، حرکت، نقل (وزن) وغیرہ کو منسوب کیا ہے، وہ صحیح

ہے۔ ان کے کسی بارے میں بھی کوئی صحیح حدیث وارد نہیں ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات توقیفی ہیں۔ لہٰذا کوئی بھی صفت مثلاً طریق لزوم سے ثابت نہیں ہو سکتی ہے۔ گویا کہ یوں کہا جائے کہ صفت مجی اور نزول سے حرکت کا اثبات ہوتا ہے۔ اگرچہ مخلوق کے لحاظ سے تو یہ بات درست ہے، لیکن اللہ تعالیٰ تو

لیس کمثلہ شیء وھو السمیع البصیر (الشوریٰ ۱۱)

کوئی چیز اس کے مثل نہیں ہے، اور وہی ہے جو ہر بات خوب سنتا اور سب کچھ دیکھتا ہے۔

ہیں۔ لہٰذا غور و تدبر سے کام لینا چاہیے۔

4.1.1:۔ علامہ زاہد الکوثریؒ کی تحقیق

محدث ابن خزیمہؒ باوجود وسعت علم فقہ و حدیث کے علم اصول الدین (عقائد) سے ناواقف تھے۔ اور اس امر کا اعتراف خود بھی انھوں نے کیا ہے (کتاب الاسماء والصفات ص ۲۰۰)۔ اور امام رازیؒ نے تو ان کی کتاب التوحید کو کتاب الشرک تک کہہ دیا ہے۔ وہ اگر کسی امر میں صواب اختیار کرتے ہیں تو معتقدات میں کئی کئی بار غلطی بھی کرتے ہیں۔ اس لیے ان کی کتاب التوحید کا رد لکھنے کی ضرورت ہے۔

(حاشیہ السیف الصقیل فی الرد علی ابن زفیل، العقیدۃ وعلم الکلام ص ۹۵ طبع کراچی)

۔ مزید کوثری فرماتے ہیں

ھو صاحب النقض مجسم، مکشوف الامر، یعادی ائمة التنزیه، و یصرح باثبات القیام، والقعود، والحرکة، والنقل، والاستقرار علی الکرسی، والحد، ونحو ذلک له تعالیٰ (ومثله یکون جاھلاً بالله سبحانه بعیداً عن ان تقبل روایته

(تانیب الخطیب ص ۱۶ و ۱۷، امام ابوحنیفہ کا دفاع، مترجم حضرت مولانا حافظ عبدالقدوس خان قارن مدظلہ العالی ص ۷۸ طبع عمر اکادمی، گوجرانوالہ ۱۴۳۲ھ)

نیز اس کی سند میں جو عثمان بن سعید دارمی ہے۔ وہ بھی قابل اعتراض ہے۔ مجسم (اللہ تعالیٰ کے لیے جسمیت کا قائل) ہے۔ اور اس کی بے گناہ ائمہ کے ساتھ شمی کھلا ہوا

4.1.2۔ حضرت مولانا سید حامد رضؒ بجنوری کی تحقیق

1

2

4.1.3۔ شیخ الازہری مدظلہ کی تحقیق

1

2

3

یتو ہے مگر اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ ہے جس کو ہم نے ذکر نہیں کیا ہے یہاں تک
خلاصۃً آپؒ نے اس کے بارے میں فرمایا ہے

"اس وارثی کی کتاب میں عجیب وغریب مباحث ہیں۔ اور مرکبی کے رد میں اس
نے اثبات میں شدید غلو کر لیا ہے۔ اس بارے میں سکوت کرنا سلف صالحینؒ کے
مذہب قدیم وجدید کے مخالف تشبیہ والے مذہب کو اختیار کرنا ہے۔
ہمارے نزدیک یہ بات ثابت شدہ ہے کہ یہ کتاب اگر کرامیہ فرقہ کی بنائی ہوئی نہیں
ہے، تو اس میں تو کوئی شک ہی نہیں ہے کہ کرامیہ فرقہ کے لوگوں نے اس میں بہت ہی
جگہوں میں دست اندازی کی ہے۔ یہ بات تو بہت ہی عجیب ہے کہ وارثی ہی وہ شخص
ہیں جنہوں نے اپنے شیخ محمد بن کرام (مجسم فرقہ والے) کو جستان سے نکال دیا تھا۔
اس کتاب کے متن میں یہ عبارت تدلیس والحاق پر واضح دلالت کر رہی ہے

قال لہٗ لا نسلم، نطلق المفعولات مخلوقۃ وقد اجمعنا علی ان
الحرکۃ والنزول والمشی والہرولۃ والاستواء علی العرش، والی
السماء الدنیا، والرضی والفرح والغضب والحب والمقت کلھا
تعالی فی الذات بذات وھی قدیمۃ

اس عبارت میں تراکیب کلام یہ بتلا رہی ہے کہ اس کی نظیر اس دور میں نہیں ملتی ہے، خصوصاً
[illegible] حدث کی زبان سے تو ہرگز نہیں، بلکہ [illegible] "والمفعولات
کلھا مخلوقۃ لا شک فیہ" بھی اس پر دلالت کر رہی ہے کہ [illegible]
[illegible] "والمفعولات کلھا
مخلوقۃ"۔ پھر اس سے پہلے والا آپ "لا نسلم، نطلق المفعولات
مخلوقۃ" بھی دیکھو۔ اس کتاب میں اس طرح کی بہت سی عبارات اور بھی ہیں۔
(دیکھئے: الکتاب نقض الامام ابی سعید عثمان بن سعید علی المریسی
العنید فیما افتری علی اللہ عز وجل من التوحید ج ۱ ص ۵۲۶ تا ۵۲۹
طبع اول: أبو سعید عثمان بن سعید بن خالد بن سعید الدارمی السجستانی
المتوفی ۲۸۰ھ، الناشر مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع۔ المحقق: رشید بن

4.2:۔ شیخ عبداللہ بن امام احمدؒ (المتوفی ۲۹۰ھ) کا عقیدہ

علامہ کوثریؒ نے مقالات کوثری (ص ۲۳۵، ۲۵۰) میں لکھا کہ حضرت امام احمدؒ مسلمین میں سے جلیل القدر امام تھے، جن کے دین وفضل اور عقیدہ پر کوئی حرف نہیں آسکتا تھا۔ حضرت امام احمدؒ نے خلق قرآن کے مسئلہ میں بے نظیر قربانی دی تھی اور آپ کا درجہ واقعی یہ معمولی تھا، مگر ان کے ہی بعض اصحاب اور خود صاحب زادے سے بھی ایسی باتیں کردیں جو امام احمدؒ کو عیب لگانے والی تھیں، جن کی پوری تفصیل علامہ ابن الجوزی حنبلیؒ (المتوفی ۵۹۷ھ) نے اپنے مستقل تالیف میں کردی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تورات اپنے ہاتھ سے لکھی

جہنم کے سات پل ہیں، جن پر صراط قائم ہے اور اللہ چوتھے پل پر ہوگا جس کے سامنے سے لوگ گزریں گے۔

چوتھا رب زمین پر طواف کرے گا وغیرہ

ان (مقالات کوثری ص ۲۳۵، ۲۵۰) میں دیکھ لیں۔

4.2.1 ۔ کتاب السنۃ کی بعض عبارات

حدثنی حمید بن مسعدۃ ... سمعت خلاد بن ... یقول "الجہمیۃ کفار ... وہم ثلاث فرق ... لا یحدون ... وحسن الاشعری ... لا یحدون

ہذا کتاب السنۃ ... عبداللہ بن احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال بن اسد الشیبانی (۲۱۳ھ - ۲۹۰ھ) المحقق د. محمد سعید سالم القحطانی الناشر دار ابن القیم، تعداد الطبعۃ الاولی ۱۴۰۶ھ

حدثنی ابی نا ابو المغیرۃ حدثنا عبدۃ بن عبدالرحیم المروزی قال سمعت ... یقول ... الجہمیۃ کفار ... وحسن الاشعری ...

(السنة، ج۲ص۵۵۵رقم۱۰۲۶، المؤلف: أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني (المتوفى: ۲۴۱هـ) المحقق: د. محمد سعيد سالم القحطاني، الناشر: دار ابن القيم، الدمام، الطبعة: الأولى، ۱۴۰۶هـ)

حَدَّثَنِي أَبُو رَحِمَهُ اللَّهُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَبِيبَةَ، عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: جَلَسَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى عَلَى الْكُرْسِيِّ سَمِعَ لَهُ أَطِيطَ كَأَطِيطِ الرَّحْلِ الْجَدِيدِ

(السنة، ج۲ص۵۸۱رقم۱۳۰۱، المؤلف: ابو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني (المتوفى: ۲۴۱هـ) المحقق: د. محمد سعيد سالم القحطاني، الناشر: دار ابن القيم، الدمام، الطبعة: الأولى، ۱۴۰۶هـ)

كَتَبَ إِلَيَّ عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ، نَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ، نَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَبِيبَةَ، قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، قَالَ: فَعَظَّمَ رَبَّ عَزَّ وَجَلَّ وَقَالَ: وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ إِنَّهُ لَيَقْعُدُ عَلَيْهِ حَتَّى وَعَرَفَهُ بَعْضُنَا لَا يَقْدِرُ قَدْرَ أَطِيطِهِ وَإِنَّهُ لَأَطِيطُ كَأَطِيطِ الرَّحْلِ الرَّاكِبِ

(السنة، ج۱ص۲۰۵رقم۵۹۳، المؤلف: ابو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني (المتوفى: ۲۴۱هـ) المحقق: د. محمد سعيد سالم القحطاني، الناشر: دار ابن القيم، الدمام، الطبعة: الأولى، ۱۴۰۶هـ)

حَدَّثَنِي أَبِي رَحِمَهُ اللَّهُ، نا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، نا الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، قَالَ: كَتَبَ اللَّهُ التَّوْرَاةَ لِمُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ بِيَدِهِ وَهُوَ مُسْنِدٌ ظَهْرَهُ إِلَى الصَّخْرَةِ فِي أَلْوَاحٍ مِنْ دُرٍّ فَسَمِعَ صَرِيفَ الْقَلَمِ بَيْنَ إِبْهَامَيْهِ وَلَمْ يَحْتَجِبْ

(السنة، ج۱ص۲۹۳رقم۵۶۸، ج۲ص۳۹رقم۱۰۴۲، المؤلف: ابو عبد الله أحمد

بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني (المتوفى: ۲۴۱هـ) المحقق: د. محمد سعيد سالم القحطاني، الناشر: دار ابن القيم، الدمام، الطبعة: الأولى، ۱۴۰۶هـ)

حَدَّثَنِي أَبُو الْمُغِيرَةِ، نا صَفْوَانُ، سَمِعْتُ أَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ الْأَعْلَى وَهُوَ يَعِظُ النَّاسَ بِدِمَشْقَ، أَنَّ يَجِيءَ مَعَ قَاطِرٍ، وَبَشَرٌ عَلَيْهِ وَاللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فِي بَعْضِهِمْ" قَالَ صَفْوَانُ: وَسَمِعْتُ أَنَا يَعْلَى الْحَوْرَانِيَّ يَقُولُ: يَتَجَلَّى فِي هَذَا الْحَدِيثِ غَيْرَ الْخَلَائِقِ عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ إِلَّا فِي الْمَرَّةِ الرَّابِعَةِ"

(السنة، ج۱ص۲۲۵رقم۵۲۲، المؤلف: أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني (المتوفى: ۲۴۱هـ) المحقق: د. محمد سعيد سالم القحطاني، الناشر: دار ابن القيم، الدمام، الطبعة: الأولى، ۱۴۰۶هـ)

حَدَّثَنِي الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ، مِنْ كِتَابِهِ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، نا حَجَّاجٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ نُزُولِهِ، فَقَالَ: يَجِيءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى كَذَا وَكَذَا نَظْرَةً إِلَى ذَلِكَ الْخَلْقِ، فَيَقُولُ: أَنَا رَبُّكُمُ الْأَوَّلُ الَّذِي خَلَقْتُ الْأَشْيَاءَ وَأَنَا الْآخِرُ، ثُمَّ يَأْتِيهِمْ بَعْدَ ذَلِكَ رَبُّ عَزَّ وَجَلَّ يَمْشِي فَيَقُولُ: مَنْ تَنْظُرُونَ؟ فَيَقُولُونَ رَبُّنَا فَيَقُولُ: أَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُولُونَ حَتَّى نَنْظُرَ إِلَيْكَ فَإِذَا تَجَلَّى لَهُمْ عَزَّ وَجَلَّ يَضْحَكُ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ بِطُولِهِ

(السنة، ج۱ص۲۴۹رقم۴۵۸، المؤلف: ابو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني (المتوفى: ۲۴۱هـ) المحقق: د. محمد سعيد سالم القحطاني، الناشر: دار ابن القيم، الدمام، الطبعة: الأولى، ۱۴۰۶هـ)

4.2.2۔ علامہ وہبی سلیمان غاوجی الباقی مدظلہ کی تحقیق

علامہ وہبی سلیمان غاوجی الباقی مدظلہ یصحح الحدیث فی قطع حجج ان

التعطیل [illegible]

اس جدید تعلیم یافتہ لوگوں نے محمد [illegible] فرقوں کی کتابوں کو چھپوانے ان کی سند بیان کرنے اور شائع کرنا شروع کر دیا ہے۔ ان میں ایک کتاب

كتاب ينسبونه الى عبد الله بن أحمد بن حنبل ولا يصح سنده

(إيضاح الدليل في قطع حجج أهل التعطيل من كلام السلف أبو عبد الله محمد بن ابراهيم بن سعد الله بن جماعة الكناني الحموي الشافعي، بدر الدين (المتوفى ٧٣٣ھ)، المحقق: وهبي سليمان غاوجي الألباني، الناشر: دار قتيبة للطباعة والنشر والتوزيع بيروت دمشق الطبعة الأولى ١٤٠٦ھ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن احمد بن حنبل کی طرف منسوب اس کتاب کی سند صحیح نہیں ہے۔

4.2.3: علامہ عبدالفتاح بن صالح قدیش الیافعی مدظلہ کی تحقیق

شیخ عبد الفتاح بن صالح قدیش الیافعی مدظلہ اپنی کتاب [illegible] وحقيقة عقيدة السلف في الصفات الإلهية" میں فرماتے ہیں

علامہ سفارینیؒ نے اپنی کتاب "لوامع الانوار" میں [illegible] نے حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی طرف کتاب "الرد على الجهمية" کا منسوب ہونا مانا ہے جیسے علامہ [illegible] نے اپنی سند کے ساتھ، ابو یعلیٰ، ابن عقیلؒ، وغیرہ میں سے [illegible] ہے حضرت امام سبکیؒ نے بھی اس کتاب سے نقل کیا ہے اور اس کو حضرت امام احمدؒ کی طرف بھی منسوب کیا ہے

علامہ سفارینیؒ نے اپنی کتاب "لوامع الانوار" (ص ۹۷) میں ذکر کیا ہے

"احمد مذاہب نے حضرت امامؒ کی اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔ حضرت خلالؒ کہتے ہیں میں نے اس کتاب کو حضرت عبداللہ بن احمدؒ کے ہاتھ سے لکھی کتاب سے تحریر کیا ہے۔ حضرت عبداللہؒ نے اس کتاب کو حضرت احمدؒ کے ہاتھ سے لکھی ہوئی تحریر سے لکھا

[illegible] حضرت امام احمدؒ کی طرف منسوب کرنے والوں کے [illegible]

[illegible] حضرت امام احمدؒ کی طرف منسوب قول سے تخریج کیا ہے۔ حضرت [illegible] اپنی کتاب میں اس کتاب میں مذکور اقوال [illegible] اس کتاب سے [illegible] سے علماء نے قدیم و جدید سے [illegible] اقوال نقل کیے ہیں [illegible] نے بھی اس سے نقل کیا ہے اور اس کو حضرت امام احمدؒ کی طرف منسوب کیا [illegible] حضرت امام احمدؒ کی طرف اس کتاب کا منسوب [illegible] قرار دیا ہے [illegible] اپنی کتاب میں اس کتاب پر [illegible] کی سند کو صحیح قرار [illegible] حضرت امام احمدؒ سے کتاب میں سے چار [illegible] کی [illegible]

علامہ سبکیؒ اس کتاب کو حضرت امام احمدؒ کی طرف منسوب کرنے والوں کو [illegible] اپنی کتاب "السیف" (ص ۲۸۹) میں [illegible] حضرت امام احمدؒ [illegible] سے پہلے [illegible]

[illegible] اس کی سند کو [illegible] طرق سے [illegible] توثیق [illegible] کی طرف دیکھیے [illegible] ایسے ہیں جیسے رسالۃ الاستخارۃ [illegible] الردعلی الجہمیۃ [illegible] یہ حضرت امام احمدؒ کی طرف من گھڑت رسائل ہیں۔ حضرت امام احمدؒ تو متقی اور متورع شخص ہیں وہ ایسی خرافات سے پاک اور منزہ ہیں۔

(التعطيل والمجسمة وحقيقة عقيدة السلف في الصفات الإلهية، حاشية ص ٢٨ المؤلف شيخ عبد الفتاح بن صالح قديش اليافعي مدظله الناشر مؤسسة الرسالة ناشرون دمشق ١٤٣٢ھ)

4.3۔ شیخ ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہؒ (المتوفی ۳۱۱ھ) کے عقائد

[illegible] حدیث تھے [illegible] میں [illegible] کی ہے [illegible] کتاب "کتاب التوحید" میں کتاب [illegible] ہے [illegible] الشیخ [illegible] احمد کی طرح بہت سے مقامات ہیں۔ مثلاً آیت قرآنی [illegible] بھا" (الاعراف۔۱۹۵) سے خدا کے لیے پاؤں ثابت کیے ہیں۔ جس طرح بخارا واصفہان کے مجسمہ فرقہ کے لوگوں نے ثابت کیے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان نہ ہوں تو کیا ہم تربوز کی عبادت کریں گے؟ خدا نے ان کے جواب کی اسی لیے مذمت کی ہے کہ [illegible] عبادت کرتے ہیں

(مقالات کوثری ص ۲۳۹)

2 علامہ کوثری نے مقالات (ص ۲۳۹) میں لکھا ہے کہ رجل (پاؤں) کے علاوہ وجہ (چہرہ) کے بارے میں تو انہوں نے اس سے بھی زیادہ دراتا ساقط کلام کیا۔ اہل علم کے سامنے اس کو پیش بھی نہیں کیا جا سکتا۔

3 علامہ نے لکھا کہ اگر یہ الفاظ "التوحید" [illegible] عبداللہ بن احمد بن حنبل اور توحید [illegible] شائع نہ کرتے تو لوگ کہتے کہ [illegible] کی کتاب کے شاہد ہیں؟ اب ان تینوں کتابوں کو پڑھ کر ہر شخص [illegible] اور یہ مقلدین کے غلط عقیدوں پر مطلع ہو سکتا ہے۔

(مقالات کوثری ص ۲۳۹ فی [illegible] طبع دیوبندی کتب خانہ پشاور)

4 حضرت امام بیہقی نے اس کا فصل [illegible] ہے۔ علامہ ابن الجوزی حنبلی نے لکھا ہے کہ [illegible] نے آیت "واصنع الفلک باعیننا" (سورت ہود ۳۷) کے تحت لکھا [illegible] ہے [illegible] میں جس سے وہ دیکھتا ہے (دفع شبہ التشبیہ باکف التنزیہ ص ۱۱۲ طبع دار امام الرواس، بیروت لبنان، العقیدہ و علم الکلام)

[illegible] ص ۳۰ طبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)۔

[illegible] میں سے [illegible] کی [illegible] صفات میں [illegible] کر [illegible] سے مسئل [illegible] سب ثابت کیے ہیں۔

باب اثبات الید

باب امساک السموت علی اصابعه

باب الباب والرجل

ور لکھا کہ مقرر کے کل ارجم یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہیں ورنہ خدا کو کام تمام ماننا پڑے گا۔ (دیکھئے کتاب التوحید وابات صفات الرب عز وجل)

(دفع شبہ التشبیہ، العقیدہ و علم الکلام ص ۱۵۰ طبع ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

4.3.1۔ علمائے اُمت کی محدث ابن خزیمہؒ کے بارے میں تحقیقات

4.3.1.1۔ امام فخر الدین رازیؒ (المتوفی ۶۰۶ھ) کی تحقیق

امام رازیؒ آیت "لیس کمثله شیء وهو السمیع البصیر" کے تحت فرماتے ہیں

و علیہ ان محمد بن اسحاق بن خزیمة أورد مثلا ان صحب بیده لآیة فی الکتاب الذی سماه بالتوحید، وهو فی الحقیقة بکتاب الشرک۔

(مفاتیح الغیب = التفسیر الکبیر، ج ۲۷ ص ۵۸۲ سورت شوریٰ آیت ۱۱ لیس کمثله شیء وهو السمیع البصیر المؤلف: ابو عبد الله محمد بن عمر بن الحسن بن

التحرير والتنوير للشيخ محمد الطاهر بن محمد بن محمد الطاهر بن عاشور التونسي (المتوفى سنة ١٣٩٣هـ). الناشر: دار إحياء التراث العربي، بيروت، الطبعة: الأولى، سنة النشر: ١٤٢٠هـ

ترجمہ: اس کو جاننا ضروری ہے کہ بعض اسلاف نے اس آیت "لیس کمثلہ شیء وھو السمیع البصیر" سے استدلال کیا ہے، یہ تمام میں سے ہے اس سے استدلال کرنا ہے کہ حقیقت میں وہ لفظ "آنکھ"

1 جمیع علماء التوحید قدیما وحدیثا متفقة علی نفی کونه تعالی جسما مرکبا من الاعضاء والاجزاء وحالا فی المکان وبجهة وقائما بنفسه لکونه جسما لکن مثلا لسائر الاجسام فلزم حصول الامثال والاشباه بینه وبینها بصریح قوله تعالی لیس کمثله شیء

2 واعلم ان محمد بن اسحاق بن خزیمة اورد استدلال أصحابنا بهذه الآیة علی الکتاب الذی سماه بالتوحید، وهو فی الحقیقة کتاب الشرک واعترض علیهم وأنا أذکر حاصل کلامه بعد حذف التطویلات لأنه کان رجلا معتزلیا یعتقد الکلام فی النفی، ناقص العمل

3 فقال سبحان من ثبت لله وجها وبین أن وجهه باق من الکل والبعض والبعض، فلو کشف حجابه لأحرقت سبحات وجهه کل شیء أدرکه بصره، ووجهت معنی عدم الهلاک والفناء وبین أن لبعض وجوه کتب الله علیها الهلاک والفناء نفی عنها بحلال والإکرام غیر موصوفة بالنور والبهاء وإن کان مجرد إضافة الوجه إلیه یقتضی المشابهة لکن من قال إن لبعض وجوه وللحریر والقرد والکلاب وجوها لکن قدسیة وجوه بنی آدم بوجوه الحریر والقرده والکلاب

قال ولا یمکن أن یعتقد لجسمه لأنه لو کان له وجه یشبه وجه الخنزیر والقرده یعتقد بمشابهة بینهما، فلا یمکن أن یعتقد أنه لا یشبه وجه الخنزیر والقرده بل یقال لیس کمثله شیء بین الله وبین خلقه

وذکر فی فصل آخر من هذا الکتاب أن نصوص الشریعة بین ذات الله تعالی وبین خلقه فی عشرة کثیرة، ولم یلزم منها أن یکون الله تعالی مشبها لخلقه

ثم ذکر بعد العشرة التی ذکرها معنی الاستقصاء

قال الله تعالی فی هذه الآیة "وهو السمیع البصیر" وقال فی حق الإنسان "فجعلناه سمیعا بصیرا" [الإنسان ٢]

قال "وفی عصوا فیری الله عملکم ورسوله" [التوبة ٩٤] وقال فی حق الخلق "إنی معکما أسمع وأری" [طه ٤٦]

قال "واصنع الفلک بأعیننا" [هود ٣٧] "واصبر لحکم ربک فإنک بأعیننا" [الطور ٤٨] وقال فی حق المخلوقین "لتری علی عین منی" [طه ٣٩]

قال لموسی "لن ترانی ولکن انظر إلی الجبل" [الأعراف ١٤٣] وقال "ولما جاء موسی لمیقاتنا" [الأعراف ١٤٣] وقال فی حق المخلوقین "ذلک بما قدمت یداک" [الحج ١٠] "ذلک بما قدمت أیدیکم" [آل عمران ١٨٢] وقال "ما منعک أن تسجد لما خلقت بیدی" [ص ٧٥] وقال "ویبقی وجه ربک" [الرحمن ٢٧] وقال فی حق المخلوقین "کل من علیها فان ویبقی وجه ربک" [الرحمن ٢٦-٢٧] وقال فی الدین یرکبون الفلک "دعوا الله مخلصین له الدین" [العنکبوت ٦٥] وقال فی حق الخلق "کل شیء هالک إلا وجهه" [القصص ٨٨] وقال فی الحور العین "قاصرات الطرف" [الصافات ٤٨] وقال فی حق المخلوقین "ویبقی وجه ربک ذو الجلال والإکرام" [الرحمن ٢٧] "کل شیء هالک إلا وجهه" [القصص ٨٨]

الاسم في حق المخلوق في نحو "يا أيها العزيز مسنا وأهلنا الضر" (يوسف ٨٨)
"يا أيها العزيز مسنا وأهلنا الضر" (يوسف ٨٨)

الشارح سمى نفسه بالملك وسمى بعض عبيده أيضا بالملك في
"وقال الملك ائتوني به" (يوسف ٥٠)

وسمى نفسه بالعظيم ثم وقع هذا الاسم على المخلوق في "رب
العرش العظيم" (التوبة ٢٩)

وسمى نفسه بالمتكبر ثم وقع هذا الاسم على المخلوق
في "كذلك يطبع الله على كل قلب متكبر جبار" (غافر ٣٥)

ثم طوّل في ضرب الأمثلة من هذا الجنس وقال ومن وقف على
الأمثلة التي ذكرناها علم أن ما ورد هذا الورد في
هذا الكتاب

7 وأما هذا المتكلم الذي وقع في شك هذه الخرافات لأنه
لم يعرف حقيقة التمثيل وحقيقة التوحيد حتى الكلام في التمثيل
التوقف عليه لأن الدليل يهدي إلى التمثال فما لم يعلم
جزم كل واحد منهما هذا الجزم في حقيقته ماهيته لم يتحقق الكلام
فيما هو التمثيل ولا في مقدمة أخرى

8 فنقول المغاير في كل شيء إما أن يكون مغايرا له في
حقيقته وماهيته وإما أن يكون مغايرا له في أمر خارج عن ماهيته
وإما أن يكون مغايرا له في أمر خارج عن ماهيته ولكنه من لوازم تلك الماهية
وإما أن يكون مغايرا له في أمر خارج عن ماهيته ولكنه ليس من لوازم تلك الماهية

9 وهذا التقسيم مبني على الفرق بين ذات الشيء وبين صفاته
القائمة به وتلك الصفة إما أن تكون لازمة لذاته بحيث لا يمكن تصور
كونه في حالة من الحالات خاليا عنها كالحياة في الحي والعلم
والقدرة في العالم والقادر وإما أن لا تكون كذلك

وأيضا يرى الشعر قد كان في غاية السواد ثم صار في غاية البياض
وذلك باقية والصفات متبدلة والباقي غير المتبدل فظهر بما ذكرنا
أن الصورة مغايرة للشيء

فعرفت بهذا أن قولهم الحياة الشيب لا يوجب اختلاف الذوات
لأنه لا يمكن أن يقال الجسم الواحد كان ساكنا ثم يصير متحركا ثم
يسكن بعد ذلك فالذوات باقية في الأحوال كلها على سبيل الواحد
والجسم الواحد والشيب صفة مغايرة للسواد فلم يلزم من اختلاف
الشيب والسواد اختلاف الذوات

إذا عرفت هذا فنقول الاختلاف الذي وقع بين وجوه الكلب والقرد
مساوية للاختلاف الذي وقع بين وجوه الإنسان والفرس وإنما حصل
الاختلاف بسبب الأعراض القائمة بها وهي الألوان والأشكال
والخطوط والتخاطيط وعند زوال هذه الأعراض لا يبقى شيء منها وعدم حصول
الاختلاف بعد وقوع سبب الاختلاف في هذه الأعراض لا يقدح في
وقوع الاختلاف فيما هو المقصود لأن العوام لا يعرفون فرقا بين
السواد والبياض والشيب فلا جرم يقولون إن هذا الإنسان مخالف
لذلك الإنسان وقد صدقوا فيه حسب تلك الصفة الشخصية
والمقصود من هذا الكلام أن قوله تعالى ﴿فِي أَيِّ صُورَةٍ مَّا شَاءَ رَكَّبَكَ﴾
معناه ما ذكرناه لا ما ذكره المشبه الذي أوردناه أولا وذكرنا أن
كان من العوام وقد كان يعرف أن المغاير في الشمائل والاختلاف
حقائق الأشياء وماهياتها لا الأعراض والصفات القائمة بها

(مفاتيح الغيب = التفسير الكبير ج٣٠ ص٥٩٣،٥٩٤ المؤلف أبو عبد
الله محمد بن عمر بن الحسن بن الحسين التيمي الرازي الملقب بفخر
الدين الرازي خطيب الري (المتوفى ٦٠٦هـ) الناشر: دار إحياء التراث
العربي بيروت الطبعة الثالثة ١٤٢٠هـ)

4.3.1.2۔ امام بیہقیؒ (المتوفی ۴۵۸ھ) کی تحقیق

حضرت بیہقیؒ فرماتے ہیں

1 وأخبرنا أبو عبد الله الحافظ قال سمعت محمد بن يوسف البرقي بنيسابور قال سمعت أبا حامد بن الشرقي يقول حضرت مجلس محمد بن يحيى يعني الذهلي فسأله رجل لأي شيء تمتنع من القول بخلق القرآن فقال لا أقول بخلق القرآن ولا يحضر مجلسي فقام وخرج من المجلس فقال لي محمد بن يحيى يعني محمد بن إسماعيل البخاري رحمه الله ما رأيت أحدا أعلم بالسنة من هذا كان يختلف إلى مجلسي وإلى مجلس محمد بن يحيى فلما كان بعد ذلك جاء إلى مجلس محمد بن يحيى فسأله عن مسألة فقال لا أقول إن لفظي بالقرآن مخلوق فقام ولم يرجع إلى مجلسي

ثم سألته محمد بن سهل بوسنجي في ذلك بعد رجوعه إلى بوسنج فقال سألني عن مسألة فقلت له كلام الله وحي منزل غير مخلوق فقال لفظك بالقرآن مخلوق أم غير مخلوق فقلت له لفظي بالقرآن غير مخلوق فقال قد ابتدعت فلم يرجع إلى مجلسه

ثم سألته محمد بن أحمد بن الحسن بن عبد الله الحافظ في مسجد أبي عبد الله محمد بن يعقوب بنيسابور فقال له سألني محمد بن إسماعيل عن مسألة فامتنعت من الجواب فيها فما تقول أنت فقال له كلامي في القرآن كلام الله وكلام الله غير مخلوق فقال له فلفظك بالقرآن مخلوق أم غير مخلوق فقال له لفظي بالقرآن غير مخلوق فقال قد ابتدعت فقام ولم يرجع إلى مجلسه

سعيد الأديب فيما قد أعلمه أنه سمع [illegible] صنعك؟ قال ما عطار في الدنيا صنعة لأحاكمك (مؤيل) في لا في الدنيا صنعة النحارين" قال لا قال لك ما يحضر لا يحسن غير ما هو فيه، فما يكرون على قبيح رأي حديث أنه لا يحسن الكلام وقد قال لي مؤدبي يعني البصري رحمه الله غير مرة كان الشافعي يبدع في الكلام قلت أبو عبد الرحمن فداك كان معتزلي يعني في سمع الشيخ (ابن خزيمة) شيء من بدعته وصورته في أصحابه يريد ما على محمد بن عبد الوهاب الثقفي وأبي بكر بن إسحاق الصغاني، وأما محمد بن يحيى بن منصور النيسابوري وأبا بكر بن أبي عثمان البصري رحمهم الله فحسبي أنهم يرغبون عن أن يتكلم بعضهم لا يتكلم في الآخر حتى خرج إلى ابن خزيمة عليه رحمات الله وتكلم بما يوهم القول بخلق الكلام مع تعبد قديمه"

ثم إن أبا بكر محمد بن إسحاق الفقيه ألفى عناده واعتقاد رفقائه على أبي بكر بن أبي عثمان وعرضه على محمد بن إسحاق بن خزيمة فاستتابه محمد بن إسحاق وعرف قبح حكايته عنه وأنه ليس في ذلك من حيث إنه لم يحسن الكلام وكان قبيحا مني من اعتقاده فيما أخبرنا أبو عبد الله الحافظ عن نسخة ذلك الكتاب من عند الله تعالى عن ذكره لم يتكلم لا مره ولا يتكلم لا يتكلم به لم يقصر كلامه كفر به بل هو بر بالله فيتكلم ولا يزال متكلما لا مثل للكلام لأنه صفة من صفات ذاته يقتضي أنه يتعالى عن كلامه كما يتعالى عن نفسه وينفي الابتداء عن كلامه كما ينفي الهلاك عن نفسه فإن ربنا وعز كل شيء هالك إلا وجهه" (القصص ۸۸) وقال تعالى فإن لم يكن استجابوا لكم فاعلم

وبي لسعد بحر قيل ن نعد كسماب ربي ' بكهف ٥٩ ، ولكلام
سعد عز وجل غير باين عن الله ليس هو دونه ولا غيره ولا هو هو بل
هو صفة من صفات ذاته كتسمية لدى هو صفة من صفات ذاته، لم
يزل ولا يزال عالما وبما يزل يتكلم ولا يزال يتكلم فهو
لموصوف بالصفات القديمة وهو يزل بجميع صفاته التي هي صفات
ذاته وحده ولا يزال وهو اللطيف بحيرة ذكر فيما كتب بشر
كلام الله تعالى وصفة من صفات ذاته، ليس شيء من كلامه خلقا
ولا مخلوقا ولا فعلا ولا متفعولا، ولا محدثا ولا حدثا ولا حدثا

4.3 1.2.1 ۔ امام ابن خزیمہ کا کتاب التوحید پر نادم ہونا

3

(كتاب الاسماء والصفات بيهقي ج ص ٢٣٠ رقم ٥٩٢ ٥٩٣ طبع
مكتبة السوادي للتوزيع، جدة، كتاب الاسماء والصفات بيهقي
ص ٢٥٨،٢٥٩ مع تعليق كوثري طبع المكتبة الازهرية للتراث قاهرة،
مصر، حاشيه كوثري ملاحظه فرمائيں)

4.3.1 3:۔امام ابوبکر بن فورک (المتوفی ۴۰۶ھ) کی تحقیق

امام ابن فورک حدیث الصدیقہ پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ولم يتضمن هذا الخبر شيئا مما ترجم به الباب من قوله (أي ابن
خزيمة) بل كلام الله منه أصل لا سكت به ولا صمت وإنما ذلك
من وهم من رأيه الفاسد ولو استعمل ما قدم في أول كتابه من وجده
أنه لا يتعدى لفظ الخبر وما تعلق به الكتاب ولا يريد فيه من عند
نفسه، لاستراح من هذا التخليط الذي تخلط به في هذا الكتاب
أصله أن كلام الله غير محدث ولا متجدد وإياس على خلاف ما ذهب
عليه وتوهمه بخلاف ما هو به وذلك أن يقول: إن الله لم يزل
متكلما ولا يزال متكلما وبهذا قد احتاط كلامه بجميع تعالى الأمر

(مشکل الحدیث وبیانہ، ص ۳۰۵،۳۰۶، مؤلف محمد بن الحسن بن
فورک الانصاری الأصبهانی ابو بکر (المتوفی ۴۰۶ھ) المحقق موسی
محمد علی ناشر عالم الکتب، بیروت الطبعہ الثالثة ۱۹۸۵ء)

امام ابن فورک امام ابن [illegible] کے دن کافر کی تقتل کی
زیارت کریں گے، پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں

ثم ذكر صاحب كتاب التوحيد أبوابا ترجم في بعض ما ترجم به

أخبار أكثرها مما لم يقبلها عقله ومنها ما يشكل بعض
الفاضلة فيقضي ببيانه وتفصيلا غير أنه ضبط به ما لبس به وتأول فيه
أخبارا لا تدل على ما قال ثم ضبط به فرقة من الكفار من يرى الله
عز وجل يوم القيامة وأنه يراه بعضهم رؤية امتحان وأن ذلك
أنه قد كان يوضع الجسر بين ظهري جهنم وأن ذلك كما يكثر
بمطر وتنابت الأبعاد ويكثر المؤمنين بما رحمه والقبول وكذلك
يرد بعض أهل الكتاب ويرد بعضهم ولا يجدون في وجه واحد
وتسود وجوه واحدة وتشرق في رؤية المؤمنين فضل
واعلم أن هذه مقالة محدثة لأن الناس في رؤية الله على مذاهب
فمنهم من قال هي مستحيلة ولا يراه كافر ولا مؤمن وهو مذهب
الجهمية والمعتزلة

وقد من قال وهم أهل الحق إن رؤية الله تعالى جائزة في الآخرة
وأن يراه المؤمنون يوم القيامة دون الكفار لقوله تعالى
كلا إنهم عن ربهم يومئذ لمحجوبون
فأخبر أن الكفار محجوبون عن رؤية الله تعالى وأخبر أن المؤمنين
غير محجوبين وهي المنزلة وهي وجوه المؤمنين المستحقين هي الناظرة
إلى ربها يوم القيامة فدل هذا على أن الكافرين لا
يرون الله تعالى وهذا كتاب الله أحد قولي فرقة الكفار سوى من
سلم المسلمون وكذلك هذه مرهونة عند المسلمين مرجوة عند
المسلمين أن الله عز وجل يحجبه بعد ذلك ويتجلى
لهم مرة بعد مرة حتى رؤيته بعد المسلمين في الجنة
وقد حتى بعد بعض الكافرين لأنه قول أن المنافقين وبعض
أهل الكتاب يرون الله تعالى يوم القيامة وكان من سلم يذهب إلى أن
سائر الكافرين يرونه

(مشكل الحديث وبيانه، ۳۰۶، ۳۰۷، المؤلف: محمد بن الحسن بن
فورك الأنصاري الأصبهاني، أبو بكر (المتوفى ۴۰۶ھ) المحقق: موسى
محمد علي، الناشر: عالم الكتب، بيروت، الطبعة: الثانية، ۱۹۸۵ء)

4.3.1.4:۔علامہ ابن الجوزی حنبلیؒ (المتوفی ۵۹۷ھ) کی تحقیق

۔۔۔ حنبلی ۔۔۔

وقد ذهب القاضي أبو يعلى (المحسم) إلى أن العين صفة زائدة على
الذات وقد سبقه أبو بكر بن خزيمة فقال في الآية "الرب عيان ينظر
بها

۔۔۔ وحمله ۔۔۔ لا دليل ليم عليه وإنما ثبتوا عيني من ذهن الخصاص في
ذلك عليه السلام والصلاة ۔۔۔ ما ليس بعين

وبعد ۔۔۔ ذهني منقض عنه تعالى وهي ثبت أنه لا يتجزأ لم يكن له
بعض من بعض وجه

۔۔۔ وقع عليه بالنسبة كما يقع عليه ۔۔۔ من ۔۔۔ ذلك
۔۔۔ ۲۳۲، ۲۳۳ ۔۔۔ عبيد الله

۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔

ثلث

وانی لاعجب من هذا الرجل مع حدّ قدره فی علم لعل یکون هذ
وبشت لله ما دام الاصنام بعدمه من الید الباطشة والرجل الماشیة
وبصره لی بشت الأذن، ولو رزق الفهم ما یکتب بعد وبعجه الله
سبحانه حیث لا یسلم عبد عابدیها و یعمی حکم بعد و رجل فکیف
عبدوه ما لا یدله یبصر ولا رجل یمشی بها

ترجمہ

میں اس شخص پر بہت تعجب کرتا ہوں جو اس کے مقولات میں جاننے قدر پر بڑی ہی حیرانی ہوئی ہے کہ وہ ایسی بات کہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے وہ بات ثابت کر رہا ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے [illegible] میں عدم موجودگی پر مذمت کی ہے کہ ان کے ہاتھ نہیں ہیں جس سے وہ

پکڑیں اور ان کے پاؤں نہیں ہیں جن سے وہ چل سکیں [illegible]
ہوئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے کان بھی ثابت کرتا ہے۔
اگر اس شخص کو فہم و فراست میں کچھ حصہ نصیب ہوتا تو وہ ہرگز ایسی بات نہ کہتا۔
اگر اس کو فہم نصیب ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے بتوں کے پجاریوں کے سامنے ان کی مذمت کی ہے۔ تو اس آیت کا معنی یوں ہے کہ بتوں کو پوجنے والو تمہارے ہاتھ اور پاؤں تو چھوٹے ہیں ان ناقص چیزوں کی عبادت کرتے ہو جن کے ہاتھ نہیں ہیں جس سے وہ پکڑیں اور پاؤں نہیں ہیں جن سے وہ چل سکیں

4.3.1.5:۔امام بدرالدین بن جماعہؒ (المتوفی ۷۳۳ھ) کی تحقیق

قال ابن خزیمة وقد اورد فیه من هذه العظائم۔
وبشنع ما جمع من ایراد هذه العظائم الضعیفة والموضوعة
قلت لا کرامة لہ، ولا استاذ [illegible] علی
ربه تعالی بمثل هذه الاحادیث الواهیة وایرادها فی کتبهم.
وابن خزیمة وان کان امامًا فی النقل والحدیث فهو عن النظر فی
المعقولات وحل التحقیق بمعزل فقد کان سبق عن وضع هذه العظائم
المنکرات الواهیة فی کتبه

(التسدید فی ابطال حجج التشبیه ص۳۵۸،۳۵۹. المؤلف: ابو عبد الله محمد بن ابراهیم بن سعد الله بن جماعة الکنانی الحموی الشافعی، بدر الدین (المتوفی ۷۳۳ھ). المحقق: محمد امین عمی عمی الناشر: دار البصائر، القاهرة مصر. الطبعة: الأولی ۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰م. ایضاح الدلیل فی قطع حجج اهل التعطیل ص۲۰۳. المؤلف: ابو عبد الله، محمد بن ابراهیم بن سعد الله بن جماعة الکنانی الحموی الشافعی، بدر الدین

4.3.1.6:۔علامہ ذہبیؒ (المتوفی ۷۴۸ھ) کی تحقیق

1

ولابن خزيمة عظيمة في التوحيد وجلالة في السنة وبديعة
وساعة النسخ

وكتابه في التوحيد مجلد كبير وقد دون في ذلك حديث
كثيرا وقصر من دون بعض الشيوخ وان اسرف فيما حضره
في التصنيف من شيء وكفر وقرمط عليهم دبك الى الله ورسوله
ويؤجر المجتهد من خطأ في اجتهاده مع صحة نيته وتحريه لاتباع
الحق المنزل وصدعناه لقول من يسمو من الأئمة فرحم الله
الجميع بمنه وكرمه

سیر اعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۳۶۱ المؤلف شمس الدين أبو عبد الله محمد
بن أحمد بن عثمان بن قايماز الذهبي (المتوفى ۷۴۸ھ) الناشر دار

4.3.1.7:۔علامہ کوثریؒ (المتوفی ۱۳۷۱ھ) کی تحقیق

1

علامہ کوثری لکھتے ہیں محدث ابن خزیمہؒ نے کتاب کا نام تو "کتاب التوحید" رکھا ہے جب کہ علامہ فخر الدین رازی اس کتاب کے بارے میں فرماتے ہیں، حقیقت میں یہ کتاب الشرک ہے۔

(تانیب، رفع شبہ التشبیہ، العقیدۃ وعلم الکلام ص ۲۵ طبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

2

تعلیق (تعلیق رفع شبہ التشبیہ، العقیدۃ وعلم الکلام ص ۲۵۷ طبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی) میں ہے کہ حدیث اصابع میں... محدث ابن خزیمہؒ نے جو تکلف نبوی کو انگلیوں پر محمول کرنے کو مستبعد قرار دیا تو حافظ نے فتح الباری میں اس کو رد کر دیا ہے۔ علامہ کوثری نے اپنے تفردات میں چونکہ محدث موصوف پر اعتماد کیا ہے اس لیے ان کے ہر کلام کی تائید حالات پر نظر رکھنا نہایت ضروری ہے۔

علامہ کوثری فرماتے ہیں، حدیث "وضع السواب علی اصبع" میں وہ
پر جو حضور اکرم ﷺ کے تبسم کو بعض حضرات نے تائید و تقریر پر محمول کیا ہے
حافظ ابن حجر نے بھی شرح بخاری میں رد کیا ہے اور وہاں ابن خزیمہ کی بھی تضلیل
ہے اور تمام محققین نے باب عقائد میں ناقابل اعتنا کتب میں شمار کیا ہے
رد ہے جس نے "لیس کمثلہ شیء" کے تحت اس کا رد و اثر کیا ہے
(حاشیہ السیف الصقیل ص ۱۵۱ طبع المکتبۃ الازہریہ للتراث، قاہرہ، مصر، العصمۃ فی
الکلام ص ۱۵۳ طبع ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

4 السیف الصقیل (ص ۹۱) میں یہ بھی ہے کہ حدیث ابن خزیمہ "ما علمت علم
حدیث کے علم اصول الدین (عقائد) سے ناواقف تھے اس امر کا اعتراف
انہوں نے بھی کیا ہے، جیسا کہ کتاب الاسماء والصفات علامہ تقی" (ص ۳۰۰ ج
تعلیقات کوثری طبع بیروت) میں ہے۔ پھر آگے لکھا کہ گروہ کسی مرتبہ صواب
اختیار کرتے ہیں تو مستدرک میں نقی ماء ظنی بھی" جاتے ہیں۔ ان سے یہ
تمام [illegible] صاحب کتاب [illegible]
(حاشیہ السیف الصقیل ص ۹۱ طبع [illegible] قاہرہ، مصر، العصمۃ فی
الکلام ص ۹۵ طبع ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

5 حضرت امام کوثری فرماتے ہیں
فلہ قصۃ طویلۃ وقد رجع محمد بن اسحاق بن خزیمۃ عما صرح بہ
فی ھذا الکتاب وتبرأ منہ فی مجالس وللہ الحمد
(کتاب الاسماء والصفات بیہقی ج ۲ ص ۲۲۲ رقم ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵ طبع
مکتبۃ السوادی للتوزیع، جدہ، کتاب الاسماء والصفات بیہقی
ص ۲۵۸، ۲۵۹ مع تعلیق کوثری طبع المکتبۃ الازہریۃ للتراث قاہرہ
مصر، حاشیہ [illegible])

6 میں کہتا ہوں: اس میں قصہ طویل ہے اور امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ اپنے جس

چھوڑ کر سلف صالحین کے مسلک کی طرف لوٹ آئے اور اپنے گزشتہ اقوال کے
بارے میں ندامت کا اظہار کرنے لگے۔
حضرت علامہ کوثری اپنی تعلیقات پر حضرت ابن خزیمہ پر فرماتے ہیں:
"ولقد انصف من نفسہ حیث اعترف انہ یجھل علم الکلام، وکان
الواجب علیہ ان لا یخوض فی علم الکلام فتزل لہ قدم، ویقع
ھذا الجلیل ألف کتاب التوحید فأساء إلی نفسہ ومن أھل العلم من
قال عند انہ کتاب الشرک، قلت ھو الفخر الرازی فی تفسیرہ
وفی جملۃ مصادرہ فیہ استدلالہ علی إثبات الرحم للہ تعالی بقولہ
سبحانہ "انہم ارحم یمشون بھا" وھذہ غایۃ فی السقوط، وأسقط
منہ من یسعی فی إذاعۃ کتابہ ھذا وللہ فی خلقہ شؤون وعلالۃ قدر
ابن خزیمۃ فی الفقہ والحدیث لم تحل دون سقوطہ حیث خاض
فیما لا یحسنہ ولعل ذلک جزاء معنوی بمثلہ لمحمد بن عبد
الحکم فی تألیفہ ذلک الرد القاسی ضد الإمام المطلبی القرشی
الشافعی رضی اللہ عنہ"۔

4.4 ابن حامدؒ (المتوفی ۴۰۳ھ)، قاضی ابو یعلیٰؒ (المتوفی ۴۵۸ھ) اور ابن زاغونیؒ (المتوفی ۵۲۷ھ) کے عقائد

علامہ ابن جوزی حنبلیؒ (المتوفی ۵۹۷ھ) فرماتے ہیں
وراٰیت من اصحابنا من تکلم فی الاصول بما لا یصح، والذنب
للمصنف للاثۃ ابو عبد اللہ بن حامد، وصاحبہ القاضی، وابن
الزاغونی فصنفوا کتبا ضمنوھا المذھب، ورأیتھم قد تزلزلوا فی

حرمة الحرام، فحملوا الصفات على مقتضى الحس فسموه ... تعالى خلق آدم على صورته، فأثبتوا له صورة وجهاً زائداً على الذات، وعيناً ولهاة وأضراساً وأحواءً لوجهه هي الشفتان ويدين وأصابع وكفاً وخنصراً وإبهاماً وصدراً وفخذاً وساقاً ورجلين

وقالوا ما سمعت بذكر الرأس

وقالوا يجوز أن يمس ويمس ويدنى بعضه من بعض

وقالوا يصافح بعضهم بعضاً

ويعانق بعضهم بقربه لا كما يعض

وقد أجمعوا بظواهر في الأسماء والصفات فسموه بالصفات بسمية سمى بها نفسه لا دليل فيه في ذلك من النص ولا من العقل، ولم يذهبوا إلى المنصوص، لصارفة عن الظواهر إلى المعاني الواجبة لله تعالى، لأنه لما كان موجباً ظاهر من سمى به نفسه، ولم يصح بأن يقولوا صفة فعل حتى قالوا صفة ذات، لم لما أثبتوا أنها صفات ذات قالوا لا نحملها على توجيه اللغة على نعمة وقدرة وعجز وإتيان على معنى بر ولطف، وساق على شدة بل قالوا نحملها على ظواهرها المعارف والظاهر هو المفهوم من نعوت الآدميين، والشيء إنما يحمل على حقيقته إذ أمكن لم يخرجوه من شبيه وبالغوا في ذلك حتى أهل السنة وكلامهم صريح في التشبيه وقد لبعضهم خبط من العوام

فقد نصحت التابع والمتبوع فقلت لهم: يا أصحابنا أنتم أصحاب نقل وإمامكم الأكبر أحمد بن حنبل يقول وهو تحت السياط "كيف أقول ما لم يقل"

فإياكم أن تبتدعوا في مذهبه ما ليس منه، ثم قلتم في الأحاديث،

... على ظاهرها وظاهر الجسم الحركة فإنه لما قيل لي عيسى روح الله عندنا بمعنى أن لله جسماً هي روح وبحسبي مريم ومن قال استوى بذاته فقد أجراه مجرى الجسمانية، وينبغي أن لا يهمل ما يثبت به الأصل وهو العقل، فإن به عرفنا الله تعالى، وحكمنا ... بعدم قدم غير الله، لأن حديث ربكم ... ما أنكر عليكم ... حديثكم يوهم على ظاهر قبيح، فلا تدخلوا في مذهب قد ... يدخل بعضكم يوهم ما ليس منه ولقد كنتم قد ... شيئاً حتى صار لا يقال حشو إلا مجسم، ثم ... مذهبكم بما ... بمعصية تريدون من معاويه ولقد ... لمذهب جاء ... ولقد كان أبو محمد التميمي يقول في بعض أئمتكم لقد شان المذهب شيناً قبيحاً لا يغسل إلى يوم القيامة

(دفع شبه التشبيه بأكف التنزيه ص ٢٧، ٢٨، تحقيق حسن السقاف، طبع دار الإمام النووي، بيروت، لبنان ١٤٠٦ھ)

ترجمہ

میں نے اپنے بعض حنبلی اصحاب کو دیکھا کہ انہوں نے عقائد کے باب میں ایک ... میں ... ہی ... (متوفی ٣٠٣ھ) ان کے شاگرد ابو یعلی (المتوفی ٤٥٨ھ) اور ابن زاغونی (المتوفی ٥٢٧ھ) ہیں، ان کی کتابوں کے حنبلی مذہب کو عیب دار کیا ہے۔ ان لوگوں نے عوامی انداز اختیار کیا اور اللہ تعالیٰ ... مخلوقات اور قبروں ... حضرت آدم ... کو اپنی صورت پر پیدا کیا ... تعالیٰ کی طرف اعضاء کی نسبت دیکھی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے ان کی ذات پر ... چہرے کا، ... آنکھوں کا ... دو ہاتھوں کا، ہتھیلی کا، پنجہ کا، انگوٹھے کا، سینے کا، ران کا، پنڈلیوں کا اور دو پاؤں کا اثبات کیا اور کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے لیے ہر کا اثبات نہیں کرتے کیونکہ ہم نے نص میں ہر کا ... نہیں پایا۔

ان لوگوں نے یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ چھوتے ہیں اور چھوئے جا سکتے ہیں اور وہ ہاتھ سے کو چھوتے ہیں اور بعض تو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہاتھ میں لیتے ہیں

ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ وصفات میں الفاظ کے ظاہری معنی کو لیا (مثلاً ید قدم وغیرہ کے ظاہری حقیقی معنی) یا (صفات سے مراد ان سے صفات کا جو وہ ایسے مدلولات سے ... پائے جاتے ہیں حقیقی معنی ... معنی ہے جو مخلوق کے شایانِ شان ہوں اور انہوں نے اس حد تک بھی نہیں کی کہ حادث ہونے کی علامتوں کی وجہ سے ظاہری معنی نفی ہیں۔

پھر ان صفات کو مان لینے کے بعد انہوں نے کہا کہ ہم ان کے ظاہری اور معروف معنی ... لغوی توجیہ بھی ... کریں گے۔ ظاہر ... معروف ... اور اللہ ... سے ... کی ... سے تشبیہ کی ... کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صرف ہم (مخلوق کی) ان صفات ... میں ... سے تمام میں صریح تشبیہ پائی جاتی ہے۔

پھر ... ایک تعداد ان لوگوں کی پیروی کرنے لگی۔ ... میں سے ان ... ان ... کو سمجھایا کہ اے ... تم اہل علم اور اہل ... ہو اور تمہارے بڑے امام احمد بن حنبل کا یہ حال تھا کہ ... کے سر پر ... پھر بھی وہ یہی کہتے تھے کہ میں وہ بات کیسے کہوں جو اسلاف نے نہیں کہی۔ لہٰذا تم ان کے مذہب و مسلک میں بدعتیں داخل نہ کرو۔ پھر تم جدیدیوں کے بارے میں کہتے ہو کہ ان کے کئی ... ہیں جائیں گے۔ تو قدم (پاؤں) والی ... ہے۔ یہ تو ... کی طرح ہو گا جب ... اللہ ... کی تو ... سے یہ عقیدہ بنا لیا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ صفت ... ہے جو حضرت مریم میں ... ہوں۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ... حدیث ... پر مبنی ہے تو ان کو

... اور ... ہوئے ... حالانکہ وجہ ہے کہ جس عقل سے ہم نے اللہ تعالیٰ کو اور اس کے قدیم والی (جیسا ... ہے) ہونے کو پہچانا۔ ہم اس کو (صفات کو سمجھنے میں) کامل ... چھوڑ دیں۔

تم ... ہو ... اسلاف کے طریقے پر چلنے والے (یعنی حضرت امام احمد بن حنبلؒ) ... مسلک میں وہ کچھ داخل مت کرو جو اس کا حصہ نہیں ہے۔ تم لوگوں نے اس مذہب کو بڑا گندا لباس پہنا دیا ہے جس کی وجہ سے حنبلی ... کو مجسم (یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے جسم ثابت کرنے والا) سمجھا جانے لگا۔

پھر تم نے اپنے اختراعی مذہب کو یزید بن معاویہ کے لیے محبت (اور ولایت) کے ساتھ مزین کیا (اور اس کو فضیلت ... دینے لگے) حالانکہ تم جانتے ہو کہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے اس پر لعنت کو جائز کہا ہے۔ اور ابو محمد تمیمی نے امام ابو یعلیٰ کے بارے میں کہتے تھے کہ انہوں نے امام احمدؒ کے مذہب کو ایسا ... دھبہ لگایا ہے جو قیامت تک ... نہیں سکتا

ثم اعلم ... ولا ... الامام الی ذلک، واذا تمسک ... الی اعتقاد ذلک، ولا یهولنی امر عظیم فی العرس لأن العمل علی الدلیل، والخصوص فی معرفة الحق لا یجوز فیه التقلید

(دفع شبہ التشبیہ بأکف التنزیہ ص ۷۰، تحقیق حسن السقاف، طبع دار الامام النووی، بیروت، لبنان ۱۴۰۷ھ)

میں نے ان لوگوں پر رد کرنے کو ضروری سمجھا تاکہ ... حنبل کی طرف منسوب نہ کیا جائے اور اس بات سے ... ہیں ... عقائد کچھ لوگوں کے دلوں میں راسخ ہو چکے ہیں کیونکہ کل کا مدار دلیل پر ہے، خاص طور سے اللہ تعالیٰ کی معرفت میں کہ اس میں تقلید جائز نہیں ہے۔

باب 5

علامہ تقی الدین احمد بن تیمیہ حرانی حنبلیؒ (المتوفی ۷۲۸ھ) کے عقائد

1 [illegible]

2 [illegible] امام بخاریؒ نے صرف اپنی لاعلمی ظاہر کی ہے جب کہ ان کے الفاظ "لا یعلم سماع لابن عیینۃ من الاعمش" ہیں یعنی امام بخاریؒ نے اپنے بارے میں نہیں کہا بلکہ عام بات کہی ہے کہ ان کا سماع جانا پہچانا نہیں ہے۔ اگر وہ صرف اپنے بارے کہتے تو "لا اعرف" یا "لا اعلم" کہتے۔ پھر کسی [illegible] حدیث کے راوی عبدالمجید بن سہیل [illegible] صحیح حدیث کے راوی ہیں اکمال فی اسماء الرجال وغیرہ [illegible] ان امور سے ہے جو ان کتاب سے لی گئی [illegible] صحت کے لحاظ سے نہیں ہے۔ علامہ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] صحیح [illegible]

(انوار الباری ج ۱۳ ص ۳۱۸، ۳۱۹ مقالات کوثری ص ۲۳۳، ۲۳۵ مزید دیکھئے حاشیہ ذہبی، السیف الصقیل فی الرد علی ابن زفیل، العقیدۃ وعلم الکلام ص ۳۵)۔

نوٹ اس حدیث کی مفصل تحقیق مصنف کی کتاب "النصرۃ فی الرد علی اھل التشبیہ فی [illegible]" "لو حصل علی العرش الشوی" استواء علی العرش" کے باب 5 میں 1 2 5 کے تحت بیان ہوئی ہے۔

[illegible] اس لیے تائید حاصل کی ہے کہ ان کے عقائد بھی ان [illegible] کا کر اوہ بیان کر دیا گیا ہے۔

اس میں یہ ہے کہ تجسیم کا قول اور عقیدہ ائمہ اصول الدین کے نزدیک معمولی بات نہیں ہے۔ علامہ نووی شافعیؒ نے شرح المہذب کے باب صفۃ الصلوٰۃ میں مجسمہ کی تکفیر کی ہے۔ علامہ قرطبیؒ صاحب جامع احکام القرآن نے الاذکار میں فرمایا کہ صحیح قول ان کی تکفیر کا ہی ہے کیونکہ ان کے اور بت پرستوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

امام ابو منصور عبد القاہر بغدادی (المتوفی ۴۲۹ھ) نے "الاسماء والصفات" میں لکھا کہ "تمام اشعریؒ اور اکثر متکلمینؒ نے ایسے بدعتی کی تکفیر کی ہے جو معبود حقیقی کی صورت مانتا ہو یا اس کے لیے حد و نہایت اور حرکت و سکون کا قائل ہو"۔

(مقالات کوثری ص ۳۳۲ طبع پشاور)

کرامیہ مجسمہ خراسان کی تکفیر بھی سب ہی علماء نے ان کے عقائد ذیل کی وجہ سے کی ہے

اللہ جسم ہے۔

اس کے لیے عالم زیریں کے لحاظ سے حد و نہایت ہے

وہ اپنے عرش سے مماس و متصل ہے۔

وہ محل حوادث ہے۔

اس کے اندر اس کا قول وارد و حادث ہوتا رہتا ہے۔

ایسا ہی مضمون ان کی کتاب "اصول الدین" میں بھی ہے۔ اس کے بعد علامہ کوثریؒ نے لکھا کہ تکفیر اہل قبلہ کے مسئلہ کی مکمل و مدلل بحث علامہ کشمیریؒ (حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ) کے رسالہ "اکفار الملحدین" میں قابل مطالعہ ہے۔

پاؤں میں ہونے کے جوتے ہوتے ہیں" عرض ہے کہ [illegible]

مرفوعہ اجتناب کیا ہے

(دفع شبہ من شبہ وتمرد وسمیہ الملک الی الامام الجلیل احمد"

القدوۃ وعلم الاعلام ص ۲۳۲ ازار الباری ج ۳ ص ۳۳۴ طبع مکتبہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

10 علامہ سید حسن بن علی السقاف فرماتے ہیں:

ذکر الحافظ ابو حیان رحمہ اللہ تعالی فی تفسیرہ "البحر المحیط"

(ج ۱ ص ۲۵۱) المطبوع فی ثلاثۃ مجلدات ضخمۃ عند تفسیر قولہ

تعالی "(وسع کرسیہ السماوات والارض) ان ابن تیمیۃ لما فی

رسالۃ کتبہ قرأہ الحافظ ابو حیان وھی بخطہ ان تیمیۃ معاصرہ

ن اللہ یجلس علی العرش وقد اخلی مکانا یقعد فیہ معہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم" عیاذا باللہ تعالی وھذا الکلام محذوف من

نسختہ التی بھامش "البحر المحیط" لان مصححہ بدر السعادۃ

جدقیا لاستشناعہا وغلب من الامام المحدث الکبیر والامام

المحدث سیدی عبد اللہ بن الصدیق الغماری ان یسجد دیگ علیہ

عدم وجدانہ فیما عندی دیگ فی بعض کتبہ وکلام ابن تیمیہ

ھذا ثابت فی کتاب تلمیذہ ابن القیم "بدائع الفوائد" (ج ۳ ص ۳۹)

ونقلہ عن بعض السلف وھو مردود علی قائلہ لو ثبت عنہ کما بینہ

عن الدارقطنی فی اثبات ذکرہ ھنالک ولا تصح نسبتہا للدارقطنی

لان فی سندھا ابنہ کذابان حسینیان مجسمان وھما ابن کادش

والعشاری وکان عندی ابن التیمیہ لو کان یعرف الجرح والتعدیل

ولکن جاز ان یسود تلک الاوراق ویبنی بھا صحولۃ زور علی

الدارقطنی لکنہ بان انہ لا یعلم دیگ واما انہ تاسی عنہ وآخلاھما

[illegible] التشبیہ بالکف الشریفۃ ص ۲۲ طبع [illegible]

5.1 ۔ حافظ ابن تیمیہؒ اور قدم نوعی کی بحث

شیخ جلال الدین دوانیؒ نے شرح العقیدہ عضدیہ میں لکھا

میں نے شیخ [illegible] کے لیے قدم نوعی کا [illegible]
کل شیخ محمد عبدہ سے حاشیہ میں لکھا

یہ [illegible] ابن تیمیہ حنبلی میں سے تھے، جو ظواہر آیات و احادیث پر عمل کرتے ہیں
[illegible] اس سے قبل ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا عرش پر [illegible] ہے، پھر جب ابن تیمیہ
[illegible] یہ کہا کہ عرش سے تو عرش کا [illegible] ہونا لازم آئے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ ازلی ہیں [illegible] اس کا
مکان بھی ازلی ہوگا، عرش کی [illegible] ان سے [illegible] کسی مخلوق سے [illegible] اس نے [illegible]
اس تعبیر سے [illegible] کہ عرش [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] سے ایک عرش و [illegible] نے
[illegible] بنا [illegible] ان سے [illegible] کی [illegible] کا [illegible] اور [illegible]
[illegible]

[illegible] شیخ محمد [illegible] کہ [illegible] کہ [illegible] کا [illegible]
[illegible] کے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]
[illegible]

4 "یہ بات ظاہر ہے کہ وہ چیز جس [illegible] جماع نہیں ہوتا ہیں حالانکہ ایسی [illegible] یہی مسئلہ [illegible] ہے اگر [illegible] حدیث کو اس مسئلہ میں [illegible] تسلیم کر لیا جائے تو پھر بھی متواتر نہیں ایک حدیث صحیح ہونے کے باوصف اس مفہوم میں بہت سا اختلاف ہو سکتا ہے۔ پھر یہاں پر حدیث کا یہ مقصود ہی نہیں۔ یہ الفاظ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور [illegible] سے بھی مروی نہیں ہیں۔ لہٰذا اس مسئلہ بالا [illegible] کی اصل بنیاد پر اجماع کا دعویٰ کس طرح ممکن ہے؟ اس حدیث پر اجماع [illegible] سے وہ کسی پر مخفی نہیں۔ قرآن کریم میں بھی اس کی بیک جگہ وضاحت ہے۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین اور ان کے درمیانی چیزوں کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا۔ اس مسئلہ اور اس کے خلاف کی تحقیق پر اجماع کا دعویٰ کیا جائے تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس سے یہ مراد نہیں آتا کہ [illegible] کی تخلیق سے پہلے ان مخلوق میں سے کسی [illegible] کو [illegible] حس سے اس کی تخلیق عمل میں آئی۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے حس و اس کی پیدائش کی خبر دی ہے۔ انسان کا مادہ تخلیق عنکبوت کی طرح بکھرنے والی مٹی اور جن کا مادہ شعلہ اور آگ تھی۔ پھر کتاب و سنت اور اجماع امت سے یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور ان کے درمیانی چیزوں کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا اور اس سے قبل اس کا عرش پانی پر تھا۔ معلوم ہوا کہ اس سے پہلے عرش اور پانی کا وجود تھا (مقدمہ مواقف الاجماع حاشیہ مواقف الاجماع ص ۱۶۷ وما بعد)۔

[illegible] کے نقل [illegible] پر [illegible] تیمیہ کا تبصرہ اور تردید۔

5 [illegible] تیمیہ [illegible] بعض فلاسفہ و متکلمین کی رائے نقل کرنے کے بعد فلاسفہ کے اس بعد [illegible] کہ "ان الاشیاء حادثة بالعین والمخلوقات والکتب قدیمة بالنوع وسلسلة التولدات" اور اس پر رد دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ لیکن کسی معین شی کا حدوث اور چند حوادث کا یکے بعد دیگرے حدوث دونوں میں فرق ہے

یعنی اول الذکر حادث ہے اور بعد میں وجود پذیر ہوا۔ اس کے برعکس سلسلہ حوادث (جو یکے بعد دیگرے حدوث پذیر ہوں، جیسا کہ ابن تیمیہ کا کہنا ہے) قدیم اور مستمر

ہے

ابن حزم کے نقل کردہ اجماع پر ابن تیمیہ کی یہ طویل تردید غور سے پڑھیے۔ تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اس میں کس قدر عجیب و غریب خلط مبحث اور ربط ہے۔ آپ پریشان ہوں گے کہ آخر ابن تیمیہ کو اس فضیانہ اور بیزمن میں پڑنے کی کیا ضرورت تھی؟ جس کے ظاہر و باطن ہر ایک سے قرون ثلاثہ کے سلف بری تھے، اور جب کہ خود فضیانہ خرافات سے بچتے اور شرعی نصوص کی حد پر رکنے کی وصیت کرتے نہیں تھکتے۔

ابن تیمیہ جو کسی معمولی اجتہادی اختلاف کی بنا پر اپنے مخالفین کو کافر کہنے سے گریز نہیں کرتے۔ ان کے نقطۂ نظر سے سلف اور اہل السنت والجماعت کے یہاں اس بات پر اجماع نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے۔ اس کا منکر کافر ہے اور اس اجماع کی تردید میں یہ دلیل دے رہے ہیں کہ فرقہ قدریہ (بقول ابن تیمیہ) کا عقیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ افعال حیوان کا خالق نہیں۔

لیکن ہمارا آج تک یہی عقیدہ تھا کہ کسی معلوم من الدین بالضرورۃ امر کے انکار سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔ اس پر تمام متقدمین مسلمانوں کا اجماع ہے۔ اور یہ طے ہے کہ [illegible] حسانی کی [illegible] (الزمر ۶۲) یعنی ہر شخص و ہر چیز کا خالق ہے۔ اس کا انکار امر معلوم من الدین بالضرورۃ کا انکار ہے۔ [illegible] "کہ دنیا کی کسی جماعت کا عقیدہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور بھی خالق ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی اعانت کے بغیر اپنی ذاتی قدرت سے کچھ چیزوں کو پیدا کرتا ہے تو اس کے کفر میں اولیٰ وجہ کا شک و شبہ نہیں۔ لیکن آج تک ہم نے کسی سے [illegible] کسی [illegible] میں قدریہ کا یہ عقیدہ پڑھا [illegible] مسئلہ [illegible] کے مضمون پر [illegible] سامنے [illegible] میں بھی قدریہ کا یہ عقیدہ نہیں ملتا۔ [illegible] شیخ محمد [illegible] کی [illegible] اصل [illegible] کی [illegible] ہم [illegible] کی [illegible] یہ [illegible] ہوا۔

"ہم کو قدریہ کی کسی بھی کتاب میں اس کی تصریح نہیں ملی اور گمان پر یہ بات لازم آرہی ہے تو اس کو قول نہیں کہتے"۔

آپ خود بتائیں کہ اگر کوئی کہے: "ان اللہ لیس خالق کل شیء" یعنی اللہ

...ہے جس کو ابن تیمیہ نظر کی غلطی دلیل نہیں سمجھتے)۔ تو ...
مطلب کیا ہو سکتا ہے؟ اس عبارت کا دو میں سے کوئی ایک ہی مطلب ہو سکتا ہے۔
...تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور شریک ہے اور وہ مخلوقات کو پیدا کرتا ہے۔ خلق کی ...
...نسبت مصرف اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں بلکہ بندوں کی طرف ہے۔

...موجودات کی کبھی تخلیق نہیں ہوئی۔ وہ خدا کے پاک کی طرح قدیم ہیں ...
...بتانے کے لیے کہا جاتا ہے: اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق نہیں۔

...والی تقسیم ... اور شریک ہونے میں کوئی مسلمان کیا اول ...
...ملتا ... میں عقیدے سے متعلق آیات کا مقصد اس کے سوا کیا ہے ...
...کے ماننے والوں کی تکفیر کرے۔ آپ خود ان ...
...طرح نے ... تکفیر نے ... میں یہاں ...
...ہے یا ...

6 ...کے بعد یہ لکھتے ہیں: ... حرمت کا ... حرام ... معلوم ...
...ہے ... سے ... ہے یا ...
...ہے ...

قابل حیرت یہ قتل کا ... حرام ایک امر معلوم من الدین بالضرورۃ پر اجماع نقل کریں۔ حد درجہ حیرت کا مقام تو یہ ہے کہ ان میں سے اکثر تو بعینہٖ یہی ... خبر دیتے ہیں۔ سلف سے نسبت اور مستقیم پر گامزن ہونے کا اعلان کرتے ہیں اور سلف نے جس چیز کو ہاتھ نہیں لگایا اس سے بالکلیہ اجتناب کی پاک دل تلقین کرتے رہتے ہیں) کا دامن ان ناپاک فلسفیانہ چھینٹوں سے داغ دار ہو جائے اور وہ حادث بالعین اور قدیم بالنوع جیسی ... سے ...

جیسا کہ انہوں نے فلاسفہ کی رد کے دفاع میں یہ اعلان کر دیا کہ "خدائے وحدہ لا شریک لہ ... حسن بالذات کے ... قدرت ... عقیدہ کی مخالفت کرنے والوں کے کفر پر اجماع نہیں ہے۔ یعنی یہ کہا جا سکتا ہے کہ

...تعالیٰ ... حادث ... قدیم ... اللہ تعالیٰ کی صفت ... ہے ...
بالذات ہے۔ ہاں کہیے کوئی حرج نہیں!!

حیرت ہے کہ حافظ ابن تیمیہؒ نے یہاں تک کہہ دیا کہ اس رائے کے قائلین کی تکفیر پر قرآن و حدیث میں کوئی صریح دلیل نہیں! اللہ اکبر!!

سوال یہ ہے کہ قرآن پاک کی اس آیت اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ (الزمر ۶۲) کا کیا مطلب ہوگا؟ آپ کو معلوم ہے کہ "ما" "اپنی نوعی حیثیت ... کل شیء" کے عموم میں داخل ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا ... کی حیثیت سے یا کسی کے فیضان دیا جبر کا نتیجہ نہیں ... حادث ... حادث ہونا ...

... مقتضا ... ہے۔

... آیت ... فِي الْأَرْضِ ... کیف بدأ الخلق ... مطلب کیا ... سے ... مطلب ہے کہ وہ اب تک معدوم تھی۔ اگر خدا کی طرح وہ بھی ... ہونا ... ہوگا کہ اس کو پہلی مرتبہ پیدا کیا گیا حالانکہ قرآن کریم میں ... بدأت خلق ... آیا ہے۔

... تعالیٰ ... کیف ... ہم ... ہیں ... آیت ... اوّل ... ظاہر و باطن ... ہو بکل شیء علیم ... ان ... اسم تفصیل ہے ... اسم تفصیل میں کسی چیز سے تقابل ... اوّل ... محدود ... وجود اس سے پہلے ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ یہاں پر اوّل ... کل شیٔ مراد ہے، یعنی ہر چیز سے مقدم ہے۔ کیا کسی مسلمان کو یہ کہنے کی جرأت ہے کہ یہاں پر اوّل ... بعض الاشیاء مراد ہے، یعنی اشیاء کی اصل اور نوع نوں اس عموم سے خارج ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرح قدیم ہے، اور خدا کے انفرادی اسم گرامی "اوّل" میں ... کی شریک ہے؟ حاشا وکلا!

[illegible] کیں پر [illegible] ہیں [illegible] جیسے [illegible] کی [illegible]
[illegible] کس طرح [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]
[illegible]

یہ ان تمام آیات و احادیث کا جواب ہے جن سے بھی یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے
میں داخل ہیں ہوگا؟ دوسرے قدیم ہونے کی اصل دلیل کا تعین دوسرے سے
پر اجماع نہ ہوگا؟ تو پھر وہ کون سے تین اسباب ہیں جن کی بنیاد پر پوری امت نے
فلاسفہ کے کفر کا فتویٰ دیا؟

ابن تیمیہؒ کو یہ کہنے کی ضرورت کیوں اور کیسے پیش آئی جو ابن تیمیہؒ عبارتیں
دی ہیں۔ ان سے عالم قدیم ہونے یا نہ ہونے کا دور دور سے بھی کوئی تعلق ثابت
کرنے سے قاصر رہے گا پھر اجماع امت نقل کیا ہے۔

1 یہ رسالہ "رد علی لمنطقیہ" میں "حوادث لا اول لہا" کے نظریہ کا
رد کرنے کے بعد لکھتے ہیں

فان المرسلین متفقون علی ان کل ما سوی اللہ محدث مخلوق کائن
بعد ان لم یکن لیس مع اللہ شیء قدیم بل ہذا

ترجمہ "تمام رسولوں کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز حادث، مخلوق، اور عدم سے
وجود میں آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی شے بھی اس جیسی قدیم نہیں

(مجموع فتاویٰ ج ۹ ص ۲۸۰، ۲۸۱)

2 یہ بات ... اور رسول ... صفات ... ہونے
میں ... کلہم یقولون بقدم السموات والارض وما فیہما فہذا

(مجموع فتاویٰ ج ۱۲ ص ۱۸۸)

ترجمہ کہ آپ کہیں کہ آسمان و زمین قدیم اور ازلی ہیں تو علم سے اور عقل سے
غور کیجیے کیا اس ... سے ... مراتب الاجماع میں کون کی بات کہی تھی جو
ابن تیمیہ نے یہاں کہیں۔ ... سے عالم ... اور انبیاء کا اجماع نقل کیا ہے
دونوں میں کیا فرق ہے؟ لیکن اس جرم میں ابن تیمیہ کی تقلید تکفیر سے بچ گئے۔

(سلفیت ایک جائزہ مترجم ص ۱۵۷، ۱۶۶)

5.2:۔ حافظ ابن تیمیہؒ اور استویٰ علی العرش

حافظ ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن قیمؒ کے نزدیک سب سے زیادہ تصریح شدہ مسئلہ حق تعالیٰ
کے عرش العلیٰ پر مستوی متمکن ہونے کا ہے جس کو وہ یقینا اور قطعا مسلم سمجھتے تھے۔
یہ جو لوگ عرش پر مستقر اور متمکن باللہ تعالیٰ کے لیے جہت و مکان کے اثبات کی
تعبیرات کو خلاف تنزیہ کہتے تھے، ان سب کو یہ دونوں بزرگ ان کے متعلق آج
بھی غالۃ الصفات (صفات کے نکر) کا لقب دیتے ہیں۔ یعنی ان کے علاوہ ساری
امت کے سلف اور سواد اعظم (سواد اللہ) اللہ تعالیٰ کی صفات کے منکر ہیں، یہ
سب سے بڑی صفت اللہ تعالیٰ کے سب سے اوپر اور الگ عرش پر مستقر و متمکن
ہونے اور اس پر بیٹھ کر دونوں ہاتھ کرسی پر رکھنے ہی کی جب نفی کر دی گئی تو گویا ساری
ہی صفات کی نفی کر دی گئی اور سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ کسی بات کی رٹ
سکھی تھی اور غیر مقلدین اس رٹ میں لگا رہے ہیں۔

2 رسالہ "الفتوی الحمویۃ الکبریٰ" میں حافظ ابن تیمیہؒ نے اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستقر و
متمکن ہونے کا بھی اثبات کیا ہے۔ اور اس کے لیے جہت فوق متعین کرنے کی سعی
بلیغ کی ہے، جو اہل علم کے مطالعہ کی چیز ہے۔ اس کا مفصل رد شیخ شہاب الدین
احمد بن جہبل الحلبیؒ (المتولد ۶۷۶ھ والمتوفی ۷۳۳ھ) نے اپنی کتاب
"الصواعق الجلیۃ فی الرد علی ابن تیمیۃ فیما اورد فی الفتوی
الحمویۃ" میں کر دیا ہے، جو اہل علم کے لیے بہت مفید ترین ہے۔

اس میں صفحہ ۸۱ پر ... الوی نقل کی ہے کہ کتاب و سنت، کلام صحابہؓ و تابعینؒ اور تمام
ساری امت سے بھی یہی بات ثابت ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ سب چیزوں سے اوپر
ہے اور وہ آسمانوں پر عرش کے اوپر ہے۔ اور اس کے ثبوت میں حدیث اوعال بھی
پیش کی ہے ... کبار محدثینؒ کے نزدیک بہت ضعیف مضطرب، شاذ اور منکر ہے۔

صفحہ ۸۰ میں "باب الایمان بالکرسی" کا عنوان قائم کر کے بحوالہ محمد بن عبداللہ
نقل کیا کہ اہل سنت کا قول ہے کہ کرسی عرش کے سامنے ہے اور وہ موضع القدمین ہے

(یعنی حدا ... عرش کے ... کی بابت ... عرش کے علاوہ ہے ... اللہ تعالیٰ کے لیے علو مطلق ہے۔ تمام وجوہ سے ... ثابت ہے۔ کیونکہ وہ تمام مخلوقات سے اوپر اور عرش پر مستوی ہے اور علو قدر بھی ... کے لیے ہر صفت کمال کا اعلیٰ درجہ ہے۔

والكواشف الجلية على معاني ... الواسطية ص۴۹ ... ج ۲ ص ۴۹)

... حافظ ابن تیمیہ ... ہیں ...

جس شرعی ... ثابت ... ہے ... تو ... ہے ... اوپر ہے ... عالم کے اوپر ہے؟ اگر یہ مراد ہے، تو وہ حق پر ہے۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوقات میں سے کسی چیز میں داخل ہے، تو یہ باطل ہے (ادھر ...)

... ہیں ...

فلفظ الجهة قد يراد به شيء موجود غير الله فيكون مخلوقا، كما إذا أريد بالجهة نفس العرش أو نفس السموات وقد يراد به ما هو موجود غير الله تعالى، كما إذا أريد بالجهة ما فوق العالم

وهذا لم ينف في نفس الأمر لفظ الجهة ولا لفظه، كما قد يراد بإثبات العلو والاستواء والفوقية والعروج إليه ونحو ذلك.

وقد علم أن ما ثم موجود إلا الخالق والمخلوق، والخالق منفصل عن المخلوق سبحانه وتعالى، ليس في مخلوقاته شيء من ذاته، ولا في ذاته شيء من مخلوقاته

فيقال لمن نفى بهذه الجهة أتريد بها شيء موجود مخلوق، فالله ليس داخلا في المخلوقات، أم تريد بها جهة ما وراء العالم فالرب ... الله فوق العالم، عال على المخلوقات

(الدرة المضية في تحقيق الإثبات للأسماء والصفات وحقيقة الجمع بين القدر والشرع، ص۶۶، ۶۷، المؤلف تقي الدين أبو العباس أحمد بن عبد الحليم ... عبد السلام بن عبد الله بن أبي القاسم بن محمد ابن تيمية الحراني الحنبلي الدمشقي (المتوفى ۷۲۸ھ) المحقق: د. محمد بن عوده السعوي الناشر: مكتبة العبيكان، الرياض الطبعة السادسة (۱۴۲۲ھ)

(اہل سنت کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے آسمانوں پر عرش کے اوپر ہے اور اپنی مخلوق سے جدا ہے (تدمریہ)۔

تمام نصوص سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے علو و فوقیت ہے، تمام مخلوقات پر اس ... اور بھی ہے عرش پر۔ پھر ایک وہم کرنے والا یوں وہم کرتا ہے کہ اس کا ... مخلوق ... چوپایہ پر انسان کے استواء اور سوار ہونے کی طرح ہوگا، اور وہ بھی ... طرح ... ہوگا۔ لہٰذا اس کا استواء و قعود و استقرار کی صورت میں ... ہے ... تمام ... کے ساتھ تو خدا کے لیے صرف استواء کا ... ہے ... اور ایک کو ثابت کرنا ... ہے ... کے لیے ... کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عالم کی بہت سی مخلوقات اوپر پیدا کی ہیں ... نیچے والی کی محتاج نہیں ہے، جیسے ہوا زمین کے اوپر ہے مگر وہ ... زمین کی محتاج نہیں ... بادل زمین کے اوپر ہیں، وہ اس کے محتاج نہیں۔ آسمان زمین کے اوپر ہیں ... ضرورت نہیں کہ زمین ان کو اٹھائے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے عرش کے اوپر ہونے کو ... چاہیے کہ وہ ... نہیں ...)

اس طرح حافظ ابن تیمیہ نے اس شبہ کو گویا ختم کر دیا جو استواء بمعنی استقرار و قعود ...

[illegible]

[illegible] العرش وهو مجاز عن [illegible]

[illegible]

[illegible]

يدل الموصوف أنه إذا وصف بالاستواء على العرش كان استواؤه كاستواء الإنسان على ظهور الفلك و الأنعام، كقوله: "وجعل لكم من الفلك و الأنعام ما تركبون لتستووا على ظهوره" فيتخيل أنه إذا كان مستويا على العرش كان محتاجا إليه كحاجة المستوي على الفلك والأنعام، فلو اختلفت اللغة لسقط المستوي عليها، ولو عقرت الدابة لخر المستوي عليها. قياس

فإن قيل لو عدم العرش لسقط الرب تبارك وتعالى، لم يريد بهذه أن ينفي هذا المعنى، بل استواؤه بمعنى لا استقرار

ولا يعلم أن معنى القعود و الاستقرار يدل فيه ما يدل في معنى الاستواء، فإن كانت الحاجة داخلة في ذلك فلا فرق بين الاستواء والقعود والاستقرار، وليس هو بهذا المعنى مستويا ولا مستقرا ولا قاعدا. ولئن لم يدخل في معنى ذلك، إلا يدخل في معنى الاستواء. فإثبات أحدهما ونفي الآخر تحكم

وقد علم أن بين معنى الاستواء و الاستقرار و القعود فروقا معروفة، ولكن المقصود هنا أن يعلم خطأ من ينفي الشيء مع إثبات نظيره

وكان هذا الخطأ من غلطه في مفهوم استوائه على العرش، حيث ظن أنه مثل استواء الإنسان على ظهور الأنعام والفلك.

وليس في اللفظ ما يدل على ذلك، لأنه أضاف الاستواء إلى نفسه الكريمة، كما أضاف إليها سائر أفعاله وصفاته، فذكر أنه خلق لم

استوى، كما ذكر أنه نور فهدى، وأنه بنى السماء بأيد، وكما ذكر أنه مع موسى وهارون يسمع ويرى، وأمثال ذلك. فلم يذكر استواءً مطلقا يصلح للمخلوق، ولا عما يتناول المخلوق، كما لم يذكر مثل ذلك في سائر صفاته، وإنما ذكر استواء أضافه إلى نفسه الكريمة فوقفنا - على وجه نعرض المصنع - أنه هو مثل خلقه - تعالى الله عن ذلك - لكن استواؤه مثل استواء خلقه أم إذا كان هو ليس مماثلا لخلقه، بل قد علم أنه الغني عن الخلق، وأنه الخالق للعرش ولغيره، وأن كل ما سواه مفتقر إليه، وهو الغني عن كل ما سواه، وهو لم يذكر لا استواءً يخصه، لم يذكر استواءً يتناول غيره ولا يصلح له، كما لم يذكر في علمه وقدرته ورؤيته وسمعه وخلقه، لا ما يختص به - فكيف يجوز أن يتوهم أنه إذا كان مستويا على العرش كان محتاجا إليه، وأنه لو سقط العرش لسقط عليه! سبحانه وتعالى عما يقول الظالمون والجاحدون علوا كبيرا!

هذا هذيان محض وضلال ممن توهم ذلك، أو توهمه أو ظنه ظاهر اللفظ ومدلوله أو جوز ذلك على رب العالمين الغني عن كل ما سواه، بل لو قدر أن جاهلا توهم مثل هذا، أو توهمه لبين له أن هذا لا يجوز، وأنه لم يدل اللفظ عليه أصلا، كما لم يدل على نظائره في سائر ما وصف به الرب نفسه

فلما قال سبحانه وتعالى: "والسماء بنيناها بأيد" قيل يتوهم متوهم أن بناءه مثل بناء الآدمي المحتاج الذي يحتاج إلى آلة ومجارف وأعوان وضرب لبن وجبل طين؟

ثم قد علم أن الله تعالى خلق العالم بعضه فوق بعض، ولم يجعل عالية مفتقرا إلى سافله، فالهواء فوق الأرض، وليس مفتقرا إلى أن تحمله الأرض، والسحاب أيضا فوق الأرض، وليس مفتقرا إلى أن تحمله

والسموات فوق الأرض وبسط عسقره على الأرض لم
فالعلي الأعلى رب كل شيء ومليكه إذ كان فوق جميع خلقه كيف
يجب أن يكون محدثا إلى خلقه أو عرشه أو كيف يستلزم علوه
على خلقه هذا الافتقار وهو ليس بمستلزم في المخلوقات! ولم نعلم
أن ما ثبت للمخلوق من العلي عن غيره فالخالق سبحانه أحق به
وأولى

والتعريف بتحقيق الإثبات للأسماء والصفات وحقيقة الجمع بين النص
والشرع، ص(٨٥٨) المؤلف تقي الدين أبو العباس أحمد بن عبد الحليم
بن عبد السلام بن عبد الله بن أبي القاسم بن محمد ابن تيمية الحراني
الحنبلي الدمشقي (المتوفى ٧٢٨هـ) المحقق: د. محمد بن عودة
[illegible]

٩ [illegible]

وهذا يعطيه أن نعلم أن أمر الله تعالى جهة وتحيز منزه
[illegible] فإن الله تعالى كون جهة وتحيز لكان مخلوقا
[illegible]

[illegible] وقول المقلدين كے مقابلہ میں

اگر وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی مخلوقات اپنے اندر نہیں کر سکتی اور وہ مخلوقات کے اندر
[illegible]

[illegible]

حکایۃ مناظرہ فی الجہۃ و التحیز

[illegible]

[illegible]

[illegible]

يقول ان كلام الله حرف وصوت قائم به بل هو معنى قائم
بذاته فليس في كلامي هذا بعض ولا فيه قط من قول القائل ان
القرآن حرف وصوت قائم به بدعة وقوله معنى قائم بذاته بدعة لم
يقل احد من السلف لا هذا ولا هذا وليس في كلامي شيء من
البدع بل في كلامي ما أجمع عليه السلف أن القرآن كلام الله غير
مخلوق وأما قول القائل لا أشار إليه بالأصابع إشارة حسنة فليس
هذا لفظ في كلامي بل في كلامي بخلاف ما ابتدعه المبتدعون من
الكلام في ذلك فإن قوله إنه لا يشار إليه فإن هذا نفي أيضا بدعة
فإن الرد الصحيح بل السنة لا يشار إليه من غير أن يقال ليس محتجبا في
المخلوقات ونحو ذلك من المعاني الصحيحة فهذا حق وإن رد
من دعا الله لا يرفع يديه فهذا خلاف ما تواتر به السنن عن
النبي صلى الله عليه وسلم وما قصر به عليه عباده من رفع الأيدي
في الدعاء وقال النبي صلى الله عليه وسلم إن الله
يستحي من عبده إذا رفع يديه إليه أن يردهما صفرا"

وقد سمعني الشيخ رحمه الله وقال إنه لا يخالف لم يقبل
ذلك مني وقال لي لا يعترض الأحاديث الصحاح وآيات
القرآن العوام فاتسعت عيناه في وجهي من ذلك فلما رأى
ما في الجواب بما بعث الله به رسوله المسترشد المهتدي فقد قال
النبي صلى الله عليه وسلم من سئل عن علم يعلمه فكتمه ألجم
يوم القيامة بلجام من نار وقال تعالى إن الذين يكتمون ما
أنزلنا من البينات والهدى من بعد ما بيناه للناس في الكتاب أولئك
يلعنهم الله ويلعنهم اللاعنون ولا يلزم العالم ما يوجب نقصه الله
عليه ورسوله علم والحمد لله رب العالمين

(مجموع الفتاوى ج ۵ ص ۲۶۳ تا ۲۶۴ المؤلف تقي الدين أبو العباس

احمد بن عبد الحليم بن تيمية الحراني (المتوفى ۷۲۸ھ) المحقق عبد
الرحمن بن محمد بن قاسم الناشر: مجمع الملك فهد لطباعة
المصحف الشريف، المدينة النبوية، المملكة العربية السعودية عام
النشر ۱۴۱۶ھ)

فتاوی (الفتاوی الکبری لابن تیمیة) کی چھٹی جلد میں ساری بحث عقائدی
ہے اور تقریباً ۱۲ صفحات میں کلام باری کے ساتھ متصف ہونے کا اثبات اور
جہمیہ سلف و متقدمین کا رد ہے۔ متفرق مواضع میں تقریباً ستر (۷۰) صفحات مسئلہ
استواء و جہت سے متعلق ہیں اور تقریباً چونتیس (۳۴) صفحات میں مسئلہ رویت باری
کی بحث ہے۔

(انوار الباری ج ۱۳ ص ۱۱ طبع دارۃ تالیفات اشرفیہ ملتان)

ہر بحث میں ایسی ضعیف روایات و آثار ضرور ذکر کیے ہیں جن سے خدا کے لیے جسم
وجہت ہونا ثابت ہوتا ہے ملاحظہ فرمائیں

قال أبو القاسم الطبراني في كتاب السنة حدثنا حفص بن عمرو
حدثنا عمرو بن عثمان الكلابي حدثنا موسى بن أعين عن الأوزاعي
عن يحيى بن أبي كثير عن عكرمة عن ابن عباس قال أراد الله أن
يعرف عباده الذي عن نعته للأرض فعند ذلك تزلزلت ولما أراد
الله أن يقدم على قوم تجلى لها عز وجل

أخبرنا محمد بن عبد الحافظ حدثنا أبو العباس محمد بن
يعقوب حدثنا محمد بن إسحاق يعني العذافي حدثنا عمرو بن
حماد في التفسير حدثنا أسباط عن السدي عن عكرمة عن ابن
عباس أنه قال تجلى منه مثل طرف الخنصر فجعله دكا والصفدي
ومن فوقه إلى عكرمة روى لهم فسلة في صحيحه؟ وعكرمة روى له
البخاري في صحيحه

وروى البزار وحماد بن سلمة وسفيان بن عيينة بعضهم عن ابن أبي

صحيح وبعضهم عن منصور عن مجاهد عن عبيد بن عمير في قوله في قصة داود "وظن انما فتناه" (ص ۲۵) قال يذنبه حتى يمشي بعضه وهذا متواتر عن هؤلاء. ومثل رواه الامام ابو بكر محمد بن عمرو بن ابي عاصم النبيل في كتاب السنة حدثنا ابو بكر بن ابي شيبة عن وكيع عن سفيان عن منصور عن مجاهد عن عبيد بن عمير "وظن داود انما فتناه" (ص ۲۵) قال ذنبا عظيما حتى انه يمشي بعضه.

4 وفي حديث ابو بكر بن عبد الله بن ابي مليكة عن مجاهد "عسى ان يبعثك ربك مقاما محمودا" (الاسراء ۷۹) قال يقعده معه على العرش

(الفتاوى الكبرى لابن تيمية، ج۱ ص۳۰۹، ۳۱۰ المؤلف: تقي الدين ابو العباس احمد بن عبد الحليم بن عبد السلام بن عبد الله بن ابي القاسم بن محمد ابن تيمية الحراني الحنبلي الدمشقي (المتوفى ۷۲۸ھ) الناشر: دار الكتب العلمية الطبعة: الاولى (۱۴۰۸ھ)

ترجمہ

1 حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا اثر کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈرانا چاہتا ہے تو اپنا کچھ حصہ ظاہر کرتا ہے اور اس وقت زلزلہ آجاتا ہے۔

2 حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا اثر کہ داؤد کی مجلی غلطی کے لیے انہوں نے اپنی چھوٹی انگلی کے برابر ہوئی تھی جس سے پہاڑ ہٹی کے برابر ہو گیا۔

3 حضرت مجاہد کا اثر حضرت داؤد علیہ السلام کے قصہ میں آیت: "وان لہ عندنا لزلفی" (سورت ص، ۲۵) کی تفسیر میں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے سے قریب کرتا تھا، یہاں تک کہ وہ اس کے بعض کو اس بھی کر لیتے تھے۔

4 حضرت مجاہد کا اثر آیت "عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا" (الاسراء ۷۹) میں مقام محمود کی تفسیر میں کہ اللہ تعالیٰ نبی اکرم ﷺ کو اپنے پاس

...ں پہنچانے کا۔

...ں نے حوالہ پیش کیا کہ [illegible] لاس میسنہ ج۲ ص ۳۲۰) میں لکھا

"ومذهب السلف ان ما يتعلق بالجهة والتحيز ونحو ذلك من ظواهر النصوص التي توهم التشبيه حق وصفات الله تعالى بذلك على الوجه الذي يليق بجلاله وعظمته لا يشابه صفات المخلوقين ولا يعلم كيفيتها الا هو ويجب الايمان بها واعتقاد ما دل عليه ظاهرها مما يليق بالله تعالى ويجب على كل احد ان يعتقد ان الله ليس كمثله شيء وهو السميع البصير ولا يكيف ولا يمثل ولا يتوهم ولا يتخيل ولا يتصور بل الايمان واجب والتكييف والتمثيل منتف عن الله تعالى وقد نفى السلف الكيف عن هذه الصفات بنفيهم العلم عنه فقالوا الكيف غير معلوم ولا يعلم كيف هو الا هو ونفوا العلم عن ذلك لانه لم يرد علينا في الكتاب والسنة ولا قاله الصحابة لنا ولا التابعون لهم بإحسان فوجب نفيه لان الكيف لا يعلم الا بخبر ممن له العلم بكيفية المخبر عنه ولم يرد شيء من ذلك فوجب نفي العلم به اذ العلم بكيفية الشيء فرع العلم بوجوده ولان السؤال عن الكيفية سؤال عن مجهول والجواب عنه ممتنع لان الجواب يكون بمعلوم يعرف به المسؤول عنه والسائل لا يعلم ما يجاب به فيكون السؤال عبثا ولان السؤال عن الكيفية سؤال متكلف بما لا علم للسائل به وقد نهى الله عن التكلف بقوله "وما انا من المتكلفين" ولان السؤال عن الكيفية بدعة لم يسأل عنها السلف الصالح وما لم يسألوا عنه فنحن لا نسأل عنه ولا نتكلم في شيء من هذه الصفات بنفي ولا اثبات ولا نقول في شيء منها كيف كما لم يقولوا وما لم يتكلموا به لم نتكلم به ولا نقول في شيء من ذلك

جہت کا ثبات اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں ہے، چونکہ میں اس لفظ کے اطلاق

7 ی سے ساتھ ہی یہ بھی کہا گیا ہے کہ [illegible] جہت

خبل کرتے تھے چنانچہ فتاویٰ (الفتاوی الکبری لابن تیمیۃ، جلد ۱) کا صفحہ

۱۲۸ سے ۱۳۲ (الوجہ الخامس عشر الخ) تک مطالعہ کر لیجئے، ہماری یہ بات روز روشن کی

طرح [illegible]

یوجد عن کثیر من السلف ما ظاهره یعارض بعض ما خالفتم فیه کله یوجد عن بعض السلف انکار مسائل التی یخبر بالصواب وعن بعض السلف بالعکس و مثال ذلک ولا یوجد عن واحد منهم موافقتکم فی شیء لیس بعد عن السلف ولا عن واحد منهم ولله الحمد لیس فی السلف من ولا عن ما تثبتونه من الجسم وتوابعه

ترجمہ سلف سے بہت سے مسائل میں معتزلہ کی موافقت ثابت ہے، جب کہ تم نے ان مسائل میں بھی معتزلہ کی مخالفت کی ہے۔ مثلاً بعض سلف سے تابع موتی کا انکار منقول ہے اور بعض سلف نے معراج جسمانی کا بھی انکار کیا ہے وغیرہ۔ مگر تم نے ان

مسائل میں سلف کے خلاف بھی معتزلہ کی مخالفت کی۔ پھر یہ کیسی عجیب بات ہے [illegible]

[illegible]

[illegible]

[

فی ھذا الحدیث ان اللہ تعالیٰ کا عرش پر ہونا بہ نسبت اس کی روایت کے کہیں زیادہ واضح

[illegible] کی بنیاد صرف یہ وہم ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ

ہے۔

تنبیہ حافظ ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن قیمؒ کے نزدیک سب سے زیادہ تصریح شدہ مسئلہ حق تعالیٰ کے عرش مظلہ پر مستقر ہونے کا ہے۔ جس کو وہ زبان و کلام کی مسلمہ حقیقت کے ساتھ عرش پر اللہ تعالیٰ کے لیے جہت و مکان کے اثبات کی [illegible] قرار دیتے تھے ان سب وجوہات کی بنا پر ہم نے اس مسئلہ کو [illegible] کے تحت ذکر کیا ہے۔

وھو الصلاۃ [illegible] جمیعہ فی کلمۃ واحدۃ ظھرتم فیہ خلاف المعتزلۃ وجدوکم فیہ اوفق الفریقین فی المعنی کلہ فی مسألۃ الرویۃ فانکم تشاھدون ربکم عیانا ثم تقسمونہ بعد لا یتماری المعتزلۃ فی ذلک

(الفتاوی الکبری لابن تیمیۃ، ج۶ ص۲۳۱ المؤلف: تقی الدین ابو العباس احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام بن عبد اللہ بن ابی القاسم بن محمد ابن تیمیۃ الحرانی الحنبلی الدمشقی (المتوفی ۷۲۸ھ) الناشر دار الکتب العلمیۃ الطبعۃ الاولی ۱۴۰۸ھ)

حاصل: اگر غور و تدبر کریں تو یہ بات روشن ہے کہ رویت کے مسئلہ میں جو تم نے معتزلہ کی مخالفت کی ہے وہ صرف ظاہری ہے اور حقیقت میں تم نے ان کی موافقت کی ہے کیونکہ تم نے رویت کا اقرار ایسے طور سے کیا ہے، جو معتزلہ کے خلاف نہیں ہوتا۔

تنبیہ اسی طرح قاضی بھی حافظ ابن تیمیہ کو بھی الزام دے سکتے ہیں کہ آپ نے معتزلہ اور مجسمہ دونوں کی موافقت کی ہے اور اہل حق کی مخالفت۔ کیونکہ معتزلہ بغیر جہت کے رویت کو محال سمجھتے تھے۔ آپ نے بھی یہی کیا اور پھر مجسمہ کا ساتھ دے دیا کہ جہت کو متعین کر کے اللہ تعالیٰ کو اجسام کی طرح عرش پر مستقر، جالس اور قاعد کہا ہے۔ اہل حق تو جس طرح حضور ﷺ کی حدیث بخاری رقم ۴۸۵۱ [illegible] دوں

تنبیہ

سے۔ پس انہوں نے فرمایا کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کے علم، اس کی قدرت اور [illegible]
بادشاہی ہی میں ہوگے کی۔ اللہ تعالیٰ کا علم و قدرت اور سلطان تو ہر جگہ ہی ہے۔ اللہ
تعالیٰ تو عرش پر بھی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس کا ذکر کیا ہے۔

[illegible]

(وھو علی العرش) [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح رقم ۵۷۳ ج ۵ ص ۳۱۹۹۔ الموضوعات
علی بن (سلطان) محمد ابو الحسن نور الدین الملا الہروی القاری (متوفی
۱۰۱۴ھ) الناشر دار الفکر بیروت، لبنان الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۲۲ھ)

[illegible]

امام ترمذیؒ کا مقصد یہ ہے کہ لہبوط علی اللہ میں تاویل عام (قدرت و سلطان) کی کی
جائے اور استقرار علی العرش کا علم بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف مفوض کیا جائے۔

[illegible]

اس حدیث پر امام بخاری حضرت عبد اللہ بن [illegible] سے متواتر [illegible]
ابی ہے۔ (نور الباری ج ۱۳ ص ۱۲)۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں

[illegible]

واذا کان القعود ثبت فی قبره لیس هو مثل قعوده ثبت، فما جاء ت
به الآثار عن النبی صلی الله علیه وسلم من لفظ القعود و الجلوس فی
حق الله تعالی۔ کحدیث جعفر بن ابی طالب۔ رضی الله عنه۔
وحدیث عمر بن الخطاب۔ رضی الله عنه۔ وغیرهما اولی لا یماثل
صفات أجسام العباد

شرح حدیث النزول، ص ۱۵۱، المؤلف تقی الدین أبو العباس أحمد بن
عبد الحلیم بن عبد السلام بن عبد الله بن أبی القاسم بن محمد ابن تیمیه
الحرانی الحنبلی الدمشقی (المتوفی ۷۲۸ھ) الناشر المکتب الإسلامی،
بیروت، لبنان، الطبعة الخامسة، ۱۳۹۶ھ)

جب میت کا قبر میں بیٹھنا دن کے بیٹھنے کی طرح نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں
جلوس اور قعود کے الفاظ جو نبی ﷺ سے حضرت جعفر بن ابی طالبؓ اور حضرت عمر
بن خطابؓ وغیرہ کی حدیثوں میں وارد ہیں تو یہ اس کے زیادہ لائق ہیں کہ وہ بندوں کی
جسمانی صفات کے مثل نہ ہوں۔

[illegible] جناب رسول اللہ ﷺ [illegible]

[illegible]

[illegible]

جب ایسا کہا جاتا ہے، عرش پر چار انگلی جگہ بھی نہیں بچتی ہے۔ تو اس کا معنی ہوتا ہے کہ اس پر بالکل جگہ نہیں بچتی ہے۔ اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات عرش سے بہت عظیم ہے۔ یہ بات معلوم ہے کہ یہ حدیث اگر نبی اکرم ﷺ نے [illegible] ہے تو [illegible] اگر یہ آپ ﷺ کا فرمان ہی ہے تو پھر نبی اکرم ﷺ سے کئی اور ثبات کو رفع نہیں کیا ہے۔ اگر آپ ﷺ سے کئی کا جملہ ہوا ہے تو پھر اثبات تو نہیں کیا ہے۔ جن لوگوں نے اثبات کا ذکر کیا ہے، تو انہوں نے اس کے مناسب اپنے اصول کا بھی ذکر کیا ہے۔ لفظ یہ اور اس جیسی دوسری عبارتیں چاہے وہ کچھ بھی ہوں یا باطل، اہل السنت والجماعت کے مذہب میں کسی قسم کا جرح وقدح نہیں ہے اور نہ ہی کسی قسم کا نقصان بھی نہیں ہے۔

[illegible]

وذلك أن الله معنا حقيقة، وهو فوق العرش حقيقة.

(الفتوى الحموية الكبرى ص ٥٢٠ المؤلف تقي الدين أبو العباس أحمد بن عبد الحليم بن عبد السلام بن عبد الله بن أبي القاسم بن محمد ابن تيمية الحراني الحنبلي الدمشقي (المتوفى ٧٢٨هـ) المحقق د. حمد بن عبد المحسن التويجري الناشر دار الصميعي، الرياض الطبعة [illegible])

یہاں ہمارے ساتھ حقیقی معنی میں ہیں اور اللہ تعالیٰ عرش پر بھی حقیقی معنی میں

وهذه قاعدة [illegible] الصحابة قديمًا وحديثًا لأن الكلام فيه كالكلام في سائر الصفات ونحو ذلك مما يتعلق بالإلهيات من الإيمان بما وصف الله به نفسه

قد قيل إنه يقتضي أن العرش ربع جميع ما خلق الله وليس كذلك [illegible] والصحيح أنه [illegible] العرش

[illegible] قد ثبت في الصحيح أن الله يمسك السماوات على إصبع والأرضين على إصبع [illegible]

[illegible] كما قد ثبت في غير هذا الموضع

فمن [illegible] كان جاهلًا لا يسوغ في مذهب [illegible] ولا غيره

(مجموع الفتاوى لشيخ الإسلام ابن تيمية الحراني الحنبلي الدمشقي (المتوفى ٧٢٨هـ) المؤلف تقي الدين أبو العباس أحمد بن عبد الحليم بن عبد السلام بن عبد الله بن أبي القاسم بن محمد ابن تيمية الحراني الحنبلي الدمشقي (المتوفى ٧٢٨هـ) المحقق محمد رشاد سالم الناشر جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية الطبعة الأولى [illegible])

[illegible] سے یہ [illegible] ہے کہ عرش پر چار انگلی کی جگہ بھی نہیں بچتی۔ یہ حدیث کئی اور [illegible] جیسے حضرت امام اسماعیلیؒ اور حضرت امام ابن جوزیؒ نے نقد وضع کی [illegible] لوگوں نے اس کے شواہد کو ذکر کر کے اس کو قوی قرار دیا ہے [illegible] حدیث پر کسی قسم کا اعتراض وارد نہیں ہوتا ہے۔ کیونکہ علوم کئی [illegible] کے الفاظ وارد ہیں جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان مبارک ہے

الشریف، المدینۃ المنورۃ، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، عام النشر ۱۴۲۲ھ)

۱ ... ہے اور صحیح ... کی نظر ... کی ... مکمل طور پر مستند ہیں ... اثبات کے لئے
... کی ... نے ... کی ہے۔

10 حافظ ابن تیمیہ اپنے مسلک کی تائید میں فرماتے ہیں

"وقد کان کذلک قائما فی المسجد بین ظہرانی الناس یخبر بدینہ فی الکتاب
والسنۃ ولا کلام احد من الصحابۃ والتابعین"

۲ ویقول فی تاسیسہ (ج ۱ ص ۱۰۱) ایضا

ولیس فی کتاب اللہ ولا سنۃ رسولہ ولا قول احد من سلف الامۃ
والصحابۃ ما یجسم ربنا ... لمعانی ثابتۃ بالشرع والعقل بنفی الفاظ لم یرد بعضہا شرع ولا
عقل صحیح وصلاح"

۳ وقولہ ایضا فی تاسیسہ (ج ۱ ص ۱)

"والباری سبحانہ وتعالی فوق العالم فوقیۃ حقیقۃ لیست فوقیۃ
المرتبۃ"

۱ جب ایسے (یعنی مشبہ کا طعن لگانا) ہی ہے، تو مشبہ کے نام کے ساتھ کتاب وسنت میں کہیں بھی مذمت نہیں آئی ہے اور نہ ہی کسی صحابیؓ اور تابعیؒ کے کلام میں اس کی مذمت آئی ہے۔

۲ کتاب اللہ میں، سنت رسول اللہ ﷺ میں، امت کے سلف صالحینؒ کے اقوال میں اور ائمہ کرامؒ کے اقوال میں کہیں نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ جسم نہیں ہیں اور اس کی صفات اجسام اور اعراض نہیں ہیں؟ لہٰذا جو معانی شرع اور عقل سے ثابت ہوں ان کی ان الفاظ سے نفی کرنا جن کے معنی شرع اور عقل سے منفی نہیں ہیں، جہالت اور گمراہی

ہے۔

... (یعنی ... کے ... ہے ...

5.3 ۔ شیخ ابوزہرہ مصریؒ کی تحقیق

... ہے ... میں ... سے مختلف طرق تحریر
... کے ... کے ... سے ... ہے ...
... ہے ... ہے ... کا ... کیا جائے اور ان
... کو ... کے ... سے ہم اس طریقہ عزلی کو
... صحیح قرار دینے کی بجائے اولیٰ واسلم ضرور کہیں گے۔

... ہے ... ہے ...

... ہے ... ہے ...

5.3.1 ۔ استواء اور معیت میں حافظ ابنؒ تیمیہ کا مسلک

... ہے ... کی ثابت ہے کہ ابن تیمیہ ... ہے ...
... ہے ... ہے ... ہے ...
... ہے ... ہے ... ہے ...
... ہے ... ہے

1
2
3
4
5

5.3.2:۔ شیخ ابوزہرہؒ کا تفصیلی نقد

1

2

علم سلف کیا تھا؟

1

1

جسد رکھتا ہے۔ پھر جب انھوں نے یہ تسلیم کرلیا کہ یہ تجسیم اور جسد ہونے کو لازم نہیں ہے تو پھر ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

عُضْوٌ أَوْ بَعْضٌ فَهُوَ قَبِيحٌ

(مجموع الفتاوی ج۵ ص۳۹۳ المؤلف تقی الدین ابو العباس احمد بن عبد الحلیم بن تیمیۃ الحرانی (المتوفی ۷۲۸ھ) المحقق عبد الرحمن بن محمد بن قاسم الناشر مجمع الملک فہد لطباعۃ المصحف الشریف، المدینۃ النبویۃ، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، عام النشر ۱۴۱۶ھ)

(مجموع الفتاوی ج۵ ص۳۹۵ المؤلف تقی الدین ابو العباس احمد بن عبد الحلیم بن تیمیۃ الحرانی (المتوفی ۷۲۸ھ) المحقق عبد الرحمن بن محمد بن قاسم الناشر مجمع الملک فہد لطباعۃ المصحف الشریف، المدینۃ النبویۃ، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، عام النشر ۱۴۱۶ھ)

(مجموع الفتاوی ج۵ ص۳۹۳ المؤلف تقی الدین ابو العباس احمد بن عبد الحلیم بن تیمیۃ الحرانی (المتوفی ۷۲۸ھ) المحقق عبد الرحمن بن محمد بن قاسم الناشر مجمع الملک فہد لطباعۃ المصحف الشریف، المدینۃ النبویۃ، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، عام النشر ۱۴۱۶ھ)

اور اگر صفت خبر یا ذاتی صفات کے ثبوت سے یہ لازم آئے کہ وہ جسم اور جسد ہو۔ تو ان کے کلام کی بنیاد ہی باطل ہوگئی کہ علو کے ثبوت کا قائل ہے کہ وہ جسم اور

الی کے اوپر ہونا ہے بلکہ مخلوق سے

ولا یختلف اھل السنۃ ان اللہ تعالی لیس کمثلہ شیء لا فی ذاتہ ولا فی صفاتہ ولا فی افعالہ بل کتب اھل السنۃ من اصحاب وغیرھم

مجموع الفتاوی ج۵ ص۱۵۱ المؤلف تقی الدین ابو العباس احمد بن عبد الحلیم بن تیمیۃ الحرانی (المتوفی ۷۲۸ھ) المحقق عبد الرحمن بن محمد بن قاسم الناشر مجمع الملک فہد لطباعۃ المصحف الشریف، المدینۃ النبویۃ، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ عام النشر ۱۴۱۶ھ)

ترجمہ اہل السنت والجماعت کا یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذات، صفات اور افعال میں کوئی مثل نہیں ہے بلکہ کتب اہل السنت (حدیث کی کتابوں سے ۔۔۔

۔۔۔ ہے کہ جب کوئی کہنے والا یہ کہے: اگر اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہیں تو اس سے ۔۔۔ لازم آئے گی کہ عرش اللہ تعالیٰ سے بڑا ہوگا یا چھوٹا یا مساوی۔ یہ سب محال ہے۔ اور اسی طرح باقی کلام بھی محال ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عرش پر ہونے سے یہ معلوم

6

5 ۔ شیخ ابن تیمیہؒ کے عقیدۂ تفویض کی عبارات

اکثر ما في هذا (يعني اثبات الصفات الخبرية) انهم اثبتوا ما لا يعلمون حقيقته، لقيام الأدلة الشرعية عليه، وهذا لا محذور فيه، كما اثبتوا ما اخبر به من الجنة والنار، وما فيهما و ملائكته وصفاتهم، وهم لم يعلموا حقيقة ذلك. فهم عن معرفة حقيقة الخالق ابعد

واما ثبوت صفات في نفس الأمر، لم نعلمها فإنه لا ينفي ذلك، ويُخطئ من يقوله. وهؤلاء (يعني المثبتة) يدعون ثبوت صفاته في نفس الأمر، ثم اذا قال أحدهم: إنا لا نعلم كيفيتها أو لا نعلم كيفيتها وحقيقتها، كان هذا كقوله في الذات، ولو قال أقلهم علماً: إنا لا نعلم معناها، لم يكن عدم علمه بالمعنى، ناقضاً من ثبوته في نفس الأمر، وبين عدم العلم بالشيء إلى "علم بعدمه"

(بيان تلبيس الجهمية في تأسيس بدعهم الكلامية، ج۱ ص۳۳۳۔۳۳۴
المؤلف: تقي الدين أبو العباس أحمد بن عبد الحليم بن عبد السلام بن عبد الله بن أبي القاسم بن محمد ابن تيمية الحراني الحنبلي الدمشقي (المتوفى ۷۲۸ھ) المحقق: مجموعة من المحققين الناشر: مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف، الطبعة الأولى، ۱۴۲۶ھ)

شیخ یہاں کو وہ ثابت مانتے ہیں جن کی حقیقت کو وہ نہیں جانتے کیونکہ اس پر ... جیسا کہ وہ اس کا اثبات ...

نفس الامر میں صفات کا ثبوت ہے اگرچہ ہم ان کی حقیقت کو نہ جانتے ہوں ... نہیں کی جا سکتی ہے۔ جو ان کی نفی کرے وہ خطاکار ہے۔ مثلاً (...

(والے) تو نفس الامر میں ان کا ثبوت کرتے ہیں۔ پھر جب اس پر یوں ہے تم ان کی کیفیت کو نہیں جانتے، یا تمہارا کہنا اور حقیقت کو نہیں جانتے۔ یہ قول ایسا ہی ہے کہ ذات کے بارے میں ہے پھر کوئی کہ علم یوں کہے ہم ان کے معانی کو نہیں جانتے۔ ان کے معانی کا عدم علم نفس الامر میں ثبوت سے مانع نہیں ہے۔ تو کسی کا عدم علم اس کے وجود کی نفی کہاں کر سکتا ہے؟

والترجمة وغيرها

٨ فيقال في مثل سورة [illegible] المعلوم والكتبة بجهة [illegible] بإيمان
واجب وتصديق به بدعة

٩ وهكذا يقال في سائر الصفات التي هي بمثابة الاستواء الوارد به
الكتاب والسنة

١٠ وسئل عن محمد بن الحسن الشيباني حيث قال في
[illegible] كفروا من أنكر رؤية الله بالأبصار في الآخرة بالأحاديث
التي جاءت بها عن رسول الله صلى الله عليه وسلم في صفة
ربنا عز وجل من غير تفسير ولا وصف ولا تشبيه فمن فسّر اليوم من
ذلك شيئا فقد خرج مما كان عليه النبي صلى الله عليه وسلم وفارق
الجماعة فإنهم لم يصفوا ولم يفسروا ولكن آمنوا بما في الكتاب
والسنة ثم سكتوا فمن ذهب بعد ذلك مذهب الجهمية فإنه
١١ قاطع [illegible] عن الله أن يراه يوم القيامة حتى يحكي بجهة في هذه
الدنيا ولا خير فيمن لم يقف على إجماعهم ولزم التشبيه من
السكوت عن تأويله فإنه لا يدري لعله ذلك في نفسه لا يجوز على الله وما يمتنع عليه

١٢ وسئل عن إسماعيل بن عبد الرحمن الصابوني أنه قال إن أصحاب
الحديث اليوم متمسكون بالكتاب والسنة يعرفون بهما [illegible]
والذي اعتقده الذي نطق به كتابه وشريعته رسوله وجماعة علماء
المسلمين وبه أدين لله تعالى الصحيح وتقد [illegible] أعداء الله
المبتدعين بمقالاته المستحدثة خلفه ولا يكفرون أحدا منهم ولا
يحرمون شيئا من الحلال لأجل تحريف المعتزلة والجهمية

١٣ وقد أجاد أئمة أهل السنة في التعريف والتكييف وفي تفهيم
المتفهم والعبارة عن سبيل التوحيد والتنزيه وتوكيد القول

والتعطيل والتشبيه والتكييف [illegible] كتبه سبق [illegible]
[illegible] وبيان ذلك [illegible]
حيث"

وقال سعيد بن حسين "لم يزل الله يوصف نفسه في القرآن
وعلى لسان [illegible] بما وصف الله تعالى به نفسه لا يجوز لأحد
تعالى على صفات الله تعالى "الذي خلق السموات والأرض في ستة أيام
ثم استوى على العرش" نعلم ربنا تعالى وتقدس وتعالى بنفسه
فوق عرشه وعلى السماء ونعلم ربنا وتعالى وتقدس بنفسه محيط على
المخلوقين بعلمه لا إله إلا هو وصف بذلك نفسه وعلى لسان نبيه عليه الصلاة
والسلام

وقال عبد الله بن الحسن [illegible] الله تعالى [illegible] على هذه
الأشياء [illegible] فيه ولا يتجاوز [illegible] وما قال به سعيد
[illegible] فيما وصف به نفسه

وقال محمود "من كلم بالله الشكوك عن غير ما وصف به نفسه"
وسئل عن محمود أبي بكر عبد الله بن الزبير، أنه قال: "أصول
[illegible] وما نطق به القرآن والحديث
[illegible] والسماوات بطوقاتها بيمينه [illegible] لم
يزد فيه ولا نقص عن ما وقف عليه القرآن [illegible]
الرحمن على العرش استوى [illegible] على عرشه فوق
سبعة سماواته [illegible] شيء من صفاته [illegible]
ظاهرها ونفي التكييف عنها لأن الكلام في الصفات فرع عن الكلام
في الذات وإثبات الذات إثبات وجود لا إثبات كيفية فكذلك

اثبات الصفات وعلى هذا مضى السلف كلهم

وما أحدث عن أحد تفسير شيء من هذه الصفات ولا تأول شيئا منها إلا شخص عرف بالعلم وشاركهم فيما هم فيه من الإيمان بما وصف الله به نفسه في كتابه وبما وصفه به رسوله من غير تحريف ولا تكييف ولا تمثيل فإن هذا العلم قد توارثه الخلف عن السلف كابرا عن كابر وقرنا بعد قرن وجيلا بعد جيل وكان فيما مضى من أئمة الهدى ومصابيح العلم من هو أجل قدرا وأعظم خطرا وأبعد صيتا وأغزر علما وأقل في المتكلفين نظيرا ممن يأتي بعدهم بكثير وقد كان الناس على عهدهم أرغب في الخير وأحرص عليه وأسرع في الفضيلة وأبعد عن الشر وأكره له وأنتم اليوم أحرى أن تلحقوا بالأمس منكم بالأمس الذين كانوا قبل اليوم بالأمس فاحذروا ما حدث بعدهم فما أحدث الأحدث إلا ما تجاوز هديهم ورغب بنفسه عنه وتعمق وتنطع وتكلف وخالف من كان قبله واعلموا أن اتباعكم لما كان عليه سلفكم الصالح ما لم يدرسوا من العلم النافع الذي به كانت العبادة لله أعظم وأكمل فاجتهدوا في البقاء على أثرهم والسير على نهجهم فكم تركوا لمن بعدهم من مقال لمتكلم أو رأي لذي رأي ومجال لمستنبط وإنما يستدرك الفضل على من قصر في طلبه وبلغ الغاية من لم يعرف قدرها وتجاوزها من وقف دونها ما لأقوام قصروا فجفوا وطمحت بهم أمور فمرقوا وإنهم فيما بين هذين لعلى هدى مستقيم

(مجموع الفتاوى ج ۳ ص ۳۸، المؤلف تقي الدين أبو العباس أحمد بن عبد الحليم بن تيمية الحراني (المتوفى ۷۲۸ھ) المحقق عبد الرحمن بن محمد بن قاسم الناشر مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف، المدينة النبوية، المملكة العربية السعودية عام النشر ۱۴۱۶ھ)

ترجمہ: صفات کے بارے میں سلف صالحین کا اصول یہ ہے

اللہ تعالیٰ کے وہ اسماء و صفات جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے یا ان کے رسول ﷺ نے بیان کیا ہے بغیر ان پر کسی کی دخل کے بغیر کسی تاویل و تفسیر کے بغیر ظاہری معنی سے کسی تاویل سے بغیر مخلوق کی صفات و خصوصیات کے ساتھ تشبیہ کے بغیر ہے ہم رکھنا ان صفات کو اسی طرح ذکر کرنا چاہیے وہ وارد ہوئی ہیں اور ان کے علم و معنی کو ان کے قائل کے سپرد کرنا۔

چلیں، آگے فرماتے ہیں اور یہی حضرت امام شافعیؒ سے بھی روایت کیا گیا ہے: میں اس پر ایمان لایا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے، اور جو جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہمارے پاس آیا ہے، اس معانی کے ساتھ جو رسول اللہ ﷺ کی مراد ہے۔

سلف صالحینؒ نے یہ جانا کہ ان صفات کے بارے میں بات کرنے والا سچا ہے جس کی سچائی میں کوئی شک نہیں ہے، تو اس بات کی تصدیق کرو، اور اگر وہ اس کے معنی کی حقیقت کو نہیں جانتے تھے، تو وہ جس کو نہیں جانتے تھے، وہاں خاموش رہتے تھے۔ اس علم کو بعد کے زمانے والوں نے پہلے لوگوں سے حاصل کر لیا تھا۔ انہوں نے ایک دوسرے کو حسن اتباع اور جہاں پہلے لوگوں نے توقف کیا تھا ان کو بھی توقف کی وصیت کرتے تھے۔ انہوں نے ان کے راستے سے تجاوز کرنے اور ہٹنے سے خوب ڈرایا تھا۔ ان لوگوں نے ہمارے لیے یہ راستہ اور طریقہ بیان کر دیا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس راستے پر قائم رکھے اور اس کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے جس کو انہوں نے بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس رستے پر چلائے جس پر وہ چلے تھے۔

[illegible] ہمارے پاس قرآن مجید و [illegible] ﷺ [illegible] مبارکہ کو جیسے طریقے سے نقل کیا ہے جو سچا، قابل اعتماد اور بغیر کسی شک و شبہ کے ہے۔ اس کے قائل کے بارے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ ان سلف صالحینؒ نے صفات باری تعالیٰ کے بارے میں کسی تفسیر کو بیان نہیں کیا ہے، اور نہ اس کی کسی قسم کی تاویل کی ہے۔ نہ انہوں نے مخلوق کی صفات کے ساتھ باری تعالیٰ کی مشابہت بیان کی ہے۔ اس لیے کہ اگر سلف صالحینؒ نے ایسا کیا ہوتا تو ان سے مروی اس بارے میں منقول ہوتا۔ یہ بات درست نہیں ہے کہ ان کی یہ بات مکمل طور پر چھپی رہ گئی ہو۔ جس بات کا بیان کرنا اور اس کی معرفت حاصل کرنا ضروری ہو، اس کے چھپا دینے میں ایک دوسرے کی موافقت کرنا جائز نہیں ہے۔ اس لیے کہ جھوٹ بات سے نقل کرنے میں

۵

خوارج کا ظہور ہوا تو وہ اس کے پاس آئے۔ تو اس سے کہا گیا اب تیرا وقت آ گیا ہے۔ تو اس وقت صبیغ نے کہا نہیں۔ مجھے نیک آدمی کی نصیحت نے نفع پہنچایا ہے۔

حضرت امام مالک بن انس سے [illegible] اللہ قرآن مجید میں سے [illegible] استوی (طٰہٰ 5) [illegible] استواء کیسا ہے؟ تو اس شخص کی اس بات سے حضرت امام مالکؒ پر (حق تعالیٰ کی عظمت اور ہیبت کی بنا پر) ایسی کیفیت طاری ہوئی اور وہ (خوف سے) پسینہ پسینہ ہو گئے۔ لوگ خاموش ہو رہے اور اس بات کا انتظار کرنے لگے کہ اب کیا ہوگا؟ (حضرت امام مالکؒ کی حالت کچھ دیر بعد سنبھلی) تو اپنا سر اٹھا کر سائل کی طرف متوجہ ہوئے۔ تو حضرت امام مالکؒ نے فرمایا "استواء تو مجہول نہیں ہے اور کیفیت غیر معقول (بدکیف) ہے۔ اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے۔ اے سائل! میں تو تجھے برا آدمی سمجھتا ہوں"۔ پھر اپنے اصحاب سے فرمایا "اس کو یہاں سے نکال دو"۔

جس شخص نے استواء کی تاویل استیلاء (غالب ہونا) سے کی۔ تو اس نے اس کا وہ معنی کیا جو حضرت امام مالکؒ نے جواب میں نہیں فرمایا ہے۔ اس شخص نے حضرت امام مالکؒ کے مخالف راستے کو اختیار کیا۔ استواء کے بارے میں حضرت امام مالکؒ کا یہ جواب تو صفات باری تعالیٰ کے بارے میں شامل ہے۔ [illegible] باری تعالیٰ کا آنا یا ہاتھ [illegible] وغیرہ۔

یہ اس لیے کہ [illegible] باری تعالیٰ کے بارے میں کہا جائے گا [illegible] تو معلوم ہے اور کیفیت مجہول ہے (کیف) ہے۔ [illegible] پر ایمان [illegible] کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے"۔

یہی تمام صفات باری تعالیٰ کے بارے میں کہا جائے گا۔ کیونکہ یہ صفات بھی اسی طرح کی ہیں جیسے کہ استواء کی صفت قرآن مجید میں وارد ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ نے تو حضرت امام محمد حسن شیبانی سے بیان کیا

صحیح تقسیم و تعریف سے نواز کر احسان کیا ہے۔ اس طرح انھوں نے توحید اور تنزیہ
باری تعالیٰ والا راستہ اختیار کیا، اور انھوں نے تعطیل (صفات کی نفی) اور تشبیہ (صفات
باری تعالیٰ میں مخلوق جیسی صفات کی مشابہت بیان کرنا) والے دونوں عقیدہ کو ترک
کر دیا۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ سے نقص و عیب کی نفی پر ہی اکتفا کیا ہے۔ اور اپنے عقیدہ
کو ان آیات سے ماخوذ بنایا ہے

لیس کمثلہ شیء وھو السمیع البصیر (الشوریٰ ۱۱)

اور جیسی کے مثل نہیں ہے وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ. اَللّٰهُ الصَّمَدُ. لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ. وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ

(سورت اخلاص: ۱تا۴)

کہہ دو "بات یہ ہے کہ اللہ جو ذات سے ایک ہے۔ اللہ ہی ایسا ہے کہ سب اس کے
محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں۔ نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔
اور اس کے جوڑ کا کوئی بھی نہیں"۔

حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں: "دین کی جس بات کو بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہیں
پہچانتے تو وہ ہرگز دین نہیں ہے"۔

حضرت حماد بن سلمہؒ سے یہ بات ثابت ہے کہ انھوں نے فرمایا میں نے امام
ابو حنیفہؒ سے صفات باری تعالیٰ کے بارے میں سوال کیا تو آپؒ نے فرمایا
"عقلوں پر یہ حرام ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تمثیل اور تشبیہ بیان کریں، فکر و خیال پر حرام
ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے حد بیان کریں، نفس و گمان کرنے والوں پر حرام ہے کہ وہ
[illegible] میں قطعی [illegible] ہے۔
[illegible] کہ اللہ تعالیٰ کی ذات [illegible] ہے کہ اللہ تعالیٰ کا
ارشاد کریں، ہاں مگر وہ جو صفات کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی
کتاب مبارک سے فرمایا ہو"۔

حضرت امام حسن بصریؒ سے یہ بات ثابت ہے کہ انھوں نے فرمایا "معتزلہ نے ان

[illegible] مشرق و مغرب کے تمام فقہاء [illegible] نقل کیا ہے
[illegible] جو [illegible] صحیحین [illegible] ہیں ان پر [illegible]
بعینہٖ تفسیر کے [illegible] وہ ہے۔ پھر جو ان کی تفسیر کرے گا وہ نبی
اکرم ﷺ اور آپؐ کے اصحابؓ کے طریقے سے ہٹ جائے گا اور جماعت اہل السنت
والجماعت سے خارج ہو جائے گا۔ اس لیے کہ وہ تو ان کو بیان کرتے تھے اور ان
کی تفسیر کرتے تھے لیکن وہ تو جو کچھ کتاب و سنت میں بیان ہوا ہے، اس پر ایمان
لاتے تھے پھر خاموش ہو جاتے تھے۔ پھر جس شخص نے ہم نامی شخص (فرقہ جہمیہ کا
بانی) والا قول اختیار کیا تو وہ جماعت اہل السنت والجماعت سے خارج ہو گیا"۔

اے مخاطب (اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے) اس امام کی طرف دیکھ کس طرح حضرت
امام محمدؒ نے اس مسئلہ میں سلف صالحین کا اجماع نقل کیا ہے۔ جو اجماع سے نقل چلے
آ رہے ہیں ان کے [illegible] ہیں سے۔ [illegible] صفات باری تعالیٰ میں تاویل کرنے کی
[illegible] طریقہ سے [illegible] ذات کو [illegible] اس سے [illegible] حقیقی
[illegible] کرتے [illegible] کرتے ہیں کہ سلف صالحین [illegible] سب سے
زیادہ اس بات کے جاننے والے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے کیا جائز ہے؟ اور کیا ممنوع
ہے؟

حضرت اسماعیل بن عبدالرحمٰن صابونیؒ سے یہ بات ثابت ہے کہ انھوں نے فرمایا
[illegible] اہل السنت والجماعت کو مضبوطی سے تھامنے والے ہیں، اپنے رب تعالیٰ کو
[illegible] جانتے ہیں ان صفات کے بارے میں جن کو کتاب اللہ اور اللہ کے
[illegible] رسول اللہ ﷺ نے بھی اس کی گواہی دی ہے۔ ان صفات
میں [illegible] جو احادیث صحیحہ [illegible] ہوئی ہیں [illegible] ان کو [illegible]
[illegible] سے بیان [illegible] ہیں۔ [illegible] صفات باری تعالیٰ میں مخلوق کی صفات سے
[illegible] تشبیہ [illegible] نہ [illegible] تعطیل کرتے ہیں [illegible] کیفیت کو بیان کرنے
[illegible] سے [illegible] کرتے تھے، اور نہ ہی کلام کو اس کے مواضع سے ہٹا کر معتزلہ اور جہمیہ والی تحریف کرتے تھے۔
بیشک اللہ تعالیٰ نے اہل السنت والجماعت کو تحریف (غلط معانی اخذ کرنا) اور تکییف

پر گذرے واقعات کے بارے میں کلام کرنا شروع کر
بھی کلام نہیں کیا گیا ہے اور نہ اس کے بعد بھی ہوگا۔ لوگوں نے عرض کیا اے
دیکھا ہے؟ حضرت حسن بصری نے فرمایا "جو تعریف اللہ تعالیٰ
ہے جس
سے اس

ہے

اصحاب
وہ

مسرفانہ نفس کیف یشاء

ہے

ہوتے ہیں تک

ہے

والسماوات مطویات بیمینہ سبحانہ وتعالیٰ عما یشرکون

ہے

وقت
پر اس نظم میں دیکھنے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا حق تھا اور حق عظمت ادا کرنا قول
توحید کے بغیر ممکن نہیں۔ حالانکہ اس کی شان یہ ہے کہ ساری زمین اس کی مٹھی میں
ہوگی، قیامت کے روز اور آسمان لپٹے ہوئے ہوں گے، اس کے دائیں ہاتھ

ہے

اس جیسی

ہم

ہے

ہے

ہیں

الرحمٰن علی العرش استوی (سورت طٰہٰ:۵)

وہ بڑی رحمت والا عرش پر

ہے

ہے

ہے

جس پر تم ہو تو تم ان سے پیچھے رہ جاؤ گے۔ ان کے بعد ان کی جگہ
پیدا ہوئیں۔ تو یہ جماعت ان لوگوں نے پیدا کیں جنھوں نے ان کے راستے کو چھوڑ
دیا تھا۔ اور اپنے نفس کی بات کو مرغوب بنا لیا۔ اور نبی اکرم ﷺ سے منقول سب
صحابہؓ کے طریقوں کو چھوڑ کر اپنی عقل و فکر سے گڑھی ہوئی باتوں کو اختیار کر لیا۔

اس طرح [illegible] چیزوں کو بیان کر دیا ہے اور اس بارے میں
ثابت کلام یہ ہے۔ جو اس سے پیچھے رہ گیا اس نے تقصیر کی اور جو ان سے آگے بڑھ
[illegible] تقصیر کی تو انھوں نے علم [illegible]
دوسرے لوگ ان سے آگے بڑھ گئے تو انھوں نے غلو کیا۔ بیشک صحابہ [illegible]
[illegible] میانہ [illegible] مستقیم [illegible]

پانا ہے

5.6:۔ شیخ ابن تیمیہؒ کے عقائد کی تحقیق کا محاکمہ

[illegible] میں کئی مجالس مناظرہ دمشق میں منعقد ہوئیں جس [illegible]
[illegible] حافظ ابن تیمیہ [illegible] دلیل کے طور پر پیش کرنے کا [illegible]
[illegible] اور اگر حدیث صفت [illegible] کا بھی یہی عقیدہ تھا، جس [illegible]
[illegible] کی امام احمدؒ کے ساتھ کوئی خصوصیت نہیں ہے بلکہ [illegible]
[illegible] کا یہی [illegible] مسلک کا عقیدہ ہے [illegible]
[illegible] شیخ علی الدین [illegible] کے طریق پر چلتے ہیں [illegible]

[illegible] میں [illegible] کہ شیخ کے بعض [illegible]

[illegible] شیخ تقی الدین [illegible]
[illegible] آئی۔ ان سب علماء میں سے کوئی بھی حافظ ابن تیمیہؒ سے [illegible]
[illegible] دلائل سے

۲۳ [illegible] حافظ [illegible] میں [illegible]
[illegible] حافظ [illegible] سے [illegible]
[illegible] سے اس کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے [illegible] حافظ
[illegible] شیخ [illegible] کے [illegible] حافظ ابن تیمیہ [illegible] قاضی صاحب
[illegible] کے خطبہ دیا، اکابرات کے [illegible] حافظ ابن تیمیہ [illegible]
[illegible] میں [illegible] حریف و خصم ہیں۔ اس لیے ان کو حکم کرنے کا کوئی حق نہیں اور آگے کوئی
[illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] نے اس کو یوں بیان کیا ہے

لما وقع إليه من أمور تنكر في ذلك المجلس فعقد له مجلس في سابع رجب
وسئل عن عقيدته فأملاها بخطه ثم اختصروا العقيدة التي تعرف بالواسطية
فعرضت عليه وبحثوا في مواضع ثم اختصروا في ثاني عشرة وقرروا الصفدي
البيدي يبحث معه ثم أخروه وذكر الكمال الزملكاني ثم انفصل الأمر
على أنه شهد على نفسه أنه شافعي المعتقد فأشاع أتباعه بمصر فضرب
بمصر ورفقوا واحدا من أتباع ابن تيمية إلى الجلال القزويني نائب الحكم
بالعدلية فعزره وكذا فصل الحنفي بالصعيد ثم في ثاني عشرين رجب قرأ
السري فصلا من كتاب أفعال العباد للبخاري في الجامع فتسلط بعض الشافعية

فغضب وقاموا لنصر المعتصم دون بغداد وكتبوا إلى القاضي المالكي قد نصبه فيج بن قبيحة شرحه إلى الحسن فحرجت بيده فبيع القاضي فصبح ابن قبيحة فلما أتى ابن قبيحة فتح الحر بحضرة نائب دمشق بن تيمية على القاضي فكون نائبه حلال بعين من حضره في غيبة القاضي المالكي ويأذن له بالحكم على عادته فعل كذا به فقصد بذلك تحكيم نفسه بغير علم المحضر في سبيل رجب وجرى فيه بين ابن تيمية المذكور وبين بركة قضاء بن تيمية المذكور لأن بركة جرى على سابقيه فلم حتى يكون نائب بقضاء الله هي بحكم بعد بين حضرة من عادة قبول نفسه وقاد عادته لأمره وولاه نائب وحكم بحضرة نفسه ولاية وعقد المالكي فرسخ في مصر به وعلم أن ولاية لم تصح فصمم على العزل فرسم نائب دولابه بالتوجه إلى أن يرد أمر السلطان ثم وصل بريدي في أواخر شعبان بعوده ثم وصل بريدي في خامس رمضان بطلب القاضي والشيخ وابن مسلم بحضرة من جرى للشيخ في سنة ٧٩٨هـ ثم وصل مملوك نائب وخبر الجاسكير والقاضي المالكي قد قاما في الإنكار على الشيخ وأن الأمر اشتد بمصر على الجاسكير حتى صنع بعضهم ثم توجه القاضي والشيخ في عشرة وبعضهم جماعة فوصلا في العشر الأخير من رمضان وعقد مجلس في ثالث عشر منه بعد صلاة الجمعة فادعى على ابن تيمية عند المالكي فلما عدوه وبه يحب على بدعة فذكر عبده فاحضر فحكم بالكتب بحبسه

(الدرر الكامنة في أعيان المائة الثامنة، ج١ص١٦٩، ١٧٠، ١٧١، المؤلف: أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى ٨٥٢هـ) المحقق: مراقبة: محمد عبد المعيد ضان الناشر: مجلس دائرة المعارف العثمانية، حيدر آباد، الهند الطبعة: الثانية، ١٣٩٢هـ)

محمد بن عبد الرحيم بن محمد جمال الدين القيسي المصري الشافعي

وبسبب عقده بمجلس المحاكمين لأمر نسبه على المنبر في بعض ... فقال له القاضي لابن تيمية في مجلس أنت على المنبر وسط من هذا إلى ... فقال ابن تيمية في مجلس كان فيه نائب دمشق وعبده وزير وكان ... فقال على مذهب السلف يا قاضي في آخر عصر منه ...

(الدرر الكامنة ج١ص٢٦٢، ٢٦٣، ٢٦٤، ٢٧٩)

حافظ ابن حجرؒ اپنے عہد کی ایک ممتاز شخصیت تھے۔ ان کے معاصرین سے لے کر ... ان میں بعض لوگوں نے ان کی طرف عقیدۂ تجسیم کی نسبت کی ہے، اور بعض لوگ ان ... نقد و تبصرہ کرتے ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ کی عبارات بھی اس بارے میں مختلف ہیں۔

... ابن تیمیہ کی طرف تجسیم کی نسبت کرتے ہیں کہ حافظ ابن تیمیہؒ کے کلام ... میں تجسیم و مجسمی مذمت کی گئی ہے، اس کی یہ وجوہ ہو سکتی ہیں

... سے تجسیم کی مذمت ہی کی گئی ہے۔

... سے جو کلام کی عبارتیں ... حافظ ابن حجرؒ کی ...

... ابن تیمیہ کی ...

... ابن تیمیہ کی ...

... ابن تیمیہ کی ...

... ابن تیمیہ کی ...

5.6.1:۔شیخ ابن تیمیہؒ کا اپنے سابقہ عقائد سے رجوع کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ کی شہادت

وسلم بالمدينة في الحبس في سبع قعدات اخرجت فصل
فاخرج في ربيع الأول في الثامن وعشرين منه وحضر الي القصد
ورفع بحضر جمع بعضهم عقيدته فكتب عليه محضر بانه قال ان
الله تعالي جسم وجسمه بخلاف الاجسام وانه في العرش بمعني قاعد
بذاته وهو جسم في جهة العرش وغير مخلوق وليس
بحرف ولا صوت وقاله "يرحمن علي العرش استوي" ليس
عندي فيه نفي ولا اثبات وقاله ان الله لا يتكلم ولا يتكلم في
الشروق كالغروب في الاستواء وكتب جميع ما يعتقده ثم سيدعو عليه
انه تاب عما يُسأل عن ذلك يُختار وذلك في خامس عشري ربيع
الأول منه يخ وشهد عليه بذلك جمع جم من العلماء وغيرهم
وسكن بعض وفرج عنه وسكن آخرون

(الدرر الكامنة في اعيان المائة الثامنة ج۱ص۱۷۴،۱۷۳، المؤلف ابو
الفضل احمد بن علي بن محمد بن احمد بن حجر العسقلاني (المتوفى
۸۵۲ھ) المحقق ومراقبة محمد عبدالمعيد خان الناشر مجلس دائرة
المعارف العثمانية حيدر اباد الدكن الطبعة الثانية ۱۳۹۲ھ)

ترجمہ: ابن تیمیہ کو قید خانہ میں بند کیا گیا تو وہاں بعض علماء نے ان سے
بعض عقائد کے بارے میں سوال کیا جو اس نے لکھ کر دیئے۔ پھر ربیع الاول
کی سترہویں تاریخ کو نکالا گیا اور قلعہ میں لایا گیا تو وہاں بعض فقہاء سے ان کا بحث مباحثہ ہوا تو وہاں ایک محضر نامہ
تیار کیا گیا جس کا مضمون یہ تھا

میں اشعری ہوں۔
باران کے ہاتھ سے لکھی ہوئی تحریر پائی گئی۔
[illegible] "قرآن مجید کا متکلم اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم
[illegible] قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی [illegible]
[illegible] مخلوق ہیں [illegible]
[illegible] کہتا ہوں اس بارے میں جو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے
الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى (سورت طٰہٰ ۵)
وہ بھی رحمت والا عرش پر اچھی طرح قرار پائے ہوئے ہے۔
[illegible] اور حیات ہوں
[illegible] بلا ان کو اللہ تعالیٰ سے [illegible] کی نہیں جاتا
[illegible] اللہ تعالیٰ سے [illegible]
[illegible]

پھر ہم نے دیکھا کہ ابن تیمیہ نے اس کے مخالف عقائد سے توبہ کر لی ہے۔
[illegible] بیس [illegible] پچیس (۲۵) ربیع الاول [illegible] کو
[illegible] تو [illegible] کو پکڑا گیا اور وہ قاہرہ میں سکونت پذیر ہو گئے۔

5.6.2:۔شیخ ابن تیمیہؒ کا اپنے سابقہ عقائد سے رجوع کے بارے میں علامہ نویریؒ کی شہادت

علامہ نویری فرماتے ہیں:

وانه لقي الدين لانه استمر في الحبس بقلعة الجبل الى ان وصل الأمير
حسام الدين مهنا (حسام الدين مهنا بن عيسى بن مهنا امير آل فضل الطوق
۷۲۹ھ) إلى الأبواب السلطانية في شهر ربيع الاول سنة سبع وسبعمائة

فسأل السلطان في أمره وشفع فيه فأمر بإخراجه، فأفرج في يوم الخميس ثالث وعشرين من الشهر وحضر إلى دار النيابة بقلعة الجبل وحضر بحث مع بعض فقهائه، ثم اجتمع جماعة من غير أعيان وهو لحضره القضاة وذلك لمرض قاضي القضاة زين الدين المالكي، ولم يحضر غيره من القضاة، وحصل البحث وكتب خطه ووقع الإشهاد عليه، وكتب بصورة المجلس مكتوب مختصر له

بسم الله الرحمن الرحيم

شهد من يضع خطه أخره أنه عقد مجلس تقي الدين أحمد بن تيمية الحراني الحنبلي بحضرة المقر الأشرف العالي المولوي الأميري الكبيري السيفي العادلي السيفي، ملك الامراء ملاذ الملكي الناصري، نائب السلطنة المعظمة أسبغ الله ظله، وحضر فيه جماعة من السادة العلماء الفضلاء أهل الفتيا بالديار المصرية بسبب ما نقل عنه ووجد بخطه الذي عرف به في ذلك من الأمور المتعلقة باعتقاده "أن الله تعالى يتكلم بصوت، وأن الأحرف على حقيقته، وغير ذلك مما هو مخالف لأهل الحق"، الذي المجلس بعد أن جرى فيه مباحث معه ليرجع عن اعتقاده في ذلك، إلى أن قال بحضرة شهوده

1 أنه أشعري. ووقع كتاب الأشعرية على اسمه، وأشهد عليه بما كتب به خطه وصورته

2 الحمد لله الذي اعتقده أن القرآن معنى قائم بذات الله، وهو صفة من صفات ذاته القديمة الأزلية، وهو غير مخلوق وليس بحرف ولا صوت. كتبه أحمد بن تيمية

3 والذي أعتقده من قوله: "الرحمن على العرش استوى" أنه على ما قاله الجماعة، أنه ليس على حقيقته وظاهره، ولا أعلم أن المراد

منه بل لا يعلم ذلك إلا الله تعالى. كتبه أحمد بن تيمية،

والنزول في النزول كالقول في الاستواء، القول فيه هو القول فيه، ولا أعلم كنه المراد منه بل لا يعلم ذلك إلا الله تعالى، ولي على حقيقته وظاهره. كتبه أحمد بن تيمية

وذلك في يوم الأحد خامس عشرين شهر ربيع الآخر سنة سبع وسبعمائة

هذه صورة ما كتب بخطه، وأشهد عليه أنه تاب إلى الله تعالى مما يخالف هذا الاعتقاد في المسائل الأربع المذكورة بخطه، وتلفظ بالشهادتين المعظمتين، وأشهد عليه أنه بالطواعية والاختيار في ذلك. ووقع ذلك كله بقلعة الجبل المحروسة من الديار المصرية حرسها الله تعالى بتاريخ يوم الأحد الخامس والعشرين من شهر ربيع الأول سنة سبع وسبعمائة، وشهد عليه في هذا المحضر جماعة من الأعيان المثبتين والعدول، وخرج عنه واستقر بالقاهرة بدار شهير

(نهاية الأرب في فنون الأدب، ج٣٣ ص١١٧، ١١٨، ١١٩ المؤلف أحمد بن عبد الوهاب بن محمد بن عبد الدائم القرشي النويري الكبير، شهاب الدين النويري (المتوفى ٧٣٣هـ)، الناشر دار الكتب والوثائق القومية، القاهرة، الطبعة الأولى ١٤٢٣هـ)

شیخ تقی الدین ابن تیمیہ کو قلعہ الجبل کے قید خانہ کے کنویں میں بند کیا گیا، یہاں تک کہ میر حسام الدین مہنا (حسام الدین مہنا بن عیسیٰ بن مہنا آمیر آل فضل، المتوفی ٧٣٥ھ) اور ربیع الاول ٧٠٧ھ میں الملک سلطان یہ پہنچے تو سلطان سے اس معاملے میں عرض کی اور اس بارے میں سفارش بھی کی۔ تو سلطان نے شیخ ابن تیمیہ کے نکالنے کا حکم دیا۔ تو ابن تیمیہ کو جمعہ کے روز ربیع الاول کی تیس (٣٠) تاریخ کو جیل سے رہا کیا گیا۔ شیخ ابن تیمیہ کو قلعہ الجبل میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

1 میں اشعری ہوں۔ اشعری کی کتاب کو عقائد ابن تیمیہ کے سر پر رکھا گیا۔ میں اس چ
گواہی دیتا ہوں جو اس کتاب میں تحریر کیا گیا ہے۔ اس کی صورت یہ ہے

2 الحمد للہ میں اس کا اعتقاد رکھتا ہوں کہ "قرآن مجید کا متکلم اللہ تعالیٰ کی ذات سے
ساتھ قائم ہے۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی ذات کی تقریر اور دوسری صفات میں سے
ہے۔ قرآن مجید مخلوق نہیں ہے۔ یہ حرف بھی نہیں ہے اور نہ صوت ہے۔

اور جس چیز کا میں اعتقاد رکھتا ہوں اس بارے میں جو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

اور خص علی العرش استوی ۔ سورت طٰہٰ 5

اور بڑی رحمت والا عرش پر اسو فرمائے ہوئے ہے۔

کوئی بھی نہیں جانتا۔

اس عبارت کو

رسول ہمارے اللہ تعالیٰ کے بارے میں اپنی قول ہے جو وہ اللہ کے بارے میں ہے۔ میں

حاشیہ

پھر بھی بہت سے لوگ شیخ ابن تیمیہ کے اقوال سابقہ کو اختیار کرتے ہوئے یہ
رکھتے ہوئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا جسم ہے جس کی حدود، طول، عرض اور ابعاد ہیں۔ یہ
اگرچہ ان الفاظ کا استعمال نہیں کرتے مگر یہ لوگ ان معانی کا اطلاق ضرور کرتے ہیں
ختم بالائے ہم یہ کہ [illegible] میدہ رکھتے ہیں اور وہ
ای یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ یہ لوگ سلف صالحین کے طریقہ کار کے [illegible]

5.7:۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی زریں نصیحت

علامہ ابن جہبل (المتوفی ۳۳۳ھ) اپنی کتاب "الحقائق الجلیۃ فی الرد علی
ابن تیمیۃ فیما أورده فی الفتوی الحمویۃ" میں فرماتے ہیں
[illegible] ابن تیمیہ") نے اگر کوئی ایسا کلمہ اپنے دلائل میں پیش کیا ہے جو
[illegible] ان کی حقیقت و بطلان [illegible] ایک [illegible] سے کسی
[illegible] مجمل یا متشابہ کلمات پیش کیے [illegible] حقیقت میں [illegible] کی طرف
[illegible] سے واضح کی جانی چاہیے جن کو دلیل سے پیش کیا جا رہا ہے [illegible]
[illegible] اس کی [illegible] [illegible] سے
[illegible] ہیں

"حق بات کو قبول کرو چاہے کہیں سے بھی آئے، اگرچہ وہ لانے والا کافر یا فاجر ہی
کیوں نہ ہو، اور حکیم اور دانا کی لغزش اور حق سے انحراف سے بچ کر رہو"۔ لوگوں نے
عرض [illegible] کیسے پہچان لیں کہ کافر حق بات کہہ رہا ہے؟ (آپ ﷺ نے
[illegible] حق سے [illegible] جاتے۔
[illegible] میں [illegible] سے مکمل الفاظ یہ ہیں۔

حدثنا یزید بن خالد بن یزید بن عبد اللہ بن موهب الهمدانی حدثنا
اللیث عن عقیل عن ابن شهاب أنا أبو إدریس الخولانی عائذ اللہ
أنه سمع معاذ بن جبل وکان من أصحاب معاذ بن جبل أنه
قال کلمة لا یعقلها معاذ ولا یحسبها إلا قال اللہ حکم

[illegible] فیک لبس [illegible] قال معاذ [illegible] ان [illegible] حکم
[illegible] یکفر فیها سفهاء ویتضح فیها کفر [illegible] حتی یاخذ [illegible]
[illegible] یعقلون، ویترکن، والمروءة والتقی والکرم والعقل وبعرف
[illegible] فیک فاتق أن یقول ما لا تعرفون واقبل الحق إذا سمعته فإن
[illegible] یتبعنی حتی تتبع فیهم غیرهم وإیاکم وما ابتدع فإن ما ابتدع
[illegible] وحذرکم زلة الحکیم، فإن المنافق قد یقول کلمة
[illegible] علی لسان الحکیم وقد یقول الکافر الکلمة تحن"
[illegible] قلت لمعاذ ما یدریني رحمک اللہ أن الحکیم قد یتکلم بکلمة
[illegible] المنافق قد یقول کلمة الحق؟ قال بلی اجتنب من کلام
الحکیم المشتهرات التي یقال ما هذه ولا ینثنک ذلک عنه
فإنه لعله أن یراجع، وتلق الحق إذا سمعته فإن علی الحق نورا"

(سنن ابی داؤد، کتاب السنة، باب فی دعاۃ الی البدع، رقم ۴۶۱۱، قال
الالبانی، صحیح الاسناد موقوف، ص ۸۳۳ طبع بتحقیق الالبانی، مکتبۃ
المعارف للنشر والتوزیع، الریاض)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں حضرت یزید بن عمیر فرماتے ہیں کہ
حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جب کسی ذکر و وعظ کی مجلس میں بیٹھتے تو کہتے اللہ تعالیٰ
عادل اور حاکم ہیں۔ شک و شبہ کرنے والے ہلاک ہو گئے۔ ایک دن حضرت معاذ نے
فرمایا کہ تمہارے آگے فتنے آئیں گے جن میں مال کثرت سے ہوگا اور
قرآن کھولا جائے گا یہاں تک کہ مومن اور منافق، مرد اور عورت، چھوٹا اور بڑا، عالم اور
جاہل حاصل کرے گا (یعنی اس کے الفاظ کا علم عام ہوگا)۔ میں ممکن ہے کہ کوئی کہنے
والا کہے لوگ میرا اتباع نہیں کرتے، حالانکہ میں نے قرآن پڑھا ہے؟ وہ میرا اتباع
کرنے والے نہیں جب تک کہ میں ان کے لیے کوئی اور چیز قرآن کے سوا نہ نکالوں۔
پس تم بدعتوں سے بچ کر رہو کیونکہ بدعت گمراہی ہے، اور میں تمہیں دانا شخص کی سچی
بات سے ڈراتا ہوں کیونکہ شیطان کبھی گمراہی کا علم دانا شخص کی زبان سے بلند کراتا

ہے اور بعض اوقات منافق بھی حق بات کہتا ہے حضرت یزید رحمہ اللہ نے کہا
آپ مجھ پر رحم فرمائے! مجھے کیوں کر پتہ چلے گا کہ حکیم آدمی بھی کبھی
(گمراہی) کا حکم دیتا ہے، اور منافق بھی حق کی بات کہتا ہے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ
نے فرمایا: حکیم کی باتوں میں سے ان شہرت یافتہ باتوں سے بچو
کے متعلق کہا جائے کہ یہ کیا باتیں ہیں؟ (یعنی علماء ان کا انکار کر دیں
باتیں تجھے اس سے پھیر نہ دیں کیونکہ ممکن ہے وہ رجوع کرے۔ اور حق کو جب تو
تو اسے حاصل کر لے کیونکہ حق میں روشنی ہوتی ہے

تنبیہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کیسی سچی بات کہی ہے۔ کہ ہم تقلید کا قلادہ گلے میں ڈالے ہوئے
ہیں ہو سکتے کہ کوئی کافر ہمارے پاس اپنے دین کی کوئی بہت ہی منظم
بات لے آئے اور وہ آ کر کہے حق کو اس بات سے پہچان لو۔

نوٹ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو میری دوسری کتاب روشن حقائق اردو ترجمہ "الحقائق
الجلية في الرد علي ابن تيمية فيما أورده في الفتوى الحموية
مصنف علامہ ابن جبرین حفظہ اللہ۔

5.8 عقائد ابن تیمیہؒ کے بارے میں اکابر امت کی آراء

حافظ ابن تیمیہ کے عقائد کا تفصیلی ذکر اوپر ہو چکا ہے یہاں ان کی کتاب "قاعدة
جليلة في التوسل والوسيلة" سے دو عقائد ذکر کیے جاتے ہیں۔

عقائد ابن تیمیہؒ

1 وهو سبحانه فوق سمواته على عرشه بائن من خلقه، ليس في
مخلوقاته شيء من ذاته ولا في ذاته شيء من مخلوقاته، وهو سبحانه
غني عن العرش وعن سائر المخلوقات لا يفتقر إلى شيء من
مخلوقاته، بل هو الحامل بقدرته العرش وحملة العرش

2 وقد جعل تعالى العالم طبقات، ولم يجعل أعلاه مفتقراً إلى أسفله،

ف نساء لا تفتقر إلى الهواء، والهواء لا يستغني عن الماء فالعلي
الأعلى رب السموات والأرض وما بينهما الذي وصف نفسه بقوله
تعالى: "وما قدروا الله حق قدره والأرض جميعا قبضته يوم القيامة
والسماوات مطويات بيمينه سبحانه وتعالى عما يشركون"
(٣٩: ٦٧) أجل وأعظم وأغنى وأعلى من أن يفتقر إلى شيء بحمل أو
غير حمل، بل هو الأحد الصمد الذي لم يلد ولم يولد، ولم يكن له
كفوا أحد، الذي كل ما سواه مفتقر إليه، وهو مستغن عن كل ما
سواه

وهذه الأمور مبسوطة في غير هذا الموضع، قد بين فيه التوحيد الذي
بعث الله به رسوله قولاً وعملاً

(قاعدة جليلة في التوسل والوسيلة، ص٣٣٥، ٣٣٦، رقم ٩٣، ٩٤
مؤلف تقي الدين أبو العباس أحمد بن عبد الحليم بن عبد السلام بن
عبد الله بن أبي القاسم بن محمد ابن تيمية الحراني الحنبلي الدمشقي
(المتوفى ٧٢٨ھ) المحقق: ربيع بن هادي عمير المدخلي، الناشر: مكتبة
الفرقان، عجمان، الطبعة الأولى (لمكتبة الفرقان ١٤٢٢ھ)

(۱) اللہ تعالیٰ اپنے آسمانوں کے اوپر اپنے عرش پر ہے۔ اپنی مخلوق سے جدا ہے۔ اس کی
مخلوقات میں اس کی ذات میں سے کچھ نہیں ہے اور نہ اس کی ذات میں کچھ مخلوقات
کا ہے۔ اللہ تعالیٰ عرش سے بھی اور مستغنی ہے۔ اور اسی طرح تمام مخلوقات سے بھی،
کسی کی مخلوقات میں سے کسی کا محتاج نہیں ہے، بلکہ وہ خود اپنی قدرت سے عرش اور
حاملین عرش کو اٹھائے ہوئے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے عالم کے طبقات بنائے ہیں اور اس عالم کے اعلیٰ کو اسفل کا محتاج نہیں بنایا
ہے۔ لہٰذا آسمان ہوا کا محتاج نہیں ہے۔ اور ہوا زمین کی محتاج نہیں ہے۔ پس وہ ذات
جو سب سے بلند، آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے، کا رب

وہ اللہ جو ساتوں آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے

وہ اللہ جو ساتوں آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے

[illegible]

5.8.1:۔ حضرت ابوحیان اندلسیؒ (متوفی ۷۴۵ھ)

1

[illegible]

2

علامہ ابوحیان اندلسی کا قول نقل کرکے علامہ تقی الدین حصنیؒ (المتوفی ۸۲۹ھ) نے لکھا اس بات سے ثابت ہوا کہ حافظ ابن تیمیہ تجسیم مساوی کے قائل ہیں جیسے انہوں نے "استوی علی العرش" کو بھی مثل "نصر و عیسی عبدہ و شهد قتیبة بن سعید" کے قرار دیا ہے (یعنی جس طرح تم دریا میں شہد میں [illegible] طرح اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھتا ہے) "حیاۃ باقانی" اور مشہور حدیث شفاعت کی تشریح کی کہ اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف آ [illegible] پاؤں میں ہونے کے جوتے ہوتے ہیں [illegible] کرکتاب کا اتباع کیا ہے۔

(وقع شبه من تشبه وتصوره وسبق فلک من الامام الجلیل احمد المفید وعلم، الجواہر ص ۱۰۳ و ۱۰۴ و الدرر فی ج ۱۳ ص ۳۳ طبع مکتبہ نبویہ ملتان)

5.8.2 ۔ حضرت علامہ حافظ ذہبیؒ (المتوفی ۷۴۸ھ)

1 وقد اوذيت من التعريض من صحابه واصدقاءه ولا عتب
فيه عصمة من الله تعالى له في نفس صحبه وقرعه

(الدرر الكامنة في أعيان المائة الثامنة ... المتوفى ۸۵۲ھ المؤلف
الفضل احمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (... ۸۵۲ھ) المحقق / مراقبه محمد عبد المعيد خان الناشر مجلس دائرة
المعارف العثمانية، حيدر آباد الهند الطبعة الثانية ۱۳۹۲ھ)

ترجمہ حافظ ابن تیمیہ کے بارے میں ... تعریض کا نشانہ بنایا ... ان کے اصحاب و دوستوں ... اس میں کوئی عیب نہیں کیونکہ ... مسائل میں حافظ ابن تیمیہ کا ... تھا ...

2 فو الله ما رقت عيني أوسع علما ولا أقوى ذكاء من رجل يقال له
ابن تيمية، مع الزهد في المآكل والملبس والنساء، ومع الفقه في
الحق والجهد بكل ممكن، ولقد تعب في رده وفتنه حتى مات
في سبيل مطالعة، فما رجعت قط عينه بين أهل مصر والشام ومقته
عامتهم وأرادوا به وكذبوه وكفروه بلا الكبر والعجب، وفرط
الغرام في رياسة المشيخة والاز دراء بالكبار

(ذيل العبر، ص۳۹ المؤلف شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن
عثمان بن قايماز الذهبي (المتوفى ۷۴۸ھ) تحقيق محمد بن ناصر
العجمي الناشر : مكتبة الصحوة الإسلامية)

ترجمہ خدا کی قسم میری آنکھ نے کسی شخص کو وسعت علم اور ذکاوت ذہن میں قوی حافظ ابن تیمیہ سے زیادہ نہیں دیکھا۔ اس کے ساتھ اکل و شرب، ملبوسات اور عورتوں سے بے رغبتی اور حق کے لئے ہر ممکن جدوجہد میں سامنے ... اس کی قدر و منزلت کی قدر کر

... پہنچے ... وشمنی کی ... اس کی تکفیر ... کا شوق ... حافظ ذہبی فرماتے ہیں

فما أظنك في ذلك تبلغ رتبة ابن تيمية ولا والله تقربها، وقد رأيت
ما آل أمره إليه من السخط عليه، والهجر والتضليل والتكفير
والتكذيب بحق وبباطل، فقد كان قبل أن يدخل في هذه الشناعة
منورا مضيئا على محياه سيما السعداء، ثم صار مظلما مكسوفا عليه
قسمة عند خلائق من الناس، ودجلا أفاكا كافرا عند أعدائه، ومبتدعا
فاضلا محققا بارعا عند طوائف من عقلاء الفضلاء، وحامل راية
الإسلام وحامي حوزة الدين ومحيي السنة عند عوام أصحابه، هو ما
أقول لك

(ذيل تذهيب، ص۴۲۳ المؤلف شمس الدين أبو عبد الله محمد بن
أحمد بن عثمان بن قايماز الذهبي (المتوفى ۷۴۸ھ) تحقيق محمد بن
ناصر العجمي الناشر مكتبة الصحوة الإسلامية)

ان کے علوم منطق، حکمت و فلسفہ میں تو غلو اور زیادہ غور و فکر کا نتیجہ ان کے حق میں میں تخیر، تضلیل، تکفیر و تکذیب حق اور باطل ثابت ہوا۔
ان علوم کے حاصل کرنے سے قبل ان کا چہرہ منور اور روشن تھا اور ان کی پیشانی سے سعادت کے آثار ہویدا تھے۔ مگر اس کے بعد اس پر کس طرح کی ظلم و تاریکی چھا گئی ہے اور بہت سے لوگوں کے دل ان کی طرف سے مکدر ہو گئے ہیں۔ ان کے دشمن تو ان کو دجال، جھوٹا اور کافر تک کہتے ہیں۔ عقلاء و فضلاء کی جماعت ان کو محقق، مخلص مگر ساتھ ہی مبتدع قرار دیتی ہے۔ البتہ ان کے اکثر عوام و اصحاب ان کو محی السنہ، اسلام کا

4 ناصحانہ خط

1

2

3

تم جب تک اپنی اور اپنی تحقیقات کی اتنی زیادہ تعریف کرو گے کہ اس قدر تعریف سے پہلی رہتیں۔ تم تو اس وقت ان پر تضعیف واپدار و تاویل و انکار کے ذریعہ یلغار کرتے رہتے ہو

5 قال (الذهبي) ولقد نصر السنة المحضة، والطريقة السلفية، واحتج لها بالبراهين والمقدمات، وأوضح ذلك بما يطول شرحه عند الأولين والآخرين وهابوا، وجسر هو عليها، حتى قام عليه خلق من علماء مصر والشام فيما لا مزيد عليه، وبدعوه وناظروه وكفروه

(ذيل طبقات الحنابلة، ج۲ ص۳۹۱ للمؤلف ولي الدين عبد الرحمن بن أحمد بن رجب بن الحسن السلامي البغدادي ثم الدمشقي الحنبلي (المتوفى ۷۹۵ھ) المحقق: د. عبد الرحمن بن سليمان العثيمين، الناشر: مكتبة العبيكان، الرياض، الطبعة: الأولى (۱۴۲۵ھ)

حافظ ابن رجب نے سلف محمد اور طریق سلفی کی نصرت کی۔ اور اس کے لیے ایسے

آخر میں سے کسی نے جرأت نہیں کی۔ وہ سب تو ان سے ڈرتے اور ہیبت کھاتے رہے، مگر ابن تیمیہ نے بے محابا جسارت کر کے ان کو لکھ دیا۔ یہاں تک کہ علماء مصر و شام ان کے خلاف کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے اس کی طرف بدعت کی

... حافظ ابن تیمیہؒ کے شاگرد تھے اس لیے وہ اپنی زندگی کے پہلے دور میں
یعنی امام شباب (اکیس سال کی عمر کے دور میں) حافظ ابن تیمیہؒ سے بہت متاثر تھے
اس لیے اس دور کی تصنیفات میں حافظ ابن تیمیہ کے عقائد کی واضح جھلک ہے پھر
علامہ ذہبی کے پچھلے آخری عمر کی تصنیف میں ان سے رجوع کا رویہ حاصل ہو۔
اپنی کتاب سیر اعلام النبلاء میں بڑے نمایاں طور پر ہمیں نظر آتا ہے
علامہ ذہبیؒ نے اپنی کتاب "العلو" تو پچیس (۲۵) سال کی عمر میں یعنی ۶۹۳ھ میں
سے تقریباً پچاس (۵۰) سال پہلے تصنیف کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی بعد کی
زندگی کی تالیفات میں "العلو" میں بیان کیے ہوئے عقائد کی مخالفت بلکہ ان کا رد کرتے
ہوئے ان کی نفی کو بیان کرتے ہیں جیسا کہ وہ ان مسائل میں حافظ ابن تیمیہؒ کی مخالفت پر
بھی کمربستہ ہیں، جیسا کہ انھوں نے اپنی کتاب "سیر اعلام النبلاء" کے کئی مواضع میں
کیا ہے۔ اسی طرح انھوں نے اپنے رسائل "وعد العلم والطلب" اور
"النصيحة الذهبية" میں بھی ایسا ہی کیا ہے۔

☆ انہی مسائل میں سے ایک مسئلہ اللہ تعالیٰ کے لیے اثبات حد بھی ہے، وتعالی عن
یقولون وصفون حافظ ابن تیمیہؒ اثبات حد میں اس حد تک جاتے تھے اور
اس فکر کو پھیلاتے تھے کہ [illegible]
دوسروں سے [illegible]
علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں

فهذا كله وما أشبهه شواهد ودلائل على الحد ومن لم يعرف به الله
كفر بتنزيل الله وحد آيات الله

(موافقة صحيح المنقول لصريح المعقول ج۲ ص۲۹ المطبوع على هامش
منهاج السنة)

ترجمہ: پس یہ سارے دلائل اور اس جیسے شواہد اور دلائل اللہ تعالیٰ کے لیے حد پر موجود ہیں۔
اور جو شخص اس کا اعتراف نہیں کرتا وہ تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ کی کتاب اور آیات کا
انکار کر دیا۔

[illegible]
وسعدي الله يحد ويوصف بذلك وأنه فوقه أو عنه بائن
بالمعنى المراد بلا مثل ولا كيف، "لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ
السَّمِيعُ الْبَصِيرُ" (الشورى: ۱۱)

(سیر أعلام النبلاء، ج۱۳ ص۱۸۶، المؤلف شمس الدين أبو عبد الله محمد
بن أحمد بن عثمان بن قايماز الذهبي (المتوفى ۷۴۸ھ) الناشر دار
الحديث القاهرة الطبعة ۱۴۲۷ھ)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس سے بلند ہیں کہ ان کے لیے حد بیان کی جائے، اور اللہ تعالیٰ کا وصف
صرف وہی بیان کیا جائے جو اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے بتایا ہو، اس معنی
کے ساتھ جس کا اس نے ارادہ فرمایا ہے، بغیر کسی مثلیت اور کیفیت کے۔ فرمان باری
تعالیٰ ہے

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (الشوریٰ:۱۱)

"نہیں ہے اس کے مثل کوئی چیز، اور وہی ہے جو ہر بات سننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے۔"

میزان الاعتدال میں علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں

فمن أثبت لله جسما حملت لله حدا من الحدود. ولا يلزم منك
بالحد، والمحدود مخلوق، تعالى الله عن ذلك.

(میزان الاعتدال في نقد الرجال، ج۳ ص۵۶۷ المؤلف شمس الدين أبو
عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قايماز الذهبي (المتوفى ۷۴۸ھ)
تحقيق علي محمد البجاوي، الناشر دار المعرفة للطباعة والنشر،
بيروت، لبنان، الطبعة الأولى ۱۳۸۲ھ)

ترجمہ: تو جو شخص بھی حد کا اثبات کرے گا تو اس کا مخالف اس سے ضرور سوال کرے گا تو نے
اللہ تعالیٰ کے بارے میں حد کا اثبات اپنی بات سے کر دیا ہے؟ تیرے پاس اس

5.8.3۔ حضرت حافظ علائی شافعیؒ (المتوفی ۷۶۱ھ)

[illegible] شیخ الإمام العلامة الحافظ العمدة الحجة الأوحد
الضابط صلاح الدين أبو سعيد خليل بن كيكلدي بن عبد الله العلائي
الدمشقي الشافعي [illegible] (المتوفى [illegible])

(ذيل تذكرة الحفاظ ص ۲۸ تا ۳۳، السؤوف شمس الدين أبو المحاسن
محمد بن علي بن الحسن بن حمزة الحسيني الدمشقي الشافعي (المتوفى
۷۶۵ھ) الناشر: دار الكتب العلمية الطبعة: الطبعة الأولى ۱۴۱۷ھ)

ان کو حافظ المشرق والمغرب اور علامہ یمنیؒ کا جانشین کہا گیا ہے۔ ان کی مفصل
تعدیل کو حافظ ابن طولونؒ نے "ناظر الجیش فی ترجمۃ العلائی" میں نقل کیا ہے
جب حافظ ابن حبیب [illegible] کرتے ہیں تو [illegible]
العلماء میں سے چند یہ ہیں۔

۱ اللہ تعالیٰ کی حدوث ہے۔
۲ قرآن محدث ہے۔
۳ عالم قدیم بالنوع ہے اور ہمیشہ سے کوئی نہ کوئی مخلوق ضرور اللہ تعالیٰ کے ساتھ رہی
ہے۔
۴ اللہ تعالیٰ کے لیے جسمیت، جہت، انتقال کا ثبوت
۵ اللہ تعالیٰ عقل و عرش ہے
۶ انبیاء علیہم السلام غیر معصوم تھے
۷ توسل بدعی جائز نہیں ہے۔ اور اس بارے میں مستقل رسالہ بھی لکھا ہے۔
۸ مطلق زیارت بدعیہ معصیت ہے، جس میں قصر نماز جائز نہیں۔ اس بات کو ان سے پہلے

[illegible] نے بھی لکھا ہے۔
[illegible] ہوجاتا ہے
[illegible] باقی تین میں سے [illegible]
تاویل و معنوی ہے۔ اس میں بھی مستقل کتاب لکھی حالانکہ یہ کتاب [illegible]
کے خلاف ہے اور بخاری میں جو حضرت ابن عباس کا قول نقل کیا ہے وہ مدرج
اور باسند ہے اور خود بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے اس کے خلاف ثابت ہے۔
(حاشیہ الیواقیت الصقیل والعقیدۃ والعلم الکلام ص ۹۹ و ۱۰۰ طبع ادارہ اسلام سعید محمد کراچی)

5.8.4:۔ حضرت حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (المتوفی ۸۵۲ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اپنی کتاب درر کامنہ (ج ۱ ص ۱۹۸ تا ۱۸۷ رقم ۴۰۹)
میں حافظ ابن حبیبؒ کا تذکرہ اور نقد کیا ہے۔ یہاں عقائد کے بارے میں چند جملے نقل
کیے جاتے ہیں۔

ذكروا أنه ذكر حديث النزول فنزل عن كرسيه درجتين فقال
كرولي هذا فسبه إلى التجسيم.

فسبه من نسبه إلى التجسيم لما ذكر في العقيدة الحموية والواسطية
غير هما من إثبات أن لله تعالى اليد والقدم والساق والوجه فضلا
حقيقة ذلك وبه صرح [illegible] بدعة فقبل أن لا يسلم [illegible]
التحيز والانقسام فقال أن لا يسلم [illegible] التحيز والانقسام من خواص
الأجسام فلزم منه أن يثبت [illegible] بحيز في ذات الله

ومنهم من ينسبه إلى الزندقة لقوله أن النبي صلى الله عليه وسلم لا
يستغاث به وأن في ذلك تنقيصاً وضعاً من تعظيم النبي صلى الله
عليه وسلم.

وكان إذا حرق والرد بقول لم أرد هذا إنما أردت كذا فيذكر
احتمالا بعيدا

و لم يكن شيء قبله ، وفي رواية عند البخاري "ولم يكن شيء
بعده" وهذه منتقدة فانتفى بذلك أن الرواية وقعت بالمعنى

تنبيه وقع في بعض نسخ في هذا الحديث "كان الله ولا شيء معه وهو
الآن على ما عليه كان" وهي زيادة ليست في شيء من كتب
الحديث نبه على ذلك العلامة تقي الدين بن تيميه وهو مستند في
قوله "وهو الآن" إلى آخره. وأما لفظ "ولا شيء معه" فوقع في رواية أبي
يعلى لفظ "ولا شيء غيره" بمعناه ووقع في ترجمة نافع بن زيد
الحميري المذكور "كان الله لا شيء غيره" بغير واو

(فتح الباري شرح صحيح البخاري ج۶ ص۲۹۹، ۲۹۰ المؤلف احمد
بن علي بن حجر أبو الفضل العسقلاني الشافعي (المتوفى ۸۵۲ھ)
الناشر: دار المعرفة، بيروت، (۱۳۷۹ھ)

ترجمہ حافظ نے اس روایت کو "كان الله ولم يكن شيء غيره
(بخاری کتاب بدء الخلق رقم: ۳۱۹۱ سے تحت صحیح ہے اس سے ثابت ہوا کہ پہلے بعد
کے ساتھ اور یہ نہیں تھا کہ پہلے عرش تھا اور پانی پھر یہ کہ وہ سب
پیدا ہوئے

تنبیہ حافظ نے اس عنوان کے ساتھ لکھا: بعض کتابوں میں یہ حدیث اس طرح روایت کی
گئی ہے "كان الله ولا شيء معه وهو الآن على ما عليه كان" یہ زیادتی
کسی حدیث کی کتاب میں نہیں ہے۔ علامہ ابن تیمیہ نے اس پر تنبیہ کی ہے مگر ان کا
قول صرف "وهو الآن على ما عليه كان" کے لیے مسلم ہے۔ باقی جملہ "كان
الله ولا شيء معه" سے لیے مسلم نہیں ہے۔ یہ الفاظ روایت کتاب "ولم يكن
شيء غيره" اور "ولا شيء معه" کا مطلب ایک ہی ہے۔

5.8.5:۔ حضرت علامہ بدرالدین عینیؒ (المتوفی ۸۵۵ھ)

علامہ بدرالدین عینیؒ فرماتے ہیں:

ث: "وكان عرشه على الماء" "وهو رب العرش العظيم"
عد باب في قوله عز وجل وهو الذي خلق السموات والأرض في
ستة أيام وكان عرشه على الماء ليبلوكم أيكم أحسن عملاً ولئن
قلت إنكم مبعوثون من بعد الموت ليقولن الذين كفروا إن هذا
سحر مبين" في قوله "فإن تولوا فقل حسبي الله لا إله إلا هو عليه
توكلت وهو رب العرش العظيم" وذكر هنا القطعي من الثلاثي
الكريمتين تنبيها على الباقيين

من قوله هنا يدفع به ما هو من قال إن العرش لم يزل مع الله تعالى
مستدلين بقوله في الحديث "كان الله ولم يكن شيء قبله وكان
عرشه على الماء" وهذا مدفوع بأن ولا يدل قوله بعدها وهو
الذي خلق السموات والأرض في ستة أيام وكان عرشه على الماء
ليبلوكم أيكم أحسن عملاً ومن قال إنكم مبعوثون من بعد الموت
ليقولن الذين كفروا إن هذا إلا سحر مبين" على أنه حال عليه، وإنما
أخبر عن العرش خلقه الله على الماء ولم يخبر عن نفسه بأنه خلق
عليه سبحانه الله عن ذلك لأنه لم يكن له خلق قبله وإنما خلقه
بعد خلقه ملائكته كخلقه خلقه بالبيت الحرام ولم يزل بيته يخلقه
يمسكه وإنما يشاهد بيته لأنه الخالق له والمالك وكذلك العرش
يشاهد عرشه لأنه مالكه والله تعالى لم يزل ولا يزال وحده لا شريك له
كان في أزليته وحده ولا عرش معه

وقد ثبت المجسمة بقضاة استقر وهو قاعد لأن الاستقرار من صفات
الأجسام ويلزم منه الحلول والتناهي وهو محال في حق الله تعالى

(عمدۃ القاری ج۲۵ ص۱۰۰ طبع منیریہ کوئٹہ)

ترجمہ "وكان عرشه على الماء" سے ان لوگوں کا رد ہوتا ہے جو عرش کو اللہ تعالیٰ کے
ساتھ ازل سے مانتے ہیں اور انہوں نے بخاری کی روایت "كان الله ولم يكن

شیٔ قبلہ وکان عرشہ علی الماء ثم خلق السموات والارض الخ
(بخاری رقم ۷۴۱۸) سے استدلال کیا ہے اور یہ مذہب باطل ہے۔ "وکان عرشہ
علی الماء" سے استدلال نہیں کیا جا سکتا کہ اللہ تعالیٰ عرش پر رہنے والا تھا
اس عرش کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ پانی پر ہے۔ اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ
نے نہیں بتایا کہ وہ عرش پر ہیں، نہ ان کو اس کی ضرورت ہے۔ عرش کو اللہ تعالیٰ نے
اس طرح دوسروں کی عبادت گاہ بنانے سے جس طرح زمین پر بیت اللہ عبادت گاہ
ہے۔ اس لیے نہیں بنایا کہ کہا گیا کہ وہ اس میں سما سکے اور جس طرح
اللہ تعالیٰ اس کا خالق ہے، اسی طرح عرش کا بھی مالک و خالق ہے (جس طرح بیت
اللہ کی نسبت تشریفی ہے، اسی طرح عرش کی نسبت بھی تشریفی ہے)۔ اللہ تعالیٰ کی
ادنیٰ کے لیے کوئی حد ہے نہ نہایت، وہ زمین میں اکیلا تھا اس کے ساتھ عرش نہیں
تھا۔

آگے لکھا کہ عرش پر اللہ تعالیٰ کو مستقر بتلانا جس کا مذہب ہے جو باطل ہے کیونکہ
استقرار اجسام کی صفات میں سے ہے اور اس سے حلول و تناہی لازم آتی ہے، جو اللہ
تعالیٰ کے حق میں محال ہے۔

تنبیہ اسی طرح حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی اپنے قریبی دور کے محدود نظر لوگوں جیسے
وہبیہ وغیرہا کا موقف لیا ہے جو خلاف اس نے حافظ ابن حجر سے نقل کیا ان کا نام لے کر
کیے علامہ عینی کو موقف دینے سے حافظ ابن تیمیہ کے نظریات اور تفردات نہیں
پہنچ جاتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حافظ ابن تیمیہ نے جو رسالہ بعنوان "وہ اللہ تعالیٰ اپنے
عرش پر کیسے ہے" لکھا ہے "وہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر ہے" اس سے انہوں
نے اپنا وہی عقیدہ بتلایا ہے جس کا حافظ ابن حجر اور علامہ عینی وغیرہما نے رد کیا ہے،
کیونکہ عرش پر ہونے کا مطلب ہے کہ اس پر استقرار ہے اور یہ بھی کہ وہ ہمیشہ عرش پر
ہے لہٰذا عرش بھی ازل سے موجود اور قدیم ہوا جس سے حوادث "لا اول لہ" کا
نظریہ ظاہر ہوتا ہے اور آگے حافظ ابن تیمیہ نے لکھا "وہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے منفصل

ور جدا ہے" کیونکہ وہ سب سے اوپر عرش پر ہے اور دوسری سب مخلوقات سے نیچے ہیں۔
اس سے خلق کے لیے ایک جہت فوق والی اور مخلوق کے لیے دوسری جہت تحت والی
متعین ہوئی، حالانکہ خدا جہت و تحیز وغیرہ سے منزہ ہے کہ یہ سب اجسام و مخلوقات کے
[illegible] میں اور اللہ تعالیٰ سے [illegible] وھو
یشبع بصیر [illegible] کوئی چیز [illegible] میں سے اور دوسری سے قریب
بات مناسب [illegible] کچھ دیکھتا ہے) فرمایا ہے۔ اور مخلوق سے [illegible]
مطلب درست ہو سکتا ہے کہ اس کی غیب [illegible] وغیرہ مخلوق سے منقطع ہے لیکن یہ
مطلب کہ وہ [illegible] ہاتھ میں [illegible] ساتھ نہیں [illegible]
[illegible] یہ عقیدہ [illegible]

وھو معکم این ما کنتم الحدید ۴
واللہ [illegible] ساتھ ہے جہاں کہیں بھی تم ہو
ونحن اقرب الیہ من حبل الورید [illegible]
[illegible] سے [illegible]

وغیرہ والا عقیدہ

عن ابی ھریرۃ [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال "اقرب ما
یکون العبد من ربہ وھو ساجد، فاکثروا الدعاء"
مسلم رقم ۳۵۳ [illegible] ۴۸۲ رقم ۳

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "بندہ اپنے پروردگار
کے قریب سب سے زیادہ اس وقت ہوتا ہے جب وہ سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے۔
لہٰذا تم اس وقت دعا کثرت سے کیا کرو"

وغیرہ کے خلاف ہے۔

(انوار الباری ج ۱۳ ص ۳۵۲ طبع ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان ۱۴۲۵ھ)

5.8.6۔ حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ کی تحقیق

1 امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ [illegible] فرماتے ہیں:

[illegible] اللہ تعالیٰ الشیء عینی ما یصیر بہ ذلک الشیء [illegible] بکر الجہۃ التی بہا کان بکر موجودہ [illegible] ممکن کما لا یکون لا فی جہۃ وانکار الجہۃ لیوں ہی بکر وجودہ کذلک [illegible] لا یکون الا فی جہۃ وہی العرش وانکارہ ینجر الی انکار وجودہ

قلت [illegible] کیف سوی امر ممکن وواجب [illegible] کان بہ یستغنی عن احتیاج المخلوق کلہم کلہم الی بقعۃ من الوجود کیف یکون علاقتہ بہ کعلاقتہ بسائر المخلوقات "ان اللہ تعالیٰ کان ولم یکن معہ شیٔ فہو الآن علی ما علیہ کان" وکیف یکون استواؤہ علی جہۃ کاستواء المخلوقات، بل استواؤہ کمعیتہ تعالیٰ بالممکنات وکاقترابہ والعلو علی ہذا الباب بشیٔ تعالیٰ اللہ عنہ والعیاذ باللہ ان نتعدی حدود الشرع

(فیض الباری مع البخاری ج۶ ص۳۶۳ طبع [illegible])

[illegible] سے ہے کہ [illegible] سے تعلق کی طرح ہو سکتی ہے پھر یہ [illegible] سے تعلق کی طرح ہو سکتی ہے [illegible] سے تعلق کی طرح ہو سکتی ہے [illegible] سے تعلق کی طرح ہو سکتی ہے

(پھر عرش کو پانی پر پیدا کیا) اور علامہ اشعری کے نزدیک استواء کی حقیقت صرف اتنی
مدت معلوم ہوتی ہے جس کا تعلق عرش کے ساتھ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ استواء کا یہ معنی
جو اللہ تعالیٰ یعنی محض باطل ہے۔ جس کا قائل کوئی غبی یا غوی ہی ہو سکتا ہے۔ یہ
بھی کس طرح ہو سکتا ہے جب کہ عرش کا ایک مدت غیر متعین سے پہلے کوئی وجود ہی نہ
تھا۔ پھر استواء باری تعالیٰ عرش پر متعلق ہو کر کیسے متصور ہو سکتا ہے؟ ہاں اس تمام
کلام سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ کوئی حقیقت معہودہ ہے جس کی تعبیر حق تعالیٰ نے اس لفظ
(استواء) سے کی ہے۔ اسی لیے میرے نزدیک یہ لفظ کسی استعارہ پر بھی محمول نہیں
ہے بلکہ اس سے ہر ایک قسم کی تنزیہ کی گئی ہے۔

3 حضرت سید احمد رضا بجنوری فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری نے ایک
دن فرمایا۔

حافظ ابن تیمیہ نے عرش کو قدیم کہا کیونکہ اس پر خدا کا استواء ہے حالانکہ حدیث
توحید میں خلق عرش مذکور ہے۔ اصولیوں نے کسی چیز کی پرواہ نہ کی۔ جو بات ان کے
ذہن میں چڑھ گئی بس اسی پر جم گئے۔

ہم جو کچھ کہتے ہیں وہ یہ کہ عالم اجسام عرش پر ختم ہے اور خدا جہت و مکان سے بری ہے
اور عرش علوم ربانیہ کا دفتر ہے۔ وہیں سے تدبیرات ارضی ہیں۔ پس خدا کا تمام عالم
پر استیلاء اور احاطہ بھی ہے۔ استوی علی العرش کی۔ تعرج الملائکۃ والروح الیہ
(معارج ج ۲ ص ۲۰۱ فیصل آباد) سے کا [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible] سمجھنا چاہیے تھا کہ جو چیز کہ عدم سے پیدا ہوئی وہ کیا ان سے ذات باری
کا تعلق ایسا ہوگا کہ جیسا ربط کا مربوط سے۔ اس لفظ "ھو معکم اینما کنتم"
(حدید) اور استواء وغیرہ کی وجہ سے؟

شریعت کے جہت سے علو دینے کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں پتا چلا یا کہ اس طرح سے
عمل میں ظاہر کرو۔ مثلاً دعا میں ہاتھ اور سر اٹھانا وغیرہ۔ [illegible]

[illegible] (حاشیہ فیض الباری ج ۲ ص ۲۲۱ طبع [illegible])

[illegible]

وفي "شرح العقائد" الجلالي: أنّ القبلة الشرعية للحاجات هي
السماء، ثم قال: ان عالماً حبشياً يقول ان السماء جهة حقيقة. ثم
تعجب من قوله وقال. ثم لم يظن انه حيلة شرعية

انتہی۔ اور اسے الحافظ ابن تیمیہ وبالجملة كما أنّ بين الحاجات
وقبلتيهم وصلة وكذلك بين الرحل وقبلته الدينية علاقةٌ ووصلة
والبرق اليها يخالف تلك الوصلة

(حاشیہ فیض الباری ص ۲۲۱ ج ۲ طبع مکتبہ شیخ الہند دیوبند)

[illegible]

حدیث باندی ان اللّٰه لما قضى الخلق كتب عنده فوق عرشه ان
رحمتي سبقت غضبي" (بخاری رقم ۹۴۳ پر فرمایا:

ثم ان تلك القاعدة فرق القواعد كلّها، فهي كما تعلم دأب الملك
وإنما وضعها على العرش، على نحو ما قالوا في استواء الحضرة

لہ حسمانیہ علی العرش قال تعالی۔ "الرحمن علی العرش استوی"
قالوا انہ فوق العوالم کلھا فدخلت کلھا تحت الرحمۃ

(فیض الباری مع البخاری ج ۳ ص ۱۰۱ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ترجمہ: ای "کتب" کو قرآن مجید میں "الرحمن علی العرش استوی" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور عرش پر استوی کا مطلب یہ ہے کہ وہ سارے عالم پر مستولی ہے۔ اس کی شان روحانیت والوہیت سب کو شامل ہے۔ کیونکہ عرش کے اندر سب کچھ مخلوق ہے۔

6 [illegible] جو حق تعالیٰ کے لیے [illegible] حقیقت سے [illegible] جہت کی لیے وہ مشبہ کے قریب آ گئے اور ہم نے ذات [illegible] نفسی" بھی رکھے اور اس صفات کو بھی درست رکھا۔ ابن تیمیہ نے "تحریر فی رد [illegible] سے تشریح کر کے بدعت قائم کر دی ہے اور ہم "بقی الامر المدینۃ" [illegible] صفات کی طرح تکلم [illegible] حسن [illegible] الامر لمدینہ [illegible] الامر [illegible] طرح [illegible]

(فیض الباری اردو شرح صحیح [illegible] ص ۳۹۳ [illegible] کوئٹہ)

7 حضرت کشمیریؒ فرماتے ہیں:

[illegible] بمعنی [illegible] تعالی کلموں، والاسنوء و [illegible] فیہ [illegible] الباری تعالی [illegible] مع [illegible] فی [illegible] وذھب [illegible] ابن تیمیۃ الی کونھا [illegible] الباری تعالی [illegible] وذھب [illegible] الباری تعالی، و [illegible] کون [illegible] بمعنی [illegible] لا یوجب حدوثہ و [illegible] لان قیام الحوادث بہ یستلزم کونہ محلا لھا وھذا یستلزم حدوثہ والعیاذ باللہ

(فیض الباری مع بخاری ج ۶ ص ۲۷۳ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

[illegible] جہت [illegible] اللہ جیسے نزول، استواء وغیرہ کے بارے میں حافظ ابن تیمیہؒ نے جمہور سے اختلاف کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ وہ باری تعالیٰ کے ساتھ قائم ہیں اور انہوں نے استواء بمعنی قیام حوادث بالباری کا بھی انکار کیا ہے اور کہا کہ ایک چیز کے محل حوادث ہونے سے اس کا حدث ہونا لازم نہیں آتا۔ لیکن جمہور نے ان کی بات کو نہایت ناپسند کیا، کیونکہ وہ ان افعال کو ذات باری تعالیٰ سے متصل مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حوادث کے قیام بالباری سے اس کا محل حوادث ہونا لازم آتا ہے [illegible] باری کا حدوث ہوگا۔ والعیاذ باللہ

[illegible] مصنف [illegible] کہ وہ [illegible] تعالیٰ مذکورہ مخلوق بھی ہیں اور حادث بھی۔ حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ نے کلام لفظی و کلام نفسی پر بحث کرتے ہوئے فرمایا [illegible] لکنہ [illegible] کلام نفسی او لفظی والاول اقرب الی الاشعری، وانکر الحافظ ابن تیمیۃ قلت انما انکر الحافظ ابن تیمیۃ فلا وقوع فیہ ثابت بلا مریۃ

(فیض الباری ج ۱ ص ۵۹ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اشعری کلام نفسی کے قائل ہیں مگر حافظ ابن تیمیہؒ نے اس کا بھی انکار کیا ہے اور ان کا انکار ایک ثابت شدہ امر کا انکار اور تناقض (تجاہل عنادی) ہے۔

[illegible] کے ساتھ [illegible]

5.8.7:۔ شارح بخاری حضرت مولانا سید احمد رضا بجنوریؒ

حافظ ابن تیمیہؒ کے چند تفردات کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ چند اس لیے کہ فتاویٰ ابن تیمیہؒ جلد رابع کے ص ۳۸۴ سے ۴۵۲ تک آپ کے تفردات کو "الاختیارات العلمیہ" کے عنوان سے ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہے، اور ۱۰۸ ابواب فقہ میں ان کے تفردات بیان ہوئے ہیں۔ ہر باب میں کئی متعدد مسائل ہیں۔ اس طرح آپ کے شذوذ و تفردات کی تعداد سینکڑوں تک پہنچ جاتی ہے جن میں آپ نے علماء امت اور جمہور امت سے الگ راہ قائم کی ہے۔ ان کے علاوہ وہ عقائد ہیں جو آپ کے

تفردات ہیں وہ الگ رہے جن کو

۱ علامہ سبکیؒ (المتوفی ۷۵۶ھ) کی کتاب "السیف الصقیل فی الرد علی ابن زفیل"

۲ علامہ حصنیؒ (المتوفی ۸۲۹ھ) کی کتاب "دفع شبہ من شبہ وتمرد ونسب ذلک الی السید الجلیل الامام أحمد"

۳ علامہ ابن جہبلؒ (المتوفی ۹۱۶ھ) کی کتاب "دفع شبہ التشبیہ بأکف التنزیہ" کے حواشی میں علامہ کوثریؒ نے بیان کیا ہے۔

(انوار الباری ج ۱۳ ص ۳۵۹)

نوٹ فتاویٰ ابن تیمیہ جلد دوم (طبع قدیم) کے ص ۳۹۳ سے ۶۵۳ تک آپ کے تفردات کو "الاختیارات العلمیہ" کے عنوان سے جمع کیے گئے ہیں۔ یہ الفتاوی الکبری لابن تیمیۃ (طبع جدید) ج ۵ ص ۲۹۶ تا ۵۸۶ میں جمع کیے گئے ہیں۔

(الفتاوی الکبری لابن تیمیۃ المؤلف: تقی الدین أبو العباس أحمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام بن عبد اللہ بن أبی القاسم بن محمد ابن تیمیۃ الحرانی الحنبلی الدمشقی (المتوفی ۷۲۸ھ) الناشر: دار الکتب العلمیۃ الطبعۃ الأولی ۱۴۰۸ھ)

علامہ ابن حجار کہتے ہیں کہ یہ "الاختیارات العلمیہ" الگ بھی شائع کیے گئے ہیں۔

(الاختیارات الفقہیۃ (مطبوع ضمن الفتاوی الکبری المجلد الرابع) المؤلف: تقی الدین أبو العباس أحمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام بن عبد اللہ بن أبی القاسم بن محمد ابن تیمیۃ الحرانی الحنبلی الدمشقی (المتوفی ۷۲۸ھ) جمعہ ابن اللحام، علاء الدین أبی الحسن علی بن محمد بن عباس البعلی الدمشقی الحنبلی (المتوفی ۸۰۳ھ) الناشر: دار المعرفۃ، بیروت، لبنان، الطبعۃ ۱۳۹۷ھ)

ہم خود بھی اپنے اسلاف کی طرح حافظ ابن تیمیہؒ کے مداح اور ان کے تبحر علمی وجلالت

قدر سے مختلف ہیں (انوار الباری ج ۱۳ ص ۳۶۳)

حافظ ابن تیمیہؒ بہت بڑے امام تھے ان کی [illegible] میں بہت سے کام ایسے ہوئے ہیں جو صحیح نہیں کہے جا سکتے جس کی وجہ سے بہت سے مسائل میں ان کی [illegible] امت سے الگ ہو گئی اہل علم میں سے ہر ایک کا موقف بن گیا ہو اس کا مقابلہ ان اکابر امت سے کیا جن کی پیروی کرنے والے ہر دور میں لاکھوں اکابر اہل علم ہوں ۱۱ حافظ ابن قیم کے علاوہ جس بڑے جلیل القدر عالم کو دیکھیے وہ ان کے تفردات سے برأت ہی کرتا ہوا ملے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ساتھ ہی یہ بھی عرض ہے کہ معمولی و سطحی مطالعہ سے ہرگز کام نہ چلے گا۔ معقول و منقول کی پوری استعداد اور کھلے کے ساتھ ساتھ حافظ ابن تیمیہ اور ابن قیم کی کتابوں کا مطالعہ کرنا ہوگا اور بہتا لٹریچر روز میں آخریں صدی سے اب تک لکھا گیا ہے سب کو سامنے رکھ کر حقائق واضح ہو سکیں گے، کیونکہ ان دونوں حضرات کی کتابوں میں بڑے بڑے گھماؤ، پھراؤ، پیچ اور تناقضات واغلاط ومخالفات نقول بھی ہیں۔ ناقص الاستعداد اور کم مطالعہ والے دھوکہ کھا سکتے ہیں۔ ہمارے ان دونوں اکابر (حضرت علامہ کشمیریؒ اور شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ) اور علامہ کوثریؒ کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائے کہ اس نشتر کی طرف توجہ دی، رہنمائی (انوار الباری ج ۱۳ ص ۳)۔

ہم حافظ ابن تیمیہؒ وابن القیمؒ کی جلالت قدر اور علمی خدمات کا دل سے اعتراف کرتے ہیں اور امت مرحومہ پر جو ان کے احسانات ہیں ان کو کسی طرح بھی نظر انداز نہیں کر سکتے مگر ان دونوں کے لیے اکابر امت کی مخالفت اور نقد وجرح کا حق ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اور ان میں بڑی کمی یہ ہے تو یہ کہ جن مسائل اصول وفروع میں انہوں نے جمہور سلف وخلف اور خود اپنے مقتدا امام احمدؒ کا بھی خلاف کیا ہے اور ان کے سینے پر وار کیا ہے اور ہمارے نزدیک ان کے دلائل خلاف میں کوئی قوت وجان نہیں ہے اس لیے ان کا [illegible] ہے جس پر ہم آئندہ تفصیل سے کلام کریں گے۔ ان شاء اللہ! کیونکہ کسی بھی حرف وشے سے تحت اس توفیق حقیر [illegible] ہمارے نزدیک بدترین گمراہی کا مظاہرہ ہے۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

(انوار الباری ج ۱۶ ص ۶۲ طبع ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

6

ہدیہ تحفہ یہ ہے کہ حافظ ابن تیمیہؒ اور ان کے تبعین سے روایت کرتے ہوئے احادیث کو تو باطل اور موضوع تو نہ کہا لیکن عقائد جیسے اہم باب میں جب تک دلیل قطعی یعنی کہ یہ صرف ضعیف بلکہ معلول احادیث سے بھی تمسک کو درست نہ سمجھتے تھے چنانچہ شیخ تقی الدین سبکی (متوفی ۷۵۶ھ) نے کتاب النقض کی تالیف اور تردید کے لیے حافظ ابن تیمیہؒ کی تین وجوہات کو اختیار کیا تھا۔ حالانکہ اس میں دوسرے شذوذ کے ساتھ حدیث الحبد العرش علی کی ذکر کی گئی ہے اور الحبط کی وجہ حق تعالیٰ کا اس پر بوجھ ہونا مثل بوجھ کے ہے اور پتھروں کے فیصلوں جیسا قلایا گیا ہے۔ فعالی لما یرید ذلک۔ یہ حدیث صرف ابوداؤد (ج ۲ ص ۲۹۴) باب التجہم میں ہے۔ اور اس میں کئی علل قادحہ موجود ہیں۔ حافظ ابن عبدالبر نے مستقل رسالہ "ابطال التحمل والتسخط فی حدیث الاطیط" لکھ کر اصول حدیث کی رو سے اس کا ابطال کیا ہے اور بشرط ثبوت علماء نے اس کا مطلب عرش کا خشوع اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے بتلایا ہے کہ کتنی بڑی بلکہ عظیم تر مخلوق اس کے تحت قدرت و نظر ہے۔ کم وبیش کی مخلوقات مدرجہ اولیٰ ہو گی

حافظ ابن تیمیہؒ نے جس قدر غیر ضروری تختی و تشدد بدعت کے معاملہ میں اختیار کیا ہے کہ ہر بدعت کو شرک کا درجہ دے دیا ہے۔ اس کے برعکس بعض بدعات میں بہت تساہل برتا ہے اور بڑی حد تک تشبیہ و تجسیم کے قائل ہو گئے ہیں۔ واللہ المستعان۔

(انوار الباری ج ۱۳ ص ۳۵۴ طبع ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

7

ہمارے اکابر میں سے حضرت علامہ کشمیری بھی حافظ ابن تیمیہ کے غیر معمولی فضل و تبحر اور جلالت قدر کے معترف تھے اور بڑے ادب و احترام کے ساتھ ان کا ذکر کیا کرتے تھے مگر ساتھ ہی ان کے بعض تفردات پر سخت تنقید بھی کیا کرتے تھے اور ان کے درس حدیث میں جہاں مذاہب ائمہ کی تفصیلات و دلائل کا ذکر آتا تھا وہاں حافظ ابن تیمیہ کا ذکر کر کے ان کے جوابات بھی دیا کرتے تھے۔ شاید انھوں نے اس امر کا اہتمام فرمایا تھا کہ جدید دور میں غیر مقلدین اور جدت پسند حضرات ان کے تفردات کو اپنانے کی

سعی کریں گے۔

اس کے بعد حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی کا دور آیا اور آپ نے حافظ ابن تیمیہ کی مطبوعہ کتابوں کے علاوہ مخطوطات پر بھی نظر کی۔ تو وہ اپنے درس حدیث میں بہ نسبت حضرت شاہ صاحبؒ کے زیادہ شدت کے ساتھ ان کا رد فرمانے لگے تھے اور خاص طور سے ان کے عقائد تشبیہ و تجسیم مندرجہ مخطوطات پر کڑی تنقید فرمایا کرتے تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

(انوار الباری ج ۱۳ ص ۳۵۳ طبع ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

اس موقع پر ہم حافظ ابن تیمیہ کے تفردات کے اسباب و وجوہ پر بھی کچھ روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔ ایک بڑی وجہ تو یہ ہے کہ ان کو اگر اپنے نظریہ کے مطابق کوئی نقلی دلیل مل گئی تو اس کو کافی سمجھ لیتے اور اس کے ضعف سند وغیرہ کی بھی پروا نہیں کی۔ جس طرح کتاب النقض اور کتاب السنہ کی حدیث الحبد العرش اور حدیث اوعال کو باوجود ضعف سند کے بھی حافظ ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن قیمؒ نے اختیار کر لیا۔ اور ان دونوں کتابوں کی اشاعت کے لیے تمنا اور وصیت بھی کر گئے۔

دوسرے یہ کہ اپنی وسعت مطالعہ میں دوسروں سے بالا کی طرف رجحان ہی نہ دیتے تھے۔

تیسرے یہ کہ ان پر علوم عقلیہ کا غلبہ بہت زیادہ تھا۔ اس لیے وہ بہت سے مسائل میں حافظ [illegible] وغیرہ سے بھی آگے بڑھ گئے تھے۔

چوتھے یہ کہ بہت سے مسائل کا فیصلہ اپنی قوت عقلیہ کے ذریعہ کیا اور نقل کی طرف سے صرف نظر کر لی۔

(انوار الباری ج ۱۳ ص ۳۶۰ طبع ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

توحید خالص کی طرف دعوت دینے والے کس توحید کی طرف بلا رہے ہیں؟ بقول محققین امت جب اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے وہ سب لوازم ثابت کر دیے گئے جو اجسام و مخلوقات کے لوازم ہیں۔ تو مرجع سے اس کی ذات کا تعارف ہی صحیح اور ناقص اور ناقص ہوا۔ حافظ ابن تیمیہؒ نے اپنی کتاب "التاسیس" میں لکھا: عرش لغت

میں ہے کہتے ہیں۔ اور ... نسبت ... جیسے بیت
... عرش کا ہے ... اور وہ بہ نسبت اس کے چھت کی طرح نہیں ہے۔ تو معلوم ...
... سے مشل سریر (تخت) کے ہے۔ اس سے ثابت و معلوم ہوگیا
اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہے"۔

... کے بعد ... کی شرح ہوئی۔ اور آخر میں ساتواں جملہ یہ بھی ہے
"عرش و حاشیہ عرش سب کو خدا اپنی قدرت سے اٹھائے ہوئے ہے"۔
اب دونوں جملوں کو ملا کر معنویت ملاحظہ کیجیے
"اللہ تعالیٰ عرش پر ہیں سب موجودات کو اپنی قدرت سے اپنے عرش (تخت) اور اس کے اٹھنے والوں کو اٹھائے ہوئے بھی ہے۔

(انوار الباری ج ۱۳ ص ۲۶۵ طبع ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

5.8.8:۔ حضرت مولانا ابوالزاہد محمد سرفراز خان صفدرؒ

1 امام ابن تیمیہؒ کے کئی علمی اختیارات و تفردات ہیں، جو ان کے تبحر علمی پر بھی مبنی ہے ساتھ کتابی شکل میں منسلک ہیں اور فتاویٰ میں بھی موجود ہیں

(سماع الموتی ص ۱۳۳ طبع مکتبہ صفدریہ مزید دیکھیے نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ)

2 اسی قسم کے اختلافی مسائل کی وجہ سے ... علوم ... طرف سے حاسدین ... پیش آئی اور کئی مرتبہ قید و بند سے دوچار ہونے اور صعوبتیں اٹھائیں مگر اپنے نظریات سے انھوں نے رجوع نہیں کیا اور تادم مرگ ان پر سختی سے کاربند رہے۔

(سماع الموتی ص ۱۳۲، ۱۳۳ طبع مکتبہ صفدریہ مزید دیکھیے نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ)

3 علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں

امام ابن تیمیہؒ کئی فنون میں متفرد ہیں جس کی وجہ سے ان کی عزت خطرے میں پڑ گئی اور یہ فتوے ان کے علم کے سمندر میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت

... (یعنی جب رسول اللہ ﷺ کے) ہر ایک کی بات کو لیا بھی جا سکتا ہے اور ترک بھی کیا جا سکتا ہے تو پھر ان کی لغزشوں سے کیا ہوا؟ (تذکرۃ الخلفاء ج ۴ ص ۴۷۹)

(سماع الموتی ص ۱۳۳ طبع مکتبہ صفدریہ مزید دیکھیے نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ)

راقم الحروف (حضرت مولانا ابوالزاہد محمد سرفراز خان صفدرؒ) ان کی بہت سی کتابوں سے مستفید ہوا ہے ان کا بڑا احترام اور ان کے بے شمار علمی و مجاہدانہ کارناموں کا قائل ہے ... سے ... میں ان کا حامی نہیں ہے اور اس میں مسلک اعتدال ... قوی طریقہ جمہور کی کا ہے اور راقم بھی جمہور کے ساتھ ہے۔

(سماع الموتی ص ۱۳۳ طبع مکتبہ صفدریہ مزید دیکھیے نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ)

اللہ تعالیٰ نے حافظ ابن تیمیہ کو اپنے دور میں علم و صلاح اور جہاد فی ... قوتوں اور خوبیوں سے نوازا تھا اور وہ اپنے زمانہ میں ... طور پر ان کی طبیعت میں بے حد حدت اور شدت تھی۔

چنانچہ ... اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں

طبیعت میں حدت اور عجلت تھی۔ اس کے باوجود ان کے اندر حلم اور بردباری بھی تھی" (الدرر الکامنہ ج ۱ ص ۱۵۱ امام ابن تیمیہ ص ۵۸)

اور نیز لکھا ہے کہ ان کی بحث و تکرار میں بمقتضائے ... حدت اور تیزی پیدا ہو جاتی تھی۔

(الدرر الکامنہ ... ج ۱ ص ۱۵۲ ... تاریخ ۱۴۰۳)

الفضل العلامہ محمد یوسف کوکن عمری لکھتے ہیں: "امام موصوف کی طبیعت میں تیزی اور حدت و شدت زیادہ تھی۔ جب کوئی کلام خلاف شریعت ہوتا ہوا نظر آتا تو بگڑ جاتے ...

(سماع الموتی ص ۱۳۴، ۱۳۵ طبع مکتبہ صفدریہ مزید دیکھیے نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ)

علامہ ذہبیؒ (المتوفی ۷۴۸ھ) نے حافظ ابن تیمیہ کو ایک طویل خط میں متنبہ فرمایا کہ اے کاش! صحیحین کی حدیثیں تم سے بچی رہتیں۔ تم تو ہر وقت تضعیف راویوں یا تاویل

والکار سے ان پر حملہ کرتے رہتے ہو (ذیل العلم ص ۱۹ امام ابن تیمیہ ص ۲۱)۔

مگر علامہ بکی نے ذیل العلم (ص ۳۲) اور اپنے رسالہ "المصنوعۃ الذھبیۃ لابن تیمیۃ" میں ان کو خاص کوسا ہے اور یہاں تک لکھا ہے کہ عقل مندوں کی جماعت ان کو محقق، فاضل اور مجتہد قرار دیتی ہے۔

(امام ابن تیمیہ ص ۱۰۸ مؤلف: محمد یوسف کوکن عمری۔ طبع اسلامی پبلشنگ کمپنی

7 [illegible]

[illegible]

8 یہ بڑوں کی آپس میں معاصرانہ یا تلمذانہ باتیں ہیں۔ ہمارے لیے بھی حضرات قابل قدر ہیں اور بحمد اللہ تعالیٰ ہمارا مقصد ان حوالوں سے ثابت نہیں [illegible]

[illegible]

(جامع الصوفی ص ۱۳۷، ۱۳۸ طبع مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ)

5.9 ۔ حافظ ابن تیمیہؒ کی تحدی اور چیلنج اور اس کا جواب

حافظ ابن تیمیہ بہت بڑا دعویٰ کرتے ہیں

ثم ليس في كتاب الله، ولا في سنة رسول صلى الله عليه وسلم، ولا

عن أحد من سلف الأمة، لا من الصحابة ولا التابعين، ولا عن أئمة الدين، الذين أثنى الأمة عليهم بالعلم والدين، حرف واحد يخالف ذلك، لا نصا ولا ظاهرا، ولم يقل أحد منهم قط إن الله ليس في السماء، ولا أنه ليس على العرش، ولا أنه بذاته في كل مكان، ولا أن جميع الأمكنة بالنسبة إليه سواء، ولا أنه لا داخل العالم ولا خارجه، ولا متصل ولا منفصل، ولا أنه لا تجوز الإشارة الحسية إليه بالأصبع ونحوها

الفتوى الحموية الكبرى ص ۲۳۰، ۲۳۱ المؤلف: تقي الدين أبو العباس أحمد بن عبد الحليم بن عبد السلام بن عبد الله بن أبي القاسم بن محمد ابن تيمية الحراني الحنبلي الدمشقي (المتوفى ۷۲۸ھ) المحقق: د. حمد بن عبد المحسن التويجري، الناشر: دار الصميعي، الرياض، الطبعة الطبعة الثانية (۱۴۲۵ھ)

"یہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ میں، اور نہ کسی سے سلف امت میں سے، اور نہ کسی صحابہ، تابعین میں سے، اور نہ ائمہ عظام میں سے جنہوں نے اختلاف [illegible] ایک حرف بھی ایسا نقل ہوا ہے جو ہمارے عقیدہ کے خلاف ہو۔ نہ یہ کہ [illegible] نے ایسا کہا کہ خدا آسمان میں نہیں ہے، نہ یہ کہ وہ عرش پر نہیں ہے کہ وہ ہر جگہ ہے، نہ یہ کہ تمام جگہیں اس کی نسبت سے برابر ہیں، نہ یہ کہ وہ عالم کے اندر ہے، نہ یہ کہ وہ عالم سے باہر ہے، نہ یہ کہ وہ عالم سے متصل ہے، نہ یہ کہ وہ منفصل ہے، نہ یہ کہ اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ حسی [illegible]

حافظ ابن تیمیہ نے اپنے مجموعہ رسائل کبریٰ میں [illegible] کی بھی تائید کی ہے [illegible] ابن تیمیہ نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ [illegible] ابن تیمیہ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ مذہب وہی ہے جو [illegible] محدثین کا ہے، یعنی استواء علی العرش [illegible] بلا کیف (بغیر ہونا) اور

طرح جو سب سے ثابت ہے ... بلا تاویل کے اور حرفاً حرفاً ... ہی
ضروری ہے۔

سلف کا مذہب

اس کے بعد علامہ ابوزہرہؒ نے سوال کیا کہ کیا واقعی یہی سلف کا مذہب ہے؟ اور خود ہی
اس کا جواب دیا کہ علامہ ابن تیمیہؒ سے پہلے چوتھی صدی تک میں متعدد ...
سے بہت لوگوں نے یہی مسلک (جس پر میں قائل) تھا جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے
ہیں اور یہی نظریہ آج بھی بہت سے لوگوں نے اپنایا ہوا ہے۔ ...
ہم سلف کا مذہب تفویض بیان کر رہے ہیں اور اس کے مقابلے میں اس زمانہ کے علماء نے
اس سے ہٹ کر جو نظریہ اختیار کیا ہے اس کا مسلک تشبیہ ...
بعض مستشرقین نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ تعدادی طرف اشارہ دینے کے باوجود
اسے بھی قائل ہو گئے ہیں اور کسی بے نام نظریہ تفویضی تشبیہ کی بجائے ان کا
رجحان تھا اور ثابت کیا تھا کہ ان کا مذہب سلف کے مطابق ہے۔ نہ حضرت امام احمدؒ
کے موافق ہے۔ پھر ابوزہرہؒ نے دفع التعارض سے ابن جوزی کا مدلل کلام ان کے دو میں
نقل کیا ہے وہاں کہ ... ساتویں یا آٹھویں صدی ہجری میں ... حق
کے مقابلے میں ... پر وہ تلوار چلا لیا تھا مگر ان تیسرے ... جو پوری
قوت ... کے ساتھ پیش کیا اور اس پر وہ حکومت وقت کی طرف سے شدت بھی
ہوئی۔ نہیں وہ بھی ... تو ان سے ... کے لیے عوام میں ... کی ... پیدا ہو گئی
اور ... لوگوں کو ... وہ ... سے ... ہوئے ... کا ... کرتا ہے۔ وہ
ابن تیمیہؒ کو بھی ملا۔ اسی سے ان کے نظریات کی بھی خوب اشاعت ہو گئی۔

دوسرا استدلال

مگر ہم اس بارے میں نقلی طریقہ سے بھی ایک نظریہ پیش کرنا چاہتے ہیں۔ وہ یہ کہ
خلاق حق تعالیٰ نے فرمایا ہے

... أَيْدِيهِمْ يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ (الفتح ۱۰)

... کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ (القصص ۸۸)

سوائے ذات خداوندی کے ہر چیز اپنی ذات سے فانی اور معدوم ہے۔

تو کیا ان عبارات سے معانی حسیہ سمجھے جاتے ہیں یا دوسرے معانی و مطالب جو ذات
باری تعالیٰ کی شان اقدس کے لائق ہیں۔ مثلاً "ید" کو قوت و نعمت سے تفسیر کریں اور
"وجہ" کو ... قدس سے تعبیر کریں ... ہوں یا ... قرب و ... باری تعالیٰ
مراد ہیں۔ جب کہ امت میں تفسیرات کی گنجائش بھی موجود ہے ... الفاظ ... حامل
وجوہ بھی ... ہیں ... جہت سے ... کا ... تفویض سے ... ہی آسان ہے ... بھی
... کیا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ یہ صورت ... اس طرح سے ... بہتر ہے کہ ہم
ان الفاظ کی تفسیر معانی ظاہرہ حرفیہ کے ذریعہ کریں اور کہیں کہ ہم ان کی کیفیت سے
ناواقف ہیں۔ مثلاً کہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ تو ہے مگر ہم اس کو پہچانتے نہیں، اور وہ مخلوق
جیسا نہیں، یا اللہ تعالیٰ کے لیے نزول مان کر کہیں کہ وہ ہمارے جیسا نزول نہیں کیونکہ
یہ سب مجہولات پر انحصار کرنا ہے جن کی غایات اور مطالب کو ہم نہیں سمجھ سکتے۔
لہٰذا اس سے تو بہتر یہی ہے کہ ہم ایسے الفاظ کی تفسیر ایسے معانی سے کریں جن کو لغت
عربیہ قبول کرتی ہے۔ اور ان سے ہم ایسے مطالب سے قریب تر ہوتے ہیں جو تنزیہ
باری تعالیٰ کے لیے ضروری ہیں اور ان میں جہالت و ناواقفیت کا سہارا لینے کی
ضرورت نہیں ہوتی

حضرت امام غزالیؒ کی تائید

علامہ ابوزہرہؒ نے لکھا کہ ہمارے نزدیک علامہ ابن تیمیہؒ کے نظریہ کے مقابلہ میں
حضرت امام غزالیؒ کا نظریہ زیادہ سلامتی اور حکمت والا معلوم ہوتا ہے جو انہوں نے
"الجام العوام عن علم الکلام" میں پیش کیا ہے۔ وہ ایسے الفاظ کے مجازی
لغوی معانی کو اختیار کرنا زیادہ بہتر اور افضل قرار دیتے ہیں، تاکہ عوام ظاہری معانی کی

جہت تھی۔ شیخ سے مراد آپ کی ذات پاک تھی۔ جب وہ جہاں سے چلے

صاف بات یہ تھی کہ

جن حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پر شجرہ (درخت) کے

بیعت کی تھی اور اس کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ (الفتح: ۱۰)

ترجمہ: (اے محمد) تم سے جو لوگ بیعت کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت

کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

مذہب امام ماتریدیؒ وغیرہ کی ترجیح

اس کے بعد علامہ ابوزہرہؒ نے لکھا کہ ان ہی وجوہ مذکورہ سے امام ماتریدیؒ کا نظریہ

[illegible] امام بزدویؒ کا نظریہ راجح اور امام غزالیؒ کا استدلال اپنے دلائل قابل قبول اور ترجیح

[illegible] کے ساتھ ہم کہتے ہیں کہ [illegible] کی بات حقیقت کے قریب تر ہے

[illegible] ہے۔

[illegible]

[illegible]

باب 6

حافظ ابن تیمیہؒ کے متبعین کے عقائد

حضرت مولانا مولانا سید محمد رضا علی فرماتے ہیں:

ناظرین کو معلوم ہے کہ حافظ ابن تیمیہؒ کے تمام عقائد اصول و فروع کو دنیا کے کسی ایک

[illegible] سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ حد یہ ہے کہ حافظ ابن قیمؒ نے بھی متعدد مسائل

[illegible] میں حافظ صاحب سے اختلاف کیا ہے۔ حافظ صاحب کے اصول مسائل میں جہالت

[illegible] سے کام لیتے ہیں۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

علی التوجیہ الذی یلیق بجلال اللہ وتنفی عن اللہ تعالیٰ النقائص فھذا سلک سبیل الھدیٰ۔

(المصباح المنیر فی تہذیب تفسیر ابن کثیر ص ۱۰۸ طبع دارالسلام ریاض، ص ۱۳۱ تفسیر ابن کثیر مترجم ۱ ص ۴۴ طبع دارالسلام ریاض)

ترجمہ: لوگوں نے اس مقام پر بڑی طویل بحثیں کی ہیں جس کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔ ہم یہاں سلف صالحین کے مذہب کو بیان کرتے ہیں جو حضرت امام مالکؒ، حضرت امام اوزاعیؒ، حضرت امام سفیان ثوریؒ، حضرت امام لیث بن سعدؒ، حضرت امام شافعیؒ، حضرت امام احمد بن حنبلؒ اور تمام متقدمین و متاخرین علماء مسلمین کا مذہب ہے کہ یہ آیات متشابہات ہیں جن پر کیف بغیر تعطیل ایمان لانا چاہئے۔ ان میں تاویل نہیں کی جائے گی۔ ہم نے ان سے جو معانی منتخب کئے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے نقل کئے ہیں اور مخلوق کی مشابہت سے پاک ہے، وہ لیس کمثلہ شیء وھو السمیع البصیر ہے کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں ہے جو اس کی صفات میں اس کی مخلوق کی صفات سے تشبیہ دے، اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق ۴۸۸ سے ۴۸۹ تک کی آیات اور احادیث صحیحہ کا یہی مفہوم ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے جو صفات بیان فرمائی ہیں ان میں تشبیہ ہرگز نہیں ہے۔ پس جو اللہ تعالیٰ کے لیے ان صفات کو مانتے جو آیات صریحہ اور احادیث صحیحہ میں بیان ہوئی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے، اور اللہ تعالیٰ سے نقص و عیب کو پاک جانے تو وہ صراط مستقیم کے راستہ پر چلنے والا ہے۔

شیخ ناصر نے تو ان کے خلاف کیا ہی ہے۔ علمائے شافعیہ میں سب سے زیادہ ان کے خلاف ہیں۔ علمائے مالکیہ میں سے علامہ زرقانی وغیرہ کبار محدثین نے تو بہت سخت تنقیدات کی ہیں۔ (انوار الباری ج ۳ ص ۳۹۶)

6.1:۔ حافظ ابن القیم ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن ابی بکر حنبلیؒ (المتوفی ۷۵۱ھ) کے عقائد

1 آپ حافظ ابن تیمیہؒ کے شاگرد تھے۔ علامہ کوثریؒ نے مقدمہ السیف الصقیل (العقیدۃ والکلام ص ۶۸) میں لکھا ہے "ابن القیمؒ نے اپنے شیخ ابن تیمیہؒ کے تمام شواذ و تفردات میں سکہ بند کے پوری طرح ہم نوائی کی ہے۔ اگرچہ بظاہر انہوں نے دلائل کا سہارا بھی لیا ہے"۔

2 حافظ ابن قیمؒ نے صفات باری تعالیٰ کی احادیث میں غیر صحیح روایات سے استدلال کیا ہے، جس کا ذکر حافظ ذہبیؒ نے بھی المعجم المختص میں کیا ہے جو قابل عبرت ہے (دوں کو دوسری جگہ ضعیف فی الرجال بھی کہا ہے)۔

3 حضرت العلامہ عبدالفتاح ابوغدہؒ نے "ان جویۃ الفاصلۃ" (ص ۱۳۰) میں لکھا ہے۔ [illegible] ابن قیم کی جلالت قدر اپنی جگہ، تعجب ہوتا ہے کہ وہ اپنی بعض کتابوں میں ضعیف [illegible] مشرب سے متاثر ہیں [illegible] کرتے ہیں اور اس کے لیے اپنی پوری قوت تحریر و تقریر صرف کر دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ پڑھنے والا دھوکہ میں آکر اس کو متواتر کے درجہ کی سمجھنے لگے، حالانکہ وہ حدیث ضعیف و منکر ہوتی ہے۔

پھر اس کی ایک مثال بھی پیش کی ہے حافظ ابن قیمؒ نے زاد المعاد (ص ۵۷۹، ۵۸۰ ج ۲ طبع مؤسسۃ الرسالۃ) میں وفد عبدالقیس کے ذکر میں ایک طویل حدیث نقل کی ہے جس میں حضور ﷺ سے قیامت کا حال روایت کیا گیا ہے کہ زمین پر کی سب چیزیں فنا ہو جائیں گی۔ پھر تین دے کی ﷺ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ والے فرشتے بھی۔ تو اس وقت تبارک و تعالیٰ زمین پر نظر کریں گے اور سارے شہر خالی ہو جائیں گے۔

ولا تكرر أنه قاعده ولا تكرر أنه يقعده

(بدائع الفوائد ج۳ ص۳۰ المؤلف: محمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين ابن قيم الجوزية (المتوفى ۷۵۱ھ) الناشر: دار الكتاب العربي، بيروت، لبنان)

وسورة الشورى وفي مزمل
في ذكر تعظير سماء فصل برد
لم يسمح الصاحبون بقصه
بل قاله المتقدمون فوارس الا
ومحمد بن جرير الطبري في

سر عظيم شانه در شان
عما به فهو القريب لدانى
جت وضعا عه في الإنس
سلام هو امر ء هذا لشان
تفسيره حكيب به الفولان

(تفسير القصيدة الوبية، ص۶۰۵، ۶۰۶ المؤلف: محمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين ابن قيم الجوزية (المتوفى ۷۵۱ھ) الناشر: مكتبة ابن تيمية، القاهرة الطبعة الثانية ۱۴۱۱ھ)

فصل في مدح نصر الله والسلطان

أي الذي قد فاق في ملك عظيم
ما لست قط فذا سلطان
حاشى صفاتك من صفات الملك
فيها كلها مسلوبة الوجدان
فلهل سمعت بمن سوى الملك أو
ذوب اسم الملك والسلطان
أو قلب موسوما بنقطة الرعـ
ـيا او تعلقت بمعنى يبدي
أو كنت ذا امر ونهي ولك
لم لم تلفى في البلاد
أو كنت ذا سمع وذا بصر وذا
علم وذا سخط وذا رضوان
أو كنت قط مكلما متكلما
مصرفا بالفعل كل زمان
أو كنت تفعل ما تشاء بطيف الـ
ـفعل الذي قد لم بالأذهان
أو كنت حيا فاعلا بمشيـ
ـئة وبقدرة الفعال ذي السلطان
فعل يقوم بغير فاعله مبيـ
ـن حاله الفعل قبل وبعد
ل غير معقول بدى الإنسـ
ـان
والله منه بفاعل شيئا إذا
ذهني كائني كنت بلا فرقان
لا داخلا فيك ولست بخارج
ما كان شانك ذلك شأن
فيأي شيء كنت فيه ملكا
عن حيثما ذوت في الأذهان
اسما ورسما لا حقيقة تحته
سبحانك اللهم قاهر السلطان
هذا وإن وقفت بك عليك
شأن الملوك أجل من ذا الشأن
قد حزت أوصاف الكمال جميعها
ورسومك لا ترضاه من سلطان
وقد استويت على سرير الملك وا
لأجل ذا خاطب لكم الثقلان
لكن بأيك ليس يقضاه امرؤ
لو لم يجيء بالشافع المنان

(متن القصيدة النونية، ص ٣٥٩ و ٣٦٠، المؤلف: محمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين ابن قيم الجوزية (المتوفى ٧٥١هـ) الناشر: مكتبة ابن تيمية، القاهرة، الطبعة: الثانية (١٣٩٦هـ)

ان اشعار میں علامہ ابن القیم نے حق تعالیٰ کے لیے سریر پر بیٹھنے کی تصریح کی ہے۔

اسی طرح حضرت ابو رزین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم اپنے رب کو قیامت کے دن کیسے پہچانیں گے؟ آپ نے فرمایا: کیا تم میں سے ہر ایک اپنے چاند کو تنہا دیکھنے میں کوئی دقت محسوس کرتا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تو اور بھی زیادہ عظیم ہے۔ (سنن ابن ماجہ، ص ۱۳۹، باب ما جاء فی الجہمیۃ)

علامہ کوثری نے اس حدیث کی سند پر کلام کیا ہے۔ اس سے کتاب السنۃ کی یہ حدیث بھی ساقط ہو جاتی ہے، جس میں خدا کے لیے عرش پر جلوس ثابت کیا گیا ہے۔ اس میں بھی یہ حدیث مذکور ہے۔ ابن عرق سے نقل کی گئی ہے، جس کو ابن حبان نے وضاع حدیث قرار دیا ہے۔ اس کو ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کرے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق جو کچھ ظاہر کر دیا ہے۔

علامہ کوثری نے لکھا ہے کہ اس سے ان لوگوں کے اس دعوے کی حقیقت بھی کھل گئی کہ وہ سلف کا اتباع کرنے والے ہیں؟ اور اپنے خاص عقیدوں کے مطابق روایات کو غلط یا صحیح کہنے کی بنا بھی معلوم ہو گئی۔

اس کے بعد علامہ کوثری نے "تنبیہ" کے عنوان سے لکھا: علامہ ذہبی کا بھی عجیب حال ہے کہ مذکورہ ذیل مواقع میں وہ اپنے رشد و صواب کی تمام حدیں کو کھو بیٹھتے ہیں۔

جب وہ احادیث صفات باری پر کلام ہو.....

لہٰذا طالب حق کو اس خاص معاملہ میں ان کے اقوال پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے۔ اور جو

(حاشیہ السیف المسلول علی الحقیقۃ وعلم الکلام ص ۵۴۹)

7 ... حافظ ابن تیمیہ صفات علوی کو بیان کرتے ہوئے غایۃ بن مصعب کا قول نقل کرتے ہوئے اور اس کی تصویب کرتے ہیں۔

وذکر علی خلاف ذلک بن مصعب قال ... وقد صح انه قال فی قوله تعالی الرحمن علی العرش استوی (طه ۵) ثم قال وهل یکون الاستواء الا الجلوس

(الصواعق المرسلة فی الرد علی الجهمیة والمعطلة، ج ۴ ص ۱۳۰۳، المؤلف محمد بن أبی بکر بن أیوب بن سعد شمس الدین ابن قیم الجوزیة والمتوفی ۷۵۱ھ)، المحقق علی بن محمد الدخیل الله، الناشر: دار العاصمة، الریاض، المملکة العربیة السعودیة، الطبعة الأولی ۱۴۰۸ھ)

غایۃ بن مصعب نے قرآن پاک کی سورت طٰہٰ کی تلاوت کی اور آیت "الرحمن علی العرش استوی" (طٰہٰ ۵) پڑھی تو کہا، استواء کا تو معنی ہی جلوس ہے۔

وأن الله فوق السماوات بذاته مستو علی عرشه کیف شاء

(الصواعق المرسلة فی الرد علی الجهمیة والمعطلة، ج ۴ ص ۱۳۸۲، المؤلف محمد بن أبی بکر بن أیوب بن سعد شمس الدین ابن قیم الجوزیة المتوفی ۷۵۱ھ)، المحقق علی بن محمد الدخیل الله، الناشر: دار العاصمة، الریاض، المملکة العربیة السعودیة، الطبعة الأولی ۱۴۰۸ھ)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر اپنی ذات کے ساتھ عرش پر مستوی ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے چاہا۔

ثم الجهمیه لما قالوا ان الاستواء مجازا ضرح اهل السنة بانه مستو بذاته علی عرشه

(مختصر الصواعق المرسلة علی الجهمیة والمعطلة ص ۳۷۷، المؤلف

الاصل محمد بن ابی بکر بن ایوب بن سعد شمس الدین ابن قیم الجوزیة (متوفی ۷۵۱ھ) اختصره محمد بن محمد بن عبد الکریم بن رضوان لعلی شمس الدین ابن الموصلی (متوفی ۷۷۴ھ) المحقق عبد ابراهیم، الناشر: دار الحدیث، القاهرة مصر، الطبعة الأولی ۱۴۲۲ھ)

ترجمہ: جب جہمیہ نے کہا کہ استوی کا استعمال قرآن پاک میں مجازی ہے تو اہل سنت (یعنی صحابہ ... تابعین کی ... قائل ہیں۔

6.2:۔نواب صدیق حسن خاں قنوجیؒ (المتوفی ۱۳۰۷ھ)

کے عقائد

9 نواب صاحب نے عقائد کے بارے میں ایک رسالہ "الاکتفاء علی مسئلة الاستواء" لکھا ہے، جس میں عقیدۂ تجسیم اور مذہب اثبات کی بات ہے۔ اس میں

... عرش پر ہے۔ عرش اس کا مکان ہے۔ اس نے اپنے دونوں قدم کرسی پر رکھے ہیں۔ کرسی اس کے قدم رکھنے کی جگہ ہے۔ خدا کی ذات جہت فوق میں ہے۔ اس کے لیے فوقیت رتبہ کی نہیں بلکہ جہت کی ہے۔ وہ عرش پر رہتا ہے ہر شب کو ... پر اترتا ہے۔ اس کے لیے ہاتھ، قدم، پنڈلی، انگلیاں، آنکھیں ... یہ باتیں ... سب تشبیہ ... کیف ہیں ... جو آیات ان کے بارے میں وارد ہیں، وہ سب نکرات ہیں، متشابہات نہیں ہیں۔ ... ان آیات و احادیث میں تاویل نہ کرنی چاہیے، بلکہ ان کے ظاہری معنی پر عمل و اعتقاد رکھنا چاہیے"

(الاکتفاء علی مسئلة الاستواء، مجموعہ رسائل عقیدہ، ج ۳ ص ۲۱۳ تا ۲۱۵، المؤلف: نواب صدیق حسن خاںؒ (المتوفی ۱۳۰۷ھ)، دار ابن الطیب، گوجرانوالہ، ۲۰۰۳ء)

نواب صدیق حسن خانؒ نے اپنا عقیدہ استواء کے متعلق یوں ظاہر کیا ہے

اللہ تعالیٰ کا علم اور قدرت و سلطان ہر مکان میں ہے اور وہ بذاتہ عرش کے اوپر مستوی

III

...ہ... نے لکھا ہے اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ عرش پر ہیں
جمہور محدثین کا مذہب ہے۔ (مجموعہ رسائل عقیدہ، ج ۳ ص ۳۲)

تنبیہ یہاں کس طرح ... عقیدہ ... میں ... ذات کے ساتھ ... عقیدہ ... فصل کے لیے اس کتاب کا باب نمبر 8 کا حصہ 7، 8 اور 8 8 ملاحظہ فرمائیں۔

نوٹ نواب صاحب نے اس طرح کی بے شمار چیزیں لکھ دی ہیں۔ یہاں اسے پر ہی اکتفاء کیا جاتا ہے۔

2 اسی طرح کے عقائد نواب صدیق حسن خاں نے ایک دوسری کتاب قصص السلف فی بیان عقیدۃ اھل الاثر میں ... ہیں ...

1 ولقد نبه بالادلة الصحيحة، ان الله خلق سبع سماوات بعضها فوق بعض، وسبع أرضين، بعضها اسفل من بعض، وبين الأرض العليا والسماء الدنيا مسيرة خمسمائة عام وبين كل سماء الى سماء مسيرة خمسمائة عام والماء فوق السماء العليا السابعة وعرش الرحمن عز وجل فوق الماء والله عز وجل على العرش والكرسي موضع قدميه

2 وهو على العرش فوق السماء السابعة، دون الحجب من نار ونور وظلمة" وما هو أعلم به.

3 فان اصح مبدع ومخترع بقول الله عز وجل "ونحن أقرب اليه من حبل الوريد" (ق ۱۶) وبقوله "ما يكون من نجوى ثلاثة الا هو سادسهم ولا خمسة الا هو سادسهم ولا ادنى من ذلك ولا اكثر الا هو معهم اين ما كانوا" (المجادلة ۷) ونحو هذا من متشابه القرآن فقل: انما يعني العلم لان الله عز وجل فوق السماء السابعة العليا بعلم

ذلك كله وهو بائن من خلقه، لا يخلو عن علمه مكان، وليس معنى ذلك ان الله في جوف السماء، وان السماء محصورة وتحوه فان هذا لم يقله احد من سلف الأمة وائمتها بل هم متفقون على ان الله فوق سماواته على عرشه، بائن من خلقه ليس في مخلوقاته شيء من ذاته، ولا في ذاته شيء من مخلوقاته

(قصص السلف فی بیان عقیدۃ اھل الاثر، ص ۳۹ تا ۴۲۲، المؤلف ابو الطیب محمد صدیق خان بن حسن بن علی ابن لطف اللہ الحسینی البخاری القنوجی (متوفی ۱۳۰۷ھ) الناشر وزارۃ الشؤون الإسلامیۃ والأوقاف والدعوۃ والإرشاد، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ الطبعۃ الاولی ۱۴۲۱ھ)

... ہیں ...

... ہیں ...

2 ... ہیں ...

3 ... ہیں ...

... ہیں ...

ما يكون من نجوى ثلاثة إلا هو رابعهم ولا خمسة إلا هو سادسهم ولا أدنى من ذلك ولا أكثر إلا هو معهم أين ما كانوا (المجادلہ ۷)

ترجمہ کبھی تین آدمیوں میں کوئی سرگوشی ایسی نہیں ہوتی جس میں چوتھا وہ نہ ہو اور نہ پانچ آدمیوں کی کوئی سرگوشی ایسی ہوتی ہے جس میں چھٹا وہ نہ ہو اور چاہے سرگوشی کرنے

...سے اس سے مراد یہ ہے کہ وہاں کی ہوں اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہوتا ہے
وہاں جیسی مثال آیات سے۔

تو پھر تو اس کے جواب میں کہہ دے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا علم مراد ہے
لیے کہ اللہ تعالیٰ اوپر والے ساتویں آسمان کے اوپر ہیں۔ وہاں سب کو جانتا اور وہ
اپنی مخلوق سے جدا ہے۔ اس کے علم سے کوئی جگہ خالی نہیں اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ
اللہ تعالیٰ آسمان کے جوف میں ہیں اور آسمان نے اس کو گھیرا ہوا اور حاملہ کیا ہوا ہے۔
اس لیے کہ سلف اُمت اور ائمہ میں سے کسی نے بھی ایسا نہیں کہا ہے بلکہ وہ اس بات پر
متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر عرش پر ہیں۔ اپنی مخلوق سے جدا ہیں اس کی
ذات میں سے مخلوقات میں کچھ نہیں ہے اور نہ اس کی ذات میں مخلوقات میں سے
کچھ ہے۔

نوٹ نواب صاحبؒ نے اپنے مجموعہ عقائد حافظ ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ کی کتابوں سے
لیے ہیں۔ نواب صاحب کے رسالہ الاکسیر علی عمدۃ التفسیر کے
بارے میں قصوصاً مسئلہ استواء میں بحث ہوئی دیکھئے کتاب "حسن البیان فی
سنۃ اللہ فی الجہۃ والمکان" "اللہ تعالیٰ بغیر جہت اور مکان کے" جو میں
کے باب 7 میں ملاحظہ فرمائیں۔

6.3:۔علامہ وحید الزمان حیدرآبادیؒ (المتوفی ۱۳۳۸ھ)

کے عقائد

1 "نزول الابرار" میں ہے

ویتکلم متی شاء بصوت وحروف یسمعها الملائکة المقربون
ویکلم الناس فی الآخرة کفاحاً من غیر ترجمان، وبنادیهم
وهو شی لا کالاشیاء، ولیس لا کالنفوس، وذات لا کالذوات،
وشخص لا کالاشخاص، وجرم لا کالاجسام

هو فی جهة الفوق، ومکانه العرش
وله صورة هی احسن الصور
ویقدر ان یتجلی فی ای صورة شاء
وله تعالی وجه وعین ویمین وکف وأصابع وساعد وذراع
وجنب وحقو وقدم ورجل وساق وکتف کما لیق بهذا
(نزل الابرار، کتاب الایمان، ۲، طبع جمعیت اہل حدیث، لاہور، طبع سعید المطابع، کراچی)

اللہ تعالیٰ جب چاہتے ہیں صوت وحرف کے ساتھ کلام کرتے ہیں، جس کو مقرب
فرشتے سنتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ آخرت میں بغیر کسی ترجمان کے لوگوں سے بالمشافہ
کلام کریں گے۔
اللہ تعالیٰ شے ہیں لیکن وہ کسی شیء کی طرح نہیں ہیں وہ نفس ہیں لیکن باقی نفوس کی
طرح نہیں۔ وہ ذات ہیں لیکن باقی ذوات کی طرح نہیں۔ وہ جسم ہیں لیکن باقی اشخاص
طرح نہیں۔ وہ صورت ہیں لیکن دوسرے لوگوں کی طرح نہیں۔
اللہ تعالیٰ جہت فوق میں ہے اور اس کا مکان عرش ہے۔
اللہ تعالیٰ کے لیے صورت ہے جو سب سے عمدہ صورت ہے۔
اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہیں کہ جس صورت میں چاہیں اس میں تجلی فرمائیں۔
اللہ تعالیٰ کا چہرہ، آنکھ، ہاتھ، ہتھیلی، مٹھی، انگلیاں، بازو، کلائی، کہنی سے درمیان کی
اگلی تک کا حصہ، پہلو، کوکھ، قدم، پاؤں، پنڈلی، پنڈلی، کندھا جیسا اس کی شان کے
لائق ہیں۔
جب اللہ کا مکان عرش ہے تو صدیث نزول میں جو مذکور ہے۔ اس نزول کے وقت
عرش خالی ہوتا ہے، یا نہیں؟
علامہ وحید الزمانؒ غیر مقلد خلوِ عرش (عرش کے خالی ہونے) کے قائل ہیں۔
وقال الحافظ عبد المحسن من صفة انه تعالیٰ اذا نزل یخلو منه
العرش، وهذا هو الاستدلال، وحکی عن ابن تیمیة: انه ینزل کما انا

ترجمہ حافظ عبدالرحمن ابن مندہ کہتے ہیں، جب اللہ تعالیٰ عرش سے اترتے ہیں تو عرش خالی کی وجہ سے خالی ہو جاتا ہے اور یہی انتقال ہے۔ حافظ ابن تیمیہ [illegible] بیان کی گئی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ [illegible]

[illegible] و خطا السبع ولی [illegible] الطبری: ولا یصح علیہ الانتقال لانہ لم یقم دلیل شرعی علی اصحابہ، وکذلک اخطأ ابوالحسن الاشعری الشافعی، حیث قرر مذہب السلف انہ تعالیٰ برئ عن الحرکۃ و الانتقال

(جزیۃ الہدیٰ [illegible] اہلحدیث الاثریہ لاہور

ترجمہ ہمارے اکابر میں سے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے اس مسئلہ میں خطا کی ہے جب انہوں نے ہمارے شیخ ابن جریر طبری کی اتباع میں کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا ثابت نہیں ہے [illegible] دلیل شرعی قائم نہیں ہے۔ اسی طرح [illegible] ہوئے [illegible] ہوئے ہیں۔

[illegible]

6.4:۔علامہ ابوالعلا محمد عبدالرحمٰن بن عبدالرحیم مبارکپوریؒ (المتوفی ۱۳۵۳ھ) کے عقائد

صاحب تحفۃ الاحوذی غیر مقلدین کے بہت بڑے محدث ہیں۔ حق یہ ہے کہ اس جگہ

وہ خاموشی سے گزر جاتے ہیں اور کوئی تائید حافظ ابن تیمیہ وغیرہ کی ان کے انفرادات کے لیے پیش کرتے اور کہیں کہیں ان کے خلاف بھی بعد تصریح ہم کے لکھ دیتے ہیں، مگر یہاں انہوں نے بڑی موٹی سرخی کے ساتھ حدیث ترمذی [illegible] والی لکھ

والله فوق ذلك. أي فوق العرش وفيه دليل على أن الله تعالى [illegible] وهذا هو [illegible] آيات الصفات وأحاديثها وهو مذهب [illegible] وغيرهم من [illegible] وهو مذهب السلف [illegible] والجهمية [illegible] وهو [illegible] ومذهب السلف والإصلاح على [illegible] كتاب التوحيد، وكتاب العرش للذهبي، وابن القيم [illegible] تفسير قوله تعالى ويحمل عرش ربك فوقهم يومئذ ثمانية

(تحفۃ الأحوذی بشرح جامع الترمذی، ص۱۶۵ المؤلف أبو العلا محمد عبد الرحمن بن عبد الرحيم المباركفوري (المتوفى ۱۳۵۳ھ) الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت)

ترجمہ حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہے اور یہی عقیدہ حق ہے اور [illegible] یہی [illegible] حدیث تو یہ [illegible] کرتی ہیں اور یہی مذہب سلف صالحین [illegible] یہی [illegible] والی علم کا ہے ..... جہمیہ نے عرش کا انکار کیا ہے اور اس کا بھی کہ [illegible] نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہے اور اس بارے میں [illegible] کتاب [illegible] اور امام ذہبی [illegible] کی کتاب [illegible] اور امام ابن قیم [illegible] دیکھو اور یہ بھی دیکھو کہ امام ترمذی اس حدیث [illegible] آیت ویحمل

تنبیہ

عوض ویلک علیہم ولا الضالین (الی قولہ) ۱۷" کی تفسیر میں لائے ہیں۔

کل حدیث اعوذ کا ضعیف و مجہول ہونا اسی کتاب کے باب 3 فصل نمبر 1 کے تحت بیان کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں میری دوسری کتاب التنبیہ فی الرد علی اھل التشبیہ فی قولہ تعالیٰ الرحمن علی العرش استوی (طٰہٰ ۵) باب 5 صفحہ 25 میں بیان کیا ہے۔

1 کیا ہی اچھا ہوتا اگر وہ اس حدیث کے متعلق اہل علم سے دریافت کر لیتے۔ جو ان کے مسلک کی تائید میں ہے کہ عقیدہ کے اثبات میں حدیث کی شرط صحت ہے۔ کتاب [illegible] کہ کسی حدیث سے عقیدہ کا [illegible]

2 [illegible] حدیث ضعیف [illegible] ویلک علی [illegible]

3

[illegible] کا ضعیف و مظلم فیہ ہونا سب کو معلوم ہے، کیونکہ اتفاقاً یہ حدیث کرنے والوں کے سے رجال کا علم نہایت ضروری تھا (انوار الباری ج ۱۹ ص ۳۱۵)۔

بقول حافظ ابن حجرؒ وغیرہ قدماء محدثینؒ روایت کی پوری سند پیش کر کے اپنے آپ کو بری الذمہ کر لیتے تھے۔ کیونکہ اس وقت سب اہل علم رجال کے حال سے واقف ہوتے تھے۔ [illegible] کہ منکر راویوں کی حدیث بغیر نقد و جرح کے قبول کی جائے۔ [illegible]

[illegible] نے رسالہ "الاصل" میں یہ بھی لکھا کہ جب کسی عمل کا دلیل شرعی کے ذریعہ مشروع ہونا ثابت ہو جائے تو پھر کوئی حدیث اس عمل کی فضیلت کی ایسی ملے جس کے بارے میں مجہول ہونے کا علم نہ ہو تو جائز ہے کہ اس عمل کے فضل و ثواب کو صحیح سمجھ لیا جائے لیکن ائمہ میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ محض حدیث ضعیف کی بنیاد پر [illegible] ثابت نہیں کیا جا سکتا تو کیا عقائد اور اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے اصولی مسائل کا دینی فروعی مسائل و اعمال سے بھی کم درجہ کا ہے؟ کہ ان کو ضعیف و منکر و معلول اخبار احاد تک سے بھی ثابت کر سکتے ہیں؟ کیا یہ بات اجماع امت و ائمہ کے خلاف نہیں [illegible] ثابت کرنے کے لیے قطعی دلیل کو ضروری مانتے ہیں۔ پھر ان کی موجودگی میں منکر و معلول احادیث کو پیش کرنے کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے [illegible]

[illegible] حافظ [illegible] ۸۶ میں لکھا کہ مسند احمد کی شرط [illegible] حدیث کی [illegible] شرط سے جو دونوں [illegible] بہت سے ایسے رواۃ کی احادیث نہیں لیں، جن کے حق جھوٹی روایت کرنے کا احتمال موجود تھا، جبکہ ابوداؤد اور ترمذی نے ایسے راویوں سے بھی احادیث روایت کر لی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ یہ بات جانتے ہوئے بھی آپ حضرات نے عقائد و اصول کے اصل میں [illegible] کی روایت پر [illegible] کیا [illegible]

6.5:۔علامہ خلیل ہراسؒ (المتوفی ۱۳۹۵ھ)، علامہ عثیمینؒ (المتوفی ۱۴۲۱ھ) اور علامہ محمود شیتؒ کے عقائد

6.6:۔علامہ عثیمینؒ (المتوفی ۱۴۲۱ھ) سلفی کا عقیدہ

وللكرسي: قال ابن عباس رضي الله عنهما "إنه موضع قدمي الله عز وجل"، وليس هو العرش، بل العرش أكبر من الكرسي وقد ورد عن النبي عليه الصلاة والسلام أن السماوات والسبع والأرضين السبع بالنسبة للكرسي كحلقة ألقيت في فلاة من الأرض، وإن فضل العرش على الكرسي كفضل الفلاة على هذه الحلقة"

(شرح عقیدہ واسطیہ ص ۱۷۱، ۱۷۲)

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کرسی اللہ تعالیٰ کے دو پاؤں کی جگہ ہے اور [illegible] بہت بڑا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا [illegible] جیسے کوئی چھلا جو بیابان [illegible]

فنحن نؤمن بأن الله بائن من خلقه، ... ونؤمن بأن الله فوق العرش استوى عليه وأن الكرسي موضع القدمين (شرح [illegible] ص ۳۰۵)

ہم ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے جدا ہیں۔ [illegible] اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہیں اور اس پر مستوی ہیں [illegible] کرسی پاؤں رکھنے کی جگہ ہے۔

ونؤمن بأنه "خلق السماوات والأرض في ستة أيام ثم استوى على

العرش يدبّر الأمر"

واستواؤه على العرش علوّه عليه بذاته علوًّا خاصا يليق بجلاله وعظمته، لا يعلم كيفيته إلا هو

ويؤمن بأنه تعالى مع خلقه وهو على عرشه، يعلم أحوالهم، ويسمع أقوالهم ويرى أفعالهم، ويدبر أمورهم، يرزق الفقير، ويجبر الكسير، يؤتي الملك من يشاء، وينزع الملك ممن يشاء، ويعز من يشاء، ويذل من يشاء، بيده الخير وهو على كل شيء قدير. ومن كمال هذا الإيمان كان مع خلقه حقيقة وهو كذلك فوقهم على عرشه حقيقة "ليس كمثله شيء وهو السميع البصير

(عقيدة اهل السنة والجماعة ص ۹، المؤلف: محمد بن صالح بن محمد العثيمين المتوفى ۱۴۲۱ھ، الناشر الجامعة الإسلامية المدينة المنورة، الطبعة الرابعة ۱۴۲۲ھ)

ترجمہ: ہم ایمان رکھتے ہیں کہ

ان ربکم اللہ الذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش یدبر الامر ما من شفیع الا من بعد اذنہ ذلکم اللہ ربکم فاعبدوہ افلا تذکرون (یونس ۳)

حقیقت یہ ہے تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر اس نے عرش پر (جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے) استواء فرمایا وہ ہر چیز کا انتظام کرتا ہے اس کی اجازت کے بعد (کسی کی) کسی کی سفارش کرنے والا نہیں یہ اللہ ہے تمہارا رب پس اس کی عبادت کرو کیا تم پھر بھی دھیان نہیں دیتے؟

☆ اللہ تعالیٰ کا عرش پر استواء ہے۔ اس کا علو علو ذات ہے۔ یہ علو خاص ہے جو اللہ تعالیٰ کی [illegible] شان اور عظمت کے لائق ہے۔ اس کی کیفیت کو صرف وہی جانتا ہے۔

☆☆ ہم ایمان لاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کے ساتھ بھی ہیں اس کے ساتھ وہ عرش پر بھی

ہیں۔ اللہ تعالیٰ مخلوق سے جدا ہیں [illegible] کے احوال کو بھی جانتے ہیں ان کے اعمال کو بھی دیکھتے ہیں ان کے اقوال کو بھی سنتے ہیں [illegible] کی سب حاجات پوری کرتے ہیں جس کو چاہتے ہیں عزت دیتے ہیں جس کو چاہتے ہیں ذلت دیتے ہیں۔ جس کو چاہتے ہیں روزی دیتے ہیں جس سے چاہتے ہیں روزی روک لیتے ہیں۔ جس کو چاہتے ہیں بادشاہی دیتے ہیں جس سے چاہتے ہیں بادشاہی چھین لیتے ہیں۔ جس کو چاہتے ہیں عزت دیتے ہیں جس کو چاہتے ہیں ذلت دیتے ہیں۔ ہر چیز پر قدرت رکھنے والے ہیں۔ جس [illegible] کی یہ شان ہو کہ وہ اپنی مخلوق کے ساتھ بھی حقیقی معنی میں ہے۔ کہ یہ وہ مخلوق کے اوپر ہے عرش پر بھی حقیقی معنی میں ہے

لیس کمثلہ شیء وھو السمیع البصیر (الشوریٰ ۱۱)

ترجمہ: کوئی چیز اس کے مثل نہیں ہے اور وہی ہے جو ہر بات خوب سنتا ہے سب کچھ دیکھتا ہے۔

اور اللہ کے عرش پر ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ بذات اس پر بلند ہیں، ہر چیز سے بلندی اس کی عظمت و جلال کے شایان شان ہے اس کے علاوہ اس کی بلندی کی کیفیت معلوم نہیں ہے۔

(عقیدہ اہل سنت والجماعت ص ۵۹، ۵۰، مؤلف: شیخ محمد بن صالح العثیمین۔ حرم: محمد الرشید الظہر۔ ناشر: مکتبہ [illegible] لاہور)

۵ السؤال: عثمان الدارمي في رده على بشر المريسي أورد أن الاستواء يأتي بمعنى الجلوس، ما رأي فضيلتكم؟

الجواب: الاستواء على الشيء في اللغة العربية يأتي بمعنى الجلوس قال الله تعالى "وجعل لكم من الفلك والأنعام ما تركبون لتستووا على ظهوره" (الزخرف ۱۲، ۱۳)، والإنسان على ظهر الدابة جالس أم واقف؟ هو جالس، لكن هل يصح أن نعديه إلى استواء الله على العرش؟ هذا محل نظر، فإن ثبت عن السلف أنهم فسروا ذلك بالجلوس فهو أعم مما نظن

(لقاء الباب المفتوح، ج ۲، ص ۱۳، المؤلف: محمد بن صالح بن محمد العثيمين (المتوفى ۱۴۲۱ھ)، لقاءات كان يعقدها الشيخ بمنزله كل

خمیس. یبدأ فی اواخر شوال 1412ھ وانتھیت فی الخمیس 14 محم
عام 1421ھ) منشور الکتاب. دروس صوتیۃ قام بتفریغھا موقع الشبکۃ
الاسلامیہ [illegible]

ترجمہ سوال. عثمان دارمیؒ نے اپنی کتاب میں استواء کو بمعنی جلوس بیان کیا ہے آپ کی رائے
مبارک کیا ہے؟

جواب عربی زبان میں "استوی علی الشیء" کا معنی متعدد ہیں بعض کہتے ہیں کہ
اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "لستوی علی ظھورہ" اب تاکہ سوار جانور
پشت پر سیدھا ہو جائے ظاہر ہے کہ وہ سیدھا ہو سکتا ہے یہی کہا ہے بھی صحیح
ہوگا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے عرش پر استواء میں جیسے ہمارا عقیدہ ہے بعض کہتے ہیں
غالب ہونا علی اس کی تفسیر جیسے کہتے ہیں تو ہم اس کو قبول نہیں کرتے کیونکہ
تو کم سے کم وہ علم رکھتے تھے۔

6.7۔علامہ خلیل ہراسؒ (المتوفی ۱۳۹۵ھ) کا عقیدہ

ثم کونہ قد وسع السموات والأرض وغیرھما والصحیح فی
نفس معنی أنہ غیر العرش وأنہ موضع لہ مستقل وأنہ فی العرش کحصاۃ
ملقاۃ فی فلاۃ (شرح عقیدہ واسطیہ ص ۹۶)

ترجمہ اللہ تعالیٰ کی کرسی ساتوں آسمانوں اور زمین وغیرہ سے وسیع ہے صحیح بات یہ ہے کہ کرسی
عرش سے علیحدہ شے ہے وہ اللہ تعالیٰ کے قدموں کی جگہ ہے اور عرش کی عظمت
میں اس سے بڑھ کر ہے۔

6.8۔مولانا عطاء اللہ حنیفؒ، غیر مقلد کا عقیدہ

سلف صالح سب نصوص استواء علی العرش وعلوہ کے معانی پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ ذاتاً
عرش کے اوپر ساری مخلوق سے الگ اور علیحدہ سب پر محیط ہے۔ اس علو واحاطہ کی
کیفیت انسانی عقل سے باہر ہے والکیف مجھول والاستواء معلوم

[illegible]

[illegible]

خبیر القرون کے سلف صالح سب کے سب اس آیت "ام امنتم من فی السماء"
کی تفسیر "حقیقی بلندی" سے کرتے ہیں۔ سب نے اس آیت کو اللہ تعالیٰ کے آسمان پر
ہونے کی ایک دلیل سمجھا ہے۔ (حاشیہ حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہ ص ۳۴۴)

[illegible] اللہ تعالیٰ کا عرش پر ہونا اور اس کی طرف اشارہ کرنا
[illegible] (حاشیہ حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہ ص ۳۴۴)

[illegible] جو بات ہے [illegible]
تبصرہ ہے، تفسیر وسعانی کی تفویض نہیں۔ تفسیر میں انہوں نے [illegible]
حاصل اللہ تعالیٰ کا عرش پر ہونے کا [illegible]
[illegible] کے نزدیک آیت صفات کی تفسیر کی [illegible]
(حاشیہ حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہ ص ۳۴۹)

6.9۔مولانا حافظ یحییٰ گوندلویؒ، غیر مقلد کا عقیدہ

[illegible] کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق سے بائن اور مافوق
[illegible] تمام صحابہ تابعین کا مذہب تھا کہ اللہ تعالیٰ جو
ساتوں آسمانوں کے اوپر ہے۔
(عقیدہ اہل حدیث ص ۲۲ طبع جامعہ خاتم النبیین، سمبڑیال، سیالکوٹ)

مشہور امام محمد بن مصعب فرماتے ہیں۔
اے اللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو ساتوں آسمانوں کے اوپر عرش پر ہے۔ تو جیسے تمہیں
[illegible]
(عقیدہ اہل حدیث ص ۳۰ طبع جامعہ خاتم النبیین، سمبڑیال، سیالکوٹ)

امام عثمان دارمیؒ اہل سنت کا مذہب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں
ہم پورے یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر عرش پر ہے جیسا کہ

(عقیدہ اہل حدیث ص ۲۳۰ طبع جامعہ خاتم النبیین، گوجرانوالہ)

جو اس اللہ پر ایمان نہیں رکھتا جو عرش پر مستوی اور مخلوق سے جدا ہے تو وہ [illegible]
[illegible] کرتا ہے اور اسے معلوم نہیں کہ میرا اللہ کہاں ہے؟

(عقیدہ اہل حدیث ص ۲۳۱ طبع جامعہ خاتم النبیین، گوجرانوالہ)

امام مقاتل بن سلیمان فرماتے ہیں

«وہ اپنے علم اور قدرت کے ساتھ قریب ہے اور عرش کے [illegible] سے وہ بندوں کی سرگوشی کو جانتا ہے اور ان کے کلام کو سنتا ہے۔ پھر قیامت کے [illegible] کو ہر چیز کی خبر دے گا حالانکہ وہ عرش کے اوپر ہے اور اس کا علم ان کے ساتھ ہے

(عقیدہ اہل حدیث ص ۲۳۱ طبع جامعہ خاتم النبیین، گوجرانوالہ)

تنبیہ غیر مقلدین کے یہ عقائد مشبہ فرقے کے لوگوں خصوصاً مقاتل بن سلیمان سے حدیث [illegible] سے لیے گئے ہیں حالانکہ کوثری کو دین سے [illegible] کا عقیدہ [illegible] کے اس [illegible] عقیدہ سب کو مسترد کیا ہے۔ ان مقاتل بن سلیمان کے

[illegible] کے متعلق [illegible] سے پڑھ لیں۔

1 وقال [illegible]

وقال اسماعیل بن اسحاق سمعت إسحاق بن إبراهيم يقول قال أبو
حنيفة: أتانا من المشرق وأبان خيثان جهم معطل، ومقاتل مشبه
2 وقال محمد بن سماعة، عن أبي يوسف: إن أبا حنيفة ذكر عنده
جهم، ومقاتل فقال كلاهما مفرط، أفرط جهم في نفي التشبيه حتى
قال إنه ليس بشيء، وأفرط مقاتل حتى جعل الله مثل خلقه
3 وقال عبد الله بن أبي الشاذلي الخوارزمي سمعت إسحاق ابن
إبراهيم الحنظلي يقول أخرجت خراسان ثلاثة لم يكن لهم في الدنيا
نظير يعني في البدعة والكذب: جهم بن صفوان، وبشر ابن غياث
ومقاتل بن سليمان.

وقال محمد [illegible] بن شهاب عن [illegible] سمعت أبا يوسف
يقول: يخرج إنسان مشئوم على الأرض أبغض إلى ربهم المقاتلية
والجهمية

(تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج ۲۸ ص ۳۳۲، ۳۳۳ المؤلف: یوسف
بن عبد الرحمن بن یوسف، أبو الحجاج، جمال الدین ابن الزکی ابی
محمد القضاعی الکلبی المزی (المتوفی ۷۴۲ھ) المحقق: د. بشار
عواد معروف، الناشر: مؤسسة الرسالة بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۰۰ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

وقال سعيد بن إبراهيم: قال أبو حنيفة أتانا من المشرق رأيان
خبيثان جهم معطل ومقاتل مشبه

وقال محمد بن سماعة عن أبي يوسف عن أبي حنيفة: أفرط جهم
في النفي حتى قال: الله ليس بشيء، وأفرط مقاتل في الإثبات حتى
جعل الله بالي مثل خلقه

وقال عبد الله ابن أبي الشاذلي الخوارزمي: سمعت إسحاق بن
إبراهيم الحنظلي، يقول: أخرجت خراسان ثلاثة لم يكن لهم في
الدنيا نظير يعني في البدعة والكذب: جهم ومقاتل وعمرو بن صبيح

وقال خارجة بن مصعب: كان جهم ومقاتل عندنا مابقي فاجرين
قال خارجة: لم أستحل دم يهودي ولا دمي ولو قدرت على مقاتل بن
سليمان في موضع لا يراه فيه أحد لقتلته

وقال الحسين بن واقد عن أبي يوسف بخراسان صنفان ما على
الأرض أبغض إلى ربهم: المقاتلية والجهمية

(تہذیب التہذیب، ج ۱۰ ص ۲۸۱، ۲۸۲، المؤلف: أبو الفضل أحمد بن علي بن
محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفی ۸۵۲ھ) الناشر: مطبعة
دائرة المعارف النظامية، الهند، الطبعة: الطبعة الأولی، ۱۳۲۶ھ)

۲

۳ حضرت اسحاق بن ابراہیم حنظلی فرماتے ہیں۔

۴

۵

۶ حضرت عبادہ فرماتے ہیں

میں کسی یہودی اور ذمی کے خون بہانے کو جائز نہیں سمجھتا لیکن اگر مجھے مقاتل بن سلیمان کسی ایک جگہ مل جائے جہاں مجھے کوئی اور نہ دیکھ رہا ہو تو میں اس کو قتل کر دوں۔

6.10:۔علامہ ناصر الدین البانی (المتوفی ۱۴۲۰ھ) غیر مقلد کا عقیدہ

۱ ولست أدري ما الذي منع المصنف عفا الله عنه من الاستقرار على هذا القول، وعلى جزمه بأن هذا الأثر منكر كما تقدم عنه. فإنه يقتضي نسبة القعود على العرش لله عز وجل، وهذا يستلزم نسبة الاستقرار عليه لله تعالى، وهذا مما لم يرد، فلا يجوز اعتقاده

ونسبته الى الله عز وجل، وذلك ترى المؤلف رحمه الله أنكر على من قال منهم جاء بعد القرون الثلاثة إن الله استوى استواء استقرار كما تراه في ترجمة- 140 أبو أحمد القصاب وصرح في ترجمة 161 البغوي "أنه لا يعجبه تفسير "استوى" بـ"استقر" (مختصر العلو للعلي العظيم للذهبي، ص۱۶۰/۱۶۱ مؤلف شمس الدين أبو عبد الله محمد بن احمد بن عثمان بن قايماز الذهبي (المتوفى ۷۴۸ھ) حققه و خرج احاديثه محمد ناصر الدين الألباني الناشر المكتب الإسلامي الطبعة الطبعة الثانية ۱۴۱۲ھ)

علامہ البانی فرماتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ مصنف کتاب (علامہ ذہبی) کو کس چیز نے اس قول یعنی استقرار والے قول سے منع کر دیا اس قول کو ناجائز قرار دینے پر اکسایا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، کیونکہ اس کے حق میں اللہ تعالیٰ کے لیے قعود یعنی بیٹھنے کی نسبت پائی جاتی ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے لیے عرش پر استقرار کو لازم کرتا ہے۔ یہ معنی نصوص میں وارد نہیں ہے۔ لہٰذا اس کا اعتقاد رکھنا اور اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا جائز نہیں ہے۔ اسی لیے مصنف علامہ ذہبیؒ اس شخص پر انکار کرتے ہیں جس نے قرون ثلاثہ کے بعد اس لفظ کو استعمال کرنا شروع کر دیا اللہ تعالیٰ مستوی ہوئے یعنی استوی کو استقرار کے معنی میں لیا جیسا کہ تو اس کتاب میں ابو احمد القصابؒ کے ترجمہ میں دیکھے گا اور اسی طرح علامہ بغویؒ کے ترجمہ میں معلوم کرے گا کہ وہ "استوی" کی تفسیر "استقرار" سے کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔

بس الله بالغ في إنكار لفظة "بذاته" على جمع نص قال: "هو تعالى فوق عرشه بذاته" بعدم ورودها عن السلف، مع أنها مفسرة لقولهم باستواء الله على خلقه حقيقة استواء يليق بجلاله وكماله، واعتبرها من فضول الكلام (مختصر العلو للعلي العظيم للذهبي، ص۱۶۷)

حضرت مصنفؒ (علامہ ذہبیؒ) نے "بذاتہ" کے لفظ کا شدید انکار کیا ہے۔ اور ان لوگوں پر شدید انکار کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ عرش کے

استواء علی العرش کے قول کی تفسیر کرنے والا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا استواء مخلوق پر قہر
استواء ہے جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے تو اس میں نیک ... یعنی لفظ ... سے ...
... یا ہے۔

و هذه اللفظة "بذاته" وإن كانت عندي معقولة المعنى ولله الامر
من ذكرها بصوت صحيح فهي كاللفظة الأخرى التي تكثر ورودها في
عقيدة السلف وهي لفظة "بائن" في قولهم: "هو تعالى على عرشه
بائن من خلقه"

یہ "بذاتہ" (اپنی ذات کے ساتھ) اگرچہ میرے ... یہ معنی ... سے ...
... اللہ تعالیٰ ... سے ... کرے ... سے ... ہیں ... سے ... لفظ
"بذاتہ" ... ہے ... عقیدہ میں "بائن" کا لفظ ... سے ... متوال
... سے ... اللہ تعالیٰ ... سے ...

ومن هذا العرف يتبين أن هاتين اللفظتين "بذاته" و"بائن" لم تكونا
معروفتين في عهد الصحابة رضي الله عنهم. ولكن لما ابتدع الجهم
واتباعه القول بأن الله في كل مكان، اقتضى ضرورة البيان أن يتلفظ
هؤلاء الأئمة الأعلام، بلفظ "بائن" دون أن ينكره أحد منهم
(مختصر العلو للعلي العظيم للذهبي ص٩٤، المؤلف شمس الدين أبو
عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قايماز الذهبي (المتوفى ٧٤٨هـ)
حققه واختصره: محمد ناصر الدين الألباني، الناشر المكتب الإسلامي،
الطبعة الطبعة الثانية ١٤١٢هـ)

ترجمہ: میں کہتا ہوں: اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ دونوں الفاظ "بذاتہ" و "بائن"
عہد صحابہ میں معروف نہیں تھے۔ لیکن جب جہم اور ان کے متبعین کا یہ مذموم قول اللہ
تعالیٰ ہر جگہ موجود ہیں، وجود میں آیا۔ تو اس بات کی ضرورت ہوئی کہ یہ ائمہ اس
لفظ "بائن" کو استعمال کریں۔ ان میں سے کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا۔

یہ "بذاتہ" کا لفظ میرے نزدیک اگرچہ معنی کے لحاظ سے معقول اور درست ہے۔
مگر یہ توضیح اور وضاحت کے لیے اس کو ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ یہ لفظ ... کی
... سلف کے عقیدہ میں بکثرت ... لفظ ... جیسے ان کا قول ہے اللہ تعالیٰ
عرش پر اپنی مخلوق سے جدا ہے۔

6.11:۔حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد کا عقیدہ

حافظ زبیر علی زئی مخلوط مزاج آدمی ہیں۔ وہ چاہیں تو ضعیف اور موضوع حدیث کو صحیح
اور حسن لغیرہ بنا دیں جیسے دوام رفع یدین کو ثابت کرنے کی ... حدیث کہ وہ موضوع ہیں
(تفصیل کے لیے دیکھیے میری کتاب ... فی ترک رفع الیدین
(ترک رفع یدین) کا باب نمبر 10 کا حصہ 10.6 اور 10.7)۔ اور چاہیں تو
حضرت عبداللہ بن مسعود کی ترک رفع یدین کی صحیح حدیث کو ضعیف کہہ دیں
(رفع یدین ... علی ...)

6.11.1۔استواء علی العرش کے بارے میں حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد کا عقیدہ اور اس کا رد

حافظ زبیر علی زئی (المتوفی ...ھ) غیر مقلد کا عقیدہ بھی باقی اہل حدیث حضرات
کی طرح کا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی صاحب نے اپنی کتاب مقالات (ج ... ص ... تا ... مکتبہ ...
... شائع کیا ہے جس کا عنوان ہے ... اللہ عرش پر ہے۔ اس مقالہ میں حافظ صاحب نے
... سے ... ثابت کیا ہے۔ انھوں نے جو دلائل ذکر کیے ہیں ... ان کا جواب ... میں ... سے
... ہے۔ حافظ صاحب کا یہ عقیدہ اہل سنت کے خلاف ہے۔
... حضرت مولانا سید احمد رضا بجنوری ... سے ...

سلف صالحین کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایک جگہ یا مکان میں محدود نہیں ہے بلکہ وہ عرش پر بیٹھا ہے اور وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں اس کی یہی صفت بیان کی گئی ہے۔ [illegible] اور عرش پر [illegible] جو [illegible] بہت بھی بالکل پڑھے لکھے [illegible]

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (الشوریٰ)

ترجمہ: کوئی چیز اس کے مثل نہیں ہے اور وہی سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے۔

کے خلاف ہے۔ مگر ان لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ خدا کا وجود بہت بڑا ہے جو عرش عظیم پر [illegible] کی نظیر نہیں کر سکتا اور کیڑے کی طرح چل پھر کر تا رہتا ہے۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں

حق تعالیٰ کے لیے تمکن علی العرش کے دعوے کو فقہاء نے علماء علی انکار النص کفر کہا ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۶۹)

استواء کے معنی ملکت سے متعدد وقع ہونے کی صورت منقول ہے، لیکن استقرار و تمکن یا جلوس علی العرش کے معانی صحیح طور سے منقول نہیں ہوئے ہیں۔

(انوار الباری ج ۱۸ ص ۹ طبع ادارہ تالیفات اشرفی، ملتان)

[illegible]

۱ حافظ صاحب نے عنوان تو باندھا ہے: "اللہ عرش پر ہے" مگر دلائل سارے "علو" کے [illegible]

زبیر علی زئی شاید اس بات کو نہیں جانتے کہ یہاں "ظہور" مراد ہے، نہ کہ مکانی۔

۲ "اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ ہر چیز سے بلند ہے"۔

۳ [illegible] ذات کے ساتھ" کا لفظ عقیدہ تجسیم کا انکار کرتا ہے اور یہ صحیح ہے۔

۱ قاضی بدر الدین بن جماعہ فرماتے ہیں

إذا ليست ذلك، فمن جعل الاستواء في حقه ما يفهم من صفات

المخلوقين، وقال استوى بذاته أو قال استولى حقيقة فقد ابتدع بهذه الزيادة التي لم تثبت في السنة، ولا عن أحد من الأئمة المقتدى بهم

(إيضاح الدليل في قطع حجج أهل التعطيل ص ۱۳۶ المؤلف أبو عبد الله محمد بن إبراهيم بن سعد الله بن جماعة الكناني الحموي الشافعي، بدر الدين (المتوفى ۷۳۳ھ) المحقق: وهبي سليمان غاوجي الألباني الناشر: دار الراية للطباعة والنشر والتوزيع، دمشق الطبعة: الأولى (۱۴۱۰ھ)

سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے، تو پھر جس نے استواء کو اس معنی میں لیا جو مخلوقات کی صفات میں سے ہے اور اس نے کہا: وہ اپنی ذات کے ساتھ عرش پر مستقر ہوا، یا اس نے کہا: وہ حقیقۃً مستقر ہو گیا، تو اس نے اس زیادت کے ساتھ بدعت و ضلالت اختیار کی کیونکہ یہ زیادت تو قرآن و سنت سے ثابت نہیں ہے اور نہ ہی ائمہ متقدمین سے۔

علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں

[illegible]

رسول علام البلاء، ج ۱۳ ص ۲۱۲ للمؤلف شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قايماز الذهبي (المتوفى ۷۴۸ھ) الناشر: دار الحديث، القاهرة الطبعة ۱۴۲۷ھ)

ہم نے اوپر بیان کر دیا ہے کہ لفظ "بذاتہ" کی یہاں کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ تو دونوں کو فاسد عقیدہ کی طرف لے جانے والا ہے۔

[illegible]

"بل مقول هو بذاته على العرش وعلمه محيط بكل شيء" (ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ عرش پر ہیں اور ان کے علم نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے) نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں

"فولك بذاته من كيسك"

اس حدیث میں ذات کی قید کچھ اور نہیں ہے۔

۲ قرآن پاک میں ہے

وھو اللہ فی السمٰوٰت وفی الارض (الانعام ۳)

ترجمہ وہ اللہ آسمانوں پر بھی ہے اور زمین پر بھی ہے۔

تو کیا اللہ تعالیٰ کی ذات متعدد ہے کہ ایک آسمان پر ہے اور ایک زمین پر ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسا نہیں ہے۔ اس لیے کسی صفت یا تجلی کے اعتبار سے اگر یہ کہا جائے کہ اللہ

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں

حبشی باندی اور اس جیسے کم علم اور کم عقل لوگوں کو جو خصوصیت دی گئی ہے وہ اصحاب علم و عقل کے لیے نہیں ہے۔ اسی وجہ سے جب حضرت علی علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ اللہ کہاں ہے؟

وقد جاء ذلك عن أمير المؤمنين علي رضي الله عنه أنه لما قيل له: أين الله؟ فقال: لمن الذي يقال له: أين؟ فقيل له: كيف الله؟ فقال: إن الذي كيف الكيف، لا يقال له: كيف؟

(التبصير في الدين وتمييز الفرقة الناجية عن الفرق الهالكين ص ۹۲، ۹۳ المؤلف: طاهر بن محمد الإسفرايني، أبو المظفر (المتوفى ۴۷۱ھ) المحقق: كمال يوسف الحوت، الناشر: عالم الكتب، لبنان، الطبعة الأولى ص ۱۳۰)

ترجمہ: حضرت علی علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ اللہ کہاں ہے؟ تو حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: "یہ سوال اس کے لیے ہے جس نے ایں (مکان) کو پیدا کیا ہے اس کے بارے میں یہ نہیں کہا جاتا کہ وہ کہاں ہے؟" اسی طرح حضرت علی علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ اللہ کیسا ہے؟ اس پر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: "جس ذات نے کیفیت کو پیدا کیا ہے کیفیت کا سوال نہیں کرتے۔"

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باندی کے جواب کو قبول فرمایا۔ اگر کوئی صاحب علم و عقل

ترجمہ: "یہ کچھ لوگ ہیں جن کی عقلیں ناقص ہیں، اکثر ہے کم عقل لوگ، کہاں علام

اپنے علم و عقل سے قطع نظر کر کے خلاص کے ساتھ اس کم علم اور کم عقل ہادی کا
عقیدہ رکھے تو جہنم سے نجات دلانے میں تو شاید یہ اس کو بھی مفید ہو۔

6 جہاں کے یہ نیب قریب پہنچ گئی ہے۔ یہ لکھ رہی ہیں اجماع کا ثبوت
اس سے ملتا ہے کہ ان میں سے کسی ایک سے بھی اگر وہ اپنے رسائل میں ظاہر سے بیزاری کی
طرف پھیر نا مروی اور ثابت نہیں ہے۔ اجماع کے معلوم کرنے کا یہ بہترین طریقہ
[illegible]

جواب ان کے اجماع کا ثبوت [illegible] صحابہ رضی اللہ عنہم کی تنزیہ پر مشتمل ہے۔
قرآن [illegible] ان میں سے جو [illegible] کی پاکدامنی اس کنارے
[illegible] کی گواہی دی ہے مشبہ قرار دیئے [illegible] اقل قلیل ہی رہے
ہیں

7 یہ جن کی بھی ہیں ان سے [illegible] کے خلاف کچھ بھی ثابت نہیں ہے جو
اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ان [illegible] ثابت [illegible] میں ہم یہ
تحمل کرتے تھے (مقالات ج ۱ ص ۱۶)

جواب [illegible] سے [illegible] مسلک [illegible] کا مسلک تنزیہ
[illegible] تو [illegible] بیان کرتے تھے تو ان
[illegible] کی [illegible] سے [illegible] علی العرش سے [illegible]
[illegible] ۱۰۰ [illegible] سے [illegible] ان کا ابطال کی جگہ یہاں
[illegible] سے [illegible] کی [illegible] سے [illegible]
[illegible] کی [illegible] سے [illegible] کرتے ہیں
[illegible] سے [illegible] کی [illegible] سے [illegible]
شایان شان نہیں ہے۔

نوٹ [illegible] علی العرش کی مفصل بحث میری دوسری کتاب "التنزیہ لی الرد علی
اھل التشبیہ فی قولہ تعالیٰ الرحمٰن علی العرش استوی" [illegible]

[illegible]

[illegible] صاحب کا مسلک [illegible] سے [illegible]
یہاں صرف حضرت امام احمدؒ کا بیان کیا جاتا ہے۔ کیونکہ [illegible] صاحب نے حضرت امام
[illegible] کے مسلک کو غلط طور پر پیش کیا ہے۔ جب کہ حضرت امام احمدؒ کا مذہب بھی وہی
جمہور [illegible] والا ہے

6.11.1.1:۔ حضرت امام احمدؒ کے مذہب کی تحقیق

وکان یقول: ان اللہ عز وجل مستو علی العرش المجید وعلمہ
محیط بجمیع خلقہ من الاشیاء من صفات الفعل، وعلمہ جمیع خلقہ انہ کان
یقدر ان الاشیاء من صفات الذات وکان یقول فی معنی الاشیاء
ھو العلو والارتفاع وھو بائن من خلقہ تعالی خالیا وفیما قبل ان یخلق عرشہ
لیس ھو فوق کل شیء وتعالی علی کل شیء وفیما تحت کل شیء
بمعنی قد خالف بمعنی الاشیاء والعرش افضل الاشیاء وارفعھا
فاستوی اللہ نفسہ بائنۃ علی العرش استوی ای علیہ علا ولا یجوز
ان یقال استوی بمماسۃ ولا بملاقاۃ تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا
واللہ تعالی لم یلحقہ تغیر ولا تبدل ولا تلحقہ الحدود قبل خلقہ
العرش ولا بعد خلق العرش
وکان یکفر عمن یقول ان اللہ فی کل مکان بذاتہ لان لا مکان
خلق محدودۃ

(العقیدۃ روایۃ ابی بکر الخلال، ص ۱۰۷، ۱۰۸، المؤلف ابو عبد اللہ احمد
بن محمد بن حنبل بن ھلال بن اسد الشیبانی (المتوفی ۲۴۱ھ) المحقق
عبد العزیز عز الدین السیروان، الناشر: دار قتیبۃ، دمشق الطبعۃ الأولی
۱۴۰۸ھ)

حضرت امام احمدؒ فرماتے تھے

اللہ تعالیٰ عرش کے بغیر ہر مخلوق سے مستغنی ہیں۔ ایک جماعت نے ان سے روایت کیا ہے کہ استواء صفت ذات ہے صفت فعل ہے۔ دوسری جماعت نے ان سے روایت کیا ہے کہ استواء صفت ذات ہے

۲ حضرت امام احمدؒ فرماتے تھے استواء کا معنی معلوم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ہمیشہ سے عالی اور رفیع الشان تھی ہے (یعنی عرش کی پیدائش سے پہلے بھی عالی (شان) رہی ہے (اور بعد میں بھی)۔ پس اللہ تعالیٰ کی ذات ہر چیز سے اوپر اور بلند اعلیٰ رہی ہے۔

۳ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء کی نسبت سے عرش کی تخصیص ایک معنی کے لحاظ سے کی ہے۔ عرش تمام اشیاء سے اعلیٰ اور ارفع ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنی مدح فرمائی ہے کہ وہ عرش پر استواء کیے ہوئے ہے۔

۴ استواء کا معنی ہے اس پر بلند ہو۔ یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ استواء بمعنی مست (چھونا) اور ملامست (دو جسموں کا ملنا) ہے (کیونکہ یہ اجسام کی صفات میں سے ہے)۔ اللہ تعالیٰ کی ذات تو اس سے بہت ہی بلند اور برتر ہے۔

۵ اللہ تعالیٰ کی ذات میں تغیر اور تبدیلی کا ہونا ممکن نہیں ہے اور نہ حدوث اس کا احاطہ کر سکتی ہیں، نہ عرش کی پیدائش سے پہلے اور نہ عرش کی پیدائش کے بعد۔

۶ حضرت امام احمدؒ اس بات کا انکار کرتے تھے کہ کوئی یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ ہر جگہ موجود ہیں، اس لیے کہ تمام مخلوقات محدود ہیں (اور اللہ تعالیٰ کی ذات لامحدود ہے)۔

۷ وقد رواه الخلال في "كتاب السنة" أخبرني عبد الله بن حنبل حدثني حنبل بن إسحاق، قال: قال عمي: نحن نؤمن بالله عز وجل على عرشه كيف شاء وكما شاء بلا حد ولا صفة يبلغها واصف أو يحده أحد. الصفات لله عز وجل منه وله، وهو كما وصف نفسه، لا تدركه الأبصار بحد ولا غاية، وهو يدرك الأبصار، وهو عالم الغيب والشهادة، علام الغيوب، ولا يدركه وصف واصف، وهو كما وصف

نفسه، وليس من الله شيء محدود، ولا يبلغ علمه وقدرته أحد، علم الأشياء كلها بعلمه وقدرته وسلطانه، ليس كمثله شيء وهو السميع البصير، وكان الله قبل أن يكون شيء، والله الأول، وهو الآخر، ولا يسع أحد حد صفاته، فالتسليم لأمر الله والرضا بقضائه، نسأل الله التوفيق والسداد، إنه على كل شيء قدير.

(العرش ج ۱ ص ۲۵۷، المؤلف شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قايماز الذهبي (المتوفى ۷۴۸ھ)، المحقق محمد بن حامد بن عبد الرزاق الحمد، الناشر عمادة البحث العلمي بالجامعة الإسلامية، المدينة المنورة، المملكة العربية السعودية، الطبعة الثانية ۱۴۲۳ھ)

حضرت امام [illegible] استواء کیا جیسے انھوں نے چاہا اور جس کیفیت سے چاہا اور جس حد سے [illegible] جس تک کوئی وصف بیان کرنے والا پہنچ سکے یا کوئی اس کی حد بندی کر سکے۔ [illegible] اللہ تعالیٰ کی صفات [illegible] ہیں اور وہ صفات [illegible] ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے [illegible] بیان کیا ہے [illegible] سے اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ آنکھوں کا احاطہ اور ادراک کر سکتا ہے۔ اور وہ [illegible] جیسی ہیں اور [illegible] وہ [illegible] کا جاننے والا ہے۔ کوئی بھی [illegible] اس سے [illegible] حد بندی نہیں ہے۔ [illegible] اللہ تعالیٰ سے [illegible] اپنے [illegible] سے [illegible]

ترجمہ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (الشوریٰ ۱۱)

کوئی چیز اس کے مثل نہیں ہے اور وہی ہے جو ہر بات سننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات ہمیشہ سے موجود ہے جب کوئی چیز بھی نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ کی صفات بھی ہمیشہ سے ہیں اور وہ ہمیشہ سے آخر میں ہوں گے۔ کسی کی بھی صفات کی حد اس تک

ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

ل — ...ت تعالیٰ کی صفات کے بیان میں کہ

قال وأخبرني عبد الله بن حنبل، قال: أخبرني أبي حنبل بن إسحاق قال: قال عمي نحي نؤمن بأن الله على العرش كيف شاء وكما شاء بلا حد ولا صفة ينتهي واصف، أو بحده أحد، فصفات الله له وهو كما وصف نفسه، "لا تدركه الأبصار" بحد ولا غاية، "وهو يدرك الأبصار" (الأنعام ۱۰۳)، هو عالم الغيب والشهادة، وعلام الغيوب ولا يدركه وصف واصف وهو كما وصف نفسه، وليس من نفسه من شيء محدود، ولا يبلغ علم قدرته أحد، غلب الأشياء كلها بعلمه وقدرته وسلطانه، "ليس كمثله شيء وهو السميع البصير" (الشورى ۱۱)، وكان الله قبل أن يكون شيء، والله هو الأول وهو الآخر، ولا يبلغ أحد حد صفاته

(درء تعارض العقل والنقل، ج ۳ ص ۲۹، ۳۰ المؤلف تقي الدين أبو العباس أحمد بن عبد الحليم بن عبد السلام بن عبد الله بن أبي القاسم بن محمد بن تيمية الحراني الحنبلي الدمشقي (المتوفى ۷۲۸ھ) تحقيق الدكتور محمد رشاد سالم الناشر جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية، المملكة العربية السعودية الطبعة الثانية (۱۴۰۱ھ)

4 اللہ تعالیٰ کی ذات میں ... کی صفات میں ... کام کرنے والے ... ہیں ... اور وہ ... ہیں ... سے ... ہیں ... ہیں ... ہیں ... اللہ تعالیٰ کی ... ہے اور ... ہے اور ... ہاتھ کے لفظ کا استعمال جس معانی کا تقاضا کرتا ہے، ان میں سے ہیں سوائے ان کے جن کا

...

...

...

حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے ذکر کیا کہ مناظرہ کے دن فریق مخالف نے میرے ... پر دلیل دی کہ حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن سورت بقرہ اور سورت ملک ... میں جواب دیا کہ اس سے مردوں کا ثواب ہے۔ اللہ تعالیٰ ...

...ہے وجہ ربک والملک صفا صفا (سورۃ فجر ۲۲)

...میں ان کی قدرت آسمان و زمین سے ... (علم ۵۰۳)۔

...من حنبل سے ... وجہ ربک ...

(سورۃ فجر ۲۲ ... ان سے ...

...

هل ينظرون إلا أن تأتيهم الملائكة أو يأتي أمر ربك

(سورۃ النحل ۳۳)

... (وہ نہیں انتظار کرتے مگر اس کا کہ ان کے پاس فرشتے آئیں، تیرے رب کا حکم آئے)۔

قرآن کا ایک حصہ دوسرے کی تفسیر کرتا ہے۔ امام ابن جوزیؒ نے اپنی تفسیر زاد المسیر میں اسی طرح سے نقل کیا ہے (عقیدہ و علم الکلام ص ۵۰۳)۔

حضرت امام احمدؒ سے نزول، رویت اور پاؤں رکھنے کی حدیثوں کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: ہاں ان پر ایمان ہے اور ہم ان کی تصدیق کرتے ہیں، کیفیت اور سنن کی تعیین کیے بغیر (اثبات الحدوث ص ۲۱۸، ۲۱۹)۔

تنبیہ حافظ زبیر علی زئی نے ایک اثر اجتماع الجیوش الاسلامیہ ابن القیمؒ کے حوالے سے نقل کیا ہے ہمارا رب ساتویں آسمان سے اوپر اپنے عرش پر ہے۔ اپنی مخلوق سے جدا ہے۔ جس کی وہ مفتی عبدالواحد پر یہ طنز کر رہے ہیں کہ وہ اصل کتابوں کے حوالے نقل نہیں کر رہے ہیں (مقالات ج ۱ ص ۳۸۱) مگر یہاں زبیر علی زئی اس کی مثال بنے ہوئے ہیں، اور دوں کو نصیحت اور خود میاں فضیحت! اس جگہ حافظ زبیر علی زئی حضرت

[illegible] سے ہیں [illegible] کا مسلک بھی اہل سنت والجماعۃ کی طرح ہے
یہاں صرف علامہ بانی کا یہ جملہ ہی کافی ہے۔

لیس [illegible] "البدایہ" و "بانی" لم تکونا معروفین فی عہد الصحابہ رضی اللہ عنہم

(مختصر العلو للعلی العظیم للذہبی، ص ۱۷)

ترجمہ: میں کہتا ہوں [illegible] "البدایہ" و "بانی" عہد صحابہ میں معروف نہیں تھے۔

6.11.1.2:۔حافظ ابن حجرؒ کی تحقیق

1 قال انکر من قوله فی حدیث "صخرة عیر" مراد انه صخرة عن یمین الداخلین فی المکان، لکن لو کان کذلک لکان اشرف من غیرها باعتبار ان علی یمینه [illegible] وبحوهما، وبان بهذا خطأ من زعم ان عیرا [illegible] علی الاطلاق الوارد فی الاحادیث الصحیحة وبحوها

(فتح الباری ج ۱۳ ص ۵۰۵، تحت رقم الحدیث ۷۳۲۲ ط دار السلام، ریاض)

حضرت بانیؒ کہتے ہیں حدیث کے الفاظ فی حدیث "صخرة عیر" کے یہ معنی مراد نہیں، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کسی مکان اور جگہ میں ترفع سے منزہ اور پاک ہیں [illegible] سے [illegible] افضل اور اعلیٰ ہے۔ اس لیے اس کی طرف [illegible] سے [illegible] طرف اشارہ کرنا ہوتا ہے۔ اسی طرح اس قسم کے [illegible] سے بھی ہوگا۔

2 وقال ابن بطال غرض البخاری فی هذا الباب الرد علی الجهمیة المجسمة فی تعلیقه سجدة الظواهر وقد تقرر ان الله لیس بجسم فلا یحتاج الی مکان یستقر فیه فقد کان ولا مکان وهو الان علی ما علیه کان قبل خلق المکان لا یتغیر علی شیء مع ربه علی ما یلیق به (فتح الباری ج ۱۳ ص ۵۰۵ ط دار السلام، ریاض)

[illegible] اور مجسمہ کا رد کرنا ہے، جنہوں نے اس کے ظاہر سے دلیل پکڑی ہے، حالانکہ یہ بات طے شدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ [illegible] ہیں [illegible] اس میں [illegible] تعالیٰ تو [illegible] تھے [illegible] سجدہ کی اس وقت اضافت تشریفی ہے۔ ارتفاع کا معنی ہے بلند ہونا اس کے ساتھ [illegible] اللہ تعالیٰ کی تنزیہ کا بھی بیان کرنا ہے۔

حضرت امام بخاریؒ نے اس باب میں یہ آیت ذکر کی ہے:

(قولہ باب قول اللہ تعالیٰ
تعرج الملائکۃ والروح الیہ
وقولہ تعالیٰ انہ یصعد الکلم الطیب

حضرت [illegible] اللہ [illegible] فرماتے ہیں

حافظ نے لکھا کہ ملائکہ کے صبح وشام نزول وعروج کا ذکر اور حق تعالیٰ کے سوال کرنے والی احادیث کے ظواہر کی وجہ سے بعض لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ حق تعالیٰ جہت علو میں ہے، حالانکہ صحیح مراد علو مرتبت ہے کیونکہ جہت علو دوسری جہات سے اشرف وافضل ہے اور وہی حق تعالیٰ کے شایان شان ہے۔

(فتح الباری ج ۱۳ ص ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، وکذا فی [illegible] ج ۱۳ ص ۴۲۰)

6.11.1.3:۔حضرت شیخ سلامۃ القضاعیؒ کی تحقیق

3 قال الأستاذ الشیخ سلامة القضاعی فی "الفرقان القرآن بین صفات الخالق وصفات الأکوان" (ص ۸۰، ۸۱): اذا سمعت فی عبارة بعض السلف "انما نؤمن بان له وجها لا کالوجوه ویدا لا کالایدی" فلا تظن انهم اراد وا ان ذاته العلیة منقسمة الی اجزاء وابعاض فجزء منها ید وجزء منها وجه، غیر انه لا یشبه الأیدی والوجوه التی للمخلوق. حاشاهم من ذلک وما هذا الا التشبیه بعینه. وانما اراد وا

بذلك أن لفظ الوجه واليد قد استعمل في معنى من المعاني وهي من الصفات التي تليق بالذات العلية كالعظمة والقدرة، غير أنهم يتورعون عن تعيين تلك الصفة تنزيهاً عن التهجم على ذلك المقام الأقدس وانظر المجسمة والمشبهة مثل هذه العبارة. فقرروا بعد العوام، الى آخر ما قال

(فرقان القرآن بين صفات الخالق وصفات الأكوان ص ۸۰ طبع دار الاشاعت العربی پشاور بمعارف السنن ج ۳ ص ۳۹، ۴۰ طبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

ترجمہ استاذ شیخ سلامہ قضائی اپنی کتاب "فرقان القرآن بین صفات الخالق وصفات الاکوان" میں فرماتے ہیں: "جب تو بعض سلف کی عبارات میں یہ سنے کہ ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا چہرہ ہے مگر وہ مخلوق کے چہروں جیسا نہیں۔ اور اس کا ہاتھ ہے مگر وہ مخلوق کے ہاتھوں جیسا نہیں۔ تو تم یہ بات ہرگز اپنے ذہن میں نہ لانا کہ ان کا اس سے یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات عالی اجزاء اور ابعاض میں منقسم ہے۔ اس کا ایک جز ہاتھ ہے اور ایک جز چہرہ ہے، سوائے اس کے کہ وہ مخلوق کے ہاتھوں اور چہروں جیسا نہیں۔ وہ سلف اس سے بری ہیں۔ یہ مطلب سوائے تشبیہ دینے کے اور کچھ نہیں۔ ان اسلاف کی اس سے مراد ہے کہ لفظ "الید" یا لفظ "الوجہ" یہ ان معانی و صفات میں مستعمل ہیں جو کہ کلی طور پر ان کے حق میں جیسے علم، قدرت، ارادہ وغیرہ کے ہیں۔ ان معانی کی تعیین کرنے سے پہلے وہ صداقتوں کی ذات اقدس سے نفی کی کسی قسم سے تعدد کرنے کے بارے میں رہتے تھے۔ ان جیسی عبارتوں سے فرقہ مجسمہ و فرقہ مشبہہ نے فائدہ اٹھایا ہے۔ ان سے رہنے والوں سے عوام ہوگئے ہیں۔"

6.11.1.4۔ أمِرُّوها على ظواهرها کا مطلب

یہ عبارت بعض سلف صالحینؒ سے منقول ہے لیکن اس کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ ظواہر سے مواضع مشہورہ قرآنیہ مراد ہیں، جن میں صفات کا ذکر ہے یعنی ظاہر سے

مستفیض و مشہور ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح ظاہر نفی کے مقابلہ میں آتا ہے، اسی طرح ظاہر غریب کی ضد بھی آتی ہے اور یہی معنی اس مقام میں مراد ہیں جیسے فقہاء کے قول "ھذا ظاہر الروایۃ" میں یہی معنی مراد ہیں، یعنی یہ روایت صاحب مذہب سے علی طریق الاستفاضہ ثابت ہے۔

علامہ کوثری فرماتے ہیں:

وقد يطلق الظاهر بمعنى المستفيض المشهور وهو مراد من يقول من اصل الحنفية "يجري اخبار الصفات على ظاهرها" حيث يريد اجراءها بمعنى المستفيض عن النبي ﷺ في صفات الله على اللسان كما ورد مع التعريض أو التأويل على ما سبق. وهذا المعنى هو المراد في قول بعضهم "هذا ظاهر الرواية" يعنون أنه المروي عن صاحب المذهب بطريق الاستفاضة والشهرة

(حاشیہ السیف الصقیل، علامہ الکوثری، العقیدۃ والکلام ص ۵۱۵)

6.11.1.5۔ آسمان قبلۂ دعا ہے

[illegible] تمام مسلمان [illegible] کرتے ہیں [illegible]

[illegible] ہے کہ آسمان دعا کے لیے بھی قبلہ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے لیے [illegible]

[illegible] مسکن [illegible]

1 [illegible] منصور الماتريدي رحمه الله

[illegible] لأيدي إلى السماء فعلى العبادة. ولله أن يتعبد عباده بما شاء [illegible] ربما وجهوه إلى حيث شاء. وإن علم من يظن أن رفع الأبصار إلى السماء لأن الله في ذلك الوجه فما فطن من يزعم أنه إلى جهة أسفل لأن من سجد يضع جبهته ووجهه ثم جبهتي الصلاة ونحوها

وكذلك من يزعم أنه في شرق الأرض وغربها يتوجه إلى ذلك في الصلاة، أو نحو مكة لخروجه إلى الحج

(التوحید ص۲۵۶، المعروف محمد بن محمد بن محمود، ابو منصور ماتریدی (م ۳۳۳ھ) المحقق: فتح الله خلیف، الناشر: الجامعات المصریه الاسکندریه)

[illegible] فرماتے ہیں

[illegible] وقت آسمان کی طرف ہاتھ اٹھانا تو یہ عبادت کی [illegible] شان الوہیت میں سے ہے کہ وہ اپنے بندوں کے لیے عبادت کا جو طریقہ مقرر [illegible] وہ ہے بندوں کو جس طرف چاہے، رخ کرنے کا حکم دے۔ اگر کوئی شخص یہ خیال کرے کہ آسمان کی طرف آنکھوں کو اٹھانا اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سمت میں ہیں۔ یہ خیال کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص یہ خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ زمین کے نیچے جانب ہے، اس لیے کہ سجدے میں آدمی زمین کی طرف توجہ کر کے زمین پر اپنا چہرہ [illegible] ثرٰی یا تحت الثریٰ میں ہے، کیونکہ وہ تو زمین اس طرف رخ کر رہا ہے، یا وہ حج کے لیے کا [illegible] ادا کر کے چلے۔

2 حافظ، مولیٰ، فقیہ، سید محمد مرتضیٰ زبیدی فرماتے ہیں:

فإن قيل، إذا كان المحل منحصرا ليس في جهة، فما معنى رفع الأيدي بالدعاء نحو السماء؟

الجواب من وجهين ذكرهما الطرطوشي

أحدهما أنه محل السجود، كاستقبال الكعبة في الصلاة وإلصاق الجبهة بالأرض في السجود، مع تنزهه سبحانه عن محل اليد ومحل السجود، فكان السماء قبلة الدعاء

ثانيهما أنها لما كانت مهبط الوحي والروح وموضع الرحمة والبركة، على معنى أن المطر ينزل منها إلى الأرض فيخرج نباتا، وهي مسكن الملا

الأعلى، فإذا قضى الله أمرا أنزله اليهم، فينزله الى اهل الأرض وكذلك الأعمال ترفع، وفيها غير واحد من الأنبياء، وفيها الجنة، وهي قبة السماء السابعة، التي هي غاية الأماني، فلما كانت معادنا لهذه الأمور العظام ومعرفة القلب والفكر، انصرفت الهمم اليها، ولو عرف الله داعي عليها

(التحاف السادۃ المتقین ج ۵ ص ۳۳، ۳۵ طبع دار الفکر، بیروت)

اگر کوئی اعتراض کرے جب اللہ تعالیٰ کسی جہت میں نہیں ہے تو پھر دعا کے وقت آسمان کی طرف ہاتھ اٹھانا کس مقصد کے لیے ہے؟

حضرت شیخ ابوبکر محمد بن ولید اندلسی طرطوشی مالکی (المتوفی ۵۲۰ھ) نے دو وجوہ بیان فرمائی ہیں:

1 یہ تعبدی امر ہے، جیسے نماز میں استقبال کعبہ ہے، سجدے میں زمین کے ساتھ پیشانی لگا دینا ہے، باوجود اس کے بیت اللہ اور زمین کو اللہ تعالیٰ کا مکان سے منزہ رکھنے کا عقیدہ رکھنا ہے۔ گویا دعا کا قبلہ آسمان ہے۔

2 جب آسمان، رزق اور وحی کا مہبط اور مرکز اور رحمت و برکت کی جگہ ہے، اس معنی کے لحاظ سے کہ بارش آسمان سے زمین کی طرف نازل ہوتی ہے تو اس سے نباتات اگتی ہے۔ آسمان ملاء اعلیٰ یعنی فرشتوں کا مسکن ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی کام کا فیصلہ کر لیتے ہیں تو اس کو فرشتوں کی طرف القا کر دیتے ہیں۔ تو پھر فرشتے اس امر کو اہل زمین کی طرف القا کر دیتے ہیں۔ اسی طرح اعمال کو آسمان کی طرف اٹھایا جاتا ہے۔ آسمان جنت سے جہاں عالم کا مسکن ہے۔ آسمان میں جنت بھی ہے اور وہ ساتوں آسمانوں کے اوپر ہے جو سب کی آرزوؤں کی انتہاء ہے۔ جب آسمان اتنے بڑے بڑے امور کا معدن [illegible] ہیں۔ دعا کرنے والے اسی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں

لأن المشبه [illegible] الدعاء، كما [illegible] فضلة [illegible]

(فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۲۲۳، المؤلف احمد بن علی بن حجر ابو الفضل العسقلانی الشافعی الناشر دار المعرفۃ، بیروت، ۱۳۷۹ھ)

اس لیے کہ دعا کا قبلہ آسمان ہے جیسے کہ کعبہ نماز کا قبلہ ہے۔

حضرت شیخ ملا علی قاری (المتوفی ۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

السماء قبلة الدعاء بمعنى أنها محل نزول الرحمة التي هي سبب أنواع النعمة، وهو مُوجب دفع أصناف النقمة ... وذكر الشيخ أبو معين النسفي رحمه الله في "التمهيد" أنه من أن المحققين قرروا أن رفع الأيدي إلى السماء في حال الدعاء تعبُّد محض

(شرح الفقہ الاکبر ص ۹۹، المؤلف ملا علی القاری، طبع دار الکتب العلمیۃ بیروت)

آسمان دعا کا قبلہ ہے۔ اس کا معنی ہے کہ آسمان رحمت کے نازل ہونے کی جگہ ہے کہ وہ انواع و اقسام کی نعمتوں کے نازل کا سبب ہے اور وہ مختلف قسم کے عذاب اور کے دور کرنے کا سبب بھی ہے ..... حضرت شیخ ابو معین نسفی جو اس فن کے امام ہیں، اپنی کتاب "التمہید" میں لکھتے ہیں: محققین علماء اس بات پر متفق ہیں کہ دعا کے وقت [illegible] تعبدی ہے۔

حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں:

حافظ ابن تیمیہ نے عرش کو قدیم کہا کیونکہ اس پر خدا کا استواء ہے حالانکہ حدیث ترمذی میں خلق عرش مذکور ہے۔ انہوں نے کسی چیز کی پروا نہ کی۔ جو بات ان کے ذہن میں چڑھ گئی تھی، اس پر اڑے رہے۔

ہم جو کچھ سمجھے ہیں وہ یہ کہ عالم اجسام عرش پر ختم ہے اور خدا جہت اور مکان سے بری ہے اور عرش علو مرتبہ کا فرش ہے۔ [illegible] پر استیلاء ہو۔ یہی مراد ہے استواء علی العرش کی۔ تعرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ (معارف ج ۳) وغیرہ سے ثابت ہوا کہ شریعت نے ہم کو جہت علو دی ہے۔ اور شریعت نے کہا کہ سب چیزیں عدم سے مخلوق ہیں۔ پس کیا وہ اسی پر جمے گیا؟ ایسا

خیال کرنا حماقت ہے۔ دوسرے الفاظ میں یوں سمجھو کہ شریعت نے عرش کر کے جو جہت ہم کو بتلائی ہے وہ علو ہی ہے لیکن: [illegible] یا کہ وہ اس پر متمکن ہے جیسے ابن تیمیہ نے کہہ دیا۔

خود ان کو سمجھنا چاہیے تھا کہ جو چیزیں عدم سے پیدا ہوئیں وہ کیا ان سے ذات باری کا تعلق ایسا ہوگا کہ جیسا زید کا عمرو بکر سے، محض الفاظ "وھو معکم اینما کنتم" اور استوء وغیرہ کی وجہ سے؟!

شریعت کے جہت سے علو دینے کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں یوں چاہا کہ اس طرح سے عمل میں ظاہر کرو۔ مثلاً دعا میں ہاتھ اور سر اٹھانا وغیرہ۔ ورنہ وہ سب جگہ موجود ہے [illegible] سے ثابت ہے

(نور الباری اردو شرح صحیح بخاری ج ۳ ص ۳۶۱، طبع ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان)

6.11.1.6۔ حضرت ڈاکٹر مفتی عبد الواحد مدظلہ کی تحقیق

قرآن و حدیث میں یہ تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہیں لیکن یہ تصریح نہیں ہے کہ وہ اپنی ذات سمیت اس پر مستوی ہیں۔ دیگر شواہد سے یہ تو پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے بلندی، فوقیت اور علو ہے لیکن وہ کس اعتبار سے ہے؟ اس کی کوئی وضاحت و صراحت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے مطلق فوقیت اور بلندی کا ذکر ہو تو اس میں تین طرح کا احتمال ہوتا ہے علو ذاتی، علو صفاتی، اور علو تجلیاتی۔ علو ذاتی تو ان وجوہات سے نہیں ہو سکتی جو ہم نے ذکر کی ہیں۔

مرتبہ یا صفات کی بلندی یہ تقاضا نہیں کرتی کہ صرف جہت فوق کے ساتھ اس کا تعلق ہو۔ البتہ علو تجلیاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے جہت فوقیت کو ثابت کر سکتی ہے۔ اس کی ایک مثال وہ ہے جو بیابان میں رات کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے آگ کی صورت میں ظاہر ہوئی۔ عرش پر ایسی ہی کوئی عالم شان تجلی قائم ہو اور اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ عالم کے امور کی تدبیر کرتے ہوں۔ جب یہ احتمال موجود ہے اور علو ذاتی یا استواء صفاتی کے صارف دلائل بھی موجود ہیں تو استواء ذاتی پر جزم کرنا

حد سے تجاوز کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے ایک کیفیت تصور کرنا ہے، عام عقل سلیم تقاضا بھی نہیں کرتی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے علو و استواء کو ثابت کرنے کے لیے سلفیوں کے پاس نہ کوئی عقلی دلیل ہے اور نہ ہی کوئی نقلی شرعی دلیل ہے۔ یہ ابن تیمیہؒ اور دیگر سلفیوں کے محض دعوے ہیں۔

(صفات خبریات اور سلفی عقائد ص ۷۰، طبع محدث ترجمان اسلام)

6.11.2:۔ حافظ زبیر علی زئی کے متبوع علماء

زبیر علی زئی نے جن علماء کے عقائد کو اختیار کیا ہے۔ ان میں امام عثمان بن سعید الدارمی، امام احمدؒ (المتوفی ۲۴۱ھ) کے عقائد شیخ ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہؒ (المتوفی ۳۱۱ھ) کے عقائد، حافظ ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن قیمؒ ہیں۔ (ملاحظہ فرمائیں مقالات زبیر علی زئی ج ۶ ص ۳۷ تا ۴۵)۔ ان کا مفصل تعارف اور عقائد ان پر بحث اس کتاب کے باب نمبر 4، 5 اور 6 کے ضمن میں بیان کر دیا گیا ہے

حافظ صاحب نے امام عثمان بن سعید دارمی کی توثیق میں بہت زور صرف کیا ہے۔ جس سے علم العقائد میں کتاب النقض (نقض الامام ابی سعید عثمان بن سعید علی المریسی الجهمی العنید فیما افتری علی الله عز وجل من التوحید) اور "الرد علی الجهمیة" کا ذکر بھی کیا ہے۔ اور اس کی تائید و تصویب اور متابعت کی سخت تاکید کے بعد طلاب بن الدم کا یہ [illegible]

[illegible] الدارمی فی [illegible] علی الجهمیه و المریسی و غیرهم من [illegible] فی [illegible] و یعلی بن [illegible] [illegible] هو الذی یجب [illegible] و [illegible] و [illegible] و

لرحمٰن علی العرش استوی کیف وصف
بہ مقسمۃ ولا نقول کیف؟ وکیف عنہ مرفوع وما أراک تحسن
بدعۃ، خرجوہ

(ترجمہ: ...)

حضرت امام مالکؒ سے اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کے بارے میں سوال کیا گیا۔ جس کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابو عبداللہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت امام مالکؒ کے پاس موجود تھے۔ پھر ایک شخص آیا تو اس نے کہا اے ابو عبداللہ قرآن مجید میں ہے الرحمٰن علی العرش استوی (سورۃ طٰہٰ ۵) (اللہ تعالیٰ رحمت والا عرش پر استواء فرما ہوا ہے) تو اللہ تعالیٰ عرش پر کیسے مستوی ہیں اور ان کا استواء کیسا ہے تو حضرت امام مالکؒ سے (اللہ تعالیٰ کی عظمت اور ہیبت کی بنا پر ...) پسینہ پسینہ ہوگئے اور فرمایا ... ہوئے ہے جیسا کہ خود اس نے اپنی اس صفت کو بیان ... کے بارے میں "کیف" (کیفیت) کا سوال نہیں ... کیف (کیفیت) اللہ تعالیٰ کی ذات سے مرفوع ہے۔ اے سائل تو ... شک بدعتی اور بدعتی شخص ہے۔ پھر ... سے نکال دو۔

تجزیہ: اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت امام مالکؒ نے صفت "استوی" کو اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کرکے تفصیل سے سکوت فرمایا اور صرف ان الفاظ پر اکتفاء کیا: کما وصف نفسہ "جیسا کہ خود اس نے اپنی صفت بیان کی ہے" اور کیفیت کو اللہ تعالیٰ سے منفی کیا۔

غیر مقلدین اپنے مسلک کی تائید کے لیے شاذ اور منکر اقوال سے سہارا لیتے ہیں۔
مبشر علی کی پیش کردہ روایت کی سند یہ ہے

سریج بن النعمان عن عبد اللہ بن نافع عن مالک أنہ کان یقول: "اللہ فی السماء وعلمہ فی کل مکان".

تو یہ روایت ثابت نہیں ہے۔ ان دونوں راویوں کے بارے میں کتب جرح وتعدیل اور کتب الضعفاء کا مطالعہ کریں۔ یہاں صرف ایک حوالہ پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

اس روایت کے ... عبد اللہ بن نافع الصائغ مولیٰ بنی مخزوم المدنی ... کے بارے میں ... حدیث فرماتے ہیں

(۱) حدثنا بن أبي عصمة، حدثنا أبو صالح أحمد بن محمد سألت أحمد بن حنبل عن عبد اللہ بن نافع المدني الصائغ قال لم یکن صاحب حدیث کان ضعیفا فیہ، وکان صاحب رأی مالک وکان یفتي أهل المدینة برأی مالک ولم یکن لي بالحدیث بذاک

۲ حدثنا الجنیدي، حدثنا البخاري، حدثني هارون قال مات عبد اللہ بن نافع الصائغ سنة ست أبو محمد المدني مولى بني مخزوم في حفظه شيء.

۳ سمعت ابن حماد یقول: قال البخاري عبد اللہ بن نافع الصائغ أبو محمد مولى بني مخزوم مدني عن مالک تعرف حفظه وتنکر، وعبد اللہ بن نافع قد روى عن مالک غرائب

(الکامل فی ضعفاء الرجال، ج۵ص۳۹۸،۳۹۹رقم ۱۰۷۰ المؤلف: أبو أحمد عبد اللہ بن عدي الجرجاني (المتوفى: ۳۶۵ھ) تحقیق: عادل أحمد عبد الموجود - علي محمد معوض. شارک في تحقیقه: عبد الفتاح أبو سنة الناشر: مکتب العلمیة، بیروت - لبنان الطبعة: الأولى، ۱۴۱۸ھ)

حضرت امام احمدؒ فرماتے ہیں، عبداللہ بن نافع صاحب حدیث نہیں ہے۔ ۱۱ حدیث میں ضعیف ہے۔ امام مالکؒ کی فقہ کا پیروکار تھا۔ امام مالکؒ کی فقہ کے مطابق فتویٰ دیتے تھے۔ لیکن حدیث میں ایسا نہیں تھا۔ حضرت امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ مجھ سے امام ہارونؒ نے فرمایا کہ اس کے حفظ میں کچھ ہے یعنی کمزوری ہے۔ حضرت امام بخاریؒ فرماتے ہیں، اس کے حفظ میں معرفت اور نکارت دونوں ہیں۔ ابن عدیؒ فرماتے ہیں، اس لیے حضرت امام مالکؒ سے غریب اور منکر چیزیں روایت کی ہیں۔

2 وقال البخاري: في حفظه شيء وقال احمد لم يكن بذاك في الحديث. وقال ابو حاتم: هو ليس في حفظه وكتابه اصح. وقال احمد لم يكن صاحب حديث، كان ضعيفا فيه.

(ميزان الاعتدال في نقد الرجال، ج ۲ ص ۵۱۳، ۵۱۴ رقم ۴۹۴۷ المؤلف شمس الدين ابو عبد الله محمد بن احمد بن عثمان بن قايماز الذهبي (م ۷۴۸ھ) تحقيق علي محمد البجاوي ناشر دار المعرفة للطباعة والنشر، بيروت لبنان الطبعة الاولى ۱۳۸۲ھ)

ترجمہ حضرت امام بخاری فرماتے ہیں کہ اس کے حفظ میں کچھ کمزوری ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں، وہ حدیث میں پختہ نہیں ہے۔ امام ابو حاتم فرماتے ہیں وہ حفظ میں کمزور ہے لیکن اس کی کتاب صحیح ہے۔ حضرت امام احمد فرماتے ہیں، عبداللہ بن نافع صاحب حدیث نہیں ہے... وہ حدیث میں ضعیف ہے۔

3 حضرت علامہ ابد کوثری فرماتے ہیں

وقد يروى سريج بن النعمان عن عبد الله بن نافع عن مالك انه كان يقول: "الله في السماء وعلمه في كل مكان" لا يثبت فان احمد عبد الله بن نافع الصائغ لم يكن صاحب حديث وكان ضعيفا فيه. قال ابن عدي يروي غرائب عن مالك. قال ابن فرحون: كان اصم اميا لا يكتب. راجع ترجمة سريج وابن نافع في كتب الضعفاء. ومثل هذا السند لا ينسب الى مثل مالك مثل هذا. وقد تواتر عنه عدم الخوض في الصفات وفيما ليس تحته عمل كما كان عليه عمل اهل المدينة على ما في شرح السنة للالكائي وغيره

(حاشیہ السیف الصقیل، علامہ الکوثری، العقیدۃ وعلم الکلام ص ۲۹۹)

تنبیہ کسی بھی مسئلہ عقائد کے بارے میں دو بات نہیں کہی جا سکتا خصوصا حضرت امام مالک جیسے امام کے بارے اس کی نسبت درست نہیں ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی [illegible]

6.11.4 ۔زبیر علی زئی کا اہل السنت والجماعت کی طرف غلط مسلک کا انتساب

[illegible] سلف صالحین کی عبارات [illegible] مراد ہے اور یہ کہ [illegible] پر [illegible] قید لگانا [illegible] کے تحت تفصیل سے اس کو بیان کیا ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔

سوال: باری تعالیٰ کہاں ہیں؟ دلائل عقلیہ ونقلیہ سے مدلل ومفصل مع حوالہ کتب تحریر فرمائیے۔

[illegible]

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے۔ ہر صغیر وکبیر کا عالم ہے۔ کوئی ذرہ اس سے خالی نہیں۔ نصوص صریحہ اور دلائل قطعیہ سے اس کا ثبوت ہے۔ قال اللہ تعالیٰ

لا يعزب عنه مثقال ذرة في السموات ولا في الارض ولا اصغر من ذلك ولا اكبر الا في كتاب مبين (سورت یونس ۶۱)

مگر اللہ تعالیٰ کے لیے دوسری اشیاء کی طرح کوئی مخصوص مکان محیط نہیں، کیونکہ وہ مکانی نہیں، بلکہ واجب اور قدیم ہے اور مکان، زمان وغیرہ حادث اور اس کی پیدا کی ہوئی ہیں۔

[illegible] لیے جیسے [illegible]

لا محدود، ولا ممدود، ولا متجزئ، ولا متبعض، ولا متحيز، ولا شريك منها، ولا متحد، ولا يوصف بمماثلة، ولا بالكيفية، ولا يتمكن في مكان، ولا يجري عليه زمان

سوال:۔ کیا خدا کے لیے بھی زمان ومکان، یا کوئی دیگر قید، یا ظرف ہے؟ اور ایسا ماننے والے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ حامداً ومصلیاً

خداوند قدوس زمان ومکان اور سمت سے منزہ ہے، جو شخص خدائے پاک کو ان چیزوں کے ساتھ مقید مانتا ہے، وہ ضلالت میں مبتلا ہے۔ شرح بخاری شریف میں تفصیل مذکور ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ محمودیہ ج۱ ص۴۳۳، ۴۳۴)

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(فتاویٰ محمودیہ ج۱ ص۴۳۳، ۴۳۴)

6.11.5:۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی طرف غلط مسلک کا انتساب

حافظ زبیر علی زئی نے حضرت تھانویؒ کا مسلک یوں بیان کیا ہے،

احادیث کو ظاہر پر رکھ کر صفات باری تعالیٰ پر ایمان لانا سلف صالحین کا مذہب ہے (مقالات ج۶ ص۴۱)

حضرت تھانویؒ اپنے رسالہ تمہید الفرش فی تحدید العرش میں فرماتے ہیں

۱ ان مفہومات کے حقائق کے لیے اسواء میں فتجشم وتحیز ید (ہاتھ) اور قدم (پاؤں) میں ترکیب وتحدید (حدود متعین کرنا) اور نزول وغیرہ میں حرکت لازم عقلی ہیں اور لازم کا انفکاک (الگ ہونا، جدا ہونا) ملزوم سے محال عقلی ہے۔ پس اعتقاد ملزوم کا اور اعتقاد لازم سے نفی تکییف بالمحال ہے جو عقلاً ونقلاً باطل ہے۔ پہلی بات تو بالکل ظاہر ہے۔ دوسری بات کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا (پ۳ ع۲۶)

اللہ تعالیٰ کسی بھی شخص کو اس کی وسعت سے زیادہ ذمہ داری نہیں سونپتا۔

ان کا جواب یہ ہے کہ حقیقت کے دو درجے ہیں۔ ایک ظاہر معلوم الکنہ (ظاہر جس کی کنہ معلوم ہے) دوسری باطن مجہول الکنہ (باطن جس کی کنہ معلوم نہیں)۔ پس جن امور کو ان حقائق کے لیے لازم کہا ہے وہ وجہ ظاہر کے لیے لازم ہیں، وجہ باطن کے لیے لازم نہیں۔ حاصل یہ ہے کہ ہم ان مفہومات کو حقائق پر محمول کرتے ہیں، ظواہر پر محمول نہیں کرتے۔

حقائق اور ظواہر میں فرق کرنا ہوئے محقق کا کام ہے۔

اس فرق کو ان عبارات میں بیان کیا گیا ہے:

ھذا طریقۃ السلف الذین یلوحون علم العشد الی اللہ بعد صرفہ

على ظاهره

ترجمہ یہ صفات ایسی ہیں جن کا ظاہر سے صرف نظر کرتے ہوئے متشابہات سے علم کو معلق کرنے کی طرف تعلق کرتے ہیں

یعنی ظاہر سے مراد ہونے کی تشریح کی ہے۔

نیز یہ بھی موجود ہے۔

٢ هذا وعلماء السلف بعد حملهم على ما هو بظاهره غير مرادة الخ

ترجمہ یہ سب اور علماء سلف ان صفات کو ظاہر پر محمول کرنے کے بعد ان کے ظاہر مراد نہیں لیتے۔

یہ تو ان عبارات میں مذکور ہے جن میں صفات کی تفسیر مع معانی میں ظاہر کی قید کے ساتھ مذکور ہے۔

٣ ثم ذهبت سوداء تنبعه من يصف الى الله وجه المذكور الى على ظواهرها لا يفهم بمعنون عن ظاهرها بمقدمة لمعنى لموجبه بسببه يتعلق به عن شابهه ويقولون بما هي لو راد لا يصح منه كذا على ما ورد في صفات الحادثة واما في صفات هي ليس كمثله شيء فليست هو ام في بحيث يكون القول بمعنى كذا مقصوده الخ

وح المعاني في تفسير الشيخ العظيم والسبع المثاني ج ٢٧ ص ٨٦ مصنف شهاب الدين محمود بن عبد الله الحسيني الآلوسي المتوفى ١٢٧٠ھ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت طبع اولیٰ ١٤١٧ھ)

ترجمہ ان میں سے پہلی قسم کے لوگوں نے ان صفات کے ظاہر معانی کو ان کے لائق نہ سمجھا جائے مگر یہ کہ وہ ان لوازم ناقصہ کی نفی کرتے تھے جن کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا نقص ایہام کے موجب ہو اور وہ یہ بھی کہتے تھے کہ یہ وہ لوازم ہیں جن کو صفات حادثہ میں ان کے لزوم سے جدا کرنا درست نہیں ہے۔

جب کہ وہ ذات باری جس کی شان ہے

لیس کمثله شيء وهو السميع البصير (سورہ)

کوئی چیز اس کے مثل نہیں ہے اور وہی ہے جو سننے والا دیکھنے والا ہے

حقیقت میں یہ ان سے علم ہی نفی کرتے ہیں جو ان کے بارے میں بعد وہ کہتے قول کرتا ایسا استدلال وقیاس ہے جس کی بنیاد مغالطہ پر ہے۔

اس عبارت میں جو ہے ... حقائق کی ہیں تو یہ اس کا کیا تعلق ... ہے ... ہے ... ہیں ہے اس کو ظاہر باشیار تاویل (حقیقت معنی) ... ہے ... بھی مجازی ... ہے یا کہ کتب کلام میں جو عبارت مذکور ہے ... تصریح ... محمول علی ظاہرھا (جس کو اس نے ظاہر پر محمول کیا ہے) ... ہے گا ... ہے ... ہے ... کے اعتقاد سے ہو وہ بھی ظاہر میں داخل ہے۔

... تو وہی ابن سبا کے جواب میں کہتے ہیں ... اصل مذہب سلف وہی ہے جو وہ کہتا ہے ... کہ قدرت ہے ... یہ وہ ... کی نفی نقص ... ہے ... ظاہر کا ... ہے ... حقیقت ... ہے ... اور ... علی حقیقت ... ظاہر کا ... ہے ... کہتا ... ہے ... مناسب کی اجازت دے دی، لیکن حقیقی معنی کی نفی نہیں کی۔ اور یہی فرق ہے ... مؤولین (تاویل کرنے والوں) اور اہل بدعت کے درمیان۔

... ١٠٦ ... ... ٣٢٣

... ... ٣٩٣ھ

باب 7

صفات متشابہات میں اہل السنّت والجماعت اور غیر مقلدین کے عقائد کا موازنہ

جناب رسول اللہ ﷺ کی سنت پر اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقے پر چلنے والے اہل السنت والجماعت کہلاتے ہیں اور یہی اہل حق بھی ہیں۔ اہل سنت والجماعت میں بہت سے مجتہد اور علم کے امام گزرے ہیں جن میں چار مشہور امام حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت امام مالکؒ، حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام احمدؒ ہیں۔ یہ حضرات قرآن و حدیث کے بڑے عالم اور امام تھے۔ عقائد، اصول اور مسائل میں لوگوں کی بہت بڑی تعداد ان کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ اہل سنت والجماعت کی اکثریت انہی چار اماموں کی پیروی کرتی ہے۔ احناف میں حضرت امام ابومنصور ماتریدیؒ اور شوافع وغیرہ میں حضرت امام ابوالحسن اشعریؒ ہیں۔ ان کی طرف نسبت سے حنفی ماتریدی اور دوسرے اشعری کہلاتے ہیں۔ یہ سب لوگ اہل سنت تھے اور ایک دوسرے کو اہل حق سمجھتے تھے اور حرم ہی کی نظر سے دیکھتے تھے اور اب تک ایسے ہی ہے۔ اصول و عقائد میں یہ سب ایک ہیں۔ صرف فروعی اعمال میں بعض مسائل میں ان کا

موجودہ زمانے میں سلفی اور اہل حدیث کے نام سے کچھ گروہ سامنے آئے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہم صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، ائمہ اربعہؒ اور تبع تابعینؒ کی نسبت سے اپنے آپ کو سلفی کہتے ہیں۔ یہ زیادہ تر سعودی عرب اور کچھ ملحقہ ریاستوں میں ہیں۔ اہل حدیث (غیر مقلدین) برصغیر [illegible] ہندوستان وغیرہ میں ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ ہم کسی امام کی تقلید کسی طرح سے نہیں کرتے اور براہ راست قرآن و حدیث پر عمل کرتے ہیں۔

[illegible] چاروں ائمہ کرام تقلید کے مسند کی ٹرافی حیثیت رکھتے ہیں۔ حضرت مولانا محمد [illegible] اور حال معاصر کی تالیف "الکوکبۃ الشہابیۃ فی کشف مافی المذہبیۃ" کا مطالعہ فرمائیں۔ حضرت مولانا سید احمد رضا بجنوریؒ فرماتے ہیں

چودہ سو قمری سال ایسے قرنہائی ہستی کے پیمانہ پر کوئی [illegible] جو کسی جگہ غیر مقلد بن چکا ہے اور یہاں جب آتا ہے تو اپنی بستی کے لوگوں سے کہتا ہے کہ تمہارے [illegible] نہیں بلکہ امام کے پیچھے [illegible] اور یہ بھی کہتا ہے کہ ہم نے [illegible] کہا ہے کہ غیر مقلد امام کے پیچھے مقتدیوں کی [illegible] ہے [illegible] کی ماں بہن سے [illegible] حدیث سے [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

میں نے کہا کہ یہی مذہب آپ کے بڑوں کا بھی ہے۔ سلف کا عقیدہ تو اتنا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا وجود مخلوق سے بائن اور جدا ہے باعتبار ذات و صفت کے۔ یہ لوگ یہ سمجھے کہ مخلوق سے بہت دور بھی ہے حتیٰ کہ پہاڑ کی چوٹیوں پر جو لوگ ہیں وہ بہ نسبت زمین والوں کے اللہ تعالیٰ کے

کے اور سب پر حاوی ہوتا ہے۔

بعض لوگوں کا عقیدہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایک جگہ یا مکان میں محدود ہیں ہے وہ عرش پر ہیں اور وہاں سے بیٹھ کر سب کو دیکھتا ہے اور سب پر حاوی ہوتا ہے۔

بعض لوگوں کا عقیدہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایک جگہ یا مکان میں محدود نہیں ہے وہ عرش پر ہیں اور وہ ہر جگہ موجود ہیں یہ عقیدہ بالکل غلط ہے اور قرآن مجید و احادیث صحیحہ میں اس کی بھی صراحت نہیں ہے وہ ہر جگہ موجود ہیں سے بھی ہر وہ عرش پر ہیں ہونے سے کہ وہ ہر جگہ موجود ہیں پڑے گی قرآن میں ہے

لیس کمثلہ شیء وھو السمیع البصیر (الشوریٰ)

ترجمہ: وہ اللہ اس کے مثل نہیں ہے اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے

کے خلاف ہے۔ مگر ان لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ خدا کا وجود بہت بڑا ہے جو عرش عظیم بھاری ہے، بلکہ ساری دنیا کے بھاری پہاڑوں وغیرہ سے بھی زیادہ بوجھل ہے۔ اس لیے عرش اس کا حمل نہیں کر سکتا اور کچھ دے کی طرح چوں چوں کرتا رہتا ہے۔

[illegible] ہیں

[illegible] ہے کہ [illegible]

استوا کے معنی سلف سے استعلاء و رفیع درجہ مراد معقول ہے لیکن استقرار ممکن یا جلوس علی العرش کے معانی صحیح معنوں سے متعین نہیں ہوتے ہیں۔

[illegible]

غیر مقلدوں کے بارے میں حضرت تھانویؒ کے ارشادات

1 غیر مقلد بہت طرح کے ہیں۔ بعض ایسے ہیں کہ ان کے پیچھے نماز پڑھنا حلال ہے

یا مکروہ یا باطل ہے۔ اس لیے احتیاط یہی ہے کہ ان کی اقتداء نہ کی جائے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۹۰)

[illegible]

[illegible] ہیں۔ [illegible]

(فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۸ ص ۱۹ طبع دارالاشاعت اشرفیہ ملتان)

7.1:۔ صفات باری تعالیٰ کے بارے میں عقیدہ

1 اللہ تعالیٰ کی صفات دو قسم کی ہیں

ایک وہ صفات جن کا ظاہری معنی اللہ تعالیٰ کی شان سے بعید ہے۔ یہ متشابہ صفات کہلاتی ہیں۔ مثلاً ید (ہاتھ) [illegible] جنب (دل کا اُبال)، استوا علی العرش (اللہ تعالیٰ کا عرش پر [illegible] ہونا) [illegible]

[illegible]

دوسری صفات متشابہ علم، حیات [illegible] بھی شامل ہیں۔ مثلاً پیدا کرنا، رزق دینا، عزت دینا، ذلت دینا، موت دینا

اینادلیرہ

سلفی اور غیر مقلدین حضرات دونوں قسم کی صفات کا اللہ تعالیٰ کے لیے ظاہری معنی مراد لیتے ہیں۔

[illegible]

یدٌ (ہاتھ) سے جب ظاہری معنی مراد ہو تو وہ ذات کا جزو عضو بنتا ہے جس سے مخلوقوں کے بقول اللہ تعالیٰ نے کچھ [illegible]

[illegible]

[illegible]

بعض صفات تشابہات میں، متاخرہ و ماتریدیہ تفویض یا تاویل کرتے ہیں جب کہ غیر مقلد صفات میں ظاہری اور حقیقی معنی مراد لیتے ہیں۔

[illegible]

جواب

ہم اللہ تعالیٰ میں [illegible] کے قائل نہیں کرتے بلکہ ہم اس کو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم [illegible] صفت مانتے ہیں جو کمالات کے وجود یا عدم کا تقاضا کرتی ہے اور [illegible]

[illegible]

اس کو اللہ تعالیٰ ہی کے سپرد کرتے ہیں۔ [illegible] کے سپرد کرتے ہیں

لیکن سلفی اور غیر مقلدین ظاہری معنی مراد لینے کو ترجیح دیتے ہیں [illegible]

عوام کو اھوکہ دینے کے لیے یہ عجیب شوشہ چھوڑ دیتے ہیں کہ صفات تو حقیقی معانی پر
ہیں لیکن کیفیت مجہول ہیں ۔۔۔ لیس فی الدار غیرہ ۔۔۔
لئلا یقع فی انفسہم شبیہ فی قدمہ تعالی لأن الحس عنی الناس سوی
ما یعلل عرش کے ۔۔۔ ہیں ۔

اس مذہب کی خرابیاں

5

صفات کو حقیقی معانی پر لیا جائے تو اس سے اجسام کی صفات ۔۔۔ حقیقی معانی
جارحہ یعنی عضو ہے ۔ اس طرح دوسری صفات ہیں
غیر مقلدین نے اللہ تعالیٰ کی صفات قدیمہ کے لیے کیفیات ثابت ۔۔۔
مجہول ہی سہی ، لیکن خارج و نفس الامر میں بہرحال کیفیات ثابت ۔۔۔
جسام کے ساتھ خاص ہیں ۔
حضرت امام مالک فرماتے ہیں
قال ۔۔۔ ذکر الصورۃ فی ھذہ الاحادیث من الید یجب الایمان علی
کل مسلم ۔۔۔ لیس بید صورۃ ولا جسد فان الصورۃ
تقتضی الکیفیۃ وھی عن اللہ وعن صفاتہ منفیۃ
(تاریخ ۔۔۔ ص ۱۹ ۔۔۔ طبع مصر السوادی ۔۔۔)
ان حدیث میں ۔۔۔ ہاتھ کا ذکر ۔۔۔ پر یہ واجب ہے کہ وہ اس بات کو جان لے کہ ہمارا رب جو اللہ تعالیٰ ہے اس کی نہ کوئی
صورت اور ہیئت ہے ۔ اس لیے کہ صورت کیفیت کی مقتضی ہوتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ
اور اس کی صفات سے منفی ہے ۔
علامہ محی الدین مسعود بن فرید بن عبداللہ الخجوانی الشافعی (متوفی ۹۳ھ) فرماتے ہیں
لما ثبت أن الواجب لیس بجسم ظهر أنه لا یتصف بشیء من
الکیفیات المحسوسة بالحواس الظاهرة أو الباطنة من الصورة
واللون والطعم والرائحة والبرودة والألم والفرح والنعم والعصب ونحو

ذلک بأنہ لا یدخل فیہا إلا ما یخص الأجسام

(شرح المقاصد فی علم الکلام ج ۲ ص ۱۷، المؤلف: سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ التفتازانی الشافعی (المتوفی ۷۹۳ھ) طبع دار المعارف النعمانیہ، لاہور ۱۴۰۱ھ)

ترجمہ: جس سے اللہ تعالیٰ جسم ہیں تو کیفیات سے موصوف نہیں ہو سکتا۔ پانچ ہیں کیفیات محسوس ہوں جو کسی ظاہرہ کے ساتھ یا محسوس ہوں حواس باطنہ کے ساتھ جیسے صورت، رنگ، علم وغیرہ۔ کیونکہ ان اشیاء سے نہیں کہا جاتا مگر جو جسم کے ساتھ خاص ہیں۔

دیکھیے ۱ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات کیفیات سے متصف نہیں ہو سکتی اسی طرح صفات بھی کیفیات سے متصف نہیں ہو سکتیں

۳ یہ متکلمین کا مذہب اور مسلک خالصتاً تضاد کا شکار ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ پہلے تو صفات کے حقیقی معانی ثابت کرتے ہیں پھر انہی صفات کے حقیقی معانی منفی قرار دیتے ہیں۔ یہ کیفیت مجہول ہے۔

۴ یہ متکلمین کہتے ہیں کہ یہ مسلک جمہور سلف صالحین کا مسلک ہے لیکن یہ سلف صالحین پر سراسر جھوٹ ہے بلکہ سلف صالحین نہ تو آیات صفات سے حقیقی معانی اور ظاہر معانی سمجھتے تھے اور نہ ہی کیفیات ثابت کرتے تھے اگرچہ مجہول ہوں کہ وہ اجسام کی صفت ہے۔ یہ متکلمین کا مسلک ملحق پر افترا ہے۔

7.1.1۔ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی تحقیق

اللہ تعالیٰ کی صفات و افعال کے متعلق یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ نصوص قرآن و حدیث میں جو الفاظ صفات و افعال کے لئے اختیار کیے جاتے ہیں وہ کبھی حقیقی معنی میں استعمال ہوتے ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کو جو "سمیع" "بصیر" "متکلم" کہا گیا ہے اور انسان کو بھی یہ الفاظ اطلاق کیے گئے ہیں تو ان دونوں مواقع میں استعمال کی حیثیت بالکل جداگانہ

ہے۔ کسی مخلوق کو سمیع و بصیر کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں سننے اور دیکھنے والے کان اور آنکھ موجود ہیں۔ اب ان میں دو چیزیں ہوئیں ایک وہ آلہ جو سننے اور دیکھنے کا ہے اور جو دیکھنے والا ہے اور سننے والا ہے۔ اس کا نام ہے اور دوسری چیز ہے ادراک یعنی وہ خاص علم جو رؤیت بصری سے حاصل ہوا۔ مخلوق کو جب "بصیر" کہا تو یہ سمع اور غایت دونوں چیزیں معتبر ہوئیں۔ ہر دونوں کی کیفیات ہم سے معلوم کر لیں۔ لیکن یہ لفظ جب اللہ تعالیٰ کی نسبت استعمال کیا گیا تو تقاضا و مبادی اور کیفیت جس پر صادق نہیں ہو سکتیں جو مخلوق کے خواص میں سے ہیں اور جن سے اللہ تعالیٰ قطعاً منزہ ہیں۔ البتہ اعتقاد رکھنا ہوگا کہ ابصار (دیکھنے) کا مبدا اس کی ذات قدس میں موجود ہے۔ اس کا نتیجہ یعنی وہ خاص علم جو رؤیت بصری سے حاصل ہو سکتا ہے اس کو بدرجہ کمال حاصل ہے۔ رہا وہ مبدا کیا ہے؟ اور رؤیت کی کیفیت کس طرح ہے؟ تو عقل اس بات کے کہنے سے قاصر ہے کہ کبھی مخلوق کی طرح نہیں ہے۔ ہم اور کیا کہہ سکتے ہیں؟

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (الشوریٰ: ۱۱)

ترجمہ: کوئی چیز اس کے مثل نہیں ہے، اور وہی ہے جو ہر بات بخوبی سنتا ہے، سب کچھ دیکھتا ہے۔

یہ صرف سمع و بصر بلکہ اس کی تمام صفات کو اسی طرح سمجھنا چاہیے کہ صفت باعتبار اپنے اصل مبدا و غایت کے ثابت ہے مگر اس کی کوئی کیفیت بیان نہیں کی جا سکتی اور نہ شرع نے اس کا مکلف بنایا ہے کہ آدمی اس طرح کی ماورائے عقل حقائق میں غور و خوض کر کے پریشان ہو۔

(تفسیر عثمانی سورت اعراف ۵۴، ج ۱ ص ۳۳۱ طبع مکتبہ اسلامی کراچی)

7.1.2۔ حضرت شیخ سلامۃ القضاعیؒ کی تحقیق

قال الأستاذ الشیخ سلامۃ القضاعی فی "الفرقان القرآن بین صفات الخالق وصفات الأکوان (ص ۸۰، ۸۱): اذا سمعت فی عبارات بعض السلف "انما نؤمن بان لہ وجہاً کالوجوہ ویداً لا کالأیدی" فلا

7.1.3. علامہ زاہد کوثریؒ کی تحقیق

اسلاف میں سے جس نے بھی (آنکھ) اور ید (ہاتھ) کو صفت کہنے سے توصیف کے
حق سے انہوں نے جارحہ یعنی ذات کا حصہ کہنے سے براءت کا اظہار کیا ہے بلکہ وہ
اس بات کے قائل ہیں کہ عین یعنی آنکھ سے ایسا معنی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم
ہے۔ ایسے ہی ید (ہاتھ) کا معاملہ ہے ہم اس کے معنی و مراد کی تعیین نہیں کرتے کہ
ہم کہیں کہ آنکھ سے مراد دیکھنا ہے یا حفاظت کرنا ہے اور ہاتھ سے مراد قدرت یا قوت
یا خاص نعمت ہے جو [illegible]

[illegible]

[illegible]

[

[illegible] ان کی تفسیر میں [illegible] کی ہے جب [illegible] ان پر [illegible] کہ [illegible] ان کے [illegible] سیاق و سباق [illegible] معاف کر دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہوں جیسا کہ سلف صالحین کہتے ہیں۔ ان دونوں نے پہلی اصطلاح بنائی ہے کہ صفت فعلیہ کو کہا جائے جو [illegible] اور [illegible] ان کے [illegible] اہل حق [illegible] ان [illegible] المصنف رحمہ اللہ کہتے ہیں

ان اللہ یقبض السموات والأرض بالیدین لقولہ هما الیدان

ترجمہ: اللہ تعالیٰ آسمانوں کو اور زمین کو اپنے دونوں ہاتھوں سے جو کہ ہاتھ ہی ہیں، پکڑے گا [illegible] متعدد ہیں۔ [illegible]

(العقیدۃ وعلم الکلام، ص ۵۲۳،۵۲۲ حاشیہ، طبع ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

7.1.4:۔ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کی تحقیق

اس قسم کی آیتیں جن میں اللہ تعالیٰ کے منہ اور ہاتھ کا ذکر آتا ہے۔ معاذ اللہ اس کا مطلب نہیں [illegible] مخلوق کی طرح [illegible] جسمانی طاقت رکھتا ہے۔ اس لیے [illegible] پاک اور منزہ ہے [illegible] ان حقیقتوں کا علم یہ ہے کہ [illegible] ہم نہیں جانتے کہ یہ تمام صفات جیسی ہیں، اس کی ذات و صفات کی کوئی مثال [illegible] اس کے سوا کچھ بیان نہیں کی جا سکتی۔

[illegible] اے برادر عزیز! [illegible] ہم چنداں در اول وصف تو ماندہ ایم
[illegible] اے وہ ذات جو خیال، قیاس، گمان اور وہم سے بالاتر ہے، اور اس سے بھی جو لوگوں نے کہا اور ہم نے سنا اور پڑھا ہے۔
[illegible] اگر ختم ہو گیا اور عمر آخر ہوئی اور ہم اسی طرح تیری بڑائی تعریف میں لگے ہوئے ہیں۔

[illegible] اس قسم کی [illegible] معلوم اور مجہول الکیف ہیں جیسی [illegible] جانتے ہیں کہ یہ [illegible] کی ذات اور [illegible] کے معنی سے ہیں مگر یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ اور [illegible] کس طرح کا ہے۔ معاذ اللہ! اگر اس کا ہاتھ ہمارے ہاتھ جیسا ہو تو جسمیت اور تشبیہ لازم آئے گی۔ لہٰذا یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی حیات، سمع اور بصر اس کی شان اقدس کے لائق اور ہمارے ادراک اور بیان سے ورا الورا ہے۔ اسی طرح اس کی صفت ید اور صفت وجہ بھی دیگر صفات کی طرح بے مثل اور بے [illegible] ہیں۔ [illegible] کی شان اقدس کے لائق [illegible] ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ حق تعالیٰ کے لیے ید، سمع، بصر، ساق اور قدم ثابت ہیں جیسے اس کی ذات والا صفات کے شایان شان ہیں اور اس کی حقیقت اور کیفیت کے درپے نہیں اور نہ ہی ہم اس کی ہاتھ میں مخلوق کے مشابہ نہیں۔

لیس کمثلہ شیء وھو السمیع البصیر (الشوریٰ)

(معارف القرآن، [illegible] ثابت ہوا)

7.2:۔ اللہ تعالیٰ کی صفات فعلیہ

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے لیے راضی ہونے، غصہ کرنے، رحمت کرنے، چلنے وغیرہ کا ذکر ہے۔ ان کا ظاہری مطلب وہ کیفیت ہے جو آدمی کے اندر پیدا ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے آدمی دوسرے کے ساتھ مہربانی یا سختی کا معاملہ کرتا ہے۔ یہ معاملہ اس کیفیت کی غایت کہلاتا ہے۔

7.3:۔ اللہ تعالیٰ کی صفت استواء علی العرش

7.3.1:۔ اہل السنّت والجماعت کا مسلک

علماءِ اہل السنّت والجماعت یہ کہتے ہیں کہ ہر اہلِ نظر اور دلائل عقلیہ ونقلیہ سے یہ
بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کی مشابہت، مماثلت، جسمیت، کیفیت، مکان اور جہت سے
پاک و منزہ ہے۔ قرآن و حدیث میں اللہ تعالیٰ کی جس کو آسمان یا عرش کی طرف
منسوب کیا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ آسمان اور عرش اللہ تعالیٰ کا مکان اور مستقر ہے بلکہ ان
سے اللہ تعالیٰ کی شانِ رفعت، عظمت اور ہر مکان و جہت کا مقصود ہونا مراد ہے۔ اس لیے کہ مخلوقات
میں سب سے بلند عرش عظیم ہے۔ ذرہ عرش سے لے کر فرش تک تمام کائنات
ذرہ کے مقدار ہے۔ وہ اس ذرہ میں کیسے سما سکتا ہے؟ سب اسی کی مخلوق ہیں اور مخلوق اور حادث
کا یہ حال کہ وہ [illegible] اللہ تعالیٰ کی ذات کا احاطہ کر سکے۔

اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہے کہ وہ عرش پر یا کسی جسم پر متمکن اور مستقر ہو۔ جس طرح
بادشاہ کو یہ کہا جا سکتا ہے کہ بادشاہ تخت پر بیٹھا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نسبت ایسا کہنا جائز نہیں۔
اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی مقدار نہیں کیونکہ کسی جسم پر وہی چیز متمکن ہو سکتی ہے کہ جو ذی مقدار
ہو اور کسی سے [illegible] کی حیثیت اللہ تعالیٰ کی شان کے حال
سے مقابلہ میں کوئی مخلوق جیسے عرش کہ وہ سب سے بڑی (اللہ تعالیٰ) کرسی اور
[illegible] کے ساتھ ہو۔ [illegible] جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

ویحمل عرش ربک فوقھم یومئذ ثمانیۃ (الحاقۃ ۶۹)

ترجمہ: اور آپ ﷺ کے پروردگار کے عرش کو اس دن آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

عقلاً یہ بات محال ہے کہ کوئی مخلوق فرشتہ ہو یا جسم ہو، وہ اپنے خالق کو اپنے کندھوں پر
اٹھائے۔ خالق کی قدرت مخلوق کو اٹھائے ہوئے ہے۔ مخلوق میں یہ قدرت نہیں کہ وہ خالق کو اٹھا
[illegible] اور تھام سکے۔ جس آیت میں اللہ تعالیٰ کی شانِ علو اور فوقیت کا ذکر آیا ہے، ان سے علو مرتبہ
اور فوقیت قہر اور [illegible] اور علو مکانی مراد نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

وھو القاھر فوق عبادہ (الانعام ۱۸، ۶۱)

ترجمہ وہی اپنے بندوں پر مکمل اقتدار رکھتا ہے۔

۲ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ۔ (السبا ۲۳)

ترجمہ اور وہی ہے جو بڑا عالی شان ہے۔

۳ ولہ المثل الاعلیٰ فی السمٰوٰت والارض وھو العزیز الحکیم (الروم: ۲۷)

ترجمہ اور اسی کی سب سے اونچی شان ہے آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی۔ اور وہی ہے جو اقتدار والا بھی ہے حکمت والا بھی۔

جیسے

۴ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ (یوسف ۷۶)

ترجمہ اور جتنے علم والے ہیں، ان سب کے اوپر ایک بڑا علم رکھنے والا موجود ہے۔

۵ وَإِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُونَ (الانعام: ۶۱)

ترجمہ اور ہمیں ان پر پورا پورا اقتدار حاصل ہے۔

ہیں وہ قیت ہے۔ اور قوت قہر اور غلبہ ہے۔

جن آیات اور احادیث میں اللہ تعالیٰ کے قرب اور بعد کا ذکر آیا ہے اس سے مسافت کے اعتبار سے قرب اور بعد مراد نہیں، بلکہ معنوی قرب اور بعد مراد ہے۔ نزول خداوندی سے نزول رحمت یا اللہ تعالیٰ کا بندوں کی طرف متوجہ ہونا مراد ہے۔ معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کا بلندی سے پستی کی طرف اترنا مراد نہیں۔ دعاء کے وقت آسمان کی طرف ہاتھ اٹھانا اس لیے نہیں کہ آسمان اللہ تعالیٰ کا مکان ہے بلکہ اس لیے ہے کہ آسمان قبلۂ دعا ہے جیسا کہ خانہ کعبہ قبلۂ نماز ہے۔ خانہ کعبہ کو جو بیت اللہ کہا جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا گھر ہے۔ معاذ اللہ یہ مطلب نہیں کہ خانہ کعبہ اللہ تعالیٰ کا مکان ہے اور اس کے رہنے کی جگہ ہے۔ بیت قبلہ عابدین کی عبادت کے لیے مقرر کی گئی ہے۔ معاذ اللہ معبود کی مسجد نہیں۔ پس جیسے خانہ کعبہ نماز کا قبلہ ہے ویسے ہی آسمان دعا کا قبلہ ہے اور دونوں صورتوں میں اللہ تعالیٰ اس سے

مبرا و بے کہ وہ خانہ کعبہ کے اندر یا آسمان کے اندر متمکن ہو۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ان اوصاف کو اوصاف فعلی کہتے ہیں۔ اوصاف تنزیہی اور اوصاف جلالی بھی کہتے ہیں اور علم و قدرت اور سمع و بصر جیسے اوصاف کو اوصاف تحمیدی اور اوصاف حمالی کہتے ہیں۔

مجسمہ اور مشبہہ یہ کہتے ہیں کہ عرش ایک قسم کا تخت ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر مستوی ہے یعنی اس پر مستقر اور متمکن ہے اور فرشتے اس عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ اور

الرحمٰن علی العرش استوی۔ (سورت طٰہٰ: ۵)

ترجمہ بڑی رحمت والا عرش پر مستوی ہے۔

کے ظاہر لفظ سے استدلال کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ استوا علی العرش سے عرش پر بیٹھنا مراد ہے۔

بعض یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر مکان میں ہے اور ہر جگہ موجود ہے اور اللہ تعالیٰ کے

اس قول سے حجت پکڑتے ہیں:

1 ما یکون من نجوی ثلاثۃ الا ھو رابعھم ولا خمسۃ الا ھو سادسھم ولا ادنیٰ من ذلک ولا اکثر الا ھو معھم اینما کانوا (المجادلہ: ۷)

ترجمہ کبھی تین آدمیوں میں کوئی سرگوشی ایسی نہیں ہوتی جس میں چوتھا وہ اللہ نہ ہو اور نہ پانچ آدمیوں کی کوئی سرگوشی ایسی ہوتی ہے جس میں چھٹا وہ نہ ہو اور نہ اس سے کم ہوں، زیادہ ہوں جہاں کہیں بھی ہوں اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہوتا ہے

اور حق تعالیٰ کے ان اقوال سے دلیل پکڑتے ہیں:

2 ونحن اقرب الیہ من حبل الورید (سورت قٓ: ۱۶)

ترجمہ اور ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔

3 ونحن اقرب الیہ منکم ولکن لا تبصرون (الواقعہ ۸۵)

ترجمہ اور تم سے زیادہ ہم اس کے قریب ہوتے ہیں، مگر تمہیں نظر نہیں آتا۔

4 وھو الذی فی السمآء الٰہ وفی الارض الٰہ وھو الحکیم العلیم (الزخرف ۸۴)

ترجمہ ... (اللہ تعالیٰ) ہے جو آسمان میں بھی معبود ہے اور زمین میں بھی معبود ہے وہ ہی ہے جو حکمت کا بھی مالک ہے علم کا بھی مالک۔

اہل السنت والجماعت کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں اس قسم کی جس قدر آیتیں اور حدیثیں ہیں ان سے اللہ تعالیٰ کے علم اور قدرت وغیرہ کی صفات مراد ہیں کیونکہ علم و قدرت وغیرہ ان کا تعلق ہر شے سے ہے اور مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم و قدرت تمام کائنات کو محیط ہے جیسا کہ ایک حدیث قدسی میں آیا ہے

قلب المؤمن بين اصبعين من اصابع الرحمٰن

ترجمہ مؤمن کا دل رحمٰن کی دو انگلیوں کے درمیان ہے۔

سوال سے بالاتفاق متعارف، ظاہری اور حسی معنی مراد نہیں بلکہ اس سے قدرت علی التقلیب بیان کرنا ہے کہ قلب (دل) اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، جدھر چاہے پھیر دے۔

حدیث میں حجر اسود کے متعلق یہ آیا ہے

انه يمين الله في الأرض

ترجمہ حجر اسود زمین میں اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ ہے۔

تو یہاں بھی بالاتفاق ظاہری حسی معنی مراد نہیں، بلکہ مجازی معنی مراد ہیں کہ حجر اسود کو بوسہ دینا گویا اللہ تعالیٰ سے مصافحہ کرنا اور اس کے دست قدرت کو بوسہ دینا ہے، جیسا کہ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

ان الذين يبايعونك انما يبايعون الله يد الله فوق ايديهم (پ ۲۶)

ترجمہ (اے حبیب!) جو آپ سے بیعت کر رہے ہیں، وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

یعنی جو لوگ نبی کریم ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کرتے ہیں گویا وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں۔ یہاں بھی بالاتفاق معنی مجازی مراد ہیں۔ معاذ اللہ یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ دونوں ایک دوسرے کے میں ہیں۔ اسی طرح جہاں استوی علی العرش سے ظاہری اور حسی معنی مراد نہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھا ہوا ہے بلکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی ہو

صفات مشابہات ... پر ... ہے

... اور اس عرش کو تھامے ہوئے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

وَهُوَ الْغَفُورُ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ (البروج ۱۵)

... وہ بخشنے والا ... عرش کا مالک ہے

ہے اس لیے کہ تمکن اور استقرار شان حادث اور ممکن کی ہے۔ مکان تمکین کو محیط ہوتا ہے اور عرش تو ایک جسم عظیم اور مخلوق ہے اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ اس کی یہ شان کہاں کہ وہ اللہ تعالیٰ کو محیط ہو سکے معاذ اللہ عرش اللہ تعالیٰ کو محیط ہے یہ کہنا بلا شبہ اللہ تعالیٰ کا علم اور قدرت عرش و ما تحت العرش کو محیط ہونے کا ہے۔

استواء علی العرش کہہ کر سے اللہ تعالیٰ کی علو شان اور بے مثال رفعت کو بیان کرنا ہے اور

وھُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰہٌ وَّفِی الْاَرْضِ اِلٰہٌ وَھُوَ الْحَکِیْمُ الْعَلِیْمُ (الزخرف ۸۴)

ترجمہ وہی (اللہ تعالیٰ) ہے جو آسمان میں بھی معبود ہے اور زمین میں بھی معبود اور وہی ہے جو حکمت والا بھی ہے علم والا بھی ہے

سے یہ مقام مقصود ہے کہ آسمان اور زمین میں سب جگہ ہی حکومت کی جاتی ہے اور وہی آسمان و زمین میں متصرف ہے اور سب جگہ ہی کا حکم چلتا ہے۔ آسمان اور زمین میں اس کی حکومت و تصرف کا اس کی حکمرانی کا ظرف ہے۔ معبود کا ظرف نہیں۔ معاذ اللہ یہ مطلب نہیں کہ عرش یا آسمان اللہ تعالیٰ کا مکان ہے جس میں اللہ تعالیٰ رہتے ہیں

مجسمہ اور مشبہہ نے آیات کا یہ مطلب سمجھا کہ عرش عظیم یا آسمان و زمین اللہ تعالیٰ کا مکان ہے اور یہ دیکھا کہ یہود قرآن کریم اور حدیث سے بھرے ہوئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مشابہت ہے اور تمام انبیاء نے اپنی اپنی امتوں کو ایسا ہی تجسیمی کی دعوت دی ہے جہاں تشبیہ اور تشکیل کی دعوت نہیں دی۔

(تعلیم الاسلام، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی ص ۲۳۱ تا ۲۳۴ طبع مکتبہ قریشی، لاہور)

7.3.1.1:۔ بعض علمائے اسلام کی تحقیقات

1 حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں۔

اَخْرَجَ الْبَیْھَقِیُّ بِسَنَدٍ جَیِّدٍ کَمَا قَالَ الْحَافِظُ فِی الْفَتْحِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ وَھْبٍ قَالَ کُنَّا عِنْدَ مَالِکٍ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَقَالَ یَا اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی کَیْفَ اسْتَوٰی؟ فَاَطْرَقَ مَالِکٌ وَعَلَاہُ

الرحضاء ثم رفع رأسه فقال الرحمن على العرش استوى كما وصف به نفسه ولا يقال كيف وكيف عنه مرفوع وما أراك إلا صاحب بدعة اخرجوه

(فتح الباری ج ۱۳ ص ۴۰۸ طبع دار السلام ریاض کتاب التوحید باب ۲۲ حدیث ۷۴۱۲)

حضرت امام بیہقیؒ نے سند جید کے ساتھ بیان کیا ہے (جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں کہا ہے) کہ حضرت عبد اللہ بن وہب فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت امام مالکؒ کے پاس موجود تھے۔ پھر ایک شخص آیا تو اس نے کہا: اے ابو عبد اللہ! قرآن مجید میں ہے الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى (سورت طٰہٰ ۵) (رحمٰن عرش پر استواء فرمائے ہوئے ہے) حق تعالیٰ عرش پر کیسے مستوی ہیں؟ اور اس کا استواء کیسا ہے؟ تو حضرت امام مالکؒ نے (حق تعالیٰ کی عظمت اور ہیبت کی بنا پر پسینے جو بہنا شروع ہوئے پسینہ پونچھتے ہوئے) فرمایا: رحمٰن عرش پر استواء فرمائے ہوئے ہے جیسا کہ خود اس نے اپنی اس صفت کو بیان کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں "کیف" (کیفیت) کا سوال نہیں ہو سکتا۔ کیف (کیفیت) اللہ تعالیٰ کی ذات سے مرفوع ہے۔ اے شخص! میں تجھ کو بدعتی سمجھتا ہوں۔ اس کو نکال دو۔

2 امام اہل السنت و الجماعت حضرت امام ابو عیسیٰ ترمذیؒ قرآن پاک کی آیت

اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى (سورت طٰہٰ ۵) (رحمٰن عرش پر استواء فرمائے ہوئے ہے) کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں

"او لاستيلاء علمه ولا يستطاع لغيره ولا يقدر لاحد عليه"۔

(تاریخ آداب اہل السنۃ ج ۱ ص ۸۵ المؤلف ابو منصور محمد بن محمد الماتریدی (المتوفی ۳۳۳ھ) طبع القاہرۃ مصر)

ترجمہ اس آیت میں استواء کا معنی استیلاء یعنی غلبہ پانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کا غلبہ نہیں ہے اور نہ اس بارے میں کسی اور کی تدبیر و حکمرانی ہے۔

والسدیو سبحانہ علی عرشہ لا قعدۃ ولا قدم ولا مماس ولا تحاس
علی تعرش سیدہ بعد ... علی معنی لاعتدال او
الجلوس لان الممانسۃ و ... علی صفات الاجسام المفقودۃ من
... لاجسام والمعہ عز وجل احد صمد لم یلد ولم
یکن لہ کفوا احد فلا یجوز علیہ ما یجوز علی الاجسام تبارک
وتعالی ...

... اللہ تعالیٰ ... عرش ... مخلوق ...
... عرش ... عرش ...
... چار ...
... ہیں ...

4 ...

... مکان بنانے سے پہلے اللہ تعالیٰ جس شان سے تھا عرش ... جگہ کی اب شان سے ہے۔ معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کا کوئی ... مستقل ہو گئے۔

7.3.2 ۔ سلفیوں و غیر مقلدین کا مسلک

... سلفیوں و غیر مقلدین کا عقیدہ ہے ...
... عرش ...
... عرش ...
... ہیں ...
... عرش ...
... عرش ...
... عرش ...
... عرش ...

تشبیہ فی قولہ تعالیٰ "الرحمٰن علی العرش استوی" استوی علی العرش" میں ملاحظہ فرمائیں۔ غیر مقلدین کے عقائد کی تحقیقات کے لیے حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبد الواحد کی کتاب "صفات متشابہات اور سلفی عقائد" ملاحظہ فرمائیں۔ نیز اس کتاب کے باب نمبر 8.6.5 ملاحظہ فرمائیں۔

7.3.3۔ اللہ تعالیٰ کا عرش کے اوپر بذات ہونا

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ!) اللہ تعالیٰ آسمانوں میں عرش کے اوپر ہیں اور اللہ تعالیٰ کا عرش کے اوپر ہونا حقیقی اور حسی ہے۔ لہٰذا وہ بھی کہتے ہیں کہ "اللہ فوق العرش"۔ لیکن ان کے پاس اپنے اس مزعومہ دعویٰ پر قرآن و حدیث متواتر، مشہور اور اجماع امت کی کوئی ایک بھی دلیل نہیں

عقائد منصوص علیہ ہوتے ہیں۔ اس میں کسی قسم کا شک و شبہ اور ظن و گمان راہ نہیں پا سکتا لیکن افسوس کہ ایک طرف تو غیر مقلدین حدیث، حدیث کا دعویٰ کرتے ہیں تو دوسری طرف عقیدہ کے اثبات کے لیے منکر اور ضعیف احادیث سے ان کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔

جب ان سے پوچھا جائے کہ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کے فوق العرش ہونے پر کیا دلیل ہے؟ تو کہتے ہیں کہ آیت "استوی علی العرش" کے بارے ان کے نزدیک "استوی" کا حقیقی معنی مراد ہے جو اجسام کے خواص میں سے ہے۔ حالانکہ اگر استوی میں سلف صالحین کا موقف اختیار کریں تو سلف صالحین یہاں اثبات کے ساتھ سکوت اور "تفویض المعنی الی اللہ" (معنی کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا) کرتے ہیں، اور اگر متاخرین کا موقف اختیار کریں تو وہ استوی کو "استولیٰ" کے معنی میں لیتے ہیں۔

نوٹ: اس کی مفصل بحث اس کتاب کے باب نمبر 8 کے حصہ 8.7 میں ملاحظہ فرمائیں۔

7.3.4:۔ غیر مقلدین کا آیات قرآن سے غلط استدلال

غیر مقلدین اپنے اس مسلک پر قرآن کی بعض ظاہر آیات سے استدلال بھی کرتے ہیں۔

قولہ اللہ عزوجل لعیسیٰ علیہ السلام
"انی متوفیک ورافعک الی" (آل عمران ۵۵)
"بل رفعہ اللہ الیہ" (النساء ۱۵۸)
"تعرج الملائکۃ والروح الیہ" (المعارج ۴)
"الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ" (فاطر ۱۰)
"ءامنتم من فی السماء" (الملک ۱۶)
"وھو القاھر فوق عبادہ وھو الحکیم الخبیر" (الانعام ۱۸)

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ان آیات کے ظاہری معنی مراد ہیں۔ [illegible] مبتدی طالب علم کو بھی معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس معاشرے میں قرآن مجید نازل فرمایا [illegible] فصاحت و بلاغت کی وجہ سے استعارات، مجازات، کنایات اور دوسرے علمی معنوں جس سے [illegible] ہے پرے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس معاشرے کے مطابق قرآن مجید میں ایسے [illegible] جو قرآن کے نقلی اور معنوی [illegible] ہیں [illegible] میں محاورات وغیرہ نہیں [illegible] ہے مثلاً [illegible] اور سورج کو [illegible] سے چھپانا اب یہ آیت کریمہ قطعی الظواہر پر محمول نہیں ہوگی بلکہ [illegible] "تقلی" سے [illegible] "تقلی" آجائے گا۔

لہٰذا قرآن مجید کو بھی ظاہری طور سے نہیں لیا جائے گا بلکہ عربی فصیح کے طور سے سمجھا جائے گا۔ چنانچہ آیت "الیہ یصعد الکلم الطیب" کا معنی ہوگا اللہ کے حضور [illegible] "وھو القاھر فوق عبادہ" سے توقیت مراد لینا [illegible] توقیت قدرت مراد ہوگی جس سے [illegible] غیر ہے۔ اور اس لیے بھی کہ [illegible] اس سے توقیت حسی مراد لی جائے جیسا کہ [illegible] مقلدین کا [illegible] ان سے تو یہ آیت قطعاً نہیں بلکہ [illegible] دلالت نہیں کرتی۔ کیونکہ ایک علاقہ [illegible] ہے [illegible] والی رکھی کے نیچے اور دوسری چھت میں ہے۔ اب [illegible] "تقا" کے اوپر [illegible] چھت پر [illegible] ہے وہ آقا سے [illegible] ہے گا جو [illegible] ہے [illegible]

ے وہ ہوجائے ہاں ۔۔۔ کوں کے ۔۔۔ قا عام کے اوپر ہے۔ تو مطلب ہوگا کہ اس کا عر
وحشیت عالم نے اوپر ہے کی طرح اس کیت ۔ اس سے ۔۔۔ دوسری آیتوں میں وقت
معنوی مراد ہے ۔۔۔ ہے۔

اس طرح معرج ۔۔۔ الملائکۃ و الروح الیہ ۔۔۔ سے مر ۔۔۔ جگہ جانا جس اللہ تعالیٰ
کا محل مراد محل ۔۔۔ ہے معنی سے مراد ۔۔۔ ہیں ۔ اسی طرح آیت ۔۔۔ فی
رقعۃ ۔۔۔ لیہ ۔۔۔ سے مراد حکومت ہیں کتاب اور آیت ۔۔۔ من فی السماء ۔۔۔ میں
فی السماء ۔۔۔ سے ساری مخلوق مراد نہیں بلکہ فی السماء ۔۔۔ کا مطلب یہ ہے کہ ۔۔۔ میں عظیم
شان ۔۔۔ متصرف ۔۔۔ اسی طرح ہماری آنکھوں کو اسی طریقے سے سمجھنا چاہیے
آپ کو مطلب صاف ۔۔۔ ہے کی تعبیر جیسے قرآن پاک میں جہاں اللہ تعالیٰ عالم سے
کرتے ۔۔۔ اور آنکھ ۔۔۔ ہیں تو یہ محل ان آنکھوں کا نہیں جو ہر چیز دیکھتی ہے

7.3.5۔ ان آیات کا ظاہری مطلب لینا درست نہیں

ان آیات کو ظاہر پر محمول کرنے سے بہت سی خرابیاں ۔۔۔ آئیں گی۔ ۔۔۔ ان آیتوں کو
ظاہر پر محمول کیا جائے تو قرآن مجید کی صحیح، واضح کتاب ہونے ۔۔۔ خلاف لازم آتا ہے کیونکہ
اس ۔۔۔ جائے گی۔ دوسری یہ کہ ان آیات سے یہ بھی معنی مراد ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہیں
وقتیہ جسمی (جو جسم کی صفت ہے) کے ساتھ۔ تو ان آیتوں میں بھی یہ معنی مراد ہوگا

1 ما یکون من نجوی ثلثۃ الا ھو رابعھم ولا خمسۃ الا ھو سادسھم
ولا ادنی من ذلک ولا اکثر الا ھو معھم ۔۔۔ (المجادلہ ۷)

ترجمہ کبھی تین آدمیوں میں کوئی سرگوشی نہیں ہوتی جس میں چوتھا وہ نہ ہو۔ اور پانچ
آدمیوں کی کوئی سرگوشی ایسی ہوتی ہے جس میں چھٹا وہ ہو۔ اور چاہے سرگوشی کرنے
والے اس سے کم ہوں یا زیادہ ہر جگہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہوتا ہے۔

اور حق تعالیٰ کے ان اقوال سے دلیل پکڑتے ہیں

2 ونحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ (سورت ق ۱۶)

ترجمہ اور ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔

۔۔۔ مشابہات اور ۔۔۔ مسلک کا ۔۔۔ ہ

ونحن اقرب الیہ منکم ولکن لا ۔۔۔ ون (الواقعہ ۸۵)

ترجمہ اور ہم اس سے قریب ہوتے ہیں تم سے لیکن تم نہیں دیکھتے۔

3 ھو اللہ فی السموت وفی الارض یعلم سرکم وجھرکم ویعلم
ما تکسبون (الانعام ۳)

(جس طرح صانع عالم کی قدرت تمام کائنات کو محیط ہے، اسی طرح اس کا علم بھی تمام
کائنات کو محیط ہے ۔۔۔ وہ ایک معبود برحق ہے، آسمانوں میں اور زمین میں (اس
کے سوا کوئی معبود نہیں) وہ تمہارے چھپے اور کھلے کو جانتا ہے (خواہ تم کوئی عمل کھلے کرو یا
چھپ کر ۔۔۔ اس کو سب معلوم ہے) اور خوب جانتا ہے جو تم عمل کرتے ہو (تمہارے
عمل سے مطابق ۔۔۔ دے گا)

4 وھو معکم این ما کنتم (الحدید ۴)

وہ اللہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی تم ہو۔

"وانہ معکم" (سورت محمد ۳۵)

اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے۔

ان آیتوں سے بھی یہی معنی مراد سمجھ میں آئے گا کہ اللہ تعالیٰ ہر کسی کے ساتھ علم پر حقیقی
اور حسی طریقے سے ہوں گے جو باطل ہے۔ اسی طرح اگر (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ
آسمان میں ہونے کی آیتوں کا مطلب کیا بیان کریں گے۔

5 وھو اللہ فی السماء ۔۔۔ وفی الارض (سورت انعام ۳) وھو الحکیم العلیم
(الزخرف ۸۴)

وہی (اللہ تعالیٰ) ہے جو آسمان میں بھی معبود ہے اور زمین میں بھی معبود۔ اور وہی
ہے جو حکمت کا بھی مالک ہے علم کا بھی مالک۔

یہ غیر مقلدین کے ۔۔۔ ایک ان آیتوں میں تاویل بھی نہیں کرسکتے کہ وہ ۔۔۔ سے
ایک مدت سے تسلیم ۔۔۔ اور جماعت کے نزدیک جس طرح یہ آیتیں ہے
ظاہر پر محمول نہیں، اسی طرح کئی باتیں بھی ظاہر پر محمول نہیں ۔۔۔ ہے
اپنے اپنے مقام پر الگ الگ معانی و مطالب مراد ہیں، جو کلام عرب کی ۔۔۔ ت

علوش کا مقصد ہے اللہ جو مقلدین کے پاس "اللہ فوق العرش بذاتہ"

7.3.6:۔ کیا اللہ تعالیٰ کو عرش کی احتیاج ہے؟

یہ مقلدین اور سلفیوں کے متنازعہ کو لازم ہونے والے امور میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے عرش کی احتیاج ثابت ہوتی ہے۔ اس کا بیان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب عرش پر ہوتے ہیں (خصوصاً جب کہ وہ اس پر بیٹھے ہوں) اور ان کے قدم زمین پر رکھے ہوں تو اگرچہ ان کا یہ فعل اختیاری ہو لیکن اس ہیئت کی تشکیل میں ان کو کرسی (عرش) کی ضرورت ہوئی جیسے آدمی کو اختیار ہو کہ کرسی پر بیٹھے یا نہ بیٹھے لیکن اگر وہ کرسی پر بیٹھ جائے تو اس خاص ہیئت کی تشکیل میں وہ کرسی کا محتاج ہوگا۔

(صفات متشابہات اور سلفی عقائد ص ۱۳۰)

اس اعتراض کا علامہ عثیمین یہ جواب دیتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عرش پر بیٹھنے کے قائل نہیں ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

وأما قولهم: يلزم أن يكون محتاجاً إلى العرش

فنقول: لا يلزم، لأن معنى كونه مستوياً على العرش: أنه فوق العرش، لكنه علو خاص، وليس معناه أن العرش يقله أبداً، فالعرش لا يقله، والسماء لا تقله، وهذا اللازم الذي ادعيتموه ممنوع، لأنه نقص بالنسبة إلى الله عز وجل، وليس بلازم من الاستواء الحقيقي، لأننا لسنا نقول إن معنى "استوى على العرش" يعني أن العرش يقله ويحمله، فالعرش محمول ويحمله لملائكة الآن، لكنه ليس حاملاً لله عز وجل، لأن الله سبحانه وتعالى ليس محتاجاً إليه، ولا مفتقراً إليه

(شرح العقيدة الواسطية ص ۳۸۰، المؤلف: محمد بن صالح بن محمد العثيمين (المتوفى ۱۴۲۱ھ) المحقق: سعد فواز الصميل، الناشر: دار ابن

الجوزي، الرياض، المملكة العربية السعودية، الطبعة: الخامسة ۱۴۲۶ھ)

ہم کہتے ہیں یہ لازم (یعنی عرش کا محتاج ہونا) ممنوع ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ عرش سے اوپر ہیں لیکن یہ بات ضروری نہیں ہے اور اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عرش اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ کے لیے اٹھائے ہوئے ہے۔ عرش پر ہونا اللہ تعالیٰ کا ایک اختیاری فعل ہے اور اس کا کلام سے ثابت ہونا اس بات کو واجب کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام حادث ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ سے جدا ہونے والی چیز ہے، لیکن ہم یہ نہیں کہتے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام حقیقی لازم نہیں ہے کیونکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ [illegible] کا مطلب یہ ہے کہ عرش اللہ تعالیٰ کی وجہ سے [illegible] عرش تو حمد بیان کرنے والے [illegible] "وترى الملائكة حافين من حول العرش يسبحون بحمد ربهم" [illegible] کے ان [illegible] عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں [illegible] بھی عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں [illegible] اللہ تعالیٰ عرش کے محتاج [illegible] ہیں

جواب

i [illegible] عثیمین کی یہ عبارت ظاہر [illegible] عرش پر [illegible] عرش اس کا بوجھ [illegible] عثیمین نے [illegible] کی ہے جس کے [illegible] اللہ تعالیٰ کی [illegible] عرش پر [illegible]

ii [illegible] اللہ تعالیٰ کی [illegible] عرش پر [illegible]

مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی لکھتے ہیں

امام ابن تیمیہ [illegible] کے [illegible] کے [illegible] کے

قائل ہیں (حاشیہ حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ ص ۴۲۳)

۱۱ امام ابن تیمیہؒ اس کے قائل نہیں کہ استواء کے معنی جلوس کے ہیں ... ایک جگہ تمہیر ... عرش ... علاوہ ... عرش ... (حاشیہ)۔ ... تیمیہ ... بخاری میں امام بخاریؒ سے پسند فرمایا اور یہی اہل حدیث کا مذہب ہے۔

(حاشیہ حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ ص ۴۲۳)

۱۷ ... تیمیہ اور دوسرے اہل حدیث استواء کے معنی جلوس کے ہرگز نہیں لیتے۔

(حاشیہ حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہ ص ۴۲۳)

جواب علامہ شنقیطیؒ اور مولانا عطاء اللہ حنیف کا قول مندرجہ ذیل کئی ... ہے ...

۱ ... تیمیہ فرماتے ہیں

وإذا كان قعود الميت على قبره ليس هو مثل قعود البدن، فما حدث به الآثار عن النبي صلى الله عليه وسلم من لفظ القعود والجلوس في حق الله تعالى - كحديث جعفر بن أبي طالب - رضي الله عنه - وحديث عمر بن الخطاب - رضي الله عنه - وغيرهما أولى لا يماثل صفات أجسام العباد

(شرح حديث النزول، ص ۵ المؤلف تقي الدين أبو العباس أحمد بن عبد الحليم بن عبد السلام بن عبد الله بن أبي القاسم بن محمد ابن تيمية الحراني الحنبلي الدمشقي (المتوفى ۷۲۸ھ) الناشر المكتب الإسلامي، بيروت، لبنان الطبعة الخامسة، ۱۳۹۷ھ)

۔ جب میت کا قعود میں بیٹھنا بدن کے بیٹھنے کی طرح نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں جلوس اور قعود کے الفاظ جو نبی ﷺ سے حضرت جعفر بن ابی طالبؓ اور حضرت عمر بن خطابؓ وغیرہ کی حدیثوں میں وارد ہیں تو یہ اس کے زیادہ لائق ہیں کہ وہ بندوں کی جسمانی صفات کے مثل نہ ہوں۔

تبصرہ ہم کہتے ہیں یہ تو جناب رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ پر صریح بہتان اور جھوٹ ہے۔ ان سے یہ بات ... ہے۔

۲ ... صاحب مناجات ... تیمیہ ... عرش ...

حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

وَأَمَّا قَوْلُهُ: إِنَّهُ يَفْضُلُ عَنَّا الْعَرْشُ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ بِأَرْبَعِ أَصَابِعَ

(منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة القدرية، ج ۲ ص ۶۲۹ المؤلف تقي الدين أبو العباس أحمد بن عبد الحليم بن عبد السلام بن عبد الله بن أبي القاسم بن محمد ابن تيمية الحراني الحنبلي الدمشقي (المتوفى ۷۲۸ھ) المحقق: محمد رشاد سالم الناشر: جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية الطبعة: الأولى، ۱۴۰۶ھ)

۔ ... ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرش کے اوپر ہر جانب سے چار انگلی کی جگہ چھوڑی ہے۔

۳ حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

وذلك أن لله معنا حقيقة، وهو فوق عرشه حقيقة.

(الفتوى الحموية الكبرى ص ۵۲۰ المؤلف: تقي الدين أبو العباس أحمد بن عبد الحليم بن عبد السلام بن عبد الله بن أبي القاسم بن محمد ابن تيمية الحراني الحنبلي الدمشقي (المتوفى ۷۲۸ھ) المحقق: د. حمد بن عبد المحسن التويجري، الناشر: دار الصميعي، الرياض، الطبعة الثانية (۱۴۲۵ھ)

ترجمہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ حقیقی معنی میں ہیں اور اللہ تعالیٰ عرش پر بھی حقیقی معنی میں ہیں۔

۴ ... تیمیہ ... نقل کرتے ہیں

ولو قدر شيء لاستقر على صهوة فرسه بعد ربوبيته فكيف على عرش عظيم أكبر من السموات والأرض

(بيان تلبيس الجهمية في تأسيس بدعهم الكلامية ج ۳ ص ۲۴۳ ۹۱۲ المؤلف: تقي الدين أبو العباس أحمد بن عبد الحليم بن عبد السلام بن عبد الله بن أبي القاسم بن محمد ابن تيمية الحراني الحنبلي الدمشقي (المتوفى ۷۲۸ھ) المحقق: مجموعة من المحققين، الناشر: مجمع

المملكة لجهة لطباعة المصحف الشريف، الطبعة الأولى، ١٤٢٦)

ترجمہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو وہ کرسی کی پشت پر بھی استقرار کر سکتا ہے تو وہ پھر اللہ تعالیٰ کی قدرت اور لطف ربوبیت سے اٹھ سکتا ہے۔ پس کیسے عرش عظیم جو آسمانوں اور زمینوں سے بڑی ہے اس کو اٹھا نہیں سکتا؟

٥ فقد جاءت الأحاديث الصحيحة والآثار الصريحة بأن محمدا رسول الله صلى الله عليه وسلم يجلسه ربه على العرش معه

(مجموع الفتاوى، ج٣ص٣٧٤، المؤلف: تقي الدين أبو العباس أحمد بن عبد الحليم بن تيمية الحراني (المتوفى ٧٢٨هـ)، المحقق: عبد الرحمن بن محمد بن قاسم، الناشر: مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف، المدينة النبوية، المملكة العربية السعودية، عام النشر ١٤١٦هـ)

ترجمہ پسندیدہ علماء اور اولیاء کرام نے بیان کیا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو ان کا رب عرش پر اپنے ساتھ بٹھائے گا۔

٦ ومن ذلك حديث عبد الله بن أحمد بن حنبل الذي يرويه عن عمر عن الشيخ صفوان الله عليه وسلم وقد رواه عبد الله محمد بن عبد الرحمن الدرامي في "مختاره" وطائفة من أهل الحديث ترده لاضطرابه كما قد بين ذلك أبو بكر الإسماعيلي والبيهقي وغيرهما بل نفس أهل متنه فيه وفيه أن عرشه على سكوته على الماء والماء على متن الريح والله يمسك عنه فما يقدر قدر أربعة أصابع أو قال بمقدار أربعة أصابع والله يمسكه أحيط لرحل الحديد براكبه

(مجموع الفتاوى، ج١٦ص٣٣٢، ٣٣٥، المؤلف: تقي الدين أبو العباس أحمد بن عبد الحليم بن تيمية الحراني (المتوفى ٧٢٨هـ)، المحقق: عبد الرحمن بن محمد بن قاسم، الناشر: مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف، المدينة النبوية، المملكة العربية السعودية، عام

النشر ١٤١٦هـ)

ترجمہ ان میں سے عبداللہ بن خلیفہ کی حدیث جو وہ حضرت عمرؓ سے وہ حضرت نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ اس حدیث کو ابو عبداللہ محمد بن عبدالواحد مقدسیؒ نے اپنی کتاب "مختارہ" میں روایت کیا ہے۔ محدثین کرام کے ایک گروہ نے اس حدیث کے مضطرب ہونے کی وجہ سے اس کو رد کر دیا ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر اسماعیلیؒ، بیہقیؒ اور دیگر نے، لیکن اکثر اہل سنت نے اس کو قبول کیا ہے اس حدیث میں ہے کہ اس کے عرش پانی کے اوپر ہے اور اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہیں کہ وہ ٹل نہ جائیں کے تو اس پر چار انگلی کے برابر بھی جگہ نہ بچے گی یہاں تک کہ وہ پانی میں سے چار انگلی کے بقدر باقی جگہ بچے گی اور اس میں وہ کے بوجھ کی وجہ سے نے گا وہ کی اس چوپائے کی

٨ وهذا وغيره يدل على أن الصفوف في رواية التي والله ذكر عظمه عرشه وأنه مع هذه العظمة والرفعة فوقه كذلك لا يفضل منه قدر أربعة أصابع. وهذه غاية ما يقدر به في أحد من مخلوقاته لأنه إذا

(مجموع الفتاوى، ج١٦ص٣٣٧، المؤلف: تقي الدين أبو العباس أحمد بن عبد الحليم بن تيمية الحراني (المتوفى ٧٢٨هـ)، المحقق: عبد الرحمن بن محمد بن قاسم، الناشر: مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف، المدينة النبوية، المملكة العربية السعودية، عام النشر ١٤١٦هـ)

[illegible] روایت [illegible] کرتی ہیں کہ پہلی والی روایت اس [illegible] عرش کی عظمت بیان کی جا رہی ہے باوجود عرش کی عظمت شان کے رب العزت اس پر مکمل طور پر مستولی ہیں۔ اس پر چار انگلی کے بقدر جگہ باقی نہیں بچی [illegible] کائنات میں سے کسی کی جگہ بیان کر رہی ہے۔ ان تمام حوالوں سے یہ ظاہر ہے کہ علامہ البانیؒ اور [illegible] کا عرش کا معنی استقرار (قرار پکڑنا)، علو (بلند ہونا) اور جلوس (بیٹھنا) ہی ہے۔ اسی معنی کو نواب صدیق حسن خانؒ نے اپنی کتاب

"الاحتجاج علی مسئلۃ الاستواء" میں پسند کیا ہے۔

(دیکھئے الاحتجاج علی مسئلۃ الاستواء مجموعہ رسائل عقیدہ ج ۳ ص ۲۷ ۱۹۵۲ء

المؤلف نواب صدیق حسن خان (المتوفی ۱۳۰۷ھ) دار ابی الطیب گوجرانوالہ ۱۴۱۳ھ)

7.4:۔ غیر مقلدین کا اللہ تعالیٰ کے لیے حد ثابت کرنا

عقیدۃ طحاویہ جو سب کے نزدیک معتبر کتاب ہے۔ اس میں حضرت امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَتَعَالَى عَنِ الْحُدُودِ وَالْغَايَاتِ وَالْأَرْكَانِ وَالْأَعْضَاءِ وَالْأَدَوَاتِ لَا تَحْوِيهِ الْجِهَاتُ السِّتُّ كَسَائِرِ الْمُبْتَدَعَاتِ

التعریف العقیدۃ الطحاویۃ، ص ۳۵ رقم ۳۸ المؤلف ابو جعفر أحمد بن محمد بن سلامۃ بن عبد الملک بن سلمۃ الأزدی الحجری المصری المعروف بالطحاوی (المتوفی ۳۲۱ھ). شرح وتعلیق محمد ناصر الدین الألبانی. الناشر المکتب الإسلامی، بیروت، الطبعۃ: الثالثۃ، ۱۴۱۳ھ

اللہ تعالیٰ حدود، غایات، اعضاء، ارکان اور آلات سے بلند و برتر ہے۔ چھ جہات یعنی اوپر، نیچے، آگے، پیچھے، دائیں، بائیں اس کا احاطہ نہیں کرتیں، جیسا کہ تمام مخلوق کا احاطہ کرتی ہیں۔

اشاعرہ اور ماتریدیہ کی پوری کوشش رہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حد اور غایت نہیں ہے۔ اور کسی جہت میں اللہ تعالیٰ کی ہر اس سے جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے۔ [illegible] پاک ہے

سلفیوں اور اہل حدیثوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حد اور نہایت ہے جس سے کرچ دوں تحوّل، تغیر نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ اس سے ماوراء ہے۔

یہ مقدمہ ہے اس بات میں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے حد ثابت کرنے سے "حد" کو ثابت کرنے سے مکان لازم آئے گا اور مکان لازم آنے سے [illegible] حکم ہونا لازم آئے گا، یا دوسرے [illegible] اور دوسرے مخلوق میں کمی ہے، جب

[illegible] اور اجماع سے ثابت ہوتا ہے جب کہ "حد" ثابت کرنا ایک قول مبتدع ہے جس کے [illegible] ہے۔

[illegible]

وقال أبو إسماعيل الأنصاري: سمعت يحيى بن عمار يقول وقد سئل عن حد الله فقال: يحيى بن عمار: كان لله عز وجل حد لا يعلمه غيره، فقال له رجل: فأين هو؟ فقال: على عرشه، فقال: أفيحيط علمه بما دون العرش؟ فقال: نعم، فقال: أفيحيط علمه بما دون السماء السابعة؟ فقال: نعم، فقال: أفيحيط علمه بما دون الثرى؟ فقال: نعم، فقال: أفيحيط علمه بما دون ذلك

بارے میں کوئی نص بھی نہیں ہے۔ حدود تو مخلوق کی ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو اس

سے بڑا اور بلند ہے۔

علامہ شنقیطی فرماتے ہیں

[illegible]

[illegible]

[illegible]

فهد لطباعة المصحف الشريف. الطبعة الأولى [illegible]

ترجمہ جہاں کہیں حد کا لفظ استعمال ہوا ہے اس کے دو معنی ہیں

1 اس سے مراد مخصوص جہت سے اور اللہ تعالیٰ تمام جہات میں [illegible]

2 [illegible]

تنبیہ [illegible]

7.4.2۔ غیر مقلدین اللہ تعالیٰ کے لیے حد ہونے کا کیوں کہتے ہیں؟

حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں

[illegible]

فيحمدون صفات التي تميز بها ويحمدون لذره حتى يقول المعتزله

[illegible]

قبيح ابن مبارک [illegible]

منفصل عنه. وذكر الحد لان الجهمية كانوا يقولون: ليس له حد ولا حد له لا يباين المخلوقات ولا يكون فوق العالم لأن ذلك يستلزم الحد.

فلما سألوا أمير المؤمنين في كل شيء عبد الله بن المبارك، بماذا نعرفه؟ قال: بأنه فوق سمواته على عرشه بائن من خلقه

فذكروا له لازم ذلك الذي تنفيه الجهمية وبفيهم له يقولون على ربوبيته الذي هو موجود فوق العرش وهو بائن لمخلوقاته. فقالوا: له يحد قال: يحد

(ابن تیمیہ، الرد على الجهمية في تأسيس بدعهم الكلامية، ج ۳ ص ۴۳۲ تا ۴۳۳)

المؤلف: تقي الدين أبو العباس أحمد بن عبد الحليم بن عبد السلام بن عبد الله بن أبي القاسم بن محمد ابن تيمية الحراني الحنبلي الدمشقي (المتوفى: ۷۲۸ھ) المحقق: مجموعة من المحققين. الناشر: مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف. الطبعة: الأولى، (۱۴۲۶ھ)

ترجمہ جب جہمیہ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے ممتاز نہیں ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی ان صفات کا انکار کرنے لگے جن سے وہ ممتاز ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی فوقیت کا انکار کرنے لگے، یہاں تک کہ معتزلہ نے جب یہ جان لیا کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہیں [illegible] تو قدرت رکھتے ہیں [illegible]

اور جہمیہ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ اپنے غیر سے جدا نہیں ہیں بلکہ جہمیہ اس حد تک چلے گئے کہ وہ یا تو اللہ تعالیٰ کو معدوم صفات سے متصف بتانے لگے اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نہ تو عالم میں داخل ہیں اور نہ اس سے باہر ہیں اور نہ ایسے ہیں [illegible] اللہ تعالیٰ اور مخلوق میں [illegible]

تعالیٰ کی حد کیسے ہے اور کس کی حد بندی کی ہے تو مخلوق سے حد ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے حد ہونا اس لیے ہے کیونکہ مخلوق سے حد ہوتا اور عام کے اوپر ہونا حد ہونے کو مستلزم ہے۔

جب لوگوں نے حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے جو بڑے شخص تھے، پوچھا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی تعریف کس طرح کریں تو انہوں نے جواب دیا کہ اس طرح کریں کہ اللہ تعالیٰ ساتوں آسمانوں کے اوپر عرش پر ہیں اور اپنی مخلوق سے جدا ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات عرش کے اوپر ہونا اور مخلوق سے جدا ہونا اس کو لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی کچھ حد ہو کیونکہ عرش کی طرف سے تو اللہ تعالیٰ کی ذات ضرور محدود ہوگی۔ کسی نادان شخص نے لوگوں سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر کیا حد کے ساتھ ہیں؟ تو حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے فرمایا کہ ہاں احد کے ساتھ ہیں۔

7.4.3۔ غیر مقلدین کی جانب سے اللہ تعالیٰ کے لیے حد ہونے کے دلائل

حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

قال ابو سعید: واللہ تعالی له حد، لا یعلمه أحد غیره ولا یجوز لأحد أن یتوهم لحده غایة فی نفسه، ولکن هو من به حد ویکل علم ذلک إلی الله تعالی. ولسکانه أیضا حد وهو علی عرشه فوق سمواته. فهذان حدان اثنان. قال وسئل ابن المبارک بم نعرف ربنا قال بأنه علی العرش بائن من خلقه. قیل بحد قال بحد. حدثناه الحسن بن صالح البزاز عن علی بن الحسن بن شقیق عن ابن مبارک.

فمن ادعی أنه لیس لله حد فقد رد القرآن وادعی أنه لا شیء، لأن الله تعالی وصف حده بمکانه فی مواضع کثیرة من کتابه. فقال: الرَّحْمَٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ (طٰہٰ:۵) ءَأَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ (ملک:۱۶)

یخافون ربهم من فوقهم (النحل:۵۰) إلی متوفیک ورافعک إلیّ (آل عمران:۵۵) إلیه یصعد الکلم الطیب (فاطر:۱۰) فهذه ستة أحد وما شبهه شواهد ودلائل علی الحد. ومن لم یعترف به فهو کافر بربه عزوجل وجاحد آیات الله تعالی.

(بیان تلبیس الجهمیة فی تأسیس بدعهم الکلامیة، ج۲ص۶۰۵تا۶۰۷، المؤلف تقی الدین أبو العباس أحمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام بن عبد الله بن أبی القاسم بن محمد بن تیمیة الحرانی الحنبلی الدمشقی (المتوفی۷۲۸ھ) المحقق مجموعة من المحققین، الناشر مجمع الملک فهد لطباعة المصحف الشریف، الطبعة الأولی ۱۴۲۶ھ)

ترجمہ

1 ابو سعید عثمان دارمی تمیمی نے کہا اللہ تعالیٰ کے لیے حد ہے جس کو خود اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور نہیں جانتا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لیے بھی جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کی حد و انتہاء کا خیال بھی کرے۔ اور ہم اللہ تعالیٰ کے لیے حد ہونے پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے علم کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے مکان کی بھی حد ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے آسمانوں کے اوپر عرش پر ہیں۔ تو یہ دو حدیں ہیں۔

2 حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے پوچھا گیا کہ ہم اپنے رب کو کیسے پہچانیں۔ انہوں نے جواب دیا اس سے کہ وہ عرش پر ہیں اور اپنی مخلوق سے جدا ہیں۔ پوچھا گیا کیا حد کے ساتھ ہیں۔ جواب دیا ہاں احد کے ساتھ ہیں۔

3 تو جو کوئی یہ دعویٰ کرے کہ اللہ تعالیٰ کی حد نہیں ہے تو اس نے قرآن کو رد کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی کئی جگہوں پر اپنے مکان کی حد بیان کی ہے

ا الرَّحْمَٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ (سورت طٰہٰ ۵)

ترجمہ وہ بڑی رحمت والا عرش پر استواء فرمائے ہوئے ہے۔

ترجمہ کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو اس سے جو آسمان میں ہے۔

۲ یخافون ربھم من فوقھم ویفعلون ما یؤمرون (النحل ۵۰)

ترجمہ وہ اپنے اُس پروردگار سے ڈرتے ہیں جو ان کے اوپر ہے اور وہی کام کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

۴ اذ قال اللہ یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ (آل عمران ۵۵)

ترجمہ جب اللہ تعالیٰ نے کہا تھا کہ "اے عیسیٰ میں تمہیں صحیح سلامت واپس لے لوں گا، تمہیں اپنی طرف اٹھا لوں گا"۔

۵ الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ (فاطر ۱۰)

ترجمہ پاکیزہ کلمات اسی کی طرف چڑھتے ہیں اور نیک عمل اُن کو اوپر اٹھاتا ہے۔

یہ سب آیات جیسی اور ان جیسی احادیث کرتے ہیں جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے لیے حد کا تعین کیا تو اس نے اللہ تعالیٰ کی ذات کو محدود اور جہت کا قائل بنا دیا۔

جواب حافظ ابن تیمیہ سے پہلے اس عقیدہ کی مبادی ابو سعید عثمان دارمی نجدی (متوفی ۲۸۰ھ) نے پیش کی ہے اس کا مفصل تذکرہ اور تبصرہ آپ اس کتاب کے باب نمبر 9 کے حصہ 1 4 میں پڑھ چکے ہیں۔ سے تجسیم و تشبیہ کا عقیدہ رکھتے ہیں، سے شخص کے قول پر عقائد کی بنیاد قائم نہیں ہو سکتی

1 سب ہی سنی ان آیات میں حدود مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مخلوق سے جدا ہیں اور وہ عالم میں حلول کیے ہوئے نہیں ہیں لیکن ساتھ میں یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کرسی پر ہوتے ہیں اور وہ آسمان دنیا پر اترتا ہے اور ایک تہائی رات رہنے پر دنیا فرماتے ہیں اور قیامت کے دن جہنم پر آئیں گے اور اپنا قدم جہنم پر رکھیں گے۔ یہ سب صورتیں اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کی ہیں۔ یہ حنفیوں کا بڑا تضاد ہے کہ ایک طرف وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات سمیت عالم سے جدا ہیں اور عالم سے باہر ہیں لیکن ساتھ ہی ان کی صفتوں کے قائل ہیں جو عالم میں اللہ تعالیٰ سے ظہور و حلول کرتے کی ہیں۔

2 حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی روایت کا جواب یہ ہے کہ ان سے پہلے صحابہ کرامؓ اور تابعین کا زمانہ گزرا لیکن ان میں سے کسی نے اللہ تعالیٰ کے لیے حد کا ذکر نہیں کیا۔ پھر اگرچہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں میں سے تھے لیکن امام صاحبؒ کے دوسرے شاگردوں اور اصحابؒ کے برخلاف یہ جہاد کے میدان تھے۔ ان کے زمانے میں بڑے بڑے محدث اور فقہاء موجود تھے لیکن حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے نہ تو قرآن و سنت سے کوئی دلیل ذکر کی اور نہ دیگر فقہاء کی تائید ذکر کی حالانکہ وہ حنفیین کا دور تھا جن کے نزدیک علم عقائد فقہ ہی کا ایک حصہ تھا۔ اور یہ بات قابل تعجب ہے کہ حضرت امام شافعیؒ موجود ہوں اور حضرت امام ابوحنیفہؒ اور حضرت امام مالکؒ کے بہت سے شاگرد ہوں لیکن وہ نہ تو اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے بلندی کا قول کریں اور نہ اللہ تعالیٰ کے لیے حد ہونے کا ذکر کریں حالانکہ یہ حضرات فروع کی طرح اصول و عقائد میں بھی امام تھے، اور جیسے حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے سامنے بدعتیوں کی بدعات تھیں، وہ ان بڑے حضرات کے سامنے بھی تھیں۔ حضرت امام طحاویؒ فرماتے ہیں

وتعالی عن الحدود والغایات والارکان والاعضاء والادوات لا تحویہ الجہات الست کسائر المبتدعات

(التعریج العقیدۃ الطحاویۃ، ص ۴۵ رقم ۳۸، المؤلف أبو جعفر أحمد بن محمد بن سلامۃ بن عبد الملک بن سلمۃ الأزدی الحجری المصری المعروف بالطحاوی (المتوفی ۳۲۱ھ) شرح وتعلیق: محمد ناصر الدین الألبانی الناشر: المکتب الإسلامی، بیروت الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۹۳ھ)

ترجمہ اللہ تعالیٰ حدود، غایات، اعضاء، ارکان اور آلات سے بلند و برتر ہے۔ جہات ستہ (فوق، تحت، قدام، خلف، یمین، یسار) اس کا احاطہ نہیں کرتیں، جیسا کہ تمام مخلوقات کا احاطہ کرتی ہیں۔

3 تیسری دلیل وہ قرآنی شواہد ہیں جو حد کے اثبات میں پیش کیے گئے ہیں۔

جواب یہ شواہد اس وقت بنتے ہیں جب یہ بات طے کر لی جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات سمیت

عرش سے او ہیں (حالانکہ یہ تو سلفیوں ، غیر مقلدین کا عقیدہ ہے) کیونکہ جن سلفیوں اور غیر مقلدین کے نزدیک اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھے ہوئے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی جہت تحت میں عرش کی اوپری سطح حاصب بن رہی ہے اور اس جہت سے اللہ تعالیٰ محدود ہوئے۔ اور جو سلفی اور غیر مقلدین اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش سے اوپر ہیں، مماس نہیں ہیں۔ تو بہر حال جہت تحت میں کہیں تو حد بندی ہو گی اور اگر ہم اللہ تعالیٰ کی ذات کو کسی جہت میں محدود نہ مانیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فوق العرش اور استواء علی العرش کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں تو اللہ تعالیٰ کے محدود ہونے کا تصور ہی نہ ہوگا۔ غرض مذکورہ آیتوں کو حد کے اثبات کے لیے شواہد بنانا بناء الفاسد علی الفاسد ہے۔

7.5:۔ غیر مقلدین کا اللہ تعالیٰ کے لیے جہت اور مکان ثابت کرنا

جہت: اس سے عجیب بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے باقاعدہ جہت یعنی جہت فوق ثابت کرتے ہیں۔

مکان: اسی طرح غیر مقلدین نے اپنی کتابوں میں باقاعدہ لکھا ہے کہ عرش اللہ تعالیٰ کے لیے مکان ہے۔ مثلاً علامہ صدیق حسن خاں "نزل الابرار" میں لکھتے ہیں: "وھو فی جھۃ الفوق ومکانہ العرش" (نزل الابرار ص ۳ طبع بنارس، سنہ ۱۳۲۸ھ)۔

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ جہت فوق (حسی) میں ہے اور اس کا مکان عرش ہے۔

علامہ [illegible] عرش کے خالی ہونے) کے قائل ہیں۔

وقال الحافظ عبد الرحمن بن مندۃ: انہ تعالیٰ اذا نزل یخلوا منہ العرش، وھذا ھو الانتقال، وحکی عن ابن تیمیۃ انہ ینزل کما انا النزل من المنبر (ہدیۃ المہدی، جماعت اہل سنت، لاہور)

ترجمہ: حافظ عبدالرحمن بن مندہ کہتے ہیں جب اللہ تعالیٰ عرش سے اترتے ہیں تو عرش اللہ

تعالیٰ کی ذات سے خالی ہو جاتا ہے اور یہی انتقال ہے۔ حافظ ابن تیمیہ سے یہ حکایت بیان کی گئی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسے نزول فرماتے ہیں جیسے میں منبر سے نیچے اترتا ہوں۔

حضرت [illegible] اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں "اور جہت کی نفی اللہ تعالیٰ سے عقل و نقل دونوں سے ثابت ہے"۔

"اما النقل فقولہ تعالیٰ لیس کمثلہ شیٔ وانہ العقل فلان الجھۃ مخلوقۃ حادثۃ، واللہ تعالیٰ منزہ عن الاتصاف بالحادث لان محل الحادث حادث"

(امداد الفتاوی ج ۶ ص ۲۶، ۲۷، رسالہ تمہید العرش فی تحدید العرش)

بلکہ آپ عقائد کی جتنی بھی کتابیں پڑھیں گے جہت کی نفی ہی پائیں گے جیسے "عقیدہ طحاویہ" میں ہے: "ولا تحویہ الجھات الست"

حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی "امداد الفتاوی" میں فرماتے ہیں:

مسلمان کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ساتویں آسمان پر خاص کر ہے۔ پہلے خدا تعالیٰ کو محدود مان لو، پھر ساتویں آسمان پر کہو۔

جو مسلمان یہ کہتے ہیں وہ اس کے معنی بھی تو بتلاتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ ان کی عظمت و جلال کا ظہور وہاں زیادہ ہے کیونکہ بڑی مخلوق سے زیادہ قدرت کا ظہور ہوتا ہے۔ اب مسلمانوں کا پوچھنا اور اس کے یہ معنی بتلا کر دیکھیں تو کچھ بھی شبہ نہیں۔

(امداد الفتاوی ج ۶ ص ۳۵ طبع مکتبہ دار العلوم کراچی)

7.6:۔ اثبات جہت کے دلائل اور ان کے جوابات

7.6.1:۔ حدیثِ معراج سے دلیل اور اس کا جواب

اعتراض: اگر یہ کہا جائے کہ معراج کا قصہ جہت اور خیز پر دلالت کرتا ہے؟

جواب: معراج کے قصے سے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو، پھر مخلوقات کی انواع اور عالم علوی اور

عالم عقلی میں اپنی معلومات کے عجائبات دکھلانا چاہتے تھے تاکہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی تکمیل ہو اور اس کی آیات اور نشانیوں کے مشاہدات کی تحقیق ہو اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ (بنی اسرائیل ۱)

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جو لے گئی ایک رات اپنے بندے کو (اپنے خاص قرب کی) مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے حول و نواح پر ہم نے برکتیں نازل کی ہیں، تاکہ ہم انہیں اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں۔ بیشک وہ ذات سنتی، دیکھتی اور جاننے والی ذات ہے۔

حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ میں فرماتے ہیں:

سوال: جب خدا تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتویں آسمان پر ہی کیوں تشریف لے گئے۔

جواب: خدا تعالیٰ لے جانے کیلئے تشریف لے گئے بلکہ اس کی آیات عظیمہ دیکھنے کے لیے جیسا خود فرمایا ہے لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۱۴۱ طبع دار العلوم کراچی)

7.6.2:۔ الفاظِ صعود سے استدلال اور اس کا جواب

اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان:

اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُهٗ (فاطر ۱۰)

ترجمہ: پاکیزہ کلمات اسی کی طرف چڑھتے ہیں، اور نیک عمل اس کو اوپر اٹھاتا ہے۔

یہ آیت کے لیے واضح ہے۔

۲ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ (المعارج ۴)

ترجمہ: فرشتے اور روح القدس اس کی طرف ایک ایسے دن میں چڑھ کر جاتے ہیں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔

۳ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ (السجدہ ۵)

ترجمہ: وہ آسمان سے لے کر زمین تک ہر کام کا انتظام خود کرتا ہے، پھر وہ کام ایک ایسے دن میں اس کے پاس پہنچ جاتا ہے جس کی مقدار تمہاری گنتی کے حساب سے ایک ہزار سال ہوتی ہے۔

جواب: ان آیات کا تصور مکان یعنی جگہ کا بیان کرنا نہیں ہے بلکہ امور و معاملات کی انتہاء کو بیان کرنا مقصد ہے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہیں:

صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ اَلَآ اِلَی اللّٰهِ تَصِیْرُ الْاُمُوْرُ (الشوریٰ ۵۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے، وہ اللہ جس کی ملکیت میں وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں میں ہے، اور وہ سب کچھ جو زمین میں ہے۔ یاد رکھو کہ سارے معاملات آخر کار اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹیں گے۔

۲ وَلِلّٰهِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَیْهِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَیْهِ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (ہود ۱۲۳)

ترجمہ: آسمانوں اور زمین میں جتنے پوشیدہ امور ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں، اور اسی کی طرف سارے معاملات لوٹائے جائیں گے۔ لہٰذا (اے پیغمبر!) اُس کی عبادت کرو، اور اُس پر بھروسہ رکھو۔ اور تم لوگ جو کچھ کرتے ہو تمہارا پروردگار اُس سے بے خبر نہیں ہے۔

۳ وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ (الصافات ۹۹)

ترجمہ: اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: "میں اپنے رب کے پاس جا رہا ہوں، وہ ہی میری رہنمائی فرمائے گا"۔

۴ وَاَنِیْبُوْٓا اِلٰی رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ (الزمر ۵۴)

ترجمہ: اور تم اپنے پروردگار سے لو لگاؤ اور اُس کے فرمان بردار بن جاؤ قبل اس کے کہ

تمہارے پاس مدد آپہنچے پھر تمہاری مدد نہیں کی جائے گی۔

۵ واستغفروا ربکم ثم توبوا الیہ ان ربی رحیم ودود (ہود ۹۰)

ترجمہ تم اپنے رب سے معافی مانگو، پھر اسی کی طرف رجوع کرو۔ یقین رکھو کہ میرا رب بڑا مہربان اور محبت کرنے والا ہے۔

ان آیتوں کی آیات سے شمار ہیں۔

جن آیات میں اجتہاد سے مراد وہ کوشش جو اللہ تعالیٰ سے بچنے، بندوں اور فرشتوں کے لیے ثواب، کرامت اور عزت حاصل کرنے کے لیے کی جائے۔

جب اللہ تعالیٰ سے بچنے کا حکم ہوا تو ان آیات میں تاویل کرنا واجب ہوگیا۔ پس ان آیات کی مراد یہ ہے کہ کلمات اور اعمال اپنی جگہ اور منزل مقصود کی طرف چڑھتے اور بلند ہوتے ہیں، یا اس سے مراد مراتب اور درجات کا بلند ہونا ہے۔ جیسا کہ جنت میں درجات کا ذکر نصوص میں ہے۔ اس سے مراد وہ درجات نہیں ہیں جو نیچے سے اوپر درجہ میں چڑھ کر جاتے ہیں۔ منازل تو اللہ تعالیٰ ہی کے ہاں ہیں اور جنت میں نعمتوں کا حصول ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا

یٰعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ (آل عمران ۵۵)

ترجمہ جب اللہ تعالیٰ نے کہا تھا کہ "اے عیسیٰ! میں تمہیں صحیح سالم واپس لے لوں گا، اور تمہیں اپنی طرف اٹھالوں گا"۔

۲ بل رفعہ اللہ الیہ وکان اللہ عزیزاً حکیماً (النساء ۱۵۸)

ترجمہ بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو) اپنے پاس اٹھالیا تھا، اور اللہ تعالیٰ بڑا صاحب اقتدار، بڑا حکمت والا ہے۔

یہاں مراد اللہ تعالیٰ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کرامت کی جگہ اٹھا لینا مراد ہے جیسے کہ کہا جاتا ہے۔ فلاں شخص کو بادشاہ نے اپنے پاس بلند کرلیا۔ یہاں مکان کا بلند ہونا مراد نہیں ہے۔ نہ یہاں جہت علو مراد ہے، بلکہ تبار اور عزت کا قرب مراد ہے۔

7.6.3:۔ الفاظ فوقیت سے استدلال اور اس کا جواب

۱ وہو القاہر فوق عبادہ (الانعام ۱۸)

ترجمہ اور وہ اپنے بندوں کے اوپر مکمل اقتدار رکھتا ہے۔

۲ وہو القاہر فوق عبادہ ویرسل علیکم حفظۃ حتی اذا جاء احدکم الموت توفتہ رسلنا وہم لا یفرطون (الانعام ۶۱)

ترجمہ اور وہی اپنے بندوں کے اوپر مکمل اقتدار رکھتا ہے، اور تم پر نگہبان (فرشتے) بھیجتا ہے۔ یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے تو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے پورا پورا وصول کرلیتے ہیں اور وہ ذرا بھی کوتاہی نہیں کرتے۔

۳ یخافون ربہم من فوقہم ویفعلون ما یؤمرون (النحل ۵۰)

ترجمہ وہ اپنے اس پروردگار سے ڈرتے ہیں جو ان کے اوپر ہے، اور وہی کام کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

اس بات کو جاننا ضروری ہے کہ لفظ "فوق" عربی کلام میں کئی معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

وقیت تقدم سے معنی میں آتا ہے۔

۴ ید اللہ فوق ایدیہم (الفتح ۱۰)

ترجمہ (اے نبی!) جو لوگ تم سے بیعت کررہے ہیں، وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ سے بیعت کررہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

وہو القاہر فوق عبادہ (الانعام: ۱۸، ۶۱)

ترجمہ اور وہ اپنے بندوں کے اوپر مکمل اقتدار رکھتا ہے۔

اس آیت میں فوقیت قدرت کے معانی کے لیے لفظ "قہر" دلالت کرتا ہے۔

فوقیت رتبہ کا معنی اس سے نمایاں ہے

وفوق کل ذی علم علیم (یوسف ۷۶)

ترجمہ ان سب کے اوپر ایک بڑا علم رکھنے والا موجود ہے۔

اس آیت کے معنی میں کسی نے بھی فوقیت مکان مراد نہیں لیا ہے، بلکہ یہاں فوقیت قہر، قدرت اور رتبہ ہی مراد ہے۔

جب اللہ تعالیٰ کے حق میں جہت کا اعتقاد رکھنا باطل ہو گیا تو ان آیات میں فوقیت قہر، قدرت اور رتبہ کا معنی متعین ہو گیا۔ اسی لیے اس آیت میں قہر کا لفظ ذکر کیا گیا ہے، جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کر دیا ہے۔

جو ہم نے اوپر بیان کیا ہے اس پر یہ بات بھی دلالت کرتی ہے کہ جگہ کے لحاظ سے فوقیت کسی عقیدت کی اور کسی دلیل سے ۔ کیونکہ ایسا ہوتا ہے کہ غلام اور نوکر اپنے آقا کے اوپر ہوتا ہے۔ تو اس وقت یہ نہیں کہا جا سکتا کہ تعریف کے لحاظ سے غلام بادشاہ یا آقا کے اوپر ہے، جب کہ صرف مکان اور جگہ کا ذکر مراد ہو، اس میں اس کی کوئی تعریف نہیں ہوتی ہے، بلکہ فوقیت معنوی کی فوقیت قہر، غلبہ اور مرتبہ کی ہوتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

یخافون ربھم من فوقھم (النحل ۵۰)

ترجمہ وہ اپنے اس پروردگار سے ڈرتے ہیں جو ان کے اوپر ہے۔

اس لیے ڈرنے والا اس ذات سے ڈرتا ہے جو اس سے رتبہ، عزت اور قدرت میں اعلیٰ اور برتر ہوتا ہے۔ پس اس آیت کا معنی یہ ہوا کہ وہ اپنے اس پروردگار سے ڈرتے ہیں جو ان کے اوپر قدرت والا اور قاہر ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے سب کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ اس لیے کہ اس کی ذات مقدسہ سے تو ڈرا نہیں جاتا۔ حقیقت میں جس سے ڈرا جاتا ہے وہ تو اس کا عذاب، اس کی پکڑ اور اس کا انتقام ہے۔ جب یہ بات ثابت ہو گئی تو جہت کا نفوذ ختم ہے۔

اس آیت کا دوسرا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے۔ اس آیت میں "من فوقھم" "یعذاب

فوقھم" سے متعلق ہے، جو مقدر ہے۔ اس کی تائید میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے

قل ھو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم او من تحت ارجلکم او یلبسکم شیعا ویذیق بعضکم باس بعض انظر کیف نصرف الایات لعلھم یفقھون (الانعام ۶۵)

ترجمہ کہو کہ "وہ اس بات پر پوری طرح قدرت رکھتا ہے کہ تم پر کوئی عذاب تمہارے اوپر سے بھیج دے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے (نکال دے) یا تمہیں مختلف ٹولیوں میں بانٹ کر ایک دوسرے سے بھڑا (لڑا) دے، اور ایک دوسرے کی طاقت کا مزہ چکھا دے۔ دیکھو ہم کس طرح مختلف طریقوں سے اپنی نشانیاں واضح کر رہے ہیں، تاکہ یہ کچھ سمجھ سے کام لے سکیں"۔

پس جو ہم نے بیان کیا ہے اس سے ان آیات میں فوقیت سے مراد فوقیت قہر، قدرت اور رتبہ ہے یا فوقیت جہت مراد ہے، نہ کہ فوقیت مکانی ہے۔

7 6.4: حدیث جاریہ سے استدلال اور اس کا جواب

قولہ صلی اللہ علیہ وسلم "لجاریتہ" قال فی بعض "من انا؟" قالت انت رسول اللہ قال "اعتقھا فانھا مؤمنۃ"

ترجمہ اس حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے اس لونڈی سے پوچھا "اللہ کہاں ہے؟" اس لونڈی نے کہا: آسمان میں۔ پھر حضور ﷺ نے پوچھا "میں کون ہوں؟" اس نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں۔ حضور ﷺ نے [illegible] کیونکہ یہ مومنہ ہے"۔

جواب اس حدیث سے ان لوگوں نے دلیل پکڑی ہے جو جہت کے قائل ہیں۔ انہوں نے اس دلیل کو بہت ہی عمدہ جانا ہے۔

1 بعثت کے شروع شروع کے زمانہ میں یہ بات زیادہ اہم تھی کہ عام لوگوں سے اس بات کا مطالبہ تھا کہ وہ وجود باری تعالیٰ کا اثبات اور توحید الوہیت کا اقرار کریں۔ اس لیے عام لوگوں کے ساتھ ایسا معاملہ روا رکھا گیا جس سے وہ انس اور الفت رکھتے

وجود باری تعالیٰ کے ثبوت اور توحید الوہیت کے اعتقاد کے اقرار کو
کافی سمجھ لیا ہے اس لیے کہ ان کی عقلیں اس
تسہیل [illegible] نہیں ہو سکتیں
توحید باری تعالیٰ کے اصلی ثبوت ہی کو کافی سمجھا گیا۔ اس لیے کہ اس کے سوا کوئی
اور صورت ہی نہ تھی کہ ان سے صرف وہی طلب کیا جائے جس کو ان کے ذہن اور عقل
قبول کرتے ہوں۔

2 جب اس لونڈی نے آسمان کی طرف اشارہ کیا تو نبی اکرم ﷺ نے یہ معلوم کر لیا کہ
اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور وحدانیت کا عقیدہ موجود ہے، اور دین کے
معبودوں کی اس کے دل میں نفی ہے [illegible]
[illegible] ﷺ سے توحید کا ثبوت چاہا تو اس سے پہلے
مقدمہ کا [illegible] بات کا اقرار کیا معلوم ہو جائے جو اسلام کا دوسرا
عقیدہ ہے۔ پھر جب اس نے کہا رسول اللہ ﷺ۔ تو اس کے مسلمان ہونے کا
آپ ﷺ کو علم ہو گیا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ کی مراد لفظ "این" سے اس کے دل میں اللہ تعالیٰ
کی منزلت اور رتبہ کے بارے میں سوال کرنا تھا۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ فلاں
سے کہاں ہے؟ زید تجھ سے کہاں ہے؟ کلام میں وسعت پیدا کرنے کے لیے۔ اس
سے مراد صرف رتبے اور منزلت کا سوال کرنا ہے۔ اور فلاں اپنے ساتھی سے کہتا ہے:
میرا مقام تجھ سے کہاں ہے؟ وہ کہتا ہے آسمان میں۔ اس سے اس کی مراد اعلیٰ مقام
[illegible]

[illegible]

[illegible] "[illegible]" قالت في السماء
فحكم [illegible] سمع في التفسير [illegible]
من غيره مما يقتضي التشبيه تعالى الله عن ذلك علوًا كبيرًا
(فتح الباري شرح صحيح البخاري، ج ۱۳ ص ۴۰۲، المؤلف: احمد بن علی بن

ترجمہ حضور اکرم ﷺ نے جب اس لونڈی سے پوچھا: "اللہ کہاں ہے؟" تو جواب دیتے
کہا: "آسمان میں"۔ تو حضور اکرم ﷺ نے اس پر ایمان کا حکم لگایا تاکہ وہ تعطیل
میں نہ پڑ جائے، کیونکہ اس لونڈی میں عقل و فہم کی کمی تھی۔ اس لیے کہ وہ تشبیہ سے
پاک تنزیہ کو سمجھنے کے لائق نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند و برتر ہے۔

حضرت [illegible] فرماتے ہیں

فعلى قول [illegible] كان [illegible] هل هي موحدة تقر بان
الخالق [illegible] هو الله وحده وهو [illegible] على
[illegible] كما [illegible] مقيل [illegible] وبين ذلك
لأنه [illegible] في [illegible] الله [illegible] في جهة بخلاف
ذلك لأن [illegible] قبلة [illegible] الكعبة [illegible]
من جهة [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]
السماء" علم أنها موحدة وليست عابدة للأوثان

(المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج المعروف بالنووی شرح مسلم ج ۵ ص ۲۴
باب تحريم الكلام في الصلاة ونسخ ما كان من اباحته، أبو زكريا محيي
الدين يحيى بن شرف النووی المتوفی ۶۷۶ھ، طبع دار إحياء التراث العربي،
بيروت الطبعة الثانية، ۱۳۹۲ھ)

جس شخص نے یہ کہا گویا اس کی مراد یہ ہے کہ اس لونڈی کا امتحان لینا تھا کہ آیا وہ لونڈی
موحدہ ہے۔ وہ اس بات کا اقرار کرتی ہے کہ خالق، مدبر، فعال وہی اللہ ہے جو یکتا
ہے، وہ ذات ہے جب دعا مانگنے والے دعا مانگتے ہیں تو وہ آسمان کی طرف منہ
کرتے ہیں جیسا کہ نمازی جب نماز پڑھتا ہے تو کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا
ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اسی میں ہے جو آسمان میں منحصر ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات
کعبہ میں منحصر نہیں ہے، بلکہ اس لیے کہ آسمان دعا مانگنے والوں کا قبلہ ہے جیسا کہ کعبہ
نمازیوں کا قبلہ ہے۔

یا وہ لونڈی جوں کی پوجا کرنے والی ہے، ان جوں کی جوان کے سامنے ہوتے ہیں۔
جب اس سے کہا گیا کہ اللہ کہاں ہے؟ تو اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ وہ معتقد ہے اور وہ
جوں کی پوجا کرنے والوں میں سے ہے۔

6 سید شریف جرجانی نے "شرح مواقف" میں فرمایا ہے

والسؤال بـ "این" استكشاف عما علم أنه معتقدهم من الأينية في الإلهية فلما أشارت إلى السماء علم أنها ليست وثنية وحمل إشارتها على أنها أرادت كونه تعالى خالق السماء

(شرح المواقف للإيجي، ج ۸ ص ۳۸، المواقف، السيد الشريف علي الحسيني الجرجاني (المتوفى ۸۱۶ھ)، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت، ۱۴۱۹ھ)

ترجمہ لفظ "أين" سے سوال کرنے کا مقصد یہ کہ آپ ﷺ کا سوال اس لونڈی کے عقیدے کو جاننے کے لیے ہو، یا وہ وثنی خداؤں کی پوجا کرنے والی ہے یا وہ اللہ جو آسمانوں کا رب ہے اس کو ماننے والی ہے؟ پھر جب اس لونڈی نے آسمان کی طرف اشارہ کر کے بتادیا تو اس سے آپ ﷺ نے جان لیا کہ وہ لونڈی جوں کی پجارن نہیں ہے۔ اس کے آسمان کی طرف اشارہ کرنے کو اس بات پر محمول کیا کہ اس کا ارادہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے جو آسمانوں کا خالق ہے۔

7 امام رازیؒ فرماتے ہیں:

أن لفظ "أين" كما يحسن سؤالا عن المكان فقد يحسن سؤالا عن المنزلة والدرجة يقال أين فلان من فلان فالمقصود السؤال عن المنزلة وأشار به إلى السماء أي هو رفيع القدر جدا وإنما اكتفى منه بملك الإشارة لقصور عقلها وقلة فهمها.

(أساس التقديس في علم الكلام ص ۱۲۶، المؤلف: أبو عبد الله محمد بن عمر بن الحسن بن الحسين التيمي الرازي المعروف بفخر الدين الرازي خطيب الري (المتوفى ۶۰۶ھ)، الناشر: مؤسسة الكتب الثقافية، بيروت

الطبعة: الأولى ۱۴۱۵ھ)

ترجمہ لفظ "أين" جس طرح استعمال مکان کے لیے ہوتا ہے ویسے ہی یہ قدر و منزلت اور درجات کو معلوم کرنے کے لیے بھی ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے فلاں شخص فلاں شخص سے کتنا بڑا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس حدیث میں سوال بھی قدر و منزلت کا ہو، اور آسمان کی طرف ہاتھ کے اشارے سے بھی مراد ہو، یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات بہت اعلیٰ رتبہ اور قدر و منزلت والی ہے۔ اس لونڈی کے کم عقل اور کم فہم ہونے کی وجہ سے اس کے اس اشارے پر ہی اکتفا کیا گیا۔

8 علامہ محمد زاہد بن حسن الکوثری حنفیؒ کی تحقیق

عصر قریب کے محقق اور مدقق علامہ محمد زاہد بن حسن الکوثری حنفی فرماتے ہیں:

حضرت معاویہ بن الحکم رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے حضرت عطاء بن یسارؒ ہیں۔ ان سے روایت کے مختلف الفاظ مروی ہیں۔ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: "أن النبي ﷺ بعث إليه عبدا له وجارية، فقال: ائتها فانظر ما شأنها؟ فأتاها فقال لها: أين الله؟ قالت: في السماء، قال: فمن أنا؟ قالت: رسول الله، قال: أعتقها فإنها مؤمنة".

فقالت رسول اللہ قال اعتقها فانها مسلمة"۔

ترجمہ پھر نبی کریم ﷺ نے اپنا ہاتھ بلند کیا، یہ پوچھنے کے لیے کہ "میں کون ہوں؟" اس لونڈی نے عرض کیا اللہ! پھر آپ ﷺ نے پوچھا "میں کون ہوں؟" اس نے کہا اللہ تعالیٰ کے رسول (ﷺ)۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اس کو آزاد کر دو کیونکہ یہ مسلمان ہے"۔

لہٰذا اس طرح ہاتھ سے اشارہ [illegible] جو بہرہ اور گونگا ہوتا ہے، اس لفظ "أين الله؟" جو اس روایت کے بعض طرق [illegible] اس لونڈی سے [illegible] کے طلاق بیان کیے جس [illegible] رسول اللہ [illegible] سے [illegible] اس حدیث سے [illegible] صحیح مسلم میں [illegible] کتاب [illegible] صحریم الکلام فی الصلوٰۃ [illegible]

میں بیان نہیں کیا ہے کہ اس حدیث میں تشبیہ، تعطیل (چھیڑ کا جواب دینا) کا بیان ہے اور نبی کریم ﷺ کا نماز میں اس سے منع کرنا بیان ہوا ہے۔

(العقیدۃ والعلم الکلام ص ۴۸۶، ۴۸۵ طبع ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

۲ عصر قریب کے محقق اور مدقق علامہ محمد عابد بن حسن کلکوٹی مفتی نے اس حدیث پر اضطراب کا حکم لگایا ہے فرماتے ہیں

فدللت الرواية بالمعنى في الحديث ما توا على الاضطراب

(تحقیقات کوثری علی کتب الاسماء والصفات ص ۳۹۰، ۳۹۱ طبع المکتبۃ الازہریۃ للتراث قاہرہ، مصر)

ترجمہ روایت بالمعنی نے حدیث جاریہ میں ایسا اضطراب پیدا کیا ہے جو تم خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو

۳ اس حدیث کی سند اور متن میں اضطراب پایا جاتا ہے۔ اگرچہ علامہ ذہبیؒ نے اس کی تصحیح کی ہے۔ اس حدیث کے طرق کے لیے علامہ ذہبیؒ کی کتاب العلو، شرح موطا، دس تریہ کی کتاب التوحید کا مطالعہ فرمائیے۔ اس سے اس حدیث کے سند اور متن میں اضطراب معلوم ہو جائے گا۔ اگرچہ اس کو تعدد واقعہ پر محمول کیا گیا ہے لیکن فن حدیث کے ماہرین اور اہل علم و نظر اس بات سے متفق نہیں ہیں۔

(العقیدۃ والعلم الکلام ص ۴۸۶ طبع ایچ ایم سعید کمپنی)

۴ اگر کوئی کہے کہ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے الفاظ "أين الله" ہی ہوں اور راوی کے الفاظ روایت بالمعنی ہوں، یعنی اوپر بیان کردہ صورت کے برعکس ہوں تو اس کا جواب یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے تمام ثبوت کے زمانہ میں تعیین ایمان کے لیے "أين الله" کا استعمال نہیں کیا یا ایسا لفظ استعمال نہیں کیا جس سے اللہ تعالیٰ کے لیے مکان کا شبہ ہوتا ہو اور نہ اس ایک مرتبہ کے علاوہ آپ ﷺ نے یہ الفاظ استعمال کیے ہیں حالانکہ اس حدیث کے الفاظ بھی مضطرب ہیں، بلکہ یہ بات ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے کلمہ شہادت ہی کی ہمیشہ تعیین کی ہے۔ پس جو لفظ جاری اور مروج ہوں وہی جناب رسول اللہ ﷺ کے الفاظ اس

واقعہ میں کہی ہوں گے۔

(العقیدۃ والعلم الکلام ص ۴۸۶ طبع ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

۵ وأما حديث الجارية في السؤال بـ"أين"، ففي سنده ومتنه اضطراب كما شرحت ذلك في تكملة الرد على نونية ابن القيم، وفيما علقت على الأسماء والصفات على أن سمت الرأس الآن يتقلب في سمت أحمص القدم بعد ساعات حيث يتحدد سمت الرأس كل آن فادعاء أن الله في مكان في سمت الرأس الآن يناقض الإشارة إلى سمت الرأس بعد ساعات فإنه سمت القدم بالنظر إلى الأول (مقالات کوثری ص ۳۹۲ طبع وحیدی کتب خانہ قصہ خوانی، پشاور)

ترجمہ حدیث جاریہ میں جو "أين" کے لفظ سے سوال کیا گیا ہے تو اس کی سند و متن میں اختلاف اور اضطراب ہے جیسا کہ میں نے اس کی پوری تشریح اپنی کتاب "التکملۃ الرد علی نونیہ ابن القیم" میں کر دی ہے اور میں نے کتاب "الاسماء والصفات" کی تعلیقات میں بیان کیا ہے کہ اب جو سر کی سمت میں ہے وہ کچھ گھنٹوں بعد پاؤں کے تلوؤں کی جانب آ جائے گی، اس لیے کہ سر کی سمت ہر آن بدلتی ہوئی جا رہی ہے۔ پس یہ دعویٰ کرنا کہ اللہ تعالیٰ اب جو سر کی سمت کی طرف کے مکان میں ہیں تو اس اشارہ کے متناقض ہے جو کچھ گھنٹوں بعد ہوگا کیونکہ یہ پہلے کے لحاظ سے قدموں کی جانب ہو جائے گا۔

حضرت امام ابن فورکؒ (المتوفی ۴۰۶ھ) کی تحقیق

حضرت امام ابن فورکؒ (المتوفی ۴۰۶ھ) فرماتے ہیں:

ذكر خبر مما يقتضي التأويل ويوهم ظاهره الشبه وهو من الأخبار المشهورة عند أهل النقل وذلك مما يتعلق بمعنى وقد روي في بعض ألفاظه أخبر بمذكرها أو لا فاولا فص ذلك ... وروي في الخبر أن جارية عرضت على رسول الله صلى الله عليه

وسلم من أراد عتقها في الكفارة فقال رسول الله صلى الله عليه
وسلم لها "أين الله؟" فأشارت إلى السماء. فقال رسول الله صلى
الله عليه وسلم "اعتقها فإنها مؤمنة"

2 اعلم أن الكلام في ذلك من وجهين

أحدهما في تأويل قوله صلى الله عليه وسلم "أين الله؟" مع إستحالة كونه
في مكان.

والثاني قوله أنها مؤمنة من غير ظهور عمل منها

3 فأما الكلام فيما يتعلق بقوله صلى الله عليه وسلم "أين الله؟" فإن
ظاهر اللفظ تدل من لفظ "أين" أنها موضوعة لسؤال عن المكان،
ويستفهم بها عن مكان المسؤول عنه ب"أين" إذا قيل "أين هو؟"
وذلك أن أهل اللغة قالوا لما دل على أهل المكان في الاستفهام
عن المكان أن يقولوا أهو في البيت؟ أم في المسجد؟ أم في السوق؟
أم في بقعة كذا؟ وكذا وعشرة لفظه لجميع لأنهم يستفهمون
بها عن مكان المسؤول عنه ب"أين"؟

4 وهذا هو أصل هذه الكلمة غير أنهم قد استعملوه عن مكان
المسئول عنه في غير هذا المعنى توسعا أيضا شبهوا به وضع لذا
وذلك أنهم يقولون عند استعلام منزلة المستعلم عنه من يسمعه
"أين" منزلة فلان منك؟ وأين فلان من الأمير؟ واستعملوه في
استعلام الفرق بين الرتبتين بأن يقولوا أين فلان من فلان؟ وليس
هو بمعنى المكان والمحل من طريق التجاوز في البقاع بل يريدون
الاستفهام عن الرتبة والمنزلة وكذلك يقولون لفلان عنده فلان
مكان ومنزلة، ومكان فلان في قلب فلان حسن ويريدون بذلك
المرتبة والدرجة في التقريب والتعهد والإكرام والإهانة.

5 فإذا كان ذلك متظهرا في اللغة احتمل أن يقال إن معنى قوله صلى

الله عليه وسلم "أين الله؟" استعلام لمنزلته وقدره عندها وفي قلبها،
وأشارت إلى السماء ودلت بإشارتها على أنه في السماء عندها على
قول القائل إذا أراد أن يخبر عن رفعة وعلو منزلة فلان في السماء
أي هو رفيع الشأن عظيم المقدار

6 كذلك قولها "في السماء" على طريق الإشارة إليها نبهت عن محله
في قلبها معرفتها به

7 وإنما أشارت إلى السماء لأنها كانت عرضاء فذهبت بإشارتها على
مثل دلالة العبارة على نحو هذا المعنى وإن كان كذلك لم يجز أن
يحتمل على غيره مما يقتضي الحد والتشبيه والتمكن في المكان
والتكييف

8 ومن أحسنها من قال إن القائل إذا قال "أين الله في السماء" ويريد
بذلك أنه فوقها من طريق الفطنة لا من طريق الجهة على نحو قوله
سبحانه "أأمنتم من في السماء" لم ينكر ذلك

9 وأما قوله عليه الصلاة والسلام "اعتقها فإنها مؤمنة" فيحتمل أن
يكون قد عرف إيمانها بوحي فأخبر بذلك عن ظهور آثاره التي
هي علامة من علامات الإيمان

10 ويحتمل أن يكون سماها مؤمنة على الظاهر من حالها وإن ذلك
القدر يكفي من المكتوب من إيمان من يريد عتقه وأنه لا يعتبر بعد
ذلك ظهور الأعمال والوفاء

(منكر الحديث وبيانه ص ۵۸ تا ۶۱ المؤلف محمد بن لطف الله
فورک الأنصاري الأصبهاني أبو بكر (متوفى ۴۰۶ھ) تحقيق موسى
محمد علي الناشر عالم الكتب، بيروت الطبعة الثانية ۱۹۸۶ء)

ترجمہ اس میں وہ احادیث ذکر کی جائیں گی جن میں تاویل کرنا ضروری ہے۔ ان احادیث
کا ظاہر تشبیہ کا وہم پیدا کرنے والا ہے۔ اس میں وہ احادیث ذکر کی جائیں گی جو

محدثین رحمہم اللہ کے ہاں مشہور ہیں اور جن میں مکان کا ذکر ہے۔

1 حضور ﷺ کے سامنے ایک لونڈی کو اس غرض سے پیش کیا گیا کہ اس کو کفارے میں آزاد کر دیا جائے۔ تو حضور اکرم ﷺ نے اس لونڈی سے پوچھا: "اللہ کہاں ہے؟" تو اس لونڈی نے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "اس کو آزاد کر دو، کیونکہ یہ مؤمنہ ہے"۔

2 جاننا چاہیے! اس حدیث میں دو وجوہ سے تحقیق کی گئی ہے

اول نبی کریم ﷺ کے فرمان "أَيْنَ اللّٰهُ؟" (اللہ تعالیٰ کہاں ہیں؟) حالانکہ اللہ تعالیٰ کا کسی مکان میں ہونا محال ہے۔

دوم پھر ﷺ کا فرمانا "[illegible] اس نے کسی محل کا قصد نہیں کیا ہے۔

3 نبی کریم ﷺ کا فرمان "أَيْنَ اللّٰهُ؟" (اللہ تعالیٰ کہاں ہیں؟) تو اس میں "أَيْنَ" (کہاں ہے) [illegible] سے سوال کیا جاتا ہے "وہ کہاں ہے؟" یہ کہنا ہے کہ لوگ [illegible] جب [illegible] کے بارے میں [illegible] پاتا ہے تو کہتے ہیں کہ "وہ کہاں ہے؟" یا "وہ کس جگہ میں ہے؟" [illegible] کے بارے میں [illegible] "وہ فلاں جگہ میں ہے؟" اور جب [illegible] کے لیے لفظ "أَيْنَ" استعمال کیا ہے تو اس [illegible] سے ہے، جو وہ مسئول سے مکان کے بارے میں "أَيْنَ؟" سے سوال کر کے پوچھتے ہیں۔

4 اوپر ذکر کردہ معنی ہی اس لفظ کا اصل معنی ہے۔ اس کے علاوہ اہل زبان توسع اور مشابہت کا لحاظ کرتے ہوئے اس معنی کے علاوہ اس لفظ کو دوسرے معانی کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ جب اہل زبان نے مسئول کی قدر و منزلت معلوم کرنی ہو تو وہ کہتے ہیں، تیرے نزدیک فلاں شخص کی قدر و منزلت کیا ہے؟ تیرے ہاں فلاں شخص کا کیا مقام ہے؟ پھر وہ اس لفظ کو دو اشخاص کے مراتب کے فرق کو معلوم کرنے کے لیے بھی کہتے ہیں۔ فلاں، فلاں سے کہاں ہے؟ اس سے اس کی مراد جگہ اور مکان نہیں ہوتا ہے، اور نہ ہی جگہ کے لحاظ سے کسی جگہ سے آگے بڑھ جانا ہوتا ہے، بلکہ ان کا

[illegible]

[illegible]

[illegible]

تو اس کا انکار نہیں کیا جائے گا۔

9 جناب رسول اللہ ﷺ کا فرمان: "اس کو آزاد کر دو کیونکہ یہ مؤمنہ ہے" اس کا احتمال یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے اس کے ایمان کو وحی کے ذریعہ پہچان لیا تھا تو آپ ﷺ نے اس کے اشارہ کے ساتھ اس کے ظاہر پر خبر دے دی تھی کیونکہ یہ بھی ایمان کی علامت ہے۔

10 اس کا بھی احتمال ہے کہ آپ ﷺ نے اس کے ظاہری حالات کو دیکھ کر ایمان کے ساتھ متصف کر دیا۔ ایسا ہی ایمان اس شخص سے مطلوب ہوتا ہے جس کو آزاد کرنا مطلوب ہوتا ہے اور اس سے اعراض اور دوگانا اور معتبر نہیں جانا جاتا۔

7.6.5: الفاظ "مَنْ فِي السَّمَاءِ" سے استدلال اور اس کا جواب

حضرت امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں:

قاضی عیاض فرماتے ہیں: مسلمانوں میں یہ بات تسلیم شدہ ہے، چاہے وہ فقہاء کرام ہوں، محدثین عظام ہوں، متکلمین اسلام ہوں، اہل نظر ہوں یا مقلدین ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں جو "فی السماء" کا لفظ وارد ہوا ہے جیسے

"أَأَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ أَن يَخْسِفَ بِكُمُ الْأَرْضَ فَإِذَا هِيَ تَمُورُ" (الملک: ۱۶)

ترجمہ: کیا تم آسمان والے کی اس بات سے بے خوف ہو بیٹھے ہو کہ وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے تو وہ ایک دم تھرتھرانے لگے؟

اس سے ظاہر مراد نہیں ہے بلکہ یہاں سب کے ہاں تاویل کی جائے گی۔

پس محدثین کرام میں سے جس کسی نے بھی جہت فوق کا اثبات کیا ہے، وہ بغیر اثبات حد اور کیفیت کے کیا ہے۔ فقہاء اور متکلمین نے "فی السماء" میں تاویل کر کے "علی السماء" کہا ہے۔ اہل نظر کی بہت بڑی جماعت، جن میں علامہ

خطابی ہیں، جو اللہ تعالیٰ سے حد کی نفی کی ہے اور اللہ تعالیٰ کے حق میں جہت کو محال قرار دیا ہے انہوں نے بوقت ضرورت تاویلات کی ہیں۔ انہوں نے اس کا وہ معنی کیا ہے جو گزر چکا ہے۔

تمام اہل سنت و جماعت اہل حق اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں غور و فکر کرنے سے رک جانے کے وجوب پر اجماع ہے جیسا کہ انہیں اس بات کا علم دیا گیا ہے اور عقل کے حیران و سرگردان ہو جانے کی وجہ سے وہ خاموش ہو گئے ہیں اور وہ کیفیت بتانے اور شکل و صورت تجویز کرنے کی حرمت پر متفق ہیں۔ ان کا تعلق ہے اور رک جانا اللہ تعالیٰ کے وجود اور موجود ہونے کے بارے میں شک کی بنا پر نہیں ہے اور رک جانا اللہ تعالیٰ کی توحید میں قادح نہیں ہے جس کی حقیقت کو تسلیم کرنے سے تعلق ہے پھر ان میں سے جس جماعت سے اثبات جہت میں [illegible] ساتھ ڈرنے والے بھی تھے۔ کیا کیفیت بیان کرتے ہوئے اثبات جہت میں فرق ہے؟ لیکن جس چیز کا شریعت نے اطلاق کیا ہے اس کا اطلاق کرنا کہ وہ اپنے بندوں کے اوپر قاہر ہے اور وہ عرش پر مستوی ہے۔ اس کے ساتھ تنزیہ کلی کے متعلق جامعہ آیت کے ساتھ تمسک کرتے ہوئے جس کے بارے میں کسی بھی قسم کی مثل کا دخل نہیں ہے اور وہ آیت یہ ہے:

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (الشوریٰ: ۱۱)

کوئی چیز اس کے مثل نہیں ہے اور وہی ہے جو ہر بات مناسب پر محیط ہے۔

یہ آیت غلط عقائد سے بچانے والی ہے، جس کو اللہ تعالیٰ توفیق دیں۔

(المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج المعروف نووی شرح مسلم ج ۵ ص ۲۳ باب تحریم الکلام فی الصلاۃ ونسخ ما کان من اباحتہ، ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی المتوفی ۶۷۶ھ طبع دار احیاء التراث العربی [illegible] ۱۳۹۲ھ)

7.5.6:۔ "اِنْزَالٌ وَنُزُوْلٌ" کے الفاظ سے استدلال اور اس کا جواب

آگئیں جہت نے اپنے دلائل میں الفاظ [illegible] وغیرہ کو ذکر کیا ہے اور وہ اس کو بڑی دلیل سمجھتے ہیں۔ ان الفاظ میں رسول باری تعالیٰ، نزول قرآن، نزول کتب اور نزول ملائکہ کا ذکر ہے۔

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ (القدر ۱)

ترجمہ بیشک ہم [illegible] شب قدر میں [illegible]

۲ وَلَوْ [illegible]

ترجمہ [illegible]

۳ قَالَ اللّٰهُ إِنِّي مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ (المائدہ ۱۱۵)

ترجمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "میں بیشک تم پر وہ (خوان) اتارنے والا ہوں گا۔"

۴ وَبِالْحَقِّ أَنْزَلْنَاهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ (بنی اسرائیل ۱۰۶)

ترجمہ اور ہم نے اس قرآن کو تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا ہے۔

یہ دلائل آگئیں بالجہت کے لیے فائدہ مند نہیں ہیں، کیونکہ:

1 اس کی مراد یہ ہے کہ قرآن مجید تو لوح محفوظ سے اتارا گیا ہے جو آسمان میں ہے تو اس کو نزول سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس کی مراد ہرگز یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان کی جہت میں ہیں۔

2 اس کی مراد یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نزول کا حکم دیا ہے، نہ کہ خود نازل ہوتے ہیں یہ بات عربی ادب میں مشہور و معروف ہے کہ فعل کی نسبت کبھی اس کا حکم کرنے والے کی طرف منتقل ہو جاتی ہے، جیسا کہ اس کے فاعل کی طرف بھی ہوتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے

۵ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُوْنَ (الانبیاء ۹۳)

ترجمہ اور ہم اس (قرآن) کو یقیناً [illegible]

اس سے واضح ہے کہ ہم نے اس کے لکھنے کا حکم دیا ہے۔

3 قائلین جہت کے دلائل کا دارومدار اس حدیث نبوی پر ہے

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] تبارک وتعالیٰ [illegible] حتی یطلع [illegible] فاغفر لہ

[illegible] (۲۴) لترغیب فی الدعاء والذکر فی آخر اللیل [illegible]

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تمہارا رب ہر [illegible] جاتا ہے، تو وہ کہتا ہے کون ہے جو مجھے پکارے؟ تو میں اس کی پکار کو قبول کروں۔ کون ہے جو مانگے تو وہ کہتا ہے کون ہے جو مجھ سے عطا کروں۔ اور کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے؟ میں اسے بخش دوں۔

آگئیں بالجہت نے اس حدیث سے اس کے ظاہر پر محمول کیا [illegible]

[illegible] قول کی بنا پر امور کو لازم ہے

1 نزول کا حرکت کی وجہ سے ہونا ہے۔ حرکت کرنا تو اجسام کی صفات میں سے ہے [illegible]

2 اگر یہ نزول حقیقی ہو تو اس کے نتیجے میں ہر رات دو ارب [illegible] کی ضرورت ہوگی۔ اس لیے کہ [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] کی ضرورت ہے۔ تو اس سے یہ بات لازم آئے گی کہ اللہ تعالیٰ کا مختلف ممالک اور رات کو ایک قوم سے دوسری قوم کی طرف ہوتا رہے گا۔ اور پھر ان آگئیں بالجہت کے قول کے مطابق ہر لحظہ عرش پر واپس بھی جانا ہوگا۔ یہ بات تو کوئی عقل سلیم کہہ ہی نہیں سکتا۔

ان لوگوں نے ... کے ... سے ... بہت بڑا ہے۔ اس لیے کہ ... ان کے ... کی نسبت عرش کے سامنے ... ہے جیسے ایک کھلے میدان میں ایک حلقہ پڑا ہو۔ اگر ان لوگوں کا یہ قول صحیح ... لازم آئے گا ... مطابق ہو جائے ... بہرحال ...

ہیں۔

4 ان لوگوں نے اثبات کے متعلق صاحبین کی مخالفت کی ہے جو اس کی سردی کی تعیین سے ساکت رہے ہیں، اس کے ساتھ ان لوگوں نے قطعیت سے دو ٹوک رد کی ہے جو اللہ تعالیٰ کی شان باری کے لائق ہے۔ اہل تاویل نے کہا ہے اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی رحمت ... یا احسان اور اس کی مغفرت ہے۔

5 قاضی ابوالحسن نے اس حدیث کی مراد متعین کرنے میں تمام حدوں کو پھلانگ دیا ہے۔ ان لوگوں نے صرف اس پر اکتفا نہیں کیا ہے کہ وہ اس سے اللہ تعالیٰ کے لیے جہت کا اثبات کریں، اس سے استواء، علو اور فوقیت کے اثبات کے لیے استدلال کریں بلکہ اس سے بھی بہت آگے گزر گئے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی کہنا شروع کر دیا ہے اللہ تعالیٰ اوپر چڑھنے، نازل ہونے اور بلند ہونے کے لیے حرکت بھی کرتے ہیں۔ انہوں نے اس حدیث کے ظاہری معنی سے استدلال کیا ہے۔ اسی طرح ان لوگوں نے دوسری صفات سے بھی جو اللہ تعالیٰ کے حق میں ... ہے ... قاعدہ کلیہ ...

ترجمہ ... مخلوق سے ... ثابت ہے ...

6 یہاں ان لوگوں کی ... کی ہے کہ ... اس حدیث ... کے ظاہر سے ... سبحانہ وتعالیٰ کے ... جو مخلوق میں پائی جاتی ہیں ... سے ... ہے ... ناچاہے ... ان تمام وقت میں ... اور ... کے لیے ... اور ... اللہ تعالیٰ ... بہت جلد ... اللہ تعالیٰ ... چاہے ... اور ... ہے ... اور ... ہے ... اور ...

(وسلم بعد هذا الباب وهو حديث ... من تنزل ... قد
صلى عليه وسلم عند من سمعه من سمعات المتشابهين وقد كان ذلك محفوظ
محفوظ كما قال فوجهه ظاهر.

(مشکل الحدیث وبیانہ، ص ۲۰۲، المؤلف محمد بن الحسن بن فورک
الانصاری الاصبہانی، ابو بکر (المتوفی ۴۰۶ھ)، المحقق موسی محمد
علی، ناشر: عالم الکتب بیروت، الطبعة: الثانیة، ۱۹۸۵ھ)

ترجمہ: ہم سے بعض اہل نقل یعنی محدثین کرام نے اس حدیث کو جناب رسول اللہ ﷺ
سے اس طرح روایت کیا ہے جو اس معنی کی تائید ہے اور "یا" کے حرف کے ساتھ ہے،
یعنی "ینزل" ہے اور ان لوگوں نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ انہوں نے اس لفظ کو ثقات

حافظ ابن خزیمہ نے حضرت امام بن فورک سے اس کلام کو نقل کرنے کے بعد حضرت امام
امام قرطبی کا یہ کلام بھی بطور تحقیق نقل کیا ہے

7.6.7 علامہ ابن العربی المالکیؒ (المتوفی ۵۴۳ھ) کی تحقیق

1 ... "ينزل ويجيء ويأتي" وما أشبه ذلك من الألفاظ التي لا تجوز
على الله في دقة معانيها، فإنها ترجع إلى الحالة

2 وهيئة يكنة وهي أن المخلوق أيها يعبدا لله هي في ذاتك، وأفعال
الله سبحانه تكون في ذاته، ولا ترجع إليه، وإنما تكون في مخلوقاته.
فإذا سمعت ... أنه ينزل أفعل كذا، فمعناه في المخلوقات لا في
الذات

3 وقد بين ذلك الإمام الحبر حين سئل عن هذا الحديث فقال "يفعل
ذلك ما يشاء" وما أن نعلم أو نعتقد أن الله لا يتوهم على صفة من
المحدثات ولا يشبهه شيء من المخلوقات ولا يدخل به في
...

4 قوله "ينزل ربنا ولا نكيفه"

5 ... عبده إلى سؤال ذلك، إنما نقول كما علمنا رسول الله صلى الله
عليه وسلم، وكما علمت من العربية التي نزل بها القرآن

6 قال النبي عليه السلام "يقول الله عبدي مرضت فلم تعدني
وجعت فلم تطعمني وعطشت فلم تسقني"، وهو لا يجوز عليه شيء
من ذلك ولكن تنوف تولاه بأن عبر به عنه
كذلك قوله "ينزل ربنا..." عبر عن عبده وملكه الذي ينزل بأمره
بأسمه فيما يقضي من رحمته ويهب من كرمه ويفيض على الخلق من
عطائه وقال الشاعر

ولقد مررت فلا تظني غيره ... مني بمنزلة المحب المكرم

والنزول: قد يكون في المعالي وقد يكون في الاجسام. والذي أخبر الله عنه، ان حملته على انه جسم، فذلك ممكنه ورسوله وجده، وان حملته على انه كان لا يقدر عليه من ذلك نعته عند سدس الليل فاستجاب وغفر وأعطى، وسمي ذلك نزولا عن مرتبه لي مرتبه، وسمي صفة لي صفة فتلك عربية محضة خاطب بها اعرف منكم واعقل واكثر توحيدا واقل من أعلم تخليطا

قالوا بجهلهم، لو اراد النزول وحمته لم يخص بذلك الثلث من الليل، لان رحمته تنزل بالليل و النهار

ويكفيه بالليل ويبقى عرفة وفي ساعة الجمعة يكون نزوله اكثر وعطاؤه اوسع

عارضة الأحوذي بشرح صحيح الترمذي ج ۴ ص ۲۳۹ المؤلف القاضي محمد بن عبد الله ابو بكر بن العربي المعافري الاشبيلي المالكي (المتوفى ۵۴۳ھ) الناشر دار الكتب العلمية بيروت لبنان

1

2

4

5

6

7

ہیں اگر کبھی اس چیز سے تعبیر کیا گیا ہے جس کی تعبیر اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول سے کی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ کا اس پر احسان ہے کہ اس کی رحمت سے عطا کرتا ہے، اس کے کرم سے بخشتا ہے، اور اس کی عطا سے خلق پر فیض رسانی کرتا ہے۔ شاعر نے کہا ہے

ومن بعثرة الشحت نعكرم

ولقد نزلت فلا تظني غيره

تحقیق تو نے نزول کیا۔ پس میرا گمان ہے اس کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے تو تو میرے

ترجمہ

ہے اور عزت والا ہے۔

اور کبھی تو معانی کا ہوتا ہے اور کبھی اجسام کا اور وہ نزول جس کی اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے اگر تو اس کو جسم کے معانی پر محمول کرے تو پھر اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا فرمانا ہے اور اس کا ارادہ ہوگا۔ اور اگر تو اس کو اس معنی پر محمول کرے جس کے مطابق

اللہ تعالیٰ پہلے تو اس بارے میں کچھ بھی نہیں کرتا ہے پھر اس کو تہائی رات کے وقت کرتا ہے، تو پکارنے والے کی دعا قبول کرتا ہے، بخشش کرتا ہے، توبہ قبول کرتا ہے۔ اس حدیث کا نام اس لیے دیا گیا کہ یہ [illegible] دوسرے حرکت کی طرف اور ایک صفت سے [illegible] کے ذریعے ان [illegible] جو [illegible] عقل مند اور عقیدہ توحید میں زیادہ [illegible] یہ لوگ [illegible] گو تاویل [illegible] ہم کہتے ہیں [illegible] اور ہمارے ایک [illegible] ہے اور اس کی عطا [illegible] صحیح ہوتی ہے۔

7.7 حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کا رسالہ تمہید

الفرش فی تحدید العرش

حضرت تھانوی [illegible] (ص ۱۰، ۲۲ طبع ادارہ اسلامیات، لاہور) اور [illegible] (ص ۵۲ تا ۵۸ طبع مکتبہ رحیمیہ علوم، کراچی ۱۳۹۲ھ) میں موجود ہے یہاں اس کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

7.7.1 رسالہ تمہید الفرش فی تحدید العرش

لکھنے کا سبب

[illegible] تمہید [illegible] میں [illegible] لکھنا پڑا۔

کر دینے کا تھا مگر ایک غیر مقلد صاحب کی عنایت سے ایک رسالہ اور لکھنا پڑا۔ رسالہ تمہید الفرش فی تحدید العرش ہے جس میں استواء علی العرش کی بحث ہے۔ گو صفات میں کلام کرتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔ اس سے ہمیشہ میں خود بھی منع کرتا ہوں اور [illegible] سے بچتا رہا ہے۔ باقی حضرات نے جو اس میں کچھ کلام کیا ہے وہ منع کے درجہ میں تھا۔ متاخرین نے جو اس کے جواز میں کلام کر لی۔ اور اب تو اس میں بہت ہی غلو ہو گیا ہے۔ بلا ضرورت اس میں کلام کرنے کو میں خود بدعت سمجھتا ہوں مگر بضرورت کلام کرنا پڑتا ہے۔ سلف کا یہی عمل تھا۔

اس کے متعلق حکایت کی ہے کہ ایک شخص شیخ ابوالحسن اشعریؒ سے ملنے آئے۔ اتفاق سے وہی مل گئے۔ ان ہی سے پوچھا کہ میں ابوالحسن اشعریؒ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ کہاں کہ آؤ میں ملاقات کرا دوں گا۔ میرے ساتھ چلو۔ حضرت امام ابوالحسن اشعریؒ اس وقت خلیفہ کے دربار میں جا رہے تھے۔ وہاں ایک مسئلہ کلامیہ پر اہل بدعت سے کلام کرنا تھا۔ مناظرہ کی صورت تھی۔ وہاں پہنچے۔ وہاں سب نے تقریریں کیں۔ بعد میں ابوالحسن اشعریؒ نے جو تقریر کی۔ اس نے سب کو پست کر دیا۔ جب وہاں سے واپس ہوئے تو اس وقت مہمان سے کہا کہ تم نے ابوالحسن اشعریؒ کو دیکھا؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ فرمایا میں ہی ہوں۔ وہ شخص بے حد مسرور ہوا اور کہا کہ جیسا سنا تھا، اس سے زائد پایا۔ مگر ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔ آپ نے سب سے پہلے تفضلو کیوں نہیں کی۔ اگر آپ پہلے تفضلو کرتے تو ان میں کوئی بھی تقریر نہ کر سکتا۔ حضرت امام ابوالحسن اشعریؒ نے جو جواب اس کا دیا، میں تو اس جواب کی بنا پر ابوالحسن اشعریؒ کا معتقد ہو گیا۔ کہا "ہم ان مسائل میں بلا ضرورت تفضلو کرنے کو بدعت سمجھتے ہیں۔ لیکن اہل بدعت جب کلام کر چکے، تو اب ہمارا کلام کرنا ضرورت کی وجہ سے ہوا، بدعت نہ رہا"

پھر فرمایا میں اس جواب سے ابوالحسن اشعریؒ کا بے حد معتقد ہوا، اس وجہ سے۔ ایک اس سے کہ اپنے بزرگوں سے، اعتقاد بڑھا۔ دوسرے یہ کہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ متقدمینؒ نے بلا ضرورت ایسے مسائل میں کلام نہیں کیا، بضرورت کلام کیا۔ اس سے

میرے اس خیال کی تائید ہوئی جو میں پہلے سے سمجھے ہوئے تھا کہ یہ کلام بضرورت مدحت تھا اور جب منع میں نہیں تھا۔ اسی طرح اس رسالہ میں میرا کلام کرنا بھی بضرورت ہے۔

ضرورت ہے کہ ابوالحسن اشعری اتنے تو محتاط، پھر ان پر ضلالت اور بدعت کا فتویٰ دیا جائے ...اور انھوں نے یہ فتویٰ دیا ہے انھیں سے خود استواء علی العرش کی ایسی تقریر کی ہے جس سے بالکل تجسم و تشکل کا شبہ ہوتا ہے۔ گو ان کی مراد تجسم نہیں، لیکن ظاہر بات کے ضرور قریب ہیں۔ مگر تجسم سے تو بدرجہا کیف گنجائش ہے۔ تجسم کے ساتھ جو مسلمہ لازمات ہیں ان میں ایک یہ بھی تحت ثابت ہوتا ہے۔ عرش بھی حادث ہے۔ جب عرش نہ تھا، ظاہر ہے کہ اس استواء علی العرش کا تحقق بھی نہ تھا۔ عرش کے بعد اس کا تحقق ہوا تو کیا استواء علی العرش صفات میں سے ہے اور صفت حادث نہیں ہو سکتی۔ تو اس وقت قبل عرش استواء کے کیا معنی تھے؟ تو وقت بھی وہی معنی کیوں نہ لیے جائیں؟ یہ ایک لطیف بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دل میں ڈال دی اور چونکہ ان مسائل میں کلام کرنے کو خطرناک سمجھتا ہوں، اس لیے اس رسالہ کے لکھنے کے وقت قلب کو اس وجہ تکلیف ہوئی کہ میں ہر ہر جاہل کو دیکھ کر تمنا کرتا تھا کہ کاش میں بھی جاہل ہوتا۔ تو اس بحث میں میرا ذہن نہیں چلتا۔ یہ حالت مجھ پر گزری ہے۔ مگر مترجم صاحب نے بہت سے بیباکی سے جو منہ پر آیا کہہ دیا اور جو جی میں آیا سمجھ لیا۔ یہ بھی خیال نہیں ہوا کہ میں زبان سے کیا کہہ رہا ہوں۔ پھر بھی میں نے ان کی نسبت کوئی سخت بات نہیں لکھی۔ بہت ہی ملائم کلمات لکھے ہیں۔ اور مسئلہ میں یہ سب مشتبہین کے مقولات مرجوحہ کے اقوال سے بہت مدلل ہے۔ مگر ان ہی فقیہ سقاء صاحب نے یہ بھی لکھا تھا کہ تم شر القرون کے صوفیہ کی حمایت کرتے ہو۔ میں نے ان کو جواب میں دیا تھا مگر میں کہتا ہوں کہ شر قرون میں سب اہل قرون شر ہی ہوں یہ کیں گے۔ اگر یہ بات ہے تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تم شر القرون سے حدیث کی تصدیق کرتے ہو۔ اگر وہ یہ کہیں کہ بعض تابعین خود شر تھے۔ تو ہم کہیں گے کہ صوفیہ بھی سب خود شر نہ تھے

(۱۱ فاضت الیوسف ج ۶ ص ۲۸ تا ۳۰ و مجموعہ مقالات ج ۳ ص ۲۱۴ تا ۲۱۸ طبع ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

7.7.2:۔رسالہ تمہید الفرش فی تحدید العرش کے اقتباسات مع تسہیل وتخریج

یہاں ان کے چند اقتباسات تسہیل وتخریج کے ساتھ پیش کیے جاتے ہیں۔

1 سنت استواء [illegible] دوسری سنت میں اہل حق اس پر متفق ہیں کہ [illegible] کے ساتھ اللہ [illegible] کا متصف ہونا تکوینی صفات کی طرح نہیں ہے۔ یہ صفت عقل سے بھی ثابت ہے جو قبل نقل کے ایک باطل دلیل اور واضح ہے [illegible] پاکہ یہ ثابت ہے

لیس کمثلہ شیء وھو السمیع البصیر (القرآن)

ترجمہ کوئی چیز اس کے مثل نہیں ہے اور وہی ہے جو ہر بات خوب سنتا اور سب کچھ دیکھتا ہے۔

2 دلیل عقلی پر اس وجہ سے کہ وہ ظاہر اور واضح ہے، تعجب کرنے کی کوئی ضرورت اور وجہ نہیں۔

3 نفی مماثلت کے بعد دو طریق ہیں۔ ایک طریقہ سلف کا ہے کہ اس کو حقیقی معنی پر محمول کرتے ہیں اور حقیقی معنی کی کنہ کو علم الٰہی پر تفویض کرتے ہیں۔ اور اس کی کوئی تاویل نہیں کرتے۔ دوسرا طریقہ خلف کا ہے کہ اس میں مناسب تاویل کر لیتے ہیں تاکہ گمراہ فرقے مشبہ وجسمہ ان کو غلطی میں مبتلا نہ کر سکیں۔ اس طرح سے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ عرش پر مستقر ہیں اور استقرار کے معنی جمنے اور بیٹھنے کے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھا ہے جیسے ہم تخت پر بیٹھتے ہیں۔ تو وہی [illegible] ہے۔ نعوذ باللہ!

4 اس شبہ کا جواب اگرچہ سلف کے طریق پر یہ ہے کہ استقرار تو ثابت ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ ہمارے استقرار کی طرح ہو جس سے جسم ہونا لازم آئے بلکہ اس کی کنہ اور حقیقت

4

[illegible]

[illegible]

[illegible]

(بدور الاہلہ ص ۳۰۳ طبع ادارہ اسلامیات لاہور؛ مداد الفتاوی ج ۱ ص ۲۸ طبع ...
... العلوم ... ۱۳۰۳ھ)

5 غرض عوام اُس وقت اس طرح محفوظ رہتے تھے جیسا کہ اس وقت عوام بعض جن کو اہل بدعت کے قوال کی اطلاع نہیں اور وہ اچھے کو ڈی رہے سمجھتے ہیں اور یہ کی بات ہے کہ ایسے اُمور میں غور و خوض نہیں کرتے۔ اب بھی اسی سند آجت (روش ... موجود ہیں۔ اور انکی تاویلات کی ان کو بھی حاجت نہیں ... طرف متوجہ کرنا چاہیے۔ ہمیں محققین علماء کو جو اس فرق پر قادر ہیں، تیر حاجت ہیں۔

7 ... جو متعدد کیا جو محقق ہیں گو عربی داں ہوں اور عالم بھی ہیں۔ کتب ... ہیں ... رکھتے ہیں اور غور و خوض کے بھی عادی ہیں۔ ان کو کچھ مختلف کتابوں سے، کچھ رائے سے، غور و خوض کے سبب، ایسے شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ ان کے لیے یہی تاویلات ہیں کی حفاظت کا ذریعہ ... ہیں جیسے دوں کے لیے علماء متاخرین نے طریقہ تاویل کا اختیار کیا ہے اور تعلیم میں مخاطبین کے عقل و فہم کی رعایت خود شریعت میں مطلوب ہے۔ جیسا کہ بخاری اور مسلم میں ... ہے ...

... وقال عمي حدثني ... بمدينة يعرفون التجوز ان يكذب الله ... حدثنا عبد الله بن موسى عن معروف بن خربوذ عن ... لتلقين على حين ملك (بخاری قم ۱۰۰)

... حضرت ... فرماتے ہیں ... سال یا ... ان ... حدیث ... پہنچا ہے ... ہم ... بعد ... کہ اللہ تعالیٰ ... ان میں ... ﷺ ... کی حدیث ... ان ...

حدثنا ... حدثنا ... بن يحيى قالا أخبرنا ابن وهب، قال ... حيوة بن ... عن ابن ... عن عبيد الله بن عبد الله بن عتبة، أن عبد الله بن مسعود قال ما أنت بمحدث قوما حديثا لا تبلغه عقولهم، إلا كان ... لبعضهم فتنة

... صحيح المختصر بنقل العدل عن العدل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم صحيح مسلم ... عن ... بن الحجاج ... الحسن القشيري النيسابوري (المتوفى: ۲۶۱ھ) المحقق: محمد فؤاد عبد الباقي الناشر: دار احياء التراث العربي، بيروت)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تو کسی قوم کے سامنے جب وہ باتیں بیان کرے گا جس تک ان کی عقول کی رسائی نہیں ہے، مگر وہ ان کے لیے ایک فتنہ اور آزمائش ہی بن جائے گی۔

... میں بعض متشابہ ... ہیں کیونکہ ان ... تو فرض نے ... بعض تفصیل کے ساتھ ... اور بعض اجمال کے ساتھ ... کیونکہ ... اس ... کے ... کی ... ضرورت ... ہے ... مسلک ... (علامہ ... سے ... حقائق ... کو ... ہوں ... اس ... کا ... عبارت ... دلیل ... ہے ...

8 ... حضرت قاضی ... صاحب ...

... ہیں ... ضروری ... کہ ... یا ... فی ظل ... الغمام والملائكة وقضي الأمر والى الله ترجع الامور (البقرة ۲۱۰)

کے تحت فرماتے ہیں:

اجمع علماء اهل السنة من السلف والخلف ان الله سبحانه منزه عن صفات الأجسام وسمات الحدوث فنهم في هذه الآية سبيلان: احدهما الايمان به وتفويض علمه الى الله تعالى والتحاشي عن البحث فيه، وهو مسلك السلف قال الكلبي هذا من المكتوم الذي لا يفسر وكان مكحول والزهري والأوزاعي ومالك وابن المبارك وسفيان الثوري والليث واحمد واسحاق رحمهم الله تعالى يقولون فيه وفي امثاله مروها كما جاءت بلا كيف

الثانيهما تأويله بما يليق به

(التفسير المظهري، ج ۱ ص ۲۲۹، المؤلف المظهري، محمد ثناء

اللہ (المتوفی ۱۲۷۰ھ) المحقق علامہ شہاب الدین السیوسی تفسیر مکتب الرشدیہ
باکستان، الطبعۃ ۱۴۱۳ھ)

ترجمہ علماء اہل السنۃ والجماعت نے سلف سے خلف تک اس پر اتفاق کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ صفات اجسام وعلامات حدوث سے منزہ ہے۔ تو اس آیت میں (جس سے بعض صفات جسمیہ کا وہم وگمان ہوتا ہے)۔ انھوں نے (یعنی اہل سنت نے) دو طریقے بیان کیے ہیں۔ اول یہ کہ اس میں بحث وتفتیش ہی نہ کی جائے بلکہ کہا جائے کہ اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے اور اس پر ایمان لایا جائے۔ یہ طریقہ تو سلف صالحین کا ہے۔ کلبی فرماتے ہیں کہ یہ ان احکام میں سے ہے جن کا اہل تفسیر نہیں۔ حضرت مجاہد، ثوری، اوزاعی اور [illegible] میں فرمایا کرتے تھے کہ انھیں ایسے ہی رہنے دو جیسے [illegible]

دوسرا طریقہ [illegible] آیت کی تاویل کی جائے۔

9 اس تحقیق سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ دونوں طریق خلف اہل سنت واہل حق کے ہیں۔ ان میں سے کسی کی تخطیہ یا تضلیل (جاہل، گمراہ وغیرہ) جائز نہیں کیونکہ جمہور سلف [illegible] سے ثابت ہے اور [illegible] جمہور کی مخالفت سلف سے [illegible] پر بھی عمل ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

10 لیکن ہر جماعت میں عمومی طور پر ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس مسئلہ کے متعلق بھی اس زمانہ میں دونوں جماعتوں میں بعض افراط وتفریط پائے جاتے ہیں اور [illegible] پر طعن کرتے ہیں۔ میں نمونہ کے طور پر دونوں کے اقوال طعن کو مع [illegible] سے نقل کرتا ہوں۔ سہولت تعبیر کے لیے ایک جماعت کا لقب سلفیہ اور دوسری کا [illegible] جو سلف یا خلف کی طرف اپنی نسبت کرتے ہیں۔ اور [illegible] کے محققین ایک دوسرے پر طعن نہیں کرتے۔ یہ لقب ان [illegible] سے تجویز کیا گیا ہے۔

11 پس سلفیہ کی طرف سے سلفیہ پر یہ اعتراض طعن ہے کہ ان کو مشبہ ومجسمہ کہتے ہیں جس کا ذکر حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے حجۃ اللہ البالغہ باب الایمان بصفات اللہ تعالیٰ

میں کیا ہے

واستدل هؤلاء الحاشرون على معشر أهل الحديث، وسموهم مجسمة ومشبهة

(حجۃ اللہ البالغۃ، ج ۱ ص ۱۲۴ المؤلف: أحمد بن عبد الرحيم بن الشهيد وجيه الدين بن معظم بن منصور المعروف بـ أبو الشاه ولي الله العمري الدهلوي (المتوفى ۱۱۷۶ھ) المحقق: السيد سابق الناشر: دار الجيل، بيروت، لبنان، الطبعة: الأولى، سنة الطبع ۱۴۲۶ھ)

ترجمہ اس غور وخوض کرنے والوں نے اہل حدیثوں کے گروہ کے بارے میں بات بڑھا دی ہے اور ان کو مجسمہ اور مشبہ کہا ہے

12 اور ایک تفصیلی طعن یہ ہے جو اجمالی طعن کی تفصیل ہے کہ ان علمیات کے حقائق کے لیے استواء میں کے جلوس وقعود اور ید (ہاتھ) اور قدم (پاؤں) میں ترکیب وتحدید (حدود متعین کرنا) اور نزول وغیرہ میں حرکت لازم عقلی ہیں اور لازم کا انفکاک (الگ ہونا، جدا ہونا) ملزوم سے محال عقلی ہے۔ پس عقاد ملزوم کا اور عقاد لازم سے بھی تکلیف بالمحال ہے جو عقلاً ونقلاً باطل ہے۔ پہلی بات تو بالکل ظاہر ہے۔ دوسری بات کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

[illegible] (۲۸۶ ، ۲)

اللہ تعالیٰ کسی بھی شخص کو اس کی وسعت سے زیادہ ذمہ داری نہیں سونپتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حقیقت کے دو درجے ہیں۔ ایک ظاہر معلوم الکنہ (ظاہر جس کی کنہ معلوم ہے) دوسرا باطن مجہول الکنہ (باطن جس کی کنہ معلوم نہیں)۔ پس جن امور کو ان حقائق کے لیے لازم کہا ہے، وہ وجہ ظاہر کے لیے لازم ہیں، وجہ باطن کے لیے لازم نہیں۔ حاصل یہ ہے کہ ہم ان معلومات کو حقائق پر محمول کرتے ہیں، ظواہر پر محمول نہیں کرتے۔

13 حقائق اور ظواہر میں فرق کرنا بڑے محقق کا کام ہے۔

اسی فرق کو ان عبارات میں بیان کیا گیا ہے

۱ هذا طريقة السلف الذين يقولون علم المتشابه الى الله بعد صرفه عن ظاهره

ترجمہ یہ مذہب صحابہ کا طریقہ ہے جو اس سے طاہر سے صرف نظر کرتے ہوئے متشابہات کے علم کو اللہ تعالیٰ کی طرف تفویض کرتے ہیں۔

(جیسے اظاہر کے متروک ہونے کی تصریح کی ہے۔

۲ یہ بھی موجود ہے:

۲ هذا وعلماء السنة بعد اجماعهم على أن معانيها الظاهرة غير مرادة الخ

ترجمہ یہ ہے اور علماء اہل السنت کا اس پر اجماع ہے کہ ان کے ظاہری معنی ہرگز مراد نہیں ہیں۔

۳ [illegible] عبارت میں [illegible] کی تصریح

میں مدد ہے

14 ثم ذهبت طرفة قليلة من السلف إلى إبقاء نحو المذكورات على ظواهرها لا أنهم يعتقدون لوازمها المقدسة للنقص الموجبة لنسبة النقص إليه عز شأنه ويقولون إنما هي لوازم لا يصح انفكاكها عن ملزوماتها في صفاتنا المحدثة. وأما في صفات من ليس كمثله شيء فليست بلوازم في الحقيقة ليكون القول بانفكاكها سفسطة الخ

(روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني ج ۳ ص ۸۶ لمؤلف شهاب الدين محمود بن عبد الله الحسيني الآلوسي (المتوفى [illegible] المتحف على عبد الباري عطية [illegible] الكتب العلمية [illegible] سنة [illegible])

ترجمہ [illegible] نے [illegible] انتہائی قلیل گروہ اس طرف گیا ہے کہ ان متشابہات مذکورہ میں ان [illegible] نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا نقص وعیب کے موجب ہے اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ

وہ لوازم ہیں جن کو صفات حادثہ میں ان کے ملزوم سے جدا کرنا درست نہیں ہے۔

جیسے کہ [illegible] ان کی شان سے

لیس کمثلہ شیء وھو السمیع البصیر (الشوریٰ)

ترجمہ کوئی چیز اس کے مثل نہیں ہے اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

پس حقیقت میں یہ اس کے لوازم ہی نہیں ہیں۔ پس ان کے بارے میں جدا ہونے کا

قول [illegible] کی جانب سے [illegible] ہے

15 اور اس عبارت میں ظواہر سے مراد حقائق ہی ہیں۔ قرینہ اس کا یہ کہ تقسیم دو وجہ کا ہونا ہے۔ کیونکہ دوسرا وجہ تو ظاہر نہیں ہے۔ اس کو ظاہر یا غیر ظاہر (سبقت، مسابقت) کے بمقابلہ حقیقی مجازی کے کہہ دیا گیا۔ کتب کلامیہ میں جو عبارت مذکور ہے کہ "النصوص تحمل على ظواهرها" (نصوص کو ان کے ظاہر پر ہی محمول کیا جائے گا) مقابلہ تاویلات اہل باطل کے ہے۔ پس اہل حق کی تاویل جو دلائل شرعیہ کے مقتضاء سے ہو وہ بھی ظواہر میں داخل ہے۔

16 سلفیہ کی طرف سے غلبہ پر [illegible] یہ ہے کہ وہ ان کو مذہب اور معتزلہ کہتے ہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ تاویل سے ان کو گمان ہو گیا کہ یہ حقائق کی جو کہ صفات ہیں نفی کرتے ہیں تو مذہب ہے معتزلہ اور جہمیہ کا۔ چنانچہ ہمارے سائل صاحب (غیر مقلد) بھی اسی میں مبتلا ہیں۔ جواب اس کا یہ ہے: اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ (بہت سے گمانوں سے بچو۔ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں)۔

پ [illegible] سے

یا یھا الذین امنو اجتنبو کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ واتقوا اللہ ان اللہ توابٌ رحیمٌ (۴۹ ت ۲)

ترجمہ اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو۔ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ اور کسی کی ٹوہ میں نہ لگو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ اس سے تو تم طبعاً نفرت کرتے ہو [illegible] اللہ

تعالیٰ سے ڈرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ بڑا توبہ قبول کرنے والا بہت مہربان ہے

17 جب وہ صفات کی مستقل بحث بمقابلہ معتزلہ، جہمیہ اور فلاسفہ کے اپنی کتابوں میں ذکر کرتے ہیں تو اس پر یہ گمان کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ اور تاویل کرنا ان حقائق کی نفی کی بنیاد پر نہیں ہے بلکہ عوام الناس کو دین سے دور کرنے اور ان کو گمراہی سے بچانے کے لیے ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی مذہب سلف کی ترجیح کی تصریح بھی کرتے ہیں۔ برخلاف صفات کی نفی کرنے والوں کے، کہ وہ حقائق ہی کی نفی کرتے ہیں۔ فافہم ھذا فانہ دقیق۔

18 حضرت تھانوی ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: "اصل مذہب سلف کا وہی ہے جو آپ نے لکھا ہے (کہ قدرت ایک علیحدہ صفت ہے اور "ید" دوسری مستقل صفت ہے۔ "ید" سے قدرت مراد لینے سے ایک صفت کا ابطال لازم آتا ہے)۔ لیکن اجراء علی الحقیقت کے ساتھ تنزیہ کا التزام رکھنا مشکل ہے۔ اور اجراء علی الحقیقت، اجراء علی الظاہر کا معارض سمجھا عقول عامہ سے ارفع اور بلند تھا۔ اس لیے متاخرین نے تاویل مناسب کی جارت دے دی لیکن متقدمین سے نفی کی نہیں کی۔ اور یہی فرق ہے، مأولین (تاویل کرنے والوں) اور اہل بدعت کے درمیان۔

19 یہ حضرات صفات کی نفی کیوں کرتے جن کا قدیم ثابت ہے؟ استواء اگر فعل بھی ہو جیسے بعض قائل ہوئے ہیں۔ تو اس کی نفی نہیں کرتے ہیں حالانکہ فعال حادث ہوتے ہیں، مگر چونکہ نص کا مدلول ہے۔ اس لیے نفی جائز نہیں۔ تفسیر روح المعانی میں ہے

وسئل البیہقی عن ابی الحسن الاشعری ان اللہ تعالی فعل فی العرش فعلا سماہ استواء کما فعل فی غیرہ فعلا سماہ رزقا ونعمۃ وغیرھما من افعالہ سبحانہ لأن ثم لتراخی وھو إنما یکون فی الافعال

(روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی ج۳ ص۳۷۵ المؤلف: شہاب الدین محمود بن عبد اللہ الحسینی الآلوسی (المتوفی ۱۲۷۰ھ) المحقق: علی عبد الباری عطیۃ الناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۲۰ھ)

ترجمہ: حضرت امام بیہقیؒ نے حضرت ابوالحسن اشعریؒ سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرش میں ایک فعل (عمل) کیا ہے جس کا نام اس نے استواء رکھا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے علاوہ بھی افعال کیے ہیں جن کا نام اس نے رزق، اور نعمت رکھا ہے۔ اس لیے کہ لفظ "ثم" تراخی کے لیے ہوتا ہے اور یہ فعال ہی میں ہو سکتا ہے۔

20 اور جو صفات میں سے کہتے ہیں۔ وہ اس دلیل کا "ان لم للتراخی" (لفظ "ثم" تراخی کے لیے ہے)۔ وہ جواب دیتے ہیں جو روح المعانی سورۂ اعراف میں مذکور ہے

وحکی الاستاذ ابو بکر بن فورک عن بعضھم ان استوی بمعنی علا ولا یراد بذلک التحیز بالمسافۃ والتحیز والکون فی المکان ممتنعا فیہ ولکن یراد معنی یصح نسبتہ إلیہ سبحانہ وھو علی ھذا من صفات الذات وکلمۃ ثم تعلق بمستوی علیہ لا باستوی أو أنھا بمعنی الواو وھو قول شاذ

(روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی ج۳ ص۳۷۵ المؤلف: شہاب الدین محمود بن عبد اللہ الحسینی الآلوسی (المتوفی ۱۲۷۰ھ) المحقق: علی عبد الباری عطیۃ الناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۲۰ھ)

ترجمہ: حضرت استاذ ابوبکر بن فورک بعض علماء سے بیان کرتے ہیں کہ "استوی" یہاں "علا" یعنی بلند ہونے کے معنی میں ہے۔ یہاں اس سے مراد مسافت، تحیز، اور مکان میں موجود ہونے کی بلندی مراد نہیں ہے، کیونکہ اس کا وہ معنی مراد ہے جس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف صحیح ہو، اس بنا پر یہ صفات ذات میں سے ہے۔ اور لفظ "ثم" کا تعلق مستوی علیہ کے ساتھ ہے، نہ کہ استوی کے ساتھ، یا یہ بمعنی واو کے ہے۔ اور یہ قول شاذ ہے۔

21 یہ افراط و تفریط ایک دوسرے پہلو کے متعلق تھی۔ ایک افراط و تفریط خود اپنے مذہب کے متعلق بھی بعض کے کلام میں پائی جاتی ہے۔ چنانچہ علمائے

...

...

...

25 بلکہ جن تاویلات کو یہ بزرگ (غیر مقلد) باطل کہتے ہیں۔ ان میں تنزیہ تو محفوظ ہے۔ اور اس قول میں تو تنزیہ بھی سالم نہ رہی۔ پھر ان حضرات سلفؒ نے جو ان امور کو ظاہر پر رکھا ہے تو یہ نصوص کی اتباع کے سبب ہے۔ اور حرکت کا لفظ یا اس کا مرادف نصوص میں کہاں ہے؟ جو یہ بزرگ اس کے قائل ہو گئے۔

26 پھر [illegible] کی دلالت مکان پر تمام ہے۔ حدیث

عن ابی درین قال قلت یا رسول اللہ این کان ربنا قبل ان یخلق خلقه؟ قال کان فی عماء ما تحته هواء وما فوقه هواء وخلق عرشه علی الماء (ترمذی رقم ۲۱۰۹)

ترجمہ حضرت ابو رزین نے پوچھا اے اللہ کے رسول! اپنی مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے ہمارے رب کہاں تھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اپنی مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے بادل میں تھے کہ اس کے نیچے ہوا تھی اور اس کے اوپر بھی ہوا تھی، اور اس نے عرش کو پانی پر

پھر اس حدیث میں "ای" کو مکان کہنا پڑے گا۔ پھر اگر اس کا قدیم کہو تو یہ حق نا مقدم ہونا [illegible] سے کچھ بھی [illegible] حادث مخلوق ہو تو سوال ہے مخلوق کی پیدائش سے پہلے کا ہے۔ پھر اس کے مکان کی کیا صورت ہے؟ تو ماننا پڑے گا کہ "این" مکان کی دلالت میں محکم نہیں۔ تو "این اللہ" میں اس کا دعویٰ کیسے صحیح ہوگا؟

27 تیسرا مقدمہ [illegible]

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ (بقرہ ۱۸۶)

ترجمہ اور (اے پیغمبر!) جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں پوچھیں تو (آپ ان سے کہہ دیجئے کہ) میں اتنا قریب ہوں کہ جب کوئی مجھے پکارتا ہے تو میں پکارنے والے کی پکار سنتا ہوں۔ لہٰذا وہ بھی میری بات [illegible] میں [illegible] پر ایمان لائیں تاکہ وہ راہِ راست پر آجائیں۔

[illegible] سے [illegible] میں "این (مکان)

اس آیت کا نزول نقل کیا گیا ہے۔

وأخرج عبد الرزاق عن الحسن سأل اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم النبيّ صلى الله عليه وسلم "أين ربنا؟" فانزل الله وهذا مرسل قلت ولعل السائل هو الاعرابی

(التفسیر المظہری، ج ۱ ص ۲۰۰، المؤلف: المظہری، محمد ثناء اللہ (المتوفی ۱۲۲۵ھ)، المحقق: غلام نبی التونسی، الناشر: مکتبۃ الرشدیۃ، الباکستان، الطبعۃ ۱۲۱۲ھ)

ترجمہ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے حضور اکرم ﷺ سے سوال کیا تھا کہ ہمارا رب کہاں ہے؟ تو اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔

کیا یہاں بھی جواب میں بقرینہ سوال مکان مراد ہوگا؟

28 پھر یہ معترض صاحب (غیر مقلد) جس عروج و نزول کے قائل ہوئے ہیں۔ اس میں [illegible] لازم آتا ہے کہ دن کو استواء علی العرش ہو اور رات کو استواء علی العرش نہ ہو۔ کیا یہ تحدید نہیں؟ پھر شب میں کہیں تو وقت ہی نہ رہے تو چاہیے کہ دن کی وقت استواء علی العرش نہ ہو؟! اور دن بھی ہر وقت کہیں نہ کہیں رہتا ہی ہے۔ تو چاہیے نزول کی اسماء کسی وقت بھی نہ ہو؟! کیا یہ ان سب محذورات (وہ چیزیں جن سے بچنا لازم ہے) کا التزام کریں گے؟

29 قائلین بالحقیقت بلا کیف پر یہ محذورات لازم نہیں آتے۔ اس لیے کہ وہ اس نزول و استواء کو سمجھ نہیں سکتے ہیں، اور اشکالات کا جواب بلا کیف سے دے سکتے ہیں۔

30 اسی طرح مسلک تاویل پر بھی یہ محذورات لازم نہیں آتے کیونکہ وہ تاویل سے تعلق دے سکتے ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ تجلی محیط بالکل (کامل) کے تعلقات کو خاص خاص خصوصیات اور خاص خاص فوائد کی وجہ سے خاص خاص محال کے ساتھ ذکر فرمایا گیا۔ مثلاً جاریہ سے "این اللہ" کا سوال اس فائدہ کے لیے تھا کہ مشرکین عرب کے (جن خداؤں کی نفی کے اعتقاد کا امتحان تھا۔ آسمان دنیا کی طرف نزول باری تعالیٰ کے ذکر سے مقصود تجلی خاص کے اختصار کے اعتبار سے اس وقت [illegible] و

توجہ الی اللہ کی ترغیب دیتا ہے۔

31 استوی علی العرش کے ذکر سے مقصود اللہ تعالیٰ کے وجود خاص کامل کے تفرد اور یکتا ہونے کا اختصار سے کہنا ہے (العرش العرش (عرش کے پچھلی جانب اور چاروں اطراف میں) تو اور کائنات کا بھی ایک نام وجود ہے۔ فوق العرش ہونے نام بھی کسی کا وجود نہیں ہے۔ مجردات کا وجود جو متکلم فیہ ہونے کے استحضار میں قادح کیوں ہے۔ اور جن کا مشاہدہ اس متکلم فیہ ہونے کا رفع ہے وہ اس نور سے جو احاطہ نور ان تمام کے ماتحت ہے وسلم یا حدیث میں وارد ہے

"حجابہ النور لو کشفہ لاحرقت سبحات وجھہ ما انتھی الیہ بصرہ من خلقہ (مسلم رقم ۲۹۳ (۹۰ ۔

ترجمہ اس کا حجاب نور کا ہے۔ اگر وہ اس کو کھول دے تو اللہ تعالیٰ کے چہرے کے انوار ہر چیز کو جلا دیں جس کا اس کا ادراک کر سکتی ہے۔

31 ان مجردات کا محاط ہونا بھی مشاہدہ کرتے ہیں۔ پس وہ بھی مذکورہ شان کے ساتھ فوق ... حق یا بوجود فوق العرش سالم رہا۔ حق تعالیٰ کے لیے فوق العرش کا عنوان حدیث مشکوٰۃ ابدا الخلق میں بھی وارد ہے۔

نوٹ شاید حضرت تھانوی کی مراد یہ حدیث ہے۔ کیونکہ مشکوٰۃ ابدا الخلق میں لفظ فوق العرش کے ساتھ کی حدیث ہے

وعن ابی ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اللہ تعالیٰ کتب کتابا قبل ان یخلق الخلق ان رحمتی سبقت غضبی فھو مکتوب عندہ فوق العرش (متفق علیہ و مشکوٰۃ رقم ۵۷۰۰)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی پیدائش سے پہلے ہی ایک کتاب میں یہ لکھ رکھا ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غلبہ پائے گی ہے۔ پس عرش کے اوپر اللہ تعالیٰ کے پاس یہ بات لکھی ہوئی ہے۔

32 پس یہ تخصیص ایسی ہے جیسے لمن الملک الیوم للہ الواحد القھار میں

"الیوم" کی تخصیص ہے۔ یعنی کوئی اس یوم سے پہلے بھی سلطنت کسی کی نہیں تھی اور نہ اب ہے ... بھی کسی کی ہے گی۔

33 یہ تو محال مخصوص کے ذکر کے فوائد ہیں۔ ذاتی خصوصیت تجلیات کی تعیین سے ... کا ادراک تام ہو سکتا ہے اور نہ اور کسی کو ناقص کا بیان ہو سکتا ہے۔ اور جو کچھ ناتمام بیان صوفیہ کے کلام میں پایا جاتا ہے، وہ بوجہ آلات کے ناکافی ہونے کے قابل اعتماد ہو سکتا ہے اور نہ استناد کا مدار ہو سکتا ہے۔

نعبدک بالفھم السلیم وایاک نرجو بہ مقیم

(یعنی تجھ پر فہم سلیم کی پیروی کرنا لازم ہے۔ وہم مقیم سے اپنے کو بچائے رکھ)

34 ان ... (یہ سمجھ) ... صفت کا تکلم ... کسی ... ہے۔ ... برابر نہیں۔ صرف علو و نزول کے لوازم سے ہے۔ مگر لوازم فی الجسم سے لزوم فی الواجب لازم نہیں۔ لہٰذا یہ بھی کیف (کیفیت متعین کرنا) کا واضح اور صریح طور پر قائل ہونا ہے۔ پھر ملائکہ کو غیر مجسم مان لیا جو بالکل غلط ہے۔ اور اگر فرض بھی کریں جب سے بھی مخلوق تو ہیں۔ ان کی سی حرکت ماننا کب جائز ہے مگر ان سب حرکات کو قصور نظر علمی فکری پر محمول کرتے ہیں۔ عفا اللہ تعالیٰ عنا وعنھم

35 یہ بزرگ (غیر مقلد) اپنے اقرار سے حافظ ابن قیم کے جامد مقلد ہیں اور وہ خود مقلد ہیں، علماء پر طعن کرنے میں ان کو باک نہیں۔ پھر انھوں نے ان کے متن پر حاشیہ چڑھایا۔ اس سے اغلاط پیدا ہو گئے۔

36 حافظ ابن قیم کے تشدد پر محققین نے خود نکیر کیا ہے۔ چنانچہ علامہ آلوسی نے تفسیر روح المعانی میں سورۂ اعراف میں کہا ہے

وبالغ ابن القیم فی ردھم (ای الاشعریۃ) ثم قال ان کلام الاشعریۃ کلام الیھودیۃ وھو لیس من الدین القیم عندی (روح المعانی ج ۳ ص ۲۷۵)

ترجمہ حافظ ابن قیم نے اشعریوں کے رد میں بہت زیادہ مبالغہ کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ اشعریوں کا "کلام" ایسا ہے جیسا کہ یہودیوں کا قول ہے۔ میرے نزدیک ایسی باتیں دین قیم نہیں ہیں۔

پھر اس کے بعد علامہ آلوسیؒ سلف صالحین کا مذہب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وأنت تعلم أن المشهور من مذهب السلف في مثل ذلك تفويض المراد منه إلى الله تعالى فهم يقولون استوى على العرش على الوجه الذي عناه سبحانه منزها عن الاستقرار والتمكن

(روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني ج ۸ ص ۲۷۵، المؤلف شهاب الدين محمود بن عبد الله الحسيني الألوسي (المتوفى ۱۲۷۰ھ) المحقق علي عبد الباري عطية، الناشر دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثالثة ۲۰۰۸ء)

ترجمہ: تو اس بات کو اچھی طرح جانتا ہے کہ سلف صالحین کا مشہور مذہب ان جیسی صفات باری تعالیٰ کے بارے میں ان کے معانی کی تفویض اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا ہے۔ پس سلف صالحینؒ کہتے ہیں کہ استواء علی العرش کا وہی معنی ہے جس کا ارادہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اللہ تعالیٰ عرش پر استقرار اور تمکن کرنے سے منزہ ہیں۔

38 اس عبارت میں جو استقرار کی نفی کی ہے، مراد معنی متعارف عباد ہیں ورنہ استقرار بالمعنی المراد اللہ تعالیٰ ثابت ہے (یعنی اس کے معنی اللہ تعالیٰ کی مراد کے لحاظ سے ثابت ہے)، جس کی تصریح مفسرین کے کلام میں ہے۔

39 حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں سات مقامات میں جہاں استواء علی العرش کا ذکر آیا ہے، ہر جگہ ان کے مضامین و سیاق کے لحاظ سے معنی مراد کی وضاحت کے ساتھ جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے، جملہ بڑھا دیا ہے۔ اور سابق الفاظ بدل کر ترجمہ کر دی ہے، جس کا ذکر یا اور الفاظ میں کیا ہے تاکہ نئے ایڈیشنوں میں یہ ترجمہ ضرور ملحوظ رہے۔ یعنی پہلے حضرتؒ نے خلف کا مسلک متن میں اور سلف کا حاشیہ میں رکھا تھا۔ پھر بعد کو رائے بدل گئی اور اس کو برعکس کر دیا۔ وفقہ اللہ واجزاہ اللہ خیر الجزاء! اس کی وجہ خود حضرت کی رائی ملاحظہ فرمائیں۔

40 حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں: یہاں تک حضرات اہل

السنت والجماعت کے دونوں قول افراط و تفریط کے رد کے ساتھ جمع ہو کر سامنے آ گئے ہیں۔ بس احقر نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں دونوں قولوں کی رعایت اس طرح کی ہے کہ خلف کے مذہب کو متن میں لکھ دیا کیونکہ اکثر تفسیر کے دیکھنے والے بوجہ اس کے [illegible] ہوتی ہے اور نہ خواص جو کافی علوم رکھتے ہوں۔ تو ان کے مناسب طریقہ تاویل کا جس [illegible] گئی ہے اور حاشیہ چونکہ عربی میں ہے جس کو خواص اہل علم دیکھتے ہیں۔ اس میں مذہب سلف کی ترجیح کی تصریح کر دی۔ جس میں مناظرانہ و معترضانہ کلام کی کیا ضرورت تھی اور وہ بھی اہل حق کے ایک مسلک کے ابطال (باطل کرنے) کے ساتھ۔ مگر تہذیب و خیر خواہی کے لحاظ میں مشورہ دیا جاتا کہ گو متاخرین کا مذہب اور اس پر جو تفسیر لکھی ہے، وہ بھی اہل حق کے ہاں مقبول اور حق ہے (یعنی مسلک تاویل کو بھی اہل ضلالت نہ کہتے)۔ لیکن چونکہ راجح سلف کا مذہب ہے جیسا کہ حاشیہ میں تسلیم بھی کر لیا ہے اس لیے اگر متن میں وہی رہے تو اولیٰ ہے۔ تو ان کو اس میں اجر [illegible] رفع ہو گئی اور میں نے اس مناظرہ و تکرر سے وہی اثر لیا جو مشاورہ معروف سے ہوتا اور متن اور حاشیہ کی ترتیب بدل دی یعنی سلف کا قول متن میں رکھ دیا اور خلف کا حاشیہ میں۔ اور جس مصلحت سکوت کے پیش میں نے ایسا کیا تھا، اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ کوئی عنوان ایسا قلب میں القاء فرما دے کہ اس سے تذبذب کی پیدا ہو۔ سو بحمد اللہ تعالیٰ اس میں کامیاب ہوا۔ ملاحظہ فرمائیں

آیت 1 [illegible] الذي خلق السموات والأرض في ستة أيام ثم استوى على العرش يعشى الليل النهار يطلبه حثيثا والشمس والقمر والنجوم مسخرات بأمره ألا له الخلق والأمر تبارك الله رب العالمين الاعراف ۵۴

عبارت سابقہ [illegible]

ترجمہ حال پھر عرش پر (جو مشابہ ہے تخت سلطنت کے اس طرح) قائم (اور جلوہ فرما) ہوا (جو کہ
اس کی شان کے لائق ہے جس سے اس نے سب امور کی تدبیر فرمائی اور زمین
کے تحت جو کچھ ہے اور آسمان سے جو کچھ اترتا ہے اور جو کچھ اس میں چڑھتا ہے
سب کو جانتا ہے) الخ

آیت 2 اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی
عَلَی الْعَرْشِ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ
فَاعْبُدُوْهُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ (یونس ۳)

عبارت سابقہ پھر عرش (یعنی تخت شاہی) پر قائم ہو (یعنی زمین و آسمان میں احکام جاری
کرنے لگا۔ پس حاکم بھی ہے) وہ ہر کام کی (مناسب) تدبیر کرتا ہے (پس حکیم بھی
ہے اس کے سامنے) الخ

ترجمہ حال پھر عرش پر (جو مشابہ ہے تخت سلطنت کے اس طرح) قائم (اور جلوہ فرما) ہوا (جو کہ
اس کی شان کے لائق ہے تاکہ عرش سے زمین و آسمان میں احکام جاری فرما دے جیسے
کہ آگے ارشاد ہے) وہ ہر کام کی (مناسب) تدبیر کرتا ہے (پس حاکم بھی ہے اس
کے سامنے) الخ۔

آیت 3 اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ
وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ
الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ (الرعد ۲)

عبارت سابقہ پھر عرش (یعنی تخت شاہی) پر قائم (اور جلوہ فرما) ہوا (یعنی زمین و آسمان
میں احکام جاری کرنے لگا) اور آفتاب الخ۔

ترجمہ حال پھر عرش پر (جو مشابہ ہے تخت سلطنت کے اس طرح) قائم (اور جلوہ فرما) ہوا (جو کہ
اس کی شان کے لائق ہے) الخ۔

آیت 4 اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی (سورت طٰہٰ ۵)

عبارت سابقہ وہ بڑی رحمت والا عرش (یعنی تخت سلطنت) پر قائم (اور جلوہ فرما ہے
(اور وہ ایسا ہے کہ) الخ۔

ترجمہ حال وہ بڑی رحمت والا عرش پر (جو مشابہ ہے تخت سلطنت کے اس طرح) قائم (اور جلوہ
فرما) ہے (جو کہ اس کی شان کے لائق ہے اور وہ ایسا ہے کہ) الخ۔

آیت 5 اَلَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی
عَلَی الْعَرْشِ ؕ اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِیْرًا (الفرقان ۵۹)

عبارت سابقہ پھر تخت (شاہی) پر قائم (اور جلوہ فرما) ہوا جس کا بیان الخ

ترجمہ حال پھر عرش پر (جو مشابہ ہے تخت سلطنت کے اس طرح) قائم (اور جلوہ فرما) ہوا (جو کہ
اس کی شان کے لائق ہے جس کا بیان کر) الخ

آیت 6 اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ
اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا شَفِیْعٍ ؕ اَفَلَا
تَتَذَكَّرُوْنَ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ
كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ (سورت الم سجدہ ۴، ۵)

عبارت سابقہ پھر تخت (شاہی) پر قائم ہوا (یعنی تصرفات نافذ کرنے لگا وہ ایسا عظیم ہے
کہ)

ترجمہ حال پھر عرش پر (جو مشابہ ہے تخت سلطنت کے اس طرح) قائم (اور جلوہ فرما) ہوا (جو کہ
اس کی شان کے لائق عظیم ہے کہ)

آیت 7 هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی
الْعَرْشِ ؕ یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ
وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَا ؕ وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ
(الحدید ۴)

عبارت سابقہ پھر تخت (شاہی) پر قائم ہوا (یعنی تصرفات نافذ کرنے لگا وہ ایسا
جانتا ہے الخ۔

ترجمہ حال پھر عرش پر (جو مشابہ ہے تخت سلطنت کے اس طرح) قائم (اور جلوہ فرما) ہوا (جو کہ

اس کی شان کے لائق ہے اور جو واجب یا ممکن ہونا چاہئے الخ۔

(جواہر النوادر ص ۲۳۳ تا ۲۳۸ طبع ادارہ اسلامیات لاہور، الفتاوی ج ۶ ص ۳۹ تا ۵۲ طبع مکتبہ دار العلوم کراچی ۱۳۹۳ھ)

[illegible]

سوال:۔ چند آدمیوں کے درمیان ایک معاملہ میں جھگڑا ہو رہا ہے۔ ایک فریق کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ ہر مقام پر موجود ہے۔ [illegible] دوسرا فریق جناب باری تعالیٰ عرش معلیٰ پر ہے جیسا کہ چاہیے قرآن سے ثابت ہوتا ہے الخ۔

جواب یہ مسئلہ نازک ہے۔ عقول متوسطہ اس کی تحقیق سے عاجز ہیں۔ اس لیے اس میں بحث بھی نہ کریں۔ دونوں فریق کے مقولے سہو اور خلاف تعبیر ہیں۔ فریق اول کا یہ مقولہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ مثل ہوا کے پھیلا ہوا ہے اور گھرا ہوا ہے۔ تب تو حلولہ ہے کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مکانی ہو۔ دوسرے مکانیات سے منزہ ہے تو ہوگا کہ اوروں کا مکان محدود ہے اور اللہ تعالیٰ کا مکان غیر محدود۔ سو مکان ہونا پھر حیز الی المکان کو مستلزم ہے اور حیز سے حق تعالیٰ منزہ ہے۔ اس کا مکان سے بھی منزہ ہے، بلکہ غور کیا جائے تو اس میں دوسرے مکانیات سے بھی زیادہ خلل ثابت ہوتا ہے کہ اور تو ایک ایک مکان کے محتاج ہوں گے اور وہ ہر مکان کا محتاج ہونا اگر یہ مطلب ہے کہ اس کی تجلی جیسی کہ اس کی ذات منزہ کے شان کو لائق ہے، عرش کے ساتھ خاص نہیں۔ جیسے عرش پر ہے اسی طرح غیر عرش پر ہے۔ سو یہ مسئلہ کسی نقلی دلالت یا کسی دلیل عقلی کے خلاف نہیں۔ بعض صوفیہ اس طرف گئے ہیں۔ اس لیے اس کے قائل ہونے کی گنجائش ہے۔ بعض آیات واحادیث کے ظاہری الفاظ بھی اس پر چسپاں ہیں۔ مثلاً "وھو معکم اینما کنتم" اور ترمذی کی حدیث

لَوْ أَنَّكُمْ دَلَّيْتُمْ بِحَبْلٍ إِلَى الْأَرْضِ السُّفْلَى لَهَبَطَ عَلَى اللّٰهِ (ترمذی باب من سورۃ حدید رقم ۳۲۹۸) ومثلہما۔ اور اگر ان میں تاویل کی جائے تو تاویل

دوری حاصل بھی ہو سکتی ہے۔ مثلاً عرش کا تجلی عام کے ساتھ کسی خاص تجلی سے بھی مشرف ہونا دیگر [illegible] مخصص کرنا قابل دلیل قطعی ہونے کے وہم احتمال کفایت بھی اس پر واجب ہے۔ اسی طرح فریق ثانی کی [illegible] کے لیے مکان ہے تو مکانیت کا انتفاء (نفی کرنا) ابھی معلوم ہو چکا ہے بلکہ ایک حق [illegible] تو ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج سے بھی اس میں [illegible] لازم آتا ہے کیونکہ اوپر [illegible] کا حکم کیا تھا جو اہل [illegible] عظمت کا مقتضی ہے اور یہاں تو عرش سے بھی اس کا حکم [illegible] آتا ہے۔ [illegible] کرنے کی وجہ حضرت عرش سے [illegible] کے وہم سے [illegible] ہے۔ تو ظاہر ہے کہ [illegible] صوفیہ کے موافق ہے جیسے کہ سوال میں [illegible] اس مقصود کی طرف [illegible] اور یہ [illegible] اقوال متقولہ ہیں۔ باقی اسلم یہی ہے کہ اس میں گفتگو کی [illegible] حضرت واجب تعالیٰ کی طرف سپرد کیا جائے

(جواہر [illegible] ص ۲۳۹ طبع [illegible] اور اسلامیات [illegible] الفتاوی [illegible] ص ۲۲۲ طبع [illegible] علوم کراچی ۱۳۹۳ھ)

7.8:۔ اہل السنت والجماعت اور غیر مقلدین کے عقائد کا موازنہ بصورت فتویٰ

حضرت مولانا عبدالحلیم دیوبندی نے ایک فتویٰ بنام "کوکبۃ الصبیح الدین فی ابطال التشبیہ والتعطیل فی صفات الرب تعالیٰ" تالیف کیا ہے، جس کی تصدیق اکابر علماء دیوبند حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری، حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن دیوبندی اور غیر مقلدین کے اکابر حضرت مولانا سید نذیر حسین دہلوی، حضرت مولانا ابوسعید محمد حسین لاہوری اور حضرت مولانا محمد شمس الحق عظیم آبادی نے کی ہے۔ اس کے چند اقتباس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں

استفتاء

مسلمانوں کے دو فرقوں کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

فریق اول

ایک فریق (یعنی اشاعرہ، ماتریدیہ پر مشتمل فریق) کہتا ہے کہ آیات صفات اور وہ احادیث جن میں اللہ تعالیٰ کے اوصاف ثابت ہیں کے ساتھ ہمیں عرش اور عرش پر اس کی موجودگی کا ایمان رکھنا چاہیے کی طرف [illegible] رہنمائی شواہد کی بنا پر ہوں کے قرینے ہوتا ہے جس کا [illegible] سے قرینہ کہ یہ اللہ تعالیٰ نے اپنے [illegible] میں جو [illegible] سے [illegible] کی حقیقت معلوم نہیں ہو سکتی [illegible] اللہ تعالیٰ سے [illegible] اور ان کی مراد کیا ہے [illegible] علم اللہ تعالیٰ سے [illegible] ہم اس میں تاویل کرتے ہیں [illegible] بعد [illegible] جسم کے لوازم سے اور اعراض سے، سب سے پاک ہیں۔ اور کتاب وسنت میں اللہ تعالیٰ کے لیے جو [illegible] ثابت ہیں [illegible] شامل ہیں [illegible]

تو جیسے اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر استواء کے ساتھ مستوی ہیں جو ان کے لائق ہے اور ان [illegible] عرش پر [illegible] کی کیفیت کے ساتھ اور نہ اس سے انفصال کی کیفیت کے ساتھ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ایسا قرب رکھتے ہیں جو ان کی شایان شان ہے۔ نہ اس میں حلول واتحاد ہے اور نہ جسموں کے اور اعراض کے قرب کے ساتھ تشبیہ ہے۔

یہ پہلا فرقہ کہتا ہے کہ استواء، فوقیت، ودیگر اوصاف ان سب کا حکم ایک ہی ہے۔ اس میں بعض [illegible] ہیں [illegible] طرح سے [illegible] تاویل [illegible] ہیں [illegible] تاویل [illegible] اور

تعطیل سب سے ہی بچے ہیں۔

فریق ثانی

[illegible] سے عرش [illegible] ہے کہ [illegible] کے لیے [illegible] سے [illegible] ہے [illegible] اللہ تعالیٰ کی [illegible] سے [illegible] فوقیت کو اللہ تعالیٰ کے علم کے سپرد نہیں کرتا بلکہ دعویٰ کرتا ہے [illegible]

توضیح الدلیل ص ۱۹۲

استفتاء

ہمیں بتایئے کہ ان دونوں گروہوں میں سے کس کا قول [illegible]

جواب

[illegible]

جان لو کہ [illegible] فریق اول (یعنی اشاعرہ، ماتریدیہ پر مشتمل فریق) [illegible] درست ہے اور وہی سلف صالح کے موافق ہے [illegible] دوسرا فریق (جو سلفی عقائد کا حامل ہے) اس کا عقیدہ [illegible] توضیح الدلیل ص ۱۹۲

فریق ثانی کے عقائد پر [illegible] سے مرکب ہیں۔ اللہ تعالیٰ [illegible] اوصاف بذات [illegible] کا طریقہ اختیار کیا ہے (توضیح الدلیل ص ۱۹۲)۔

تصدیق

اس کی تصدیق [illegible] حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری [illegible] مولانا سید نذیر حسین دہلوی حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی اور حضرت مولانا محمد شمس الحق عظیم آبادی نے کی ہے۔

مولانا سید نذیر حسین دہلویؒ کی تصدیق

مولانا سید نذیر حسین دہلویؒ نے کتاب کی تصدیق فرمائی

فاضل مولوی محمد عظیم دہلوی کا جواب صحیح ہے [illegible] صحت کا جواب محمد نذیر حسین محقق علماء [illegible] سے تصدیق کی تائید بات سب صاحبان کے سب سے صاف ہیں جیسے کہ کلام سے (توضیح الدلیل ص ۲۰۱)

حضرت مولانا ابوسعید محمد حسین نارنولوی کی تصدیق

حضرت مولانا ابوسعید محمد حسین نارنولوی مدیر اشاعۃ السنۃ النبویۃ لکھتے ہیں

[illegible] سے کتاب کی [illegible] کا جواب صحت پر (توضیح الدلیل ص ۲۰۲)

حضرت مولانا محمد شمس الحق عظیم آبادی کی تصدیق

حضرت مولانا محمد شمس الحق عظیم آبادی فرماتے ہیں:

میں نے یہ رسالہ دیکھا اور میں نے اس کے مضامین کو درست پایا [illegible] قابل قدر ہیں اور ان کے ذکر کردہ دلائل خوب ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ طریق [illegible] کتاب اللہ اور سنت مطہرہ کے موافق ہے۔ آیات صفات اور احادیث صفات کے بارے میں سلف کا مذہب یہ ہے کہ ان میں غور و خوض نہ کیا جائے اور تاویل، تشبیہ اور تکییف کے بغیر ان کو ان کے ظاہر پر ہی چلایا جائے۔ یہی طریقہ بہت بہتر اور محفوظ ہے (توضیح الدلیل ص ۲۰۲)۔

تنبیہ

1 برصغیر کے غیر مقلدین جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں [illegible] غور کریں کہ وہ اپنے اکابر سے کتنے ہٹ چکے ہیں اور ان لوگوں سے متعلق [illegible] سے کتنا بڑا دھوکہ [illegible] کے [illegible] نامی نے یہ کتاب لکھی ہے

"[illegible] الحجة على المخالفات العقدية في كتابي تحفة [illegible] حودي بسرح سنن [illegible] وعون المعبود شرح سنن ابي داود [illegible] [illegible] [illegible]

باب 8

علامہ ابن تیمیہؒ، حافظ ابن قیمؒ، نواب صدیق حسن خانؒ، دوسرے سلفیوں اور غیر مقلدین کے عقائد

8.1: سلفیوں اور غیر مقلدین کا تعارف

سلفیوں کے پاس سے دے کر "تبرپرستی" کا مسئلہ تو بقول ابوزہرہ مصریؒ کے ایسا ہے کہ اس کے سلسلہ میں موجودہ دور کے سلفیوں کی خدمات قابلِ صد شکر ہیں۔ اس ایک مسئلہ کو چھوڑ کر باقی جو ان کے عقائد بابت قدم عرش، بابت جلوس و استقرار علی العرش، بابت عقیدۂ فوقیت علیہ عرش علی العرش علی جہۃ العالی وغیرہ۔ یہ سب کس درجہ کی چیزیں ہیں؟ ذرا غور کریں کیونکہ صرف عقیدۂ توحید کا دعویٰ اور اس کے ساتھ تشبیہ و تجسیم کا بھی عقیدہ بھلا کس طرح معقول ہو سکتا ہے؟

ڈاکٹر شیخ سعید رمضان جملی مدظلہ نے ایک کتاب لکھی ہے

"السلفیۃ، مرحلۃ زمنیۃ مبارکۃ لا مذھب اسلامی"

یعنی سلفیت ایک مبارک زمانی مرحلہ ہے، نہ کہ کوئی مذہب و مسلک

۱۷۲ صفحات کی اس کتاب میں انہوں نے دلائل و براہین اور عقل و نقل کے تناظر میں [illegible] یہ بات پوری قوت و صراحت کے ساتھ بیان کی ہے۔

شیخ [illegible] لکھتے ہیں

"مسلمانوں کے فرقۂ ناجیہ کے لیے "اھل السنۃ والجماعۃ" یا "سواد اعظم" کے القاب کا استعمال تو جناب رسول اللہ ﷺ کی سنت و بیان سے ثابت ہے اور اجماع مسلمین اور سلف صالحین سے اہل حق کو اس نام سے موسوم کرنا منقول ہے۔ لہٰذا آج اگر کوئی آدمی اپنے آپ کو "سنی" یا "اہل السنت والجماعت" کا "فرد" گردانتا ہے تو اسے بدعتی اور اس کے اس عمل کو بدعت نہیں کہا جائے گا بلکہ اس نے خود کو ایک ایسی جماعت کی طرف منسوب کیا جس کی طرف سنت اور اس سے تمسک ہونے کو خود جناب رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا۔

[illegible] سے اس میں وہ [illegible] ﷺ کی [illegible] سے [illegible] ﷺ [illegible] جانے والی قوم [illegible] اہل السنت والجماعت سے مراد ہے۔ تو پھر تو یہ مسلمانوں کی ایک متوارث، مستند اور متفق و مجمع علیہ جماعت کا

یا نام رکھنا ہے ..... جس کی کوئی ضرورت وافادیت تو نہیں ہے۔ ہاں البتہ مسلمانوں میں پھوٹ اور تفرقہ ڈالنے اور شکوک وشبہات پھیلانے کا ہدف اس سے حاصل ہو سکتا ہے اور اگر اس سے لقب کا اہل السنت وجماعت کے نام اور حرج سے کوئی تعلق نہیں ہے تو پھر تو اس کا "بدعت" ہونا واضح ہے، لفظ کا بھی، اس کے مدلول ومعنی کا بھی ..... اور اس کے ایک الگ تھلگ اسلامی جماعت پر اطلاق کا سوائے اس کے کوئی فائدہ نہیں ہے کہ اس سے مسلمانوں کی جمعیت اور وحدت کا شیرازہ بکھر گیا ہے" (التلفیق ص ۳۳۶)۔

شیخ سعید بوٹی مزید فرماتے ہیں:

"آج "سلفی" ہر اس شخص کو کہتے ہیں جو چند متعین اجتہادی آراء کی ایک فہرست کو لے کر چلے، انہیں کا دفاع کرے اور ان سے خارج ہونے والے کو بے وقوف سمجھے اور اسے بدعتی کہے، چاہے وہ چند چیزیں امور اعتقادیہ سے متعلق ہوں یا احکام فقہیہ اور سلوکیہ سے"۔ (التلفیق ص ۳۳۷)

حقیقت یہ ہے کہ عرب عجم، مشرق ومغرب کے کسی بھی سلفی کہلانے والے کا آپ عام طور پر اس کا یہی تعارف پائیں گے کہ یہ ایک ایسا ٹولہ ہے ..... یہ ایک ایسا ٹولہ ہے جو سارے لوگوں کو غلط اور اپنے علاوہ تمام ٹولوں کو دین کے علم بردار اور حق کے ٹھیکیدار گردانتے ہیں۔ ساری صفات میں "انفرادیت" سے ان کی دل چسپی ہے۔ رفع یدین اور خلف الامام کا عمل اور ترک ..... کے ہاں سنت اور ترک ..... کا معیار ہے ..... اس تنگ نظری میں دنیا چھوٹی پڑ جاتی ہے، ہاتھ باندھنا صف میں ایک دوسرے سے ٹخنے ٹکرانا وغیرہ، ان کا شعار اور کل اثاثہ ہے۔

8.2۔ برصغیر کے سلفیوں وغیر مقلدین کی تاریخ

آج سے ڈیڑھ سو سال قبل برصغیر میں غیر مقلدین کا کوئی وجود نہ تھا۔ یہ فرقہ اس وقت پیدا ہوا جب ہندوستان کے بعض علماء نے علامہ شوکانی سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ اس وقت [illegible] نے اپنا نام "موحدین" رکھا اور ایک مدت تک یہی نام ان میں رائج رہا۔ پھر ان لوگوں نے [illegible] کے اسلاف میں سے کسی نام [illegible] کی پیروی سے دل [illegible] بھی ختم کر دیا۔ انہیں ڈر تھا کہ کہیں اس نام کی وجہ سے کوئی ان کو شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی کی طرف منسوب نہ کر دے۔ ان کی طرف نسبت کو یہ لوگ پسند نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ پھر "غیر مقلدین" کا لقب [illegible] نے لیکن پھر [illegible] بعد معلوم بات پر فخر کرتے رہے کہ ائمہ کرام میں سے کسی کی تقلید نہیں [illegible] نہیں کیوں اس نام سے اکتا گئے اور انہوں نے اپنے لیے ایک نیا لقب اہل حدیث منتخب کیا۔ انگریزوں کے کرم اور ان کی عنایتوں کے طفیل [illegible] کارخانہ میں اس فرقے نے اپنا نام [illegible] رکھ کر [illegible] منتخب نام [illegible] اسلاف میں سلفی نام کا [illegible] بھی [illegible] یہ لوگ اہل حدیث نام اختیار کر کے کسی [illegible]

[illegible]

جب ان کے اسلاف اور [illegible] کی [illegible] عالمی حالات بدل گئے۔ خلیجی ممالک خصوصاً سعودی عرب میں، قضاری ترقی کا ظہور ہوا تو غیر مقلدین کے [illegible] فوقیت سے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور اہل حدیث کا نام ترک کر دیا اور ان میں سے ہر ایک [illegible] کے ساتھ سلفی اور [illegible] کا لاحقہ لگا لیا۔ [illegible] کے عام باشندے علامہ ابن تیمیہ، علامہ [illegible] اور شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی کو پسند کرتے ہیں اور سعودیوں کی طرف سے آپ دعوت کرتے ہیں۔ غیر مقلدین کے مدارس، سلفی اداروں اور دعوتی مراکز کے نام اہل حدیث سے سلفی میں تبدیل ہو گئے۔ اس طرح انہوں نے عربوں کے ساتھ ہم آہنگی پیدا کر لی۔ اب ان کا ہر

پھونکا جاتا ہے اپنے نام کے ساتھ سلفی لکھتا ہے (باقی غیر مقلدین کے ساتھ ص ۱۱۲)۔

اس سرزمین پاک ہند میں تقریباً ۱۲ صدیوں سے اسلام آیا ہوا ہے۔ یہاں اسلام لانے والے، اسلام پھیلانے والے اور اسلام کو قبول کرنے والے سب کے سب "حنفی اہل السنت والجماعت" تھے۔ یہاں تک کہ تمام مفسرین، محدثین، فقہائے کرام، اولیائے کرام اور سلاطین عظام اہل السنت والجماعت حنفی تھے۔ لیکن جب انگریز کے منحوس قدم یہاں آئے تو وہ یورپ کے ذہنی آوارگی، مادر پدر آزادی اور دینی بے راہ روی کی سوغات ساتھ لایا اور مذہبی آزادی اور مذہبی تحقیق کے خوش نما اور دل فریب عنوانات سے اس ملک میں خود ساختہ متعصب فرقے کو جنم دیا۔ اس فرقے کا پہلا قدم سلف سے بدگمانی اور انتباہ سلف پر مبنی ہے۔ یعنی آپ یہ سمجھیں کہ اس فرقہ کا ہر شخص "واعجاب کل ذی رای برایہ" پر نازاں ہونے کے ساتھ ساتھ "لعن آخر هذه الأمة أولها" کا (ابن ماجہ رقم ۱۲۳) مصداق ہے۔ اس فرقہ کا ہر شخص اپنے آپ کو ائمہ اربعہ اور صحابہ کرام سے برتر جانتا ہے۔ مشہور مؤرخ شاہ جہان پوری اپنی کتاب "ارشاد ذوی الکمل الرشاد" میں تحریر فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کے مبارک دور سے لے کر ۱۸۰۰ء تک کوئی دنگا فساد نہ ہوا۔ ۱۸۸۸ء میں انگریز نے آزادی مذہب کے نام پر مسلمانوں کے تقلیدی اتحاد کو غیر مقلدیت سے توڑا۔ اس لیے کہ مقلدین ہی تھے کہ جنہوں نے ان کے علاقے فتح کیے اور ان کو زیر کیا۔ ۱۸۸۸ء سے لے کر آج تک اس کے دس فرقے بن گئے۔

(۱) ... (۲) ... (۳) ... (۴) ... (۵) ... (۶) ...

(۷) ... (۸) ... (۹) ... (۱۰) ...

(نجم الفرقان ص ۳۰ طبع ... شریعت حامد ... الاسلام ماہیں نقش ... پر)

8.3:۔ عرب کے سلفیوں کی تاریخ

1 چوتھی اور پانچویں صدی کے شیخ الحنابلہ ابوعبداللہ الحسن بن حامد الوراق (المتوفی ۴۰۳ھ)، قاضی ابویعلی حنبلی (المتوفی ۴۵۸ھ) اور ابوالوفا حنبلی (المتوفی ۵۱۳ھ)

2

3

4

سلفیت کے پھیلاؤ کا ظاہری سبب موجودہ سعودی حکومت کا وجود ہے۔ یہ لوگ محمد بن عبدالوہاب، علامہ ابن تیمیہ کے معتقد تھے۔ اس لیے ان کے خاندان میں ابن تیمیہ اور سلفیت کی فکر موجود تھی۔ سعودی حکومت کا ڈھانچہ دو بنیادوں پر ہے۔ ملک کے سیاسی و انتظامی امور آل سعود کی حکمرانی میں ہیں اور ملک کے دینی امور آل شیخ محمد بن عبدالوہاب کی نگرانی میں ہیں۔ علمی سطح پر علمی اختلاف کی وجہ سے سلفیوں کو اپنے ملک میں بھی اور دوسرے چھوٹی عرب ریاستوں میں بھی پھیلنے کا موقع ملا

کی ہوں المعبود کی کیا گت بنا رہے ہیں؟!

سلف صالحین کے عقائد

سلف صالحین نے جن حضرات کی کتابوں پر اپنے عقائد کا مدار رکھا ہے، وہ راہِ حق و صداقت سے بالکل الگ تھلگ راستہ ہے۔

8.4:۔ غیر مقلدین کے عقائد کا بیان

عقیدہ 1 اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر جالس و مستقر ہے، مثل جالس مریے۔ آٹھ (۸) فرشتے اس کے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور حدیث لعالیۃ او عدل والی اس کی دلیل ہے۔

اس حدیث میں ہے کہ ساتویں آسمان پر بحر ہے اور اس سمندر پر آٹھ بکرے ہیں جن کے کھروں اور گھٹنوں کے درمیان زمین و آسمان کے درمیان والی مسافت سے پھر ان آٹھ بکروں کی پشتوں پر عرش ہے جس کے نچلے حصہ اور اوپری حصہ کے درمیان بھی زمین و آسمان والی مسافت ہے۔ پھر اس عرش کے اوپر اللہ تعالیٰ ہے۔

(ابوداؤد، فتح المجید ص ۵۱۷)

ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب کہا۔ ابوداؤد نے سکوت کیا، مگر حافظ ذہبی نے اپنی طرف سے یہ دعویٰ کر دیا کہ ابوداؤد نے اس حدیث کو بھی حسن روایت کیا ہے اور حافظ ابن قیم نے تہذیب سنن ابی داؤد میں اس کی تقویت کے لیے کوشش کی۔ کیونکہ ان حضرات کے نزدیک حق تعالیٰ کے عرش کے اوپر ہونے کا اس سے بڑھ ثبوت [illegible] اس طرح سے حدیث جاریہ عرش سے [illegible] حتیٰ کہ ذہبی نے تو [illegible] یہ کہی کہ [illegible] کی وجہ سے [illegible] حافظ ابن تیمیہ اور ابن قیم کے عقائد حدا کے بارے میں کیا تھے؟ کیونکہ ان دونوں نے اس حدیث کو پسند کیا ہے اور اس کی اشاعت کے لیے اہمیت و تاکید کی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ [illegible] حافظ ابن تیمیہ اور ابن قیم کے عقائد کا حقیقی پیمانہ کیا ہے؟ کیونکہ [illegible] حافظ ابن تیمیہ "التدمریہ" میں اس حدیث ثامنۃ الاوعال [illegible]

ہونے کا بھرپور اظہار کر کے ہیں اور ثامنۃ الاوعال والے فقرات حذف کر دیے تھے، لیکن اس کے باوجود ایک [illegible] عبدالغنی بن عبدالواحد بن علی الجماعیلی "الشیخ" (المتوفی ۶۲۹ھ) نے اس کی [illegible]

صاحب لقد الاعوان [illegible] مقلدین [illegible] حدیث [illegible] کے لیے [illegible] ہوا کہ یہ حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہے اور یہی عقیدہ اہل سنت والجماعت کا ہے اور [illegible] اور [illegible] ہیں اور یہی مذہب سلف [illegible] ہے اور [illegible] بھی کہ اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہے اور اس بارے میں ان کے مقالات قبیحہ باطلہ ہیں۔ دلائل سلف اور [illegible] کے لیے [illegible] کی [illegible] ہے [illegible] اور [illegible] کی [illegible] ویحصل عرش [illegible] ہے [illegible]

جواب

1 اس حدیث کو اکابر محدثین کرام نے نہایت ضعیف بلکہ منکر و شاذ قرار دیا ہے۔

[illegible] سالبانی [illegible] نے بھی اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

[illegible] رقم ۹۳)۔

علامہ البانی مشکوۃ میں فرماتے ہیں

اسنادہ ضعیف، علتہ عبد اللہ بن عمیرۃ قال الذہبی: فیہ جہالۃ

(مشکوٰۃ تحقیق الالبانی ج ۳ ص ۱۵۹۹ رقم ۵۷۲۲ طبع المکتب الاسلامی بیروت)

۲ علامہ البانی نے تخریج السنہ ابن ابی عاصم (۵۷۷) میں اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے

۳ علامہ البانی نے الضعیفہ پر اپنی تعلیق (ج ۳ ص ۳۶۵) میں اس حدیث کو ضعیف کہا ہے

۴ اس حدیث کے راوی "کامل" میں یحیی بن العلاء کے ترجمہ میں فرماتے ہیں یہ حدیث غیر محفوظ ہے۔

۵ ابن العربی شرح ترمذی میں اس حدیث کو رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں یہ باتیں اہل کتاب سے ماخوذ ہیں۔ ان کی کوئی اصل صحیح نہیں ہے۔

والأوعال وروى غير ذلك ولم يصح شيء منه وإنما هي أمور ملفقة من أهل الكتاب ليس لها أصل في الصحة

(عارضۃ الاحوذی ج ۱۲ ص ۲۵۵)

2 یہ حدیث منکر ہے۔ اس حدیث اوعال کو تمام محدثین نے سماک کے تفرد کی وجہ سے شاذ و منکر قرار دیا ہے۔ ابن عدی نے الکامل میں اس کو غیر محفوظ کہا ہے۔ ابن عربی نے شرح ترمذی میں اس کو اہل کتاب سے ماخوذ بتلایا اور کہا کہ اس کی سند کا کوئی حصہ اصل نہیں ہے۔ ابن جوزی نے رفع الریب میں اس کو خبر باطل قرار دیا۔ امام الحرانی نے بھی اس اوعال (جو اس روایت کی سند میں ہے) کو کذاب اور واضع الحدیث کہا ہے (رفع شبہہ التشبیہ حدیث نمبر ۳۸، العقیدۃ وعلم الکلام ص ۶۹ طبع ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

امام بخاری نے کہا کہ ابن عیینہ کا سماع اعمش سے ثابت نہیں ہوا۔

(انوار الباری ج ۱۳ ص ۳۹۳)

3 اس حدیث کو سند "سماک بن حرب عن عبد الله بن عميرة عن الاحنف بن قيس عن العباس بن عبد المطلب" روایت کیا ہے۔ یہ سند مضطرب علل کی وجہ سے ضعیف ہے

پہلی علت یہ ہے کہ سماک متفرد ہے، اور سماک اگر متفرد ہو تو قابل حجت نہیں ہے۔ امام

نسائی فرماتے ہیں یہ حدیث منکر ہے۔ ابو داؤد طیالسی تفرد کیا کرتا تھا۔ اگر یہ اصل حدیث میں متفرد ہو تو حجت نہیں ہے کجا یہ کہ یہ منکر کو قبول کر لیا کرتا تھا (الجرح والتعدیل کے ائمہ کی طرف سے یہ ایک واضح جرح ہے اور حاملین عرش فرشتوں کی صفت کے متعلق اس حدیث میں یہ اس کا متفرد ہے۔

2 دوسری علت عبداللہ بن عمیرہ کی جہالت ہے۔ ابو داؤد نے "العلو" میں اس کی اس حدیث کو اس کی جہالت کی وجہ سے معلول قرار دیا ہے اور المیزان میں فرماتے ہیں "فی حہالۃ" اس میں جہالت ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں

ولا يعلم له سماع من الأحنف

(التاریخ الکبیر ج ۵ ص ۱۵۰ رقم ۴۹۸)

3 تیسری علت متن حدیث کا مضطرب ہونا ہے۔ اس حدیث کے متن میں اضطراب کی نکارت ہے

حدیث میں ملائکہ کو پہاڑی بکرے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ کیونکہ "اوعال" وعل کی جمع ہے، وعل پہاڑی بکرے کو کہتے ہیں۔ اوعال کا لفظ اگرچہ [illegible] (مفرد وعل) کے لیے بطور استعارہ استعمال ہوتا ہے، لیکن یہاں پر اپنے اصل معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اس کا قرینہ حدیث میں اوعال کے مقابلہ (مکھر) کا ذکر ہے، جو کہ [illegible]

4 [illegible] حق میں مؤنث ہونا منکر بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام [illegible] فرشتوں کے ہونے کے ان کے عقیدے کا رد فرمایا ہے۔

5 علامہ شیخ محمد ناصر البانی نے اپنے ایک مقالہ نمبر 53 نام "اسطورۃ الأوعال" میں اس حدیث پر تفصیلی بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ یہ حدیث منکر و ضعیف ہے۔ [illegible] (مقالات البانی ج ۱۳ ص ۳۹۶ تا ۴۲۳ طبع جدید کتب خانہ اثریہ)

حافظ [illegible] (فتح الباری ج ۱۳ ص ۳۹۶ تا ۴۲۹) میں لکھا ہے کہ [illegible] بعض استقرار ارتفاع ہیں وہ سب باطل ہے۔

6 حافظ [illegible] قول [illegible] ہے [illegible] جس طرح
[illegible] جو [illegible] اہل السنت والجماعت سے خارج ہو گیا۔ اسواء صفتِ ذات ہے یا صفتِ
فعل۔ اس کو بھی حافظ نے فتح الباری (ج ۱۳ ص ۴۹۸) میں اچھی طرح لکھا ہے

7 خود حافظ ابن تیمیہؒ نے اپنے رسالہ "التوسل والوسیلۃ" (ص ۸۶) میں لکھا کہ سند احمد کی شرط روایت حدیث کی ابوداؤد کی شرط سے زیادہ اعلیٰ ہے، کیونکہ انہوں نے بہت سے ایسے رواۃ کی احادیث نہیں لیں، جن کے حق جھوٹی روایت کرنے کا احتمال موجود تھا، جبکہ ابوداؤد اور ترمذی نے ایسے راویوں سے بھی احادیث روایت کر دی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ یہ بات جانتے ہوئے بھی آپ حضرات نے [illegible]
[illegible] ملا علی قاری حنفیؒ وغیرہ کا یہ [illegible] کہ [illegible]
تھی کہ جو حدیث ان کے [illegible] ہوتی تھی [illegible] وہ [illegible]
[illegible] کرتے تھے یا [illegible] تو [illegible]
[illegible] کرتے تھے، [illegible]

8 [illegible] یہ بھی ضعیف و موضوع [illegible] کے ثابت ہونے اور ان کے بعد [illegible] ہونے اور فوقیت علی العرش جیسے اہم عقیدوں کا اثبات محدثین کی شرط پر درست ہو سکتا ہے اور یہ ہوں تو ہم سے کہ [illegible] ان عقیدوں کا انکار کیا ہے؟ یا جمہور متکلمین و محدثین سے ان باتوں و عقیدہ علمہ کے خلاف قرآن [illegible]؟
حافظ [illegible] تسمیہ [illegible] بحمل عرش [illegible] فوقهم يومئذ ثمانية [illegible] قیامت کے دن عرش [illegible] فرشتے اٹھائیں گے [illegible] دوسرے [illegible] ہیں۔ تو حدیث کے مدلول ضعیف [illegible] قیامت کی صراحت [illegible] سے [illegible] تعیین کے ساتھ اس وقت کیوں [illegible]

مفسرینؒ نے عرش کے بارے میں بھی کئی احتمالات لکھے ہیں اور جمہور مفسرینؒ نے ثمانیۃ سے مراد آٹھ فرشتے بیان کیے ہیں تو پھر آٹھ بکروں کا عقیدہ کیوں کر ضروری ہو گیا؟ اور وہ بھی ایسی ضعیف و منکر روایت سے جس کے راوی "مبارک" کو کذب سے بھی متہم کیا گیا ہے اور ایسے راویوں کی روایات خود حافظ ابن تیمیہؒ کی نظر میں بھی ساقط الاعتبار ہیں، جو کذب کا تعمد (ارادہ) کرتے ہوں۔

9 ترمذی کی تحسین پر محدثینؒ نے برابر نقد کیا ہے۔ ابوداؤد کا سکوت توثیق نہیں ہے۔ حضرت مولانا سید احمد رضا بجنوریؒ فرماتے ہیں: ایک دفعہ حضرتؒ سے سوال کیا کہ کیا ابوداؤد میں سب احادیث صحاح ہیں؟ کہنے لگے کہ جی ہاں! کیونکہ خود امام ابوداؤدؒ نے فرمایا ہے کہ جن احادیث پر میں سکوت کروں، وہ بھی صحیح ہیں۔ میں نے کہا: یہ بات اس طرح عام نہیں ہے، کیونکہ علامہ دارقطنیؒ وغیرہ ناقدین رجال نے لکھا ہے کہ امام ابوداؤد وغیرہ نے بعض احادیث پر بھی سکوت کیا ہے، جس کے راوی کا ضعیف و مظلم ہونا سب کو معلوم ہے کیونکہ اتقان بالحدیث کرنے والوں کے لیے رجال کا علم نہایت ضروری تھا (انوار الباری ج ۱۹ ص ۳۱۵)۔

10 بقول حافظ ابن حجرؒ وغیرہ قدماء محدثینؒ روایت کی پوری سند پیش کر کے اپنے آپ کو بری الذمہ سمجھتے تھے کیونکہ اس وقت سب اہل علم رجال کے حال سے واقف ہوتے تھے لیکن بعد میں یہ حاجز رہا کہ منکر راویوں کی حدیث بغیر نقد [illegible] ہو گئی [illegible] حافظ [illegible]

11 حافظ [illegible] نے رسالہ "التوسل" میں یہ بھی لکھا کہ جب کسی عمل [illegible] دلیل ضعیف مشروع ہونا ثابت ہو جائے تو پھر کوئی حدیث اس عمل کی فضیلت کی ایسی ملے جس سے [illegible] حق سمجھ لیا جائے لیکن ائمہ میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ محض حدیث ضعیف کی بنیاد پر کسی عمل کو مستحب یا واجب قرار دیا جائے۔ اور جو ایسا کہے وہ اجماع کا مخالف ہوگا (التوسل والوسیلہ ص ۷۸)۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر ضعیف حدیث سے کسی عمل کا استحباب ثابت نہیں کیا جا سکتا تو کیا خاک کر دو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے اصولی مسائل کا

اللہ کی وحدانیت کے ساتھ بھی کیا وجہ ہے کہ ان کو صریح و مفسر و معلول حدیث آحاد تک بھی ثابت کر سکتے ہیں؟ کیا یہ بات اجماع امت و ائمہ کے خلاف نہیں ہے؟ تمام علماء امت و ائمہ تو اثبات عقائد کے لیے قطعی دلیل کو ضروری مانتے ہیں۔ پھر ان کی موجودگی میں مفسر و معلول احادیث کو پیش کرنے کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے؟

(انوار الباری ج ۱۳ ص ۳۰۰)

8.5:۔ حضرت امام رازیؒ کی تحقیق

فاعلم ان من الناس من روى هذا الخبر على وجه آخر فقال: انه صلى الله عليه وسلم قال "وضع عرشه على السموات هكذا وقبب بأصبعه مثل القبة". قال حمل الرواية على هذا الوجه فلا اشكال فيه البتة. والمقصود من هذا الكلام التقريب والتفهيم وشرح عظمة الله من حيث يدركه فهم السامع وقوله والله يمسك السموات بعضها على بعض عند قيام الساعة حتى يصير كالمعلق في وسط الهواء كالكرة المرجل بالراكب يكون لقرة ما فوقه ولعجزه عن الحركة فهو صلى الله عليه وسلم قريب بهذا النزع من عظمة الله تعالى وارتفاع عرشه ليعلم المخاطب انه تعالى اجل واعلى من ان يحتمل شبيها لاحد من خلقه. وانقول: ان ظاهر الحديث يدل على كونه جسما متحيزا في القوة وانا لما حصل الاطمينان وكل ذلك ينافي الالهية فعلمنا انه لا بد من حمل اللفظ على غير ظاهره

(اساس التقديس في علم الكلام ص ۱۰۶ تا ۱۰۸ المؤلف ابو عبد الله محمد بن عمر بن الحسن بن الحسين التيمي الرازي الملقب بفخر الدين الرازي خطيب الري (المتوفى ۶۰۶ھ) الناشر: مؤسسة الكتب الثقافية، بيروت الطبعة الاولى ۱۴۱۵ھ)

ترجمہ: جان لو کہ کچھ محدثین کرامؒ نے اس حدیث کو اس طرح بھی روایت کیا ہے کہ آپ

ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر عرش کو اس طرح رکھا ہے اور اپنی انگلیوں سے قبہ کی شکل بنا کر ان پر اشارہ کیا" اگر اس روایت کو بھی ان معانی پر محمول کریں جو اوپر بیان ہوئے ہیں تو اس روایت کے معنی میں بھی کسی قسم کا کوئی اشکال نہیں رہتا مقصود اس حدیث سے تفہیم تعلیم اور اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قدر و منزلت کو بیان کرنا ہے تاکہ سامع [illegible] اور عظمت کے سامنے عاجز ہے [illegible] بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ یہ اس لیے ہے کہ سوار کے بوجھ کی وجہ سے پالان کا چرچرانا اس پر زیادہ بھاری ہونے کی وجہ سے ہے اور اس کے بوجھ کے اٹھانے سے عاجز ہونے کی وجہ سے نہیں ہے۔ پس حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قدرت کو بیان کرنے کے لیے اس انداز کو اختیار کیا ہے تاکہ مخاطب یہ بات سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ اس [illegible] تمثیل میں [illegible] بیان کیا گیا ہے [illegible] اس حدیث کا [illegible] تو [illegible] کی روایت میں [illegible] معلوم ہوتی کہ

8.6:۔ نہایت اہم علمی و حدیثی فائدہ

1 اکثر یہ سوال ذہنوں میں آتا ہے کہ ایسی ضعیف و منکر احادیث کی روایت امام ترمذیؒ اور ابوداؤدؒ وغیرہ نے کیسے کر دی؟ تو علامہ محدث ابن دحیہؒ وغیرہ نے ترمذیؒ کی تصحیح پر تعاقب فرمایا ہے اور لکھا کہ ترمذیؒ نے بہت سی موضوع و واہی احادیث کی تحسین کر دی ہے (دیکھئے نصب الرایہ ج ۲ ص ۲۱۶، میزان الذہبی ج ۲ ص ۳۵۵)۔

2 رہا ابوداؤدؒ کا معاملہ تو ان کی روایت و سکوت بھی اس امر کی دلیل نہیں ہے کہ وہ حدیث [illegible] کے نزدیک صالح للاعتبار بھی، خصوصاً جب کہ وہ ظاہر العلل ہو اور راوی اس کی

روایت میں منفرد بھی ہو جیسے یہ حدیث ثلاثۃ الاموال والی ہے۔

(ملاحظہ ہو سیر الصحابہ رضی اللہ عنہم لاجواب الرد صدحدیث عبدالحی لکھنوی)

3 محدثین اور مفسرین سلف کا طریقہ یہ تھا کہ وہ کوئی روایت نقل کر دیتے اور اس پر سکوت کرتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ مجروح راوی، اور اس کے انفراد سے ناظرین خود ہی سمجھ لیں گے کہ یہ روایت غیر معتبر یا منکر و شاذ ہے۔

(ملاحظہ ہو شرح السخاوی علی الفیۃ المصطلح ص ۱۰۶ وغیرہ)

4 علامہ سخاویؒ نے یہ بھی سبب کر دی ہے کہ سابق دور کے لیے تو جائز تھی کیونکہ اس وقت کے لوگ رجال و رواۃ کے حالات سے پوری طرح واقف ہوتے تھے مگر بعد والوں کے لیے کسی طرح جائز نہیں کہ وہ یوں ہی روایت نقل کر دیں اور راوی کے انفراد یا اس کے مجروح ہونے کا ذکر ترک کر دیں۔

5 پھر علامہ سخاویؒ نے اس کی تائید میں اپنے استاذ حدیث حافظ ابن حجرؒ کا قول بھی نقل کیا کہ متقدمین کے یہاں صرف استاذ کا ذکر کر دینا ہی اس کا پورا حال بیان کر دینے کے قائم مقام ہوتا تھا۔ انہوں نے لسان المیزان میں ترجمہ طبرانی " کے تحت لکھا کہ متقدمین حفاظ حدیث اپنی روایتوں میں احادیث موضوعہ بھی نقل کر دیتے تھے اور ان پر سکوت کرتے تھے کیونکہ وہ اپنی جگہ مطمئن ہوتے تھے کہ کسی موضوع حدیث کو پوری سند سے نقل کر دینے سے تو وہ اپنی اسنادی سے سبکدوش ہو گئے ہیں۔

لیکن بعد کے متاخرین میں (رواۃ و رجال کے علم سے) جہل عام ہو گیا تو علماء نے حدیث کا یہ فیصلہ بھی برحق تھا کہ احادیث باطلہ کو بعد کے دور میں صرف سند چرا انتصار کر کے روایت نقل کر دینا جائز نہیں رہا، کیونکہ ایسے لوگ بھی ہونے لگے تھے جو سند پر سکوت کرنے سے قوت حدیث پر استدلال کرنے لگے تھے، حالانکہ سند سے قطع نظر متون کی خود ہی متعدد راوی اور وجہ حدیث کو ظاہر و نمایاں کر دیتی ہے۔

7 اسی لیے علامہ طوفیؒ نے اپنی کتاب " الاکسیر فی اصول التفسیر " کے اوائل میں مفسرین پر سے یہ اعتراض اٹھا دیا تھا کہ وہ اپنی تفاسیر میں اسرائیلیات اور احادیث واہیہ کیوں جمع کرتے ہیں آپ نے لکھا کہ انہوں نے اپنے بعد کے لوگوں

8

عقیدہ 2 خدا کے بوجھ کی وجہ سے بے فرش خداوندی میں اطیط (چرچرانے کی آواز) ہے۔

حدیث اطیط اس کی دلیل ہے

بھکدا" وقال باضافة عن الله عليه "و له لبط به اضع الرحم
سمرکت قال بن بشار في حديثه ان الله فوق عرشه، وعرشه
فوق سماواته" وتابع الخبيث وقال عبد الأعلى وابن المثنى،
وابن بشار عن يعقوب بن عبد وجبير بن محمد بن جبير عن ابيه،
عن جده قال سورة وحديث سماك حمد بن مجيد هو
لصحيح وقد روى هذا الحديث جماعة عن سماك بن حرب وغير بن
سمرة وروى جماعة عن سماك، كما قال حمد الله وكل
سمع عبد الأعلى، وابن المثنى، وابن بشار في نسخة واحدة قد
سمعي

(قال الالبانی ضعیف، سنن ابی داؤد تحقیق الالبانی ص ۸۵۲ رقم ۴۷۲۶ طبع مکتبۃ المعارف ریاض)

ترجمہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس یک
[illegible]
مال [illegible] سے [illegible] آپ ﷺ [illegible] کے آگے سجدہ کرتی اور
[illegible] آپ ﷺ [illegible] جناب [illegible] ﷺ
[illegible] ﷺ
[illegible] ہے۔ تیرا رب تو جانتا ہے کہ اللہ کیا ہے؟ اس کا عرش اس سے [illegible]
ہے اور آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں سے اشارہ کر کے بتایا کہ قبے کی مانند ہے اور
وہ اس کی سخت کے آگے اس طرح آواز دیتا ہے، جیسے سوار کے نیچے [illegible]
ابن بشار نے اپنی حدیث میں کہا "اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر ہے اور اس کا عرش اس کے

آسمانوں کے اوپر ہے۔

یہ حدیث محدثین کرام کے ہاں ناقابل قبول ہے۔ خصوصاً عقائد میں ان جیسی ضعیف
احادیث سے استدلال ہرگز صحیح نہیں ہے۔

[illegible]

[illegible]

(مشکوٰۃ تحقیق الالبانی ج ۳ ص ۱۹۹۲ رقم ۵۷۳۷ طبع المکتب الاسلامی بیروت)۔

اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ اور عرش کے چرچرانے کے بارے میں کوئی حدیث
[illegible]

[illegible] ہیں اور مشہور حافظ حدیث ابن عساکر نے "بیان الوهم
[illegible] فی حدیث الاعمش [illegible] اس حدیث کی وجہ سے اس کا
[illegible] بھی [illegible] کی ہے اور
[illegible] سے طریقہ سے کی گئی ہے جس سے خدا کا جسم ہونا لازم آتا ہے۔ مزید
[illegible]

جیسا کہ آپ حضرات اس کتاب کے باب نمبر 2 میں ملاحظہ کر چکے ہیں کہ یہ حضرت
کعب احبار کا کلام موقوف جسے بعض راویوں نے اشتباہ کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ کی
حدیث مرفوع بنا کر پیش کر دیا ہے۔ اس حدیث کے راوی محمد بن اسحٰق کا مکمل کتاب
[illegible]

[illegible]

هذا حديث غريب حسن جيد قوي واسناده صحيح في المعارف ۵
[illegible] فالله أعلم وله مناكير وعجائب

وَسَلِّمْ هذا أَمْ لا؟ واللهُ عزوجل في "أين كينونته شيءٌ" من جلاله
وقدست أسماؤه ولا إله غيره

الأطيط الواقع بسكان العرش من حسن الأطيط الحاصل في الرحل
فذلك صفة للرحل ويتعرض ومعاذ الله أن تعده صفة لله عزوجل
ثم لفظ الأطيط لم يأت به نص ثبت

وقوله في هذه الأحاديث إنما المؤمن بما صح منها وبما اتفق السلف على
أمره وتفويض [illegible] إلى إسناده فمن وأختلف المسلمون في قوله
وتأويله فلا تعرض له بتقرير بل يرويه في الجملة ويبين حاله وهذا
الحديث إنما سقناه لما فيه مما تواتر من علو الله تعالى فوق عرشه
سماواته فوق آيات الكتاب

(اعلو سعي القدر في إيضاح صحيح الأخبار وسقيمها، ص ٢٣، ٢٥، رقم ٤٢
المؤلف شمس الدين ابو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قايماز
الذهبي (المتوفى ٧٤٨ھ) بتحقيق أبو محمد اشرف بن عبد المقصود
الناشر مكتبة أضواء السلف، الرياض الطبعة الأولى ١٤١٦ھ)

[illegible]

[illegible] نفس كمثله شيء وهو السميع البصير (الشوریٰ ١١)

ترجمہ کوئی چیز اس کے مثل نہیں ہے اور وہی ہے جو سننے والا دیکھنے والا ہے۔
اس کی ذات تو بہت ہی بزرگی والی ہے اور اس کے نام بہت ہی مقدس ہیں۔ اس کے
سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] في تشريفه [illegible] تعالیٰ [illegible]

او مکان سے [illegible] میں [illegible] کی گئی ہے۔

عقیدہ 4 قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کو اپنے عرش پر اپنے پہلو میں بٹھائے گا اور مقامِ محمود سے یہی مراد ہے۔

جواب جمہور کے نزدیک مقامِ محمود سے مراد شفاعت ہے اس کی مفصل بحث مصنف کی رد کی کتاب "[illegible] فی الرد علی اھل التشبیہ فی قولہ تعالیٰ الرحمٰن علی العرش استوی" "استواء علی العرش" کے باب 8 "مقامِ محمود کی تفسیر اور راجح" میں تیرہ تفسیروں کا تذکرہ کرنے کے بعد [illegible] اس سے زیادہ تفسیر کا ذکر عقیدہ کیسے ہو سکتا ہے؟

عقیدہ 5 نبی ﷺ کے وقت اشراق تک عرش کا بوجھ اٹھانے عرش پر بیٹھنے سے راحت پانا ہے۔

جواب [illegible] اس سے زیادہ تفسیر کا ذکر [illegible] عقیدہ کیسے ہو سکتا ہے؟

عقیدہ 6 اللہ تعالیٰ کا عرش ہونے سے کسی سے ٹکرانا ہے۔

جواب [illegible] کے خالق [illegible] کے بعد سے تمام امور سے اللہ تعالیٰ [illegible] ہے۔

عقیدہ 7 اللہ تعالیٰ کی طرف [illegible] سے کسی سے ملنا ہے۔

جواب [illegible]

جواب اس سے زیادہ تفسیر کا ذکر [illegible] عقیدہ کیسے ہو سکتا ہے

عقیدہ 8 اللہ تعالیٰ کی صفتِ استقرار و علو عرش سے انکار کرنے والے جہمی اور جہمی ہیں کہ وہ منکرِ صفات ہیں۔

جواب [illegible] کا متفقہ نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات سے پاک اور منزہ ہے کہ وہ کسی عرش [illegible] یا کسی جسم پر [illegible] استوی علی العرش سے مراد اللہ تعالیٰ کی [illegible] تدبیر اور تصرف مراد ہے۔ اس کی مفصل بحث میری دوسری کتاب [illegible] "صفاتِ باری تعالیٰ اور مسلکِ اہل السنت والجماعت" کے باب نمبر 6 اور 7 میں بیان کر دی گئی ہے۔ جمہور امت

[illegible] کرجمیہ گمراہ کار اور عناد پسند ہے۔

عقیدہ 9 اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سب چیزوں سے نیاہ [illegible] کے عدد میں پہاڑوں میں چکر لگائے گا۔ زاد المعاد میں ذکر کردہ حدیث اس کی دلیل ہے جس کی علامہ البانی القیم [illegible] بیان کی ہے

جواب یہ حدیث بھی نہایت ضعیف ہے۔ [illegible] حدیث کو ابن [illegible] نے [illegible] میں نقل کیا تو ساتھ ہی بتلا دیا کہ یہ حدیث بہت ہی غریب [illegible] تہذیب (ج ۱۰ ص ۵۰) میں [illegible] حدیث کے لیے لکھے ہیں۔ زاد المعاد کے محققین علامہ شعیب الارناؤط اور عبدالقادر الارناؤط فرماتے ہیں: [illegible] عبداللہ بن لاھم حمد فی [illegible] وبقیہ رجالہ ثقات [illegible] وسندہ ضعیف

(حاشیہ زاد المعاد ج ۱ ص ۸۰ طبع [illegible] سنہ [illegible] ھ)

عقیدہ 10 [illegible] حدیث [illegible] کی [illegible] حدیث [illegible]

جواب یہ حدیث بھی نہایت ضعیف ہے۔ اس [illegible] کو اخذ کرنے والے [illegible] ہیں۔ [illegible] مسلم نے بھی [illegible] کے [illegible] سے کی روایت کردہ حدیث میں [illegible] کے [illegible] بیان کی ہے۔ [illegible] اس حدیث کے دوسرے راوی دکین بن سعید ہیں جو مجہول الصفۃ ہیں کہ اس راوی سے فیض نساء کے بارے میں بھی روایت معتبر نہیں۔ چہ جائیکہ ایسی اہم اور عقیدہ والی بات کے لیے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کے لیے مکان و قدم عالم کا ثابت کیا جائے جو کتاب و سنت کے منافی ہے۔

علامہ انور شاہ نے لکھا ہے کہ جس کا پیشہ علم حدیث ہے [illegible] اس امر کے اثبات عقائد کے موقع پر ایسی منکر و شاذ حدیث پیش کر دی)۔ ان کو اولیٰ الاحکام کے بارے میں کیونکر سرمو اعتنا کیا جا سکتا ہے؟ (انوار الباری ج ۱۹ ص ۳۹۲)۔

[illegible] ہے کہ اس [illegible] اس وجہ تخلیق [illegible] نمبر 182۔

[illegible] اس مفصل بحث [illegible] اس کتاب [illegible] الرد علی [illegible] شبہ فی قولہ تعالیٰ "الرحمٰن علی العرش استوی" "استواء علی العرش" کے باب 5 [illegible] 5.1 [illegible] کی ہے

عقیدہ 11 قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کرسی پر بیٹھے گا۔

جواب اس حدیث کی سند بھی قوی نہیں ہے۔

[illegible] اس مفصل بحث [illegible] اس کتاب "التنزیہ فی الرد علی اھل التشبیہ فی قولہ تعالیٰ الرحمٰن علی العرش استوی" "استواء علی العرش" کے باب 5 کے حصہ 5.3 اور 5.4 میں کردی گئی ہے

عقیدہ 12 تکوین دو کلموں ایک ہے۔ لہٰذا اس سے حوادث لا اول لہا کا ثبوت ہوتا ہے۔

جواب فتح الباری (ج 13 ص 537) میں اس کی سخت تردید کی گئی ہے اور اس کو علامہ ابن تیمیہ کے نہایت شنیع دقیق مسائل میں شمار کیا ہے۔

حافظ ابن حجر نے حق تعالیٰ کی "تکوین" کے سلسلہ میں لکھا کہ مسئلہ تکوین متکلمین کا مشہور مسئلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت فعل قدیم ہے یا حادث؟ ایک جماعت سلف نے جس میں حضرت امام ابوحنیفہ بھی ہیں، یہ فیصلہ دیا کہ وہ قدیم ہے۔ دوسروں نے جس میں ابن کلاب اور اشعری بھی ہیں، اس کو حادث قرار دیا ہے۔ مائل تحقیق ہے قدیم ہونے کا رجحان [illegible] حضرت امام بخاری کا میلان بھی قول اول کی طرف معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اس قول پر مسئلہ "حوادث لا اول لہا" کے مغالطہ میں پڑنے سے حفاظت ہے۔ پھر لکھا کہ علامہ ابن تیمیہ کو امام بخاری کے تصرف اور میلان مذکور کی طرف جستجو نہیں ہو جو ہمیں معلوم ہوا ہے۔ وللہ الحمد علی ما انعم ایہاں بھی حافظ نے علامہ ابن تیمیہ کے نظریہ "حوادث لا اول لہا" کا رد کر دیا ہے (فتح الباری ج 13 ص 537-538)۔

عقیدہ 13 عرش قدیم بالنوع ہے۔

جواب حافظ نے فتح الباری (ج 13 ص 396) میں لکھا ہے کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ عرش اللہ

تعالیٰ کے ساتھ ہمیشہ سے ہے۔ وہ مذہب باطل ہے۔ اس کی مفصل بحث اس کتاب کے باب نمبر 5 کے حصہ 5.1 اور 5.2 میں کردی گئی ہے۔

عقیدہ 14 علامہ ابن تیمیہ نے صحیح بخاری کی کتاب التوحید (ص 1203 رقم 7418) والی حدیث کان اللہ ولم یکن شیء قبلہ سے استدلال کیا ہے۔ وہاں کی مراد یوں بیان کی اللہ تعالیٰ سے پہلے کچھ نہ تھا مگر اس کے ساتھ ہو سکتا ہے۔

جواب حافظ ابن حجر نے فتح الباری (ج 13 ص 501، 502) میں علامہ ابن تیمیہ کے طریق استدلال پر سخت نکیر کی ہے کیونکہ انہوں نے صحیح بخاری (ص 453) باب بدء الخلق والی حدیث "کان اللہ ولم یکن شیء غیرہ" کو مرجوح اور کان اللہ ولم یکن شیء قبلہ کو راجح ثابت کرنے کی سعی کی ہے۔ اس کی مفصل بحث 10 3.4 میں کردی گئی ہے۔

(انوار الباری ج 19 ص 273، 274 طبع ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں، روایت ابی معاویہ میں "کان اللہ قبل کل شیء" وہ ہے جو بعض "کان اللہ ولا شیء معہ" ہے جس سے صراحتاً اس شخص کا رد ہوتا ہے جو کتاب التوحید والی روایت سے "حوادث لا اول لہا" کا عقیدہ ثابت کرتے ہیں اور یہ علامہ ابن تیمیہ کی طرف منسوب شنیع مسائل میں سے ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ میں نے اس حدیث پر [illegible] کلام پڑھا ہے، جس میں وہ اس روایت کتاب التوحید والی کو دوسری روایات پر ترجیح دیتے ہیں، حالانکہ قاعدہ سے بھی مسبہ روایت کو ترجیح کرنا تھا اور اس کتاب التوحید والی روایت کو بخاری (ص 453) ہی کی حدیث بدء الخلق پر ہی محمول کرنا بھی چاہیے تھا، نہ کہ برعکس، جو انہوں نے کر دیا۔ پھر یہ کہ ترجیح کو ترجیح پر یوں بھی بالاتفاق مقدم کرنا ہوتا ہے (اس لیے یہاں بھی ترجیح کی ضرورت ہوگی)

پھر آخر میں حافظ نے دیگر اکابر امت کی تحقیقات درج کیں، جن میں ہے کہ اس حدیث سے اس امر پر استدلال کیا گیا ہے کہ عالم حادث ہے، کیونکہ "ولم یکن شیء" "غیرہ" کی صراحت اس بارے میں آگئی ہے، اور معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا

ہر چیز پہلے سے غیر موجود تھی اور بعد میں حادث ہوئی ہے۔

(شرح [illegible] ج ۱۳ ص ۵۰۱، ۵۰۲)

عقیدہ 15 اللہ تعالیٰ کی جو صفات قرآن پاک اور حدیث شریف میں مذکور ہیں۔ ان میں وہ صفات جن کا ظاہری مطلب لینا درست نہیں ہے جیسے ید (ہاتھ)، وجہ (چہرہ)، [illegible] ان کو اشاعرہ اور ماتریدیہ (یعنی اہل سنت جو [illegible] میں پہلے ہوئے ہیں) صفات [illegible] ہیں۔ ان حقیقی معنی [illegible] ان کے ظاہری معنی کو [illegible] ان کی حقیقت [illegible] ثابت نہیں۔

[illegible] ان صفات کی حقیقت نہیں معلوم ہے شاذ اللہ سے [illegible] حقیقت [illegible] ہاتھ کی ہوتی ہے یعنی [illegible] ہیں (جن کی حقیقت [illegible] ہوئی ہے جیسے [illegible] ویسے [illegible] ہیت یعنی شکل وصورت کا نہیں علم نہیں۔

[illegible] صفات [illegible] صفات میں جس کے بارے میں [illegible] صفات ہیں [illegible] ان کے معانی [illegible] ید (ہاتھ) قدم پاؤں [illegible] صفات [illegible] ان میں سے [illegible] والی ہیں۔ نام نہیں لیتے اور [illegible] میں یہ کہتے ہیں کہ ان کی کیفیت یعنی ہیئت اور شکل وصورت مخلوق کی سی نہیں ہے۔ غرض سلفی ان صفات کا مطلب جاننے کے دعوے دار ہیں۔ صرف کیفیت یعنی شکل وصورت کو غیر معلوم اور مجہول جانتے ہیں۔ ایسے ہی وہ غضب، رضا اور استواء علی العرش کے بارے میں کہتے ہیں، جن کو وہ صفات فعلیہ کا نام دیتے ہیں۔

اس کی مفصل بحث میری دوسری دو کتابوں میں کر دی گئی ہے

1 ایضاح الدلائل فی آیات القرآن الاجلیل — صفات باری تعالیٰ در مسلک اہل سنت و جماعت

2 التنبیہ فی الرد علی اہل التشبیہ فی قولہ تعالیٰ الرحمٰن علی العرش استوی — استواء علی العرش

3 علامہ ابن کوثر لکھتے ہیں

حشویہ یعنی مشبہ لوگوں کے اس قول "عرش پر جلوس کے اعتقاد" کے رد میں یہ آیت [illegible] ہے۔

1 [illegible] وإذا سألك عبادي عني فإني قريب أجيب دعوة الداع إذا دعان فليستجيبوا لي وليؤمنوا بي لعلهم يرشدون (۲: ۱۸۶)

ترجمہ [illegible] اے محمد! [illegible] آپ سے میرے بارے میں پوچھیں تو آپ ان سے کہہ دیں کہ میں قریب ہوں [illegible] جب کوئی مجھے پکارتا ہے تو میں پکارنے والے کی پکار سنتا ہوں۔ [illegible] میری بات مانیں [illegible] مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ راہ راست پا جائیں۔

2 ونحن أقرب إليه من حبل الوريد (سورۃ ق ۱۶)

ترجمہ اور ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔

3 واسجد واقترب (العلق: ۱۹)

ترجمہ [illegible] اور سجدہ کرو اور قریب آ جاؤ۔

4 [illegible] ثم استوى إلى السماء وهي دخان (حم سجدہ ۵۲)

ترجمہ [illegible] آسمان کی طرف متوجہ ہوا جو اس وقت دھواں سا تھا۔

5 وهو معكم أين ما كنتم (الحدید ۴)

ترجمہ وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی تم ہو۔

یہ آیات اور اس قسم کی بے شمار آیات واحادیث اس بات یعنی اللہ تعالیٰ سے عرش پر جلوس کے رد میں ہیں۔ اہل السنت والجماعت کے ہاں یہ آیات اللہ تعالیٰ کی مثال کے لحاظ سے تنزیہ پر دلالت کر رہی ہیں جیسا کہ حق بات بھی یہی ہے۔ لہٰذا حشویہ یعنی

مشبہ سے ہے ساتھ کوئی دوسرا وہابی نہیں رہ جاتی کہ وہ ان نصوص میں تاویل کریں یا عرش پر استقرار و مکانی کا قول ترک کر دیں۔ تو پھر ان دونوں حالتوں میں وہ ظاہر کے ساتھ تمسک کیسے کر سکتے ہیں؟ اسی طرح ان کے باقی مزعومات بھی ہیں۔ جو شخص بھی قرآن و احادیث کی علم عبارات کو ایضاح و اخفاء کے لحاظ سے معرفت رکھنے والا ہوگا، وہ اس بات کا ضرور اقرار کرے گا کہ آیات و احادیث صفات متشابہات میں سے ہیں۔ تو پھر وہ ان آیات و احادیث صفات کے ظاہری معانی کو کیسے لے گا؟ حق وہ یہی ہے کہ وہ ان سب جہات میں اجمالی تاویل کر کے اس محکم آیت پر محمول کرے گا

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (الشوریٰ:۱۱)

ترجمہ کوئی چیز اس کے مثل نہیں ہے اور وہی ہے جو ہر بات سنتا، سب کچھ دیکھتا ہے۔

(حاشیہ السیف الصقیل، العقیدۃ وعلم الکلام ص ۳۵۲ طبع ادارہ اسعید کمپنی کراچی)

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں

تنبیہ آج کل بعض لوگ جن پر ظاہریت غالب ہے، جب متشابہات کی تفسیر کرتے ہیں تو دو حال میں تو مسلک سلف پر رہتے ہیں مگر چار غلطیاں کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ تفسیر ظنی کی قطعیت کے مدلل ہو جاتے ہیں۔ دوسری غلطی یہ کہ جب تفصیل کرتے ہیں تو مزعومات مشبہ تجسیم و تجسیم اختیار کرتے ہیں۔ تیسری غلطی یہ کہ مسلک تاویل کو علی الاطلاق باطل کہہ کر ہر دو اہل حق کی تضلیل کرتے ہیں حالانکہ اہل حق کے پاس اس کے مسلک کی صحت کے لیے احادیث کی بناء میں ورقہ علمیہ بھی ہے۔ چوتھی غلطی یہ کہ تفسیر بلا استقرار کو تو سلف کے مسلک پر سمجھتے ہیں اور دوسری تفسیر لغویہ کو تاویل خلف سمجھتے ہیں حالانکہ سب کا مساوی ہونا اوپر ظاہر ہو چکا۔

(بوادر النوادر ص ۵۳۴ طبع ادارہ اسلامیات لاہور)

عقیدہ 16 غیر مقلدین کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ عرش پر مستوی ہیں۔

8.7:۔ایسا کہنا جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ عرش پر مستوی ہیں

اس بات کو جاننا ضروری ہے کہ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ، آثار صحابہ کرام اور تابعین عظام سے ہرگز ثابت نہیں ہے: "ان اللہ استوی بذاتہ علی العرش" اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ عرش پر مستوی ہیں۔ یہ تو جسمہ نے اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کے فرمان اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى (سورت طٰہٰ ۵) (وہ بڑی رحمت والا عرش پر استوا فرمائے ہوئے ہے) میں اپنی طرف سے لفظ "بذاتہ" کا اضافہ کیا ہے انہوں نے اپنے خیال و گمان کی پیروی کی ہے اور مخلوقات کے مشاہدات سے دلوں ہوتے ہوئے ایسا کیا ہے۔ لہٰذا ان لوگوں نے خالق کو مخلوق پر قیاس کر لیا ہے۔

1 حضرت سلف [illegible] استواء کی تاویل ثابت ہے۔ حافظ ابن جریر طبریؒ نے استوی کی تاویل علو ملک و تسلط سے کی ہے۔ تاویل تقویت سے۔ مفسر ابن جریر طبری کے الفاظ یہ ہیں

علا علیہا علوّ ملک وسلطان، لا علوّ انتقال وزوال

(جامع البیان فی تاویل القرآن المعروف تفسیر ابن جریر طبری ج ۱۱ ص ۳۳۰ المؤلف: محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الآملی، ابو جعفر الطبری (المتوفی ۳۱۰ھ) المحقق: احمد محمد شاکر الناشر: مؤسسۃ الرسالۃ الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۲۰ھ)

2 بخاری میں حضرت بواعالیہؒ نے اس کی تاویل ارتفاع سے کی ہے۔ پس اگر یہاں ارتفاع سے مراد [illegible] جو کہ [illegible] کا ہے [illegible] تو وہ عظمت کے ساتھ مسلک ہے جیسا کہ حافظ ابن جریر طبری نے فرمایا ہے، تو یہ تاویل مقبول ہے۔ یہ قواعد شریعت اور لغت عرب کے مطابق ہے۔ اور اگر اس سے مراد

تدبیر ذات کو لیا جائے تو یہ تاویل مردود ہے۔ میں یہ خیال نہیں کرتا کہ حضرت ابوالعالیہؒ کی مراد یہ ہوگی اور نہ انہوں نے اس کا قصد کیا ہوگا۔

3 ہم کہتے ہیں "الرحمٰن علی العرش استوی (طٰہٰ ۵) (وہ بڑی رحمت والا عرش پر استوا فرمائے ہوئے ہے)" کا معنی یہ ہے اللہ تعالیٰ جو رحمٰن ہے وہ عرش سے فرش تک اس عالم میں صاحب سلطنت، بادشاہی، صاحب ارادہ اور تدبیر وغیرہ کا مالک ہے یہاں اللہ تعالیٰ نے عرش کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ عرش اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے سب سے بڑی اور عظیم ہے جب اللہ تعالیٰ عرش پر اپنے تدبر اور ربوبیت کے ساتھ مستوی ہے تو اللہ تعالیٰ اس معنی میں اپنی تمام مخلوق میں مستوی [illegible] سے اولیٰ ہے۔

4 پس ہمارے نزدیک استواء یہاں استیلاء (غلبہ) اور قہر کے معنی میں ہے یا اس کے [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] اللہ تعالیٰ کی ذات کی اس سے [illegible]

[illegible]

5 علامہ [illegible] کے ساتھ [illegible] کا معنی [illegible] عرش [illegible]

6 [illegible]

7 [illegible]

[illegible] ولیک شیء" (مسلم رقم ۳ ص ۲۷ (۷۱) ترقیم فؤاد عبدالباقی)

[illegible] اے اللہ! تیری ذات ہی سب سے پہلے ہے تجھ سے پہلے کوئی چیز نہیں [illegible]

[illegible]

[illegible] علیہ وسلم انت الظاہر فلیس فوقک شیء وانت الباطن فلیس دونک شیء" وانت لم یکن [illegible] ولا دونہ شیء [illegible] مکان (کتاب الاسماء والصفات ج ۲ ص ۱۸۹ طبع مکتبۃ السوادی للتوزیع جدہ)

[illegible] اس حدیث سے اللہ تعالیٰ کے لیے مکان اور مکانیت [illegible]

[illegible]

9 [illegible]

[illegible]

قبلہ کے درمیان میں ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ اپنے قبلہ کی جانب تھوکے۔۔۔۔الحدیث"
کی شرح میں لکھتے ہیں:

"اس سے اس شخص کا رد ہے جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بذاتِ خود عرش پر ہیں"۔

11 ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ. (الحدید:۴) کی تحقیق میں امام ابن جوزیؒ فرماتے ہیں:

ولقد حمل قوم من المتأخرين هذه الصفة على مقتضى الحس فقالوا: "استوى على العرش بذاته"، وهي زيادة لم تنقل، إنما فهموها من إحساسهم، وهو أن المستوى على الشيء إنما تستوي عليه ذاته.

(دفع شبہ التشبیہ بأکف التنزیہ ص۱۲۷ تحقیق حسن السقاف، طبع دارالامام الرواس، بیروت، لبنان ۱۴۲۶ھ، العقیدۃ وعلم الکلام ص۳۶ وطبع ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

ترجمہ متاخرین میں سے کچھ لوگوں نے اس صفت (استواء علی العرش) کو محسوسات کے طریقے پر لیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے ساتھ عرش پر استواء کیا۔ یہ (یعنی اپنی ذات کے ساتھ کا) ایسا اضافہ ہے جس کی ان کے پاس کوئی نقلی دلیل نہیں ہے بلکہ اس کو انہوں نے مخلوق پر قیاس کر کے سمجھا اور وہ اس طرح کہ جو کوئی کسی شی پر مستوی ہوتا ہے وہ اس پر اپنی ذات کے ساتھ مستوی ہوتا ہے۔

تنبیہ پس ذات کے ساتھ استواء تو اجسام کی صفات میں سے ہے کیونکہ یہ حرکت، منتقل ہونے، اور عرش کے اوپر جگہ گھیرنے سے متصف ہے۔ اللہ تعالیٰ تو اس سے منزہ اور پاک ہے۔ ان اہل تشبیہ کی باتوں سے اللہ تعالیٰ بہت بلند اور منزہ ہیں۔

12 مفسر ابوحیانؒ اپنی تفسیر میں بیان کرتے ہیں:

وأما استواؤه تعالى على العرش فحمله على ظاهره من الاستقرار بذاته عليه العرش قوم. تعالى الله عما يقول الظالمون والجاحدون علوًّا كبيرًا.

(النہر الماد ج۱ ص۸۰۴، المؤلف: ابوحیان، طبع: دارالجنان، بیروت)

ترجمہ اللہ تعالیٰ کا عرش پر استواء، تو ایک قوم نے اس کو ظاہر پر محمول کر کے کہا: اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ عرش پر مستقر ہو گئے۔ ان ظالم اور منکرین کے اقوال سے اللہ تعالیٰ

بہت بلند و بالا ہے۔

13 حضرت امام ابونصر تیریؒ فرماتے ہیں:

لو كان الأمر على ما توهمه الجهلة من أنه استواء بالذات لأشعر ذلك بالتغير وأعوجاج سابق على وقت الاستواء لان البارئ تعالى كان موجوداً قبل العرش. ومن أنصف علم أن قول من يقول: "العرش بالرب استوى" أمثل من قول من يقول: "الرب بالعرش استوى". فالرب اذاً موصوف بالعلو وفوقية الربية والعظمة منزه عن الكون في المكان وعن المحاذاة.

(تحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء علوم الدین ج۲ ص۱۰۸، ۱۰۹، المؤلف محمد مرتضی الزبیدی (المتوفی ۱۲۰۵ھ)، طبع دارالفکر، بیروت)

ترجمہ اگر معاملہ ایسا ہی ہوتا جیسا کہ یہ جاہل لوگ وہم میں پڑ گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ عرش پر مستوی ہیں تو یہ اس تبدیلی اور تغیر کو زیادہ جتلانے والی ہوتی جو استواء علی العرش سے پہلے زمانہ گزر چکا ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ تو عرش سے بھی پہلے موجود تھے۔ جو انصاف سے غور کرے گا وہ یہ جان لے گا کہ یہ قول: "عرش تو رب العزت کے لطف و کرم سے قائم ہے" زیادہ قرین صواب ہے بہ نسبت اس قول: "رب العزت تو عرش پر قائم ہے" کے۔ اس لیے کہ اس صورت میں اللہ تعالیٰ علو اور فوقیت ربیت اور عظمت سے موصوف ہوں گے وہ جگہ اور مکان اور محاذات سے منزہ اور پاک ہیں۔

14 وسئل الشبلی عن قوله تعالى "الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى" (طٰہٰ:۵) فقال: الرحمن لم يزل والعرش محدث والعرش بالرحمن استوى.

(الرسالۃ القشیریۃ، ج۱ ص۳۹، المؤلف: عبدالکریم بن ہوازن بن عبدالملک القشیری (المتوفی ۴۶۵ھ)، تحقیق: الإمام الدکتور عبدالحلیم محمود، الدکتور محمود بن الشریف، الناشر: دار المعارف، القاهرة)

ترجمہ حضرت شبلیؒ سے اس کے بارے میں سوال کیا گیا۔ تو انہوں نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ جو رحمٰن ہے، وہ تو ازل سے موجود ہے۔ عرش تو محدث ہے۔ عرش تو اللہ تعالیٰ، جو رحمٰن ہے، کی بدولت قائم ہے"۔

15 قاضی بدرالدین بن جماعہ فرماتے ہیں:

إذا ثبت ذلك، فمن جعل الاستواء إلى خلقه ما يفهم من صفات المحدثين، وقال استوى بذاته أو قال استوى حقيقة فقد ابتدع بهذه الزيادة التي لم تثبت في السنة، ولا عن أحد من الأئمة المقتدى بهم.

(إيضاح الدليل في قطع حجج أهل التعطيل ص ۱۳۶ المؤلف: أبو عبد الله، محمد بن إبراهيم بن سعد الله بن جماعة الكناني الحموي الشافعي، بدر الدين (المتوفى ۷۳۳ھ) المحقق: وهبي سليمان غاوجي الألباني الناشر: دار الرأية للطباعة والنشر والتوزيع، دمشق، الطبعة: الأولى ۱۴۱۰ھ)

ترجمہ جب یہ بات ثابت اور پختہ ہے، تو پھر جس نے استواء کو اس معنی میں لیا جو محدثات اور مخلوقات کی صفات میں سے ہے اور اس نے کہا: وہ اپنی ذات کے ساتھ عرش پر مستقر ہوا، یا اس نے کہا: وہ حقیقۃً مستقر ہو گیا۔ تو اس نے اس زیادت کے ساتھ بدعت والا راستہ اختیار کیا کیونکہ یہ زیادت تو قرآن وسنت سے ثابت نہیں ہے اور نہ ہی ائمہ متقدین سے۔

16 علامہ ذہبی فرماتے ہیں:

ا قد ذكرنا أن لفظة "بذاته" لا حاجة إليها، وهي تشغب النفوس، وتركها أولى، والله أعلم.

(سير أعلام النبلاء، ج ۱۶ ص ۳۲۲ المؤلف: شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قايماز الذهبي (المتوفى ۷۴۸ھ) الناشر: دار الحديث، القاهرة، الطبعة ۱۴۲۷ھ)

ترجمہ ہم نے اوپر بیان کر دیا ہے کہ لفظ "بذاتہ" کی یہاں کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ تو دلوں کو فساد عقیدہ کی طرف لے جانے والا ہے۔

ر علامہ ذہبی "یحییٰ بن عمار" کا قول:

"بل نقول: هو بذاته على العرش وعلمه محيط بكل شئ" (ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ عرش پر ہیں اور ان کے علم نے ہر چیز کو گھیرا ہوا ہے) نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"قولك بذاته من كيسك" (اہل السنۃ الاشاعرۃ ص ۵۸)

ترجمہ "بذاتہ" کا لفظ یحییٰ بن عمار نے اپنی عقل سے نکالا ہے۔

۳ امام ذہبی، اسماعیل بن محمد تیمی کے حالات میں لکھتے ہیں:

"صحیح بات یہ ہے کہ "بذاتہ" کے لفظ کا استعمال ہی نہ کریں کیونکہ یہ نص میں وارد نہیں ہوا۔ اور اگر ہم فرض کر لیں کہ "بذاتہ" کا معنی درست ہے تب بھی ہم ایسا لفظ منہ سے نہ نکالیں جس کی اجازت اللہ تعالیٰ نے نہیں دی ہے تاکہ دل میں بدعت داخل نہ ہو" (اہل السنۃ الاشاعرۃ ص ۵۸)۔

17 ان علمائے امت کے اقوال سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حافظ ابن قیم کا یہ قول:

"قول أهل السنة استوى على عرشه بذاته أي ذاته فوق العرش عالية عليه"

(الصواعق المرسلة في الرد على الجهمية والمعطلة، ج ۳ ص ۱۳۸۵، المؤلف: محمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين ابن قيم الجوزية (المتوفى ۷۵۱ھ) المحقق: علي بن محمد الدخيل الله الناشر: دار العاصمة، الرياض، المملكة العربية السعودية، الطبعة: الأولى ۱۴۰۸ھ)

ترجمہ اہل سنت کا یہ قول: اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر اپنی ذات کے ساتھ عرش پر مستوی ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات عرش کے اوپر بلند ہے۔

حقیقت سے کتنا دور ہے۔ اہل السنت والجماعت کے عقیدہ سے کس قدر ہٹا ہوا ہے!! اس کا اہل السنت کی طرف نسبت کرنا زور اور بہتان ہی ہے!!

18 قرآن، حدیث میں یہ تو تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہیں لیکن یہ تصریح نہیں ہے کہ وہ اپنی ذات سمیت اس پر مستوی ہیں۔ دیگر شواہد سے یہ تو پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے بلندی، فوقیت اور علو ہے لیکن وہ کس اعتبار سے ہے؟ اس کی کوئی

وضاحت وصراحت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے مطلق فوقیت اور بلندی کا ذکر ہو تو اس میں تین طرح کا احتمال ہوتا ہے۔ علو ذاتی، علو صفاتی اور علو تجلیاتی۔ علو ذاتی تو ان وجوہات سے ثابت نہیں ہو سکتی جن کا ذکر ڈاکٹر مفتی عبد الواحد نظر نے اپنی کتاب: "صفات متشابہات اور سلفی عقائد" (ص ۶۶ تا ۷۰) میں کیا ہے۔

مرتبہ یا صفات کی بلندی یہ تقاضا نہیں کرتی کہ صرف جہت فوق کے ساتھ اس کا تعلق ہو۔ البتہ علو تجلیاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے جہت فوقیت کو ثابت کر سکتی ہے۔ تجلی کی ایک مثال وہ ہے جو بیابان میں رات کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے آگ کی صورت میں ظاہر ہوئی۔ عرش پر ایسی ہی کوئی عالی شان تجلی قائم ہو اور اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ عالم کے امور کی تدبیر کرتے ہوں۔ جب یہ احتمال موجود ہے اور علو ذاتی یا استوائے صفاتی کے خلاف دلائل بھی موجود ہیں تو استوائے ذاتی پر جزم کرنا حد سے تجاوز کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے ایک کیفیت متعین کرنا ہے جس کا عام عقل سلیم تقاضا بھی نہیں کرتی۔

19 ایک حدیث میں جو یہ ہے کہ باندی نے کہا اللہ تعالیٰ آسمان (یعنی آسمان پر) ہیں اور جناب رسول اللہ ﷺ نے تکیر نہیں فرمائی۔ اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات آسمانوں پر یعنی عرش پر ہے درست اور صحیح نہیں کیونکہ:

۱ اس حدیث میں ذات کی قید کچھ مذکور نہیں ہے۔

۲ قرآن پاک میں ہے:

وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْأَرْضِ. (الانعام:۳)

ترجمہ وہ اللہ آسمانوں پر بھی ہے اور زمین پر بھی ہے۔

تو کیا اللہ تعالیٰ کی ذات متعدد ہے کہ ایک آسمان پر ہے اور ایک زمین پر ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسا نہیں ہے۔ اس لیے کسی صفت یا تجلی کے اعتبار سے اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں پر بھی ہیں اور زمین پر بھی ہیں یعنی ہر جگہ ہیں۔

20 غیر مقلدین اور سلفی بعض قرآنی دلائل پیش کرتے ہیں۔ مثلاً:

۱ (إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ) (آل عمران:۵۵)

۲ (بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ) (النساء:۱۵۸)

۳ (تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ) (المعارج:۴)

۴ (إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ) (فاطر:۱۰)

۵ (أَأَمِنْتُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ) (الملک:۱۶)

جواب یہ دلائل اس وقت بنتے ہیں جب یہ بات طے کر لی جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات سمیت عرش کے اوپر ہیں (حالانکہ یہ تو سلفیوں کا فقط دعویٰ بلا دلیل ہے) کیونکہ جن سلفیوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی جہت تحت میں عرش کی اوپر والی سطح حاجب بن رہی ہے اور اس جہت سے اللہ تعالیٰ محدود ہوئے، اور جو سلفی اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش سے اوپر ہیں، مماس نہیں ہیں۔ تو بہر حال جہت تحت میں کہیں تو حد بندی ہوگی۔ اور اگر ہم اللہ تعالیٰ کی ذات کو کسی جہت میں محدود نہ مانیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فوق العرش اور مستوی علی العرش ہونے کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں تو اللہ تعالیٰ کے محدود ہونے کا تصور ہی نہ ہوگا۔ عرش مذکور آیتوں کو حد کے اثبات کے لیے شواہد بنانا باطل والفاسد علی الفاسد ہے۔

عقیدہ 17 غیر مقلدین کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے جدا ہیں اور عرش پر مستقر ہیں۔

8.8:۔ ایسا کہنا جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے جدا ہیں

اس بات پر متنبہ کرنا ضروری ہے کہ ائمہ کرام کے ان اقوال کی کیا مراد ہے:

۱ بعض کا قول ہے: اللہ تعالیٰ مخلوق سے جدا ہے۔

۲ بعض کا قول ہے: اللہ تعالیٰ مخلوق سے جدا نہیں ہے۔

تو یہ اختلاف حقیقی نہیں ہے، بلکہ مراد ان کی "اللہ تعالیٰ مخلوق سے جدا ہے" یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق سے مشابہ نہیں ہے اور نہ اس سے مماست ہے۔ اور ان کی مراد "اللہ تعالیٰ مخلوق سے جدا نہیں ہے" یہ ہے: مسافت حسی کی نفی ہے۔ پس جن لوگوں نے ائمہ کا کلام: "اللہ تعالیٰ مخلوق سے جدا ہے" نقل کیا اور اس کو مسافت اور محاذات کی مباینت

(جدائی) پر محمول کیا ہے جیسے ابن عیینہ کا قول ہے تو وہ راہ صواب سے دور چلا گیا اور ائمہ کرامؒ کی طرف اس قول کو منسوب کیا جو ان ائمہ کرامؒ نے نہیں فرمایا ہے۔ لہٰذا اس سے اپنے آپ کو بچائے رکھنا چاہیے۔

حضرت امام بیہقیؒ فرماتے ہیں:

1 وَالْقَدِيمُ سُبْحَانَهُ عَالٍ عَلَى عَرْشِهِ لَا قَاعِدٌ وَلَا قَائِمٌ وَلَا مُمَاسٌّ وَلَا مُبَايِنٌ عَنِ الْعَرْشِ، يُرِيدُ بِهِ مُبَايَنَةَ الذَّاتِ الَّتِي هِيَ بِمَعْنَى الِانْعِزَالِ أَوِ الْمُعَانَدَةِ، لِأَنَّ الْمُمَاسَّةَ وَالْمُبَايَنَةَ الَّتِي هِيَ ضِدُّهَا، وَالْقِيَامَ وَالْقُعُودَ مِنْ أَوْصَافِ الْأَجْسَامِ، وَاللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَحَدٌ صَمَدٌ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ، فَلَا يَجُوزُ عَلَيْهِ مَا يَجُوزُ عَلَى الْأَجْسَامِ. تَبَارَكَ وَتَعَالَى.

2 وَلَيْسَتِ الْبَيْنُونَةُ بِالْعُزْلَةِ. تَعَالَى اللَّهُ رَبُّنَا عَنِ الْحُلُولِ وَالْمُمَاسَّةِ عُلُوًّا كَبِيرًا. (کتاب الاسماء والصفات ج ۲ ص ۳۰۸، ۳۰۹، تحت رقم ۸۷۰ طبع جدہ)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی قدیم ذات عرش سے بہت بلند ہے۔ وہ عرش پر بیٹھی ہے، نہ کھڑی ہے، نہ اس کو چھو رہی ہے، نہ عرش سے جدا ہے۔ مباینت کا معنی ذات کی جدائی اور دوری ہے وہ الگ ہونے اور دور ہونے کے معنی میں ہے۔ اس لیے کہ مماست (چھونا) اور مباینت (جدا ہونا) دونوں اضداد میں سے ہیں۔ اسی طرح قیام اور قعود تو اجسام کی صفات ہیں۔ "اللہ تعالیٰ کی ذات ہر لحاظ سے ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ایسی ہے کہ سب اس کے محتاج ہیں، وہ کسی کی محتاج نہیں۔ نہ اس کی کوئی اولاد ہے، اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔ اور اس کے جوڑ کا کوئی بھی نہیں"۔ پس جو صفات اجسام کی ہیں اللہ تعالیٰ پر ان کا اطلاق جائز نہیں۔

2 اللہ تعالیٰ کا جدا ہونا، الگ الگ ہونا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ جسم نما نہیں ہے، وہ حلول اور مماست سے پاک ہے۔ وہ اس سے بہت بلند ہے۔

اَلتَّنْزِيهُ فِي الرَّدِّ عَلَى أَهْلِ التَّشْبِيهِ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى "استواء علی العرش"

مصنف نے اس کتاب اَلتَّنْزِيهُ فِي الرَّدِّ عَلَى أَهْلِ التَّشْبِيهِ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى "استواء علی العرش" مسئلہ استواء علی العرش کو تفصیلاً بیان کیا ہے۔ اس کتاب میں مسئلہ استواء میں اہل السنت والجماعت کے مسلک کو تفصیلاً بیان کیا ہے۔ اس کتاب کو ایک مقدمہ اور نو (۹) ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے:

باب 1 میں تنزیہ باری تعالیٰ کو بیان کیا گیا ہے۔

باب 2 میں استواء علی العرش کی تفسیر کو بیان کیا گیا ہے۔

باب 3 میں استواء علی العرش کے بارے میں ائمہ اربعہؒ کے مسلک کو بیان کیا گیا ہے۔

باب 4 میں استواء علی العرش کے بارے میں بعض علماء امت کی تحقیقات کو بیان کیا گیا ہے۔

باب 5 میں عقیدہ تجسیم امت مسلمہ میں کیسے داخل ہوا؟ اور غیر مقلدین کی طرف سے پیش کردہ بعض احادیث کی سندی اور فنی تحقیقات کو بیان کیا گیا ہے۔

باب 6 میں حدیث جاریہ اور استواء علی العرش کی بحث کو بیان کیا گیا ہے۔

باب 7 اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات "بلا کیف" ہے، کو بیان کیا گیا ہے۔

باب 8 میں مقام محمود کی تفسیر اور حافظ ابن تیمیہؒ اور متبعین کے عقیدہ کو بیان کیا گیا ہے۔

باب 9 میں غیر مقلدین کی طرف سے پیش کردہ بعض شبہات کے جوابات کو بیان کیا گیا ہے۔

غیر مقلدین کا مسلک جمہور امت سے الگ تھلگ ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کو جہت فوق میں عرش پر بذات موجود مانتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف اشارہ حسیہ کے قائل ہیں۔ اس کی مفصل بحث مصنف کی دوسری کتاب: اَحْسَنُ الْبَيَانِ فِي تَنْزِيهِ اللّٰهِ عَنِ الْجِهَةِ وَالْمَكَانِ: "اللہ تعالیٰ بغیر جہت اور مکان کے موجود ہیں" میں کی گئی ہے۔